# فقہِ حنفی اور امام احمد رضا

تالیف

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی وصدر دارُالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

**طابع و ناشر**

دارُالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی-110025
فون-011-26986872
ای میل:misbahi.mk@gmail.com

# تفصیلات



کتاب ........................ فقہِ حنفی اورامام احمد رضا

تالیف ........................ یٰسٓ اخترمصباحی

زیرِ اِہتمام ........................ دارُالقلم، ذاکرنگر، نئ دہلی ۲۵

صفحات ........................ چارسواڑتالیس(448)

طبعِ اول ........................ ۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء

قیمت ........................ دوسوپچیس روپے(=/225)

تعدادِاشاعت ........................ اِکیس سو(2100)

**تقسیم کار**

رضوی کتاب گھر۔423۔اردومارکیٹ۔مٹیامحل، جامع مسجد

دہلی۔6۔فون:011-23264524۔موبائل:9350505879

ای میل:kanzuliman@yahoo.co.in

**طابع وناشر**

دارُالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکرنگر، جامعہ نگر، نئ دہلی۔110025

فون۔011-26986872

ای میل:misbahi.mk@gmail.com

# فہرست

# اَنوار و تجلّیاتِ کتاب و سُنَّت

یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراً۔
(سورۂ بقرہ۔آیت:۲۶۹)

ترجمہ: اللہ، حکمت دیتا ہے جسے چاہے۔اور جسے حکمت ملی، اُسے بہت بھلائی ملی۔"

☆☆☆

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ۔(سورۂ توبہ۔آیت:۱۲۲)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں۔
تو، کیوں نہ ہوا کہ، ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ
دین کی سمجھ، حاصل کریں۔"

☆☆☆

مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِهٖ خَیراً یُفَقِّهْهُ فِی الدِّینِ ۔ وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰہُ یُعْطِی ۔ وَلَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی ظَاهِرِیْنَ عَلیٰ الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَ هُمْ عَلیٰ ذٰلِکَ۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

معاویہ بن ابوسفیان نے بیان کیا کہ:

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّم نے ارشاد فرمایا:

**ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے لئے خیر کا ارادہ فرماتا ہے**
**اُسے دین کی سمجھ، عطا فرما دیتا ہے۔**
**میں ہی، تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ، عطا فرمانے والا ہے۔**

میری امت کا ایک طبقہ، حق پر، ہمیشہ، قائم رہے گا۔ جسے، اس کے مخالف، کوئی ضَرَ رُ نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم، آ جائے اور وہ، اسی حال پر باقی رہیں گے۔"

# اِنتساب، بنام

## مشاہیرِ عُلما و مشائخِ سَوَادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت

| | | |
|---|---|---|
| (۱) حضرت مولانا عبد العلی، فرنگی محلی، لکھنوی | وصال | ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء |
| (۲) حضرت سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی | ‘‘ | ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء |
| (۳) حضرت شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی | ‘‘ | ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء |
| (۴) حضرت شاہ غلام علی، نقش بندی، مجدّدی، دہلوی | ‘‘ | ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء |
| (۵) حضرت مولانا منورُ الدّین، دہلوی | ‘‘ | ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء |
| (۶) حضرت مولانا فضلِ حق، خیرآبادی | ‘‘ | ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء |
| (۷) حضرت مفتی صدرُ الدّین، آزردہ، دہلوی | ‘‘ | ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء |
| (۸) حضرت مولانا فضلِ رسول، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی | ‘‘ | ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء |
| (۹) حضرت سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارہروی | ‘‘ | ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء |
| (۱۰) حضرت مولانا احمد علی، محدّث سہارن پوری | ‘‘ | ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء |
| (۱۱) حضرت مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی | ‘‘ | ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء |
| (۱۲) حضرت مولانا رحمتُ اللہ، عثمانی، کیرانوی | ‘‘ | ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء |
| (۱۳) حضرت مفتی ارشاد حسین، مجدّدی، رام پوری | ‘‘ | ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء |
| (۱۴) حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی | ‘‘ | ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء |
| (۱۵) حضرت مولانا عبد القادر، قادری برکاتی، بدایونی | ‘‘ | ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء |
| (۱۶) حضرت مولانا احمد حَسَن، کان پوری | ‘‘ | ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء |
| (۱۷) حضرت خواجہ سید عبد الصّمد، مودودی، چشتی، سہسوانی | ‘‘ | ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء |
| (۱۸) حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی | ‘‘ | ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء |
| (۱۹) حضرت مولانا ہدایتُ اللہ، رام پوری ثُمّ جون پوری | ‘‘ | ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء |
| (۲۰) حضرت مولانا غلام قادر ہاشمی، بھیروی، لاہوری | ‘‘ | ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۹ء |
| (۲۱) حضرت مولانا انوارُ اللہ، فاروقی، حیدرآبادی | ‘‘ | ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء |
| (۲۲) حضرت مولانا الشّاہ احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی | ‘‘ | ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء |
| (۲۳) حضرت سید شاہ علی حسین، اشرفی، کچھوچھوی | ‘‘ | ۱۳۵۶/۱۹۳۶ء |
| (۲۴) حضرت سید مہر علی شاہ، چشتی، گولڑوی، پنجابی | ‘‘ | ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء |
| (۲۵) حضرت سید جماعت علی شاہ، محدّث علی پوری، سیالکوٹی | ‘‘ | ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء |

**رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم اَجْمَعِین**

# تہدیہ

سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی مرکزی درس گاہ ودانش گاہ

اورتشنگان وطالبانِ علومِ اسلامیہ کے چشمۂ فیض وگہوارۂ دینی وعلمی

# الجامعۃُ الاشرفیہ، مبارک پور

## کی خدمت میں

جس کے مُخلص و فعّال اور باصلاحیت و باکمال عُلما وفُضلاے کرام، کِشورِ ہند کے چپے چپے پر علم وحکمت، فِکر وفہم اوردانشِ بُرہانی کا نور، برسارہے ہیں۔

جو، اپنی دینی وفِکری اِستقامت وتصلُّب، اپنے حُسنِ تدبُّر وبصیرت، اپنے حکیمانہ اِعتدال و توازُن اور اپنی معاملہ فہمی واِصابتِ رائے کے ساتھ، اِس مَعمورۂ عالَم کے گوشے گوشے میں پیغامِ رَبّانی پہنچانے اوردعوت واِصلاح کا فریضہ، انجام دینے کی وہ تاریخ، رَقم کررہے ہیں، جو، ہرعہد وعصر کے اَسلاف واَکابرِ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کا، اِمتیاز واِختصاص، قراردیا گیاہے۔

فَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰالِک۔

خیراندیش ونیازکیش:۔ یٰسٓ اختر مصباحی، دارُالقلم، دہلی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم

# عِرفان و فیضانِ حجازِ مقدس

## دِراسَات و مَعارِفِ رَضویہ اور ''عِرفانِ مذہب و مسلک''

**قلب ونظر کی زندگی ، دَشت میں ، صبح کا ، سَماں**
**چشمۂ آفتاب سے ، نور کی ندّیاں ، رَواں**

مُتَّحِدَہ ہندوستان کی اَعَاظِم واَکابر شخصیات اورطبقۂ عُلما میں ابوحنیفۂ ہند ، امامِ اہلِ سُنَّت مولاناالشّاہ **محمد احمد رضا، حنفی ، قادری ، برکاتی ، بریلوی** ( ولادت ۱۰/ شوال ۱۲۷۲ھ/ ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء۔ بروزشنبہ۔وصال ۲۵/ صفر المُظَفَّر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۱ء۔ بروز جمعہ )

اپنے علم ودانش ،فکروفہم تبحُّر و تفقُّہ ،بصیرت وفراست اور کمال وجامعیت ، ہرلحاظ سے چودہویں صدی ہجری کے ممتاز وجلیلُ القدر عالمِ دین ومفسِّرِ عظیم ومحدِّثِ جلیل و مُتَکلِّمِ اسلام وفقیہ و مفتیِ اَنام وشیخ ومُرشِدِ تصوُّف وطریقت ومَدّاحِ رسولِ مُکَرَّم اور عاشقِ رسولِ مُعَظَّم ہیں۔

**صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی سَیِّدِنا وَ حَبِیبِنَا وَ رَسُولِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصۡحابِہٖ وَحِزۡبِہٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ وَ مَشَائِخِ مِلَّتِہٖ اَجۡمَعِین۔**

(۱) جن کا ترجمۂ قرآن ( **کَنۡزُ الۡاِیۡمَان فِی تَرۡجَمَۃِ الۡقُرۡآن** ) اردو زبان کا سب سے جامع و مُستند ترجمہ ہونے کے ساتھ ، ہند و پاک میں ، سب سے زیادہ شائع ہونے والا اور ساری اردو دنیا میں ، سب سے زیادہ پڑھا جانے والا ، مقبول ترین ، ترجمۂ قرآن ہے۔

(۲) جن کی ہزاروں صفحات پر مشتمل تحریرات وفتاویٰ میں اَحادیثِ نبوی کی جلوہ سامانی کتبِ حدیث کے حوالوں کی فراوانی ، اور علمِ حدیث کے مختلف فنّی پہلوؤں پر تحقیقی مباحث ومَعارِف دیکھ کر ، معاصِر عُلما وفُقَہا ومُحدِّثینِ کرام نے ، انہیں '' **اَمِیرُ الۡمُوۡمِنِین فِی الۡحَدِیۡث** '' قرار دیا۔

(۳) جن کا مجموعۂ فتاویٰ ، معروف ، بہ '' **فتاویٰ رضویہ** '' ( **اَلۡعَطَایَا النَّبوِیَّۃ فِی الۡفَتَاویٰ الرَّضَوِیَّۃ** ) چودہویں صدی ہجری کے '' **ابوحنیفۂ ہند** '' کا ، بے مثال '' **فتاویٰ ہندیہ** ''

اور، اردو زبان میں، فقہِ حنفی کا شاہکار ''**فقہی اِنسائیکلوپیڈیا**'' ہے۔

(۴) جنھوں نے، اپنے سفرِ حج و زیارت ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء کے دَوران، کرنسی نوٹ کے پیدا شدہ مسئلہ پر، **فَتحُ القَدِیر** کا، ایک فقہی جُزئیہ پیش کر کے، عُلما و فقہاے حجازِ مقدس کا تذبذُب، دور کیا کہ **اس کی حیثیت، رسید نہیں، بلکہ، مال کی ہے۔**

**جس کے بعد، عالَمِ اسلام کے سبھی عُلما وَ فُقہا وَ مفتیانِ کرام کرنسی نوٹ کے مال ہونے پر، شرحِ صدر کے ساتھ، مطمئن اور متفق ہو گئے۔**

(۵) جنھوں نے ۱۹۱۲ء میں، بمبئی و کلکتہ وغیرہ کے مسلم اہلِ دولت و ثروت کو **''مسلم بینک'' قائم کرنے کا، تحریری مشورہ دیا۔ جب کہ:**

مسلم معاشرہ، بلکہ، مسلم اَصحابِ علم و اَربابِ فکر اور اہلِ حِرفت و صَنعت و تجارت کے **ذہنوں میں، بینک اور اس کے قیام کا، اُس وقت تک، کوئی تصوُّر بھی، نہیں تھا۔**

(۶) جنھوں نے، جنگِ طرَابلس (۱۹۱۱ء) و جنگِ بَلقان (۱۹۱۲ء) و حادثۂ مسجد، مچھلی بازار کان پور (۱۹۱۳ء) و تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) و تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) و تحریکِ ہجرت (۱۹۲۰ء) کے دَوران، مسلمانانِ مُتّحِدَہ ہند کی ہدایت و رہنمائی کے لئے شرعی اَحکام و حُدُود کی تفصیلات بتاتے ہوئے، ہر حال میں، اُنھیں، شرعی اَحکام و حُدُود کی پابندی کی تلقین و تاکید پر مشتمل **نہایت وقیع وَ اَہم اور فیصلہ کُن فتاویٰ، جاری فرمائے۔**

اور مسلم لیڈروں کی بہت سی بے اُصولیوں اور بے اِعتدالیوں کی نشان دِہی کرتے ہوئے مسلمانانِ مُتّحِدَہ ہند کو، ان لیڈروں کے تجاوُز و اِنحراف کے خطرناک نَتائج و عَوَاقِب سے **بَروقت، آگاہ اور مُتنبّہ فرمایا۔**

**(۷) جن کی بصیرت و دیدہ وَرِی اور دور اندیشی کا روشن نمونہ، یہ ہے کہ:**

آپ ہی کے حکم کے مطابق، آپ کے خلیفہ، حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، بہاری ثُمَّ علی گڑھی (متوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء۔ مدفون علی گڑھ) صدر یار جنگ، نواب، حبیب الرحمٰن خاں، شیروانی علی گڑھی (متوفی ۱۹۵۰ء) کی دعوت پر، ۱۹۰۲ء میں، علی گڑھ کالج سے بحیثیتِ استاذِ دینیات، منسلک ہوئے اور پھر، سالہا سال تک، شعبۂ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے صدر کی حیثیت سے عالمانہ عظمت و وَقار اور سربلندی و سرفرازی کے ساتھ، یونیورسٹی کی دینی و علمی فضا اور ماحول پر چھائے رہے۔

اِسی طرح، آپ نے، ایک مکتوب کے ذریعہ، اپنے تلمیذ وخلیفہ، حضرت مولانا محمد ظفر الدّین احمد قادری، رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کو، مدرسہ شمسُ الھُدیٰ، پٹنہ (صوبہ بہار) کے بارے میں، ہدایت فرمائی کہ: **اور، اس کا ہاتھ میں رکھنا، ضرور ہے۔"**

چنانچہ، آپ کے دو تلامذہ، مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی اور مولانا سید عبدالرَّشید، عظیم آبادی، **مدرسہ شمسُ الھُدیٰ، پٹنہ کے مدرس ہوئے۔**

اور ایک مدت تک، مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی **اس مدرسہ شمسُ الھُدیٰ کے پرنسپل بھی، رہے۔**

(۸) جن کی نعتیہ شاعری (مشمولہ "حَدائقِ بخشش") نے

مُتَّحِدَہ ہندوستان (موجودہ ہندوپاک و بنگلہ دیش) کی سرحدوں کو، عُبور کرتے ہوئے مختلف ایشیائی ممالک کے ساتھ، یورپ وامریکہ وافریقہ وآسٹریلیا کی، نہ جانے کتنی اور کیسی کیسی مسلم آبادیوں کی فضاؤں کو اپنے رسولِ رحمت، مصطفیٰ جانِ رحمت (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم) کی نَوا سنجی سے، مَعْمُور کردیا۔

**اور جَذْب وتاثیر وَرُجْحانِ خَلق وقبولِ عام کا، یہ عالَم ہے کہ:**

**اِس مَعْمُورۂ عالَم میں، اردو زبان کا کوئی منظوم سلام، اگر، آج، سب سے زیادہ، پڑھا جارہا ہے۔**

کسی نغمۂ عشق کی گونج، بحر وبر کی وُسعتوں میں، سب سے زیادہ، سنائی دے رہی ہے۔

کسی تَرانۂ محبت کی لَے، عُشّاقِ رسول کے کانوں میں، سب سے زیادہ، رَس گھول رہی ہے۔

**جس سے، روح میں اِہتزاز اور قلب میں، وِجدانی کیفیت، طاری ہوجاتی ہے**

**تو، وہ، یہ دل کش ودل آویز سلامِ رحمت اور تحفۂ اِخلاص وعقیدت ہے:**

**مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام**
**شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام**

(۹) جنھوں نے، مُتَّحِدَہ ہندوستان کے طُول وعَرض میں، اپنی کتب ورسائل، اپنے خُلفا وتلامذہ، نیز معاصر عُلما ومشائخِ کرام کے اِشتراک وتعاون سے دعوت واِصلاح وہدایت کا عظیم فریضہ، انجام دے کر، **مسلمانانِ مُتَّحِدَہ ہند کے ایمان واسلام کی بنیادوں کو مضبوط ومستحکم اور اُن کی فصیلوں کو بلند وبالا کردیا۔**

(۱۰) جنہوں نے، عِلمی وعَملی طور سے محبت واطاعتِ نبوی وعشق واتّباعِ مصطفوی کے نقش ونگار کو، مزید، واضح وروشن کرکے، **مسلمانانِ مُتّحِدَہ ہند کے ہر حلقے میں**

**پیغامِ عشقِ رسالت اور پیروِیِ سنّتِ رسولِ کریم** ( صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلّم ) کو، عام سے عام تر کرتے ہوئے، **ذاتِ مصطفوی** (عَلیٰ صَاحِبِھَا الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام ) کے ساتھ، سعید وصالح مسلمانوں کی **نسبتِ غلامی کو، قابلِ رَشک** ہَمواری واُستواری اور اِستحکام واِستقلال بخشا۔

(۱۱) جو، اپنی زبان وقلم کے ذریعہ، مسلمانانِ مُتَّحِدَہ ہند کے دلوں میں، مشاہیرِ اسلام وَ اَکابر واَسلافِ کرام کی شمعِ عقیدت واحترام کی لَو، تیز تر کرکے، اِنعامِ خداوندی سے سرفراز نُفوسِ قُدسیہ کے نُقوشِ قدم پہ، تاحیات گامزَن رہنے کا، تاحیات، درس دیتے اور تلقین وتاکید فرماتے رہے۔

(۱۲) جو، **سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ** ( مارہرہ مطہَّرہ ) و**سلسلۂ حقّی** ( دہلی ) و**سلسلۂ عزیزی ولی اللّٰھی** ( دہلی ) اور **سلسلۂ فَرنگی محل** ( لکھنؤ ) کی بے شمار دینی وعلمی وروحانی دولتوں، نعمتوں **وراثتوں اور رِوایتوں کے، حامل وامین ہیں۔**

(۱۳) جن کے بارے میں، عارف باِللہ، حضرت شیر محمد، شرق پوری، نقشبندی اور امیرِ مِلَّت حضرت سید جماعت علی شاہ، محدِّث علی پوری، سیالکوٹی عَلَیْہِمَا الرَّحمۃُ وَالرِّضوان کو غوثِ اعظم، سیدنا عبدالقادر، جیلانی، بغدادی، رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے، عالَمِ خواب میں بشارت دی کہ:

**’’ہندوستان میں ’’احمد رضا‘‘ میرے، نائب ہیں۔‘‘**

(۱۴) جنہیں، مارہرہ مطہَّرہ میں، خاتمُ الاَکابر، **سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری، برکاتی** مارہروی نے، **بوقتِ بیعت وارادت ہی، اجازت وخلافت سے بھی، نوازا۔**

اور اسی مبارک موقع پر، اپنی زبانِ فیض ترجمان سے اِس خصوصی اِلتفات وعنایت کا اِظہار فرماکر، آپ کو، بارگاہِ اِلٰہی میں پیش کیا جانے والا بیش قیمت **’’جنّتی بَرکاتی تحفہ‘‘** بنادیا کہ:

**’’اللہ تبارک وتعالیٰ، اگر، بروزِ قیامت، مجھ سے، ارشاد فرمائے گا کہ:**

**آلِ رسول! میرے لئے کیا لائے ہو؟ تو، مَیں، مولوی احمد رضا کو، پیش کردوں گا۔‘‘**

(۱۵) جن کی سَعادت وسرفرازی کے لئے، مُرشدِ طریقت، حضرت خاتمُ الاَکابر، مارہروی کی بارگاہ سے **’’چشم وچراغِ خاندانِ بَرکات‘‘** کا خطاب، دیے جانے کا

بدستِ نورُالعَارِفین، سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی، **’’بَرکاتی وثیقہ‘‘** صادر ہوا۔

(۱۶) جنھیں، محدِّثِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا **سید شاہ محمد محدِّث، اشرفی**، کچھوچھوی (وصال رجب ۱۳۸۱ھ/دسمبر ۱۹۶۱ء) عَلَیهِ الرَّحمَةُ وَالرِّضوَان نے فرمایا:

**''اعلیٰ حضرت، عَلَی الْاِطلاق''، ''امامِ اہلِ سنَّت، فِی الْآفاق''**

**''مجدِّدِ مِأۃِ حاضِرہ، مؤیِّدِ مِلَّتِ طاہِرہ۔''(خطبۂ صدارت، ناگ پور، مہاراشٹر)**

(۱۷) جن کے وصال کا، ٹیلی گرام (تار) کچھوچھہ مقدسہ پہنچنے سے پہلے ہی شیخُ المشائخ، حضرت سید علی حسین، اشرفی، کچھوچھوی نے فرمایا:

**مَیں، فرشتوں کے کاندھے پر ''قطبُ الْاِرشاد'' کا جنازہ، دیکھ رہا ہوں۔'' (حوالۂ مذکورہ)**

(۱۸) جنہوں نے، **اسلامی تصوُّف وطریقت اور مَعمولاتِ اہلِ سُنَّت وجماعت** کو اپنی مدلَّل ومُستند تحریرات وفتاویٰ کے ذریعہ، مزید علمی اِستحکام سے مُزیَّن ومُوَثَّق ومُؤیَّد کرتے ہوئے، **سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کو**

**مذہب ومسلک کا گہرا شُعور اور صحیح عِرفان، عطا فرمایا۔**

(۱۹) جنہوں نے، اپنے حق شِعار وحق نَواز وحق نِگار قلم کو مسلسل، رَواں دَواں رکھتے ہوئے سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کی، ہمہ جہت رہنمائی کا گراں قدر اور قابلِ صدرَشک فریضہ، انجام دیا۔

(۲۰) جن کے فولادی ہاتھوں نے، تائید ونُصرتِ حق واہلِ حق کے ہر مَرحلے میں **باطل واہلِ باطل کے خوں آشام پنجے، مَروڑ کر، انہیں، ہزیمت وپسپائی پر مجبور کر دیا۔**

(۲۱) جن کے رُسوخِ عِلم وفَن اور کمالِ مَہارت وعَبقرِیَّت پر تقریباً ایک ہزار وَقیع اور گراں قدر **کتب ورسائلِ رضویہ**، مُنہ بولتا ثبوت اور شاہدِ عَدل ہیں۔

(۲۲) جو، پچپن (۵۵) علوم وفُنون سے زائد، متاعِ علم ودانش اور سرمایۂ فکر وفہم کے ساتھ حدیثِ نبوی کے بَحرِ عمیق ودَریائے تحقیق کی غَوَّاصی وجوہر شناسی، اور ذاتِ نبوی (عَلیٰ صَاحِبِهَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلام) سے، **وابستگی وشیفتگی ووارفتگی میں**

عکسِ ''**سِراجُ الهِند**'' (شاہ عبد العزیز، محدِّث دہلوی) و''**شیخُ الهِند**'' (امامُ المُحدِّثین شیخ عبد الحق، محدِّث دہلوی) ہونے کے ساتھ، اپنی حکمتِ بالِغہ میں ''**غزالیِ ہند**'' اپنی فِراست وبَصیرت وتَفقُّہ میں ''**ابوحنیفۂ ہند**'' اور اپنی نعتیہ شاعری میں ''**حَسَّانُ الهِند**'' ہیں۔

(۲۳) جو، اپنے فَضل وکمال، زُہد وتقویٰ اور اِتِّباعِ سنَّت وشریعت کے ہر باب میں

مُمتاز و فائقُ الاُقْران اور مَرجِع علما و فُقَہاے اسلام ہیں۔

(۲۴) جن کا مسلکِ حق و صداقت اور سلسلۂ ذِکر و فکر، اپنے اَکابر و اَسلافِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے، سایۂ رحمت میں، اُن کے نُقُوشِ قدم کی اِقتدا و اِتّباع کرتے ہوئے اپنے عقائد و اَفکار و مَعمولات میں، مکمل طور سے، ان کے ساتھ، مَربوط و مُنظَّم اور ہم آہنگ ہے۔

(۲۵) جن کی ذاتِ قُدسی صفات، ہر زاویۂ حیات و خدمات و اَعمال میں اپنے اَکابر علما و فُقَہا و صوفیہ و مشائخِ کرام کا، عکسِ جمیل ہے۔

(۲۶) جن کی مثالی شخصیت، خصوصیت کے ساتھ، اِمَامُ الْمُحَدِّثِین، بَرکَةُ اللّٰهِ فِی الْهِند عاشقِ رسول، شیخ عبدالحق، حنفی، قادری، محدِّثِ دہلوی کے، رُسُوخِ علم و اِستقامتِ دین، وکمالِ حکمت و بصیرت، اور مجدِّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی، نقشبندی، سرہندی کی ہمت و جُراَتِ حق گوئی و جذبۂ اِعلاے کلمۂ حق کی، اپنے دَور میں، پرتَو و نمونۂ کامل اور، تعظیم و تقدیسِ رسالت پناہی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم) کی ایمان افروز مُہم اور قافلۂ حق و صداقت کی، قائد و سالار ہے۔

(۲۷) جن کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر، ہند و پاک کے خالص مذہبی حلقوں کی تحریرات و مضامین و مقالات، اور، رسائل و کتب کے علاوہ، ملک و بیرونِ ملک کی متعدد یونیورسٹیوں کے ریسرچ اِسکالروں نے، اپنے مقالاتِ تحقیق (ایم، فِل۔ و۔ پی، ایچ، ڈی) کی حوصلہ اَفزا قطار کا، ایک گراں قدر اور قابلِ اِفتخار سلسلہ، قائم کر رکھا ہے۔

چنانچہ، ہند و پاک کے علاوہ، جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر سے کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ تک، جو مقالاتِ تحقیق لکھے اور یونیورسٹیوں کی طرف سے منظور کیے جا چکے ہیں، اُن میں پی ایچ ڈی کی تعداد، تقریباً چالیس (۴۰) اور ایم فِل کی تعداد، پندرہ (۱۵) کے لگ بھگ ہے۔

(۲۸) جن کے عظیمُ المَرتبت خُلفا و تلامذہ نے، متحدہ ہندوستان کے طُول و عَرض میں اپنے درس و تدریس، وعظ و خطابت، اِصلاح و ہدایت، بیعت و اِرشاد اور دعوت و تبلیغ کی برکت سے بے شمار مسلم آبادیوں کو، فیض یاب و سیراب فرمایا۔

(۲۹) جن کے نام کی نسبت سے، ہند و پاک و بنگلہ دیش کے طُول و عَرض میں سیکڑوں مدارسِ اہلِ سُنَّت "رضوی مدارس" کی حیثیت سے، مصروفِ تعلیم و تعلُّم ہیں۔

(۳۰) جن کی وَقیع ، دینی وعلمی خدمات اور تجدیدی کارناموں کی تائید و تحسین کرتے ہوئے عُلمائے عرب وعجم نے ، انہیں ''چودھویں صدی ہجری کا مُجَدِّدْ'' قرار دیا۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِک۔**

**ابو حنیفۂ ہند**، امام احمد رضا ، حنفی ، قادری ، برکاتی ، بریلوی کے محاسن وکمالات اور مآثر وخدمات کا دائرہ ، بے حد وسیع اور ہمہ گیر ہے۔

**جن میں ، آپ کی صَلابَت واِستقامتِ دینی وعشقِ رسول وَاِتّباعِ سُنَّت وشریعت اور تفقُّہ واِفتا کو ، نمایاں مقام ، حاصل ہے۔**

اِسی طرح ، رَدِّ فِرَق وَاَحزَابِ باطِلہ میں بھی ، آپ کی تحریری وقلمی خدمات ، اپنی مثال آپ ہیں۔

امام احمد رضا ، حنفی ، قادری برکاتی ، بریلوی ، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے خود اپنے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے ، اُسے ذیل میں پڑھ کر ، آپ کی خصوصیات وصفات ، اَظْھَرمِنَ الشَّمْس ہو جاتی ہیں۔

اپنی دینی وعلمی مجلس میں امام احمد رضا ، بریلوی ، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ایک بار ، ارشاد فرمایا کہ:

**''بِحَمْدِ اللّٰہ! اگر ، میرے قلب کے ، دو ٹکڑے کیے جائیں**

**تو ، خدا کی قسم! ایک پر لکھا ہوگا:**

**لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ دوسرے پر لکھا ہوگا: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ۔**

(ص ۶۲۔ **اَلْمَلْفوظ**، حصہ سوم۔ و ص ۱۰۴۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی ، بمبئی)

شرعی وفقہی احکام ومسائل جاننے ، فقہ واِفتا میں دَرک وکمال حاصل کرنے ، اِسی طرح ، باطل اَفکار ونظریات کی عالمانہ وعارِفانہ وناقِدانہ تحقیق وتدقیق ، اور بصیرت وژَرف نگاہی کے ساتھ مطالعہ وتجزیہ حق وباطل کر کے ، ان کے درمیان ، خطِ اِمتیاز کھینچنے ، نیز صحیح موقف ، اِختیار کر کے کمالِ دِقَّت ومہارت اور حکمت وبصیرت سے ، اِحقاقِ حق واِبطالِ باطل کا فریضہ ، انجام دینے کے لئے وسیع علم ومطالعہ وتحقیق وتفتیش کے ساتھ ہی ، کسی مُشفقِ ناصح وعالِمِ مُتدیِّن

**اور بالغ نظر وتجربہ کار استاد ومُربی کی صحبت وتربیت بھی ، ضروری ہے۔**

**چنانچہ ، آپ ، ارشاد فرماتے ہیں:**

.......... ''یہ دونوں ، ایسے فن ہیں کہ ، طِبّ کی طرح ، یہ بھی ، صِرف پڑھنے سے نہیں آتے۔

اِن میں بھی ، طَبیبِ حاذِق کے مَطَبّ میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔

**مَیں بھی، ایک طَبیبِ حاذِق کے مَطَبْ میں، سات (۷) برس، بیٹھا۔**

مجھے، وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل، اور جہاں سے، وہ، آئے تھے، اچھی طرح، یاد ہیں۔

میں نے، ایک بار، ایک نہایت پیچیدہ حکم، بڑی کوشش وجاں فشانی سے نکالا اوراس کی تائیدات مع تنقیح، آٹھ (۸) ورق میں جمع کیا۔ مگر، جب، حضرت والد ماجد قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حضور میں، پیش کیا تو، انھوں نے ایک جُملہ، ایسا فرمایا کہ: **اس سے، یہ سب وَرق، رَد ہو گئے۔**

وہی جُملے، اب تک، دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک، ان کا اثر، باقی ہے۔

**خود سَتائی، جائز نہیں۔ مگر، وقتِ حاجت، اِظہارِ حقیقت، تحدیثِ نعمت ہے۔**

سیدنا یوسف، عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام نے، بادشاہِ مصر سے فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِی عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ، اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ (سورۂ یوسف: آیت: ۵۵)

(ترجمہ) مجھے زمین کے خزانوں پر، کردے۔ بے شک، مَیں، حفاظت والا، علم والا ہوں۔"

بفضل ورحمتِ الٰہی، پھر، بعَون وعنایتِ رسالت پناہی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

اِفتا اور، رَدِّ وہابیہ کہ دونوں کامِل فَن، نہایت عالی فن، انھیں، یہاں سے اچھا **اِنْ شَاءَ اللّٰہ، ہندوستان میں، کہیں نہ پایئے گا۔ غیر ممالک کی بابت، نہیں کہتا۔"**

(ص ۷۴ وص ۷۵۔ اَلْمَلْفُوظ، حصہ اول۔ رضا اکیڈمی، بمبئی)

**امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، جس طرح، اپنی نعتیہ شاعری کے باب میں "حَسَّانُ الْھِنْد" ہیں، اُسی طرح، اپنے تَدَیُّن وتَفَقُّہ اور خدماتِ دینی وفقہی کے لحاظ سے، بِلا شبہ، نہایت جلیلُ القَدر فقیہِ اسلام اور "ابو حنیفۂ ھِند" ہیں۔**

**محافظِ کتبِ حرم، سید اسمٰعیل بن سید خلیل** اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

........تَفَضَّلَ عَلَیْنَا سَیِّدُنَا بِعِدَّۃِ اَوْرَاقٍ مِنْ فَتَاوَاہ اُنْمُوْذَجۃً۔

نَرْجُوْ اللّٰہَ عَزَّشَأْنُہٗ اَنْ یُسَھِّلَ وَ یُقَارِبَ لَکُمُ الْاَوْقَات لِاِتْمَامِھَا فِی اَقْرَبِ حِین۔

فَاِنَّھا حَرِیَّۃٌ بِاَنْ یُقْتَنیٰ بِھَا۔ جَعَلَھَا اللّٰہُ تَعالیٰ لَکُم ذُخْرَ الْیَومِ الْمِیْعَاد۔

وَاللّٰہِ اَقُوْلُ۔ وَالْحَق اَقُوْلُ:

اِنَّہٗ لَوْرَآھَا اَبُوْ حَنِیْفَۃَ النُّعْمَان لَاَقَرَّتْ عَیْنَہٗ وَلَجَعَلَ مُؤَلِّفَھَامِنْ جُمْلَۃِ الْاَصْحَاب۔

(اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃُ لِعُلَمَاءِ بَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃ۔ مطبوعہ بریلی ولاہور وغیرہ)

(ترجمہ) **میں، خدا کی قسم کہتا ہوں۔ اور بالکل سچ کہتا ہوں کہ:**

اگر، اِس (رسالہ) کا، اِمامِ اعظم، اَبوحنیفہ النُّعمان، **رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ**، مطالعہ فرمالیتے تو، بِلاشُبہ، یہ آپ کی آنکھیں، ٹھنڈی کر دیتا اور اس کے مؤلّف کو آپ، یقیناً، اپنے اصحاب وتلامِذہ (امام محمد وامام ابویوسف وامام زُفر۔ وغیرھُم۔ **رِضۡوَانُ اللّٰہِ عَلَیۡھِمۡ اَجۡمَعِیۡن**) میں، شامل فرمالیتے۔"

**ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کے**

**بے مثال تَفَقُّہ اور غایتِ تحقیق وَ تَفَحُّص کا، ایک، بے نظیر نمونہ، یہ ہے کہ:**

جب، سِکّے کی جگہ، بعض ممالک میں، کاغذی نوٹ کا سلسلہ اور رَواج، شروع ہوا تو، عُلما وَفُقَہاے حجازِ مقدس، **یہ فیصلہ کرنے میں، سخت مضطرِب ومتردِّد تھے کہ:**

**آیا، اِس کاغذی نوٹ کی حیثیت، مال کی ہے، یا۔ محض، رسید کی ہے؟**

آپ کے **سفرِ حج وزیارت ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء** کے دَوران، بعض عُلماے کرام نے اِس کرنسی نوٹ سے متعلق، بارہ (۱۲) سوالات پر مشتمل، ایک تحریری اِستفتا کیا۔

آپ نے، مکّہ مکرَّمہ ہی میں، اس اِستفتا کا، نہایت تفصیلی و تحقیقی جواب، تحریر فرمایا۔

جو "**کِفۡلُ الۡفَقِیۡہِ الۡفَاھِم فِی اَحۡکَامِ قِرۡطَاسِ الدَّرَاھِم**" (۱۳۲۴ھ) کے نام سے موسوم، اور ہندوستان، واپسی کے بعد، مطبوع ہوکر، عُلما و مفتیانِ کرام کے درمیان، معروف و مقبول ہوا۔

اور، آج بھی، **بلاسُود، بینک کاری** کے موضوع پر، اسے ایک مستند مرجع و ماخذ کی حیثیت، حاصل ہے۔ **مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم**، جلد سترہ (۱۷) مطبوعہ ہندو پاک۔

اِس **کِفۡلُ الۡفَقِیۡہِ الۡفَاھِم** کی اہمیت و اِفادیت اور اس سے متعلق ایک اہم واقعہ کا خود، امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، ذکر فرماتے ہیں کہ:

"زمانۂ سابق میں، میرے **اُستاذُ الاُستاذ**، حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ، **مفتیِ حنفیہ تھے۔**

اُن سے، نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا، جس کا جواب، آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

"عِلم، عُلما کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے، اِس کے جُزئیہ کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔"

**ایک دن، مَیں کتب خانہ (حرم شریف، مکہ مکرمہ) میں جاتا**

**اور ایک شاندار صاحب کو دیکھتا ہوں کہ:**

**میرے رسالہ ’’کِفلُ الْفَقِیْہِ الْفاھِم‘‘ کا، مطالعہ کرر ہے تھے۔**

جب، اُس مقام پر پہنچے، جہاں، میں نے ’’فَتحُ الْقَدِیر ‘‘ کی، یہ عبارت، نقل کی ہے کہ:

(ترجمہ) اگر، کوئی شخص، اپنے کاغذ کا ٹکڑا، ہزار کو بیچے، تو، جائز ہے۔ مکروہ نہیں۔‘‘

**وہ، پھڑک اُٹھے اور، اپنی رَان پر، ہاتھ مار کر بولے:**

**اَیْنَ جَمَالُ بن عبدِ اللہ مِنْ ھٰذا النَّصِّ الصَّرِیح۔**

**حضرت، جمال بن عبداللہ، اِس نَصِّ صَرِیح سے کہاں، غافل رہے؟**

(ص ۴۳۶ و ۴۳۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی)

**اور، اس کے بعد، عُلما و فُقَہاے حجازِ مقدس نے، شَرحِ صدر کے ساتھ**

کرنسی نوٹ کے مال ہونے کا فتویٰ دیا۔ جس کے عام ہوتے ہی، سارے مسلمانانِ عالَم

بِلا پَس وپیش و بلا دَغدَغہ، **اِس کرنسی نوٹ کا استعمال، بحیثیت مال، کرنے لگے۔**

**ابو حنیفۂ ہند**، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی بصیرت و تفقُّہ کی زیادہ تحقیق

و تفصیل، جسے، مطلوب ہو، وہ، **فتاویٰ رضویہ** (اردو) اور **جَدُّ الْمُمْتَار** (عربی) کا مطالعہ

کرے۔ **اِنْ شَاءَ اللہ، اُس کا دل، ٹھنڈا، اور اُس کی آنکھیں، روشن و منوّر ہو جائیں گی۔**

سَعادتِ لَوح و قلم، حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدّدی، دہلوی (متوفی ربیعُ الآخر

۱۴۲۹ھ/ اپریل ۲۰۰۸ء۔ کراچی) ’’**رضویات**‘‘ پر، اپنے دس سالہ ابتدائی مطالعہ و تحقیق کا

ذِکر کرتے ہوئے ۱۹۸۰ء میں، اپنے تأثرات کا خلاصہ و نتیجہ، اِن الفاظ میں، بیان فرماتے ہیں:

**’’سچ تو، یہ ہے کہ وہ، معاصِرین کو، دیے جانے والے تمام اَلقاب کے، جامع ہیں۔**

وہ، **امام رَبَّانی** بھی ہیں، وہ، **شیخُ الْھِند** بھی ہیں۔ وہ، **سَحبانُ الْھِند** بھی ہیں، وہ، **امامُ الْھِند** بھی

ہیں۔ وہ، **حکیمُ الْاُمَّت** بھی ہیں، وہ، **رئیسُ الْاَحْرَار** بھی ہیں۔

وہ، **شاعرِ مَشرِق** بھی ہیں، وہ، **شیخُ الْاِسلام** بھی ہیں۔ **بیک وقت، وہ، سب کچھ ہیں۔‘‘**

(حرفِ آغاز۔ ’’اِکرامِ امام احمد رضا‘‘ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔ ۱۹۸۱ء)

یہاں، **میرے محدود مطالعۂ رضویات کا خلاصہ** (محرَّرہ ۲۰۰۷ء) بھی

**قارئینِ کرام پڑھتے چلیں، تو بہتر ہے:**

’’فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی (متولد ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء۔ متوفی

۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اپنے دَور کی، اُن عبقری شخصیتوں میں شمار کیے جاتے ہیں
جن کے علم و فضل تبحُّر و جامعیت، اور بَصیرت و فِراست کو، معاصِرین و متأخِّرین
بجاطور سے سرمایۂ اِفتخار سمجھتے ہیں۔
**دینی، علمی، اَخلاقی، تحقیقی، فنّی، ہر اِعتبار اور ہر لحاظ سے**
**آپ، عُلما و مشائخِ اسلام کے درمیان، ممتاز و یگانۂ روزگار ہیں۔**
**گہرائی و گیرائی کے ساتھ، جن عُلما و محققین نے**
**آپ کی شخصیت اور آپ کی سیکڑوں کتب و رسائل کا مطالعہ کیا ہے**
**وہ، آپ کو، ذہین و باریک بیں عالم نہیں، بلکہ سراپا علم و ذہن، سمجھتے ہیں۔**
**آپ کی، ہَشت پہلو شخصیت کا، ہر رَنگ، جُدا، اور اتنا جاذِبِ نظر ہے کہ:**
**دیکھنے والوں کی نگاہیں، خیرہ ہو کر، رہ جاتی ہیں۔"**

(ص ۳۰۔ **امام احمد رضا اور جدید اَفکار و تحریکات**۔ مؤلّفہ: یٰسٓ اختر مصباحی۔ مطبوعہ دارُ القلم، دہلی)

**وَاللّٰهُ الْهَادِی اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْل۔ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْهِ التُّکْلَان۔**

یٰسٓ اختر مصباحی
دارُ القلم، ذاکر نگر، نئی دہلی
موبائل: 09350902937
ای میل: misbahi.mk@gmail.com

مؤرخہ
۱۶/ شوال ۱۴۳۷ھ
۲۲/ جولائی ۲۰۱۶ء
جمعہ مبارکہ

# آئینۂ ماضی

مَیں کہ مری نظر میں ہے، نقشِ حجاز کا سُراغ
میری تمام سرگذشت، کھوئے ہوؤں کی جستجو

کسی قطرۂ آب کا وجود اور پانی کی رَوانی، اُسی وقت تک، باقی و برقرار، رہتی ہے
جب تک وہ، اپنے مَخزَن، یعنی چاہ وچشمہ اور نَہر وبَحر کا جُزاور اُن کا مستفید و مستفیض حصہ بن کر
**اپنا وجود، ان کے ساتھ، مربوط اور مسلسل، وابستہ، رکھے۔**

شاخیں، اُسی وقت تک، سرسبز وشاداب، رہ کر، ثمر بار ہوتی ہیں
**جب تک، وہ، اپنی اصل سے وابستگی کے ساتھ، اپنی غذا، حاصل کرتی رہتی ہیں۔**

جسم کی حَرارَت وگرمی، اُسی وقت تک، کسی مُتنفِّس کو، مُتحرِّک اور رَواں دَواں رکھتی ہے
**جب تک، اُس جسم کا رشتہ، اپنی روح کے ساتھ، قائم اور باقی ہے۔**

**عقل کو روشنی، بِلا شُبہ، علم وشعور اور مشاہدہ وتجربہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔**
**اور قلبِ سلیم ہی مَحاسِنِ اَخلاق کا حامل اور صَلاح وفَلاحِ انسانی کا ضامن، ہُوا کرتا ہے۔**

**دنیاوی وَمادِّی اور صنعتی وَاِقتصادی ترقی کے لئے**
ہم، جس طرح، آج اور گذرے ہوئے کل کی تمام جائز تدابیر واَسباب، اِختیار کرکے، دین ومذہب وَقوم ومِلَّت اور ملک ووطن کے مَفادات وَمَصالح کی تحصیل وتکمیل کرتے رہے ہیں
اُسی طرح، ہماری ذِمَّہ داری ہے کہ:
دینی وروحانی واَخلاقی اَوصاف وخَصائِص سے مُتَّصِف رہنے کے لئے
گذرے ہوئے **کل کی طرف، نگاہ دوڑاتے ہوئے اِصلاحِ حال کی کوشش کریں۔**
**اور فکرِ مستقبل سے، کسی حال میں غفلت، نہ بَرتیں۔**

اپنے اَکابِر واَسلافِ کرام کے دامنِ کرم سے وابستہ، رہ کر، اپنی صِفات ومَحامِد ومَحاسِن کی اِستعداد وصلاحیت میں، اِضافہ اور برکت وسعادت کا اِہتمام واِنتظام کرتے رہیں۔

اپنے اَکابِر واَسلاف سے وابستگی اور رشتہ وتعلق کو، مضبوط تر کرنے کی لئے ضروری ہے کہ
**اُن کی حیات وخدمات کے روشن نقوش، ہمارے پیشِ نظر ہوں۔**

ان کے دینی و علمی اَحوال وآثار اور اَفکار و خدمات سے واقفیت کے ساتھ، ان کی ذَواتِ قُدسیہ سے وَالہانہ رَبط و تعلق اور حُسنِ عقیدت کو، ہم، اپنی زندگی کا بیش قیمت سرمایہ، باور کریں۔

**ان کے نقوشِ قدم کو، اپنے صراطِ مستقیم کا، سنگِ میل سمجھیں۔**

**اور ان کے ظِلِّ ہُمایوں کی برکتوں اور سَعادتوں کے ساتھ، اپنا سفرِ شوق**

**تمام کرتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود سے ہم کنار ہو جائیں۔**

**تذکرۂ اَسلاف** کے منافع و فوائد، بے شمار ہیں۔ جن میں سے، **ایک اہم فائدہ، یہ ہے کہ:**

**ہمیں، قدم قدم پر، اس سے دینی و دنیاوی رہنمائی، حاصل ہوتی رہتی ہے اور دل کے اندر ان کی پَیروی اور اِتّباع کا جذبہ، لَمحہ بہ لَمحہ، پروان چڑھتا رہتا ہے۔**

**دوسرا، نہایت اہم فائدہ، یہ ہوتا ہے کہ:**

اپنے اَسلاف میں سے جس کا بھی، ہم، اپنی زبان و قلم سے ذکر کریں، اُسے گویا، ایک نئی زندگی کی سوغات، ملتی ہے، **اور حیاتِ تازہ کی لَذَّت سے اس کی روح، سرشار ہو جاتی ہے۔**

**تیسرا فائدہ، یہ ہوتا ہے کہ:**

اپنے اِس عمل کے ذریعہ، آنے والی نسل کو، ہم، ایک ایسی سوغات، دے جاتے ہیں **جس سے وہ، مَسرور و مُفتخر و فیض یاب و شاداب ہوتی رہتی ہے۔**

**اور ساتھ ہی، اس کی نظر میں، ہم، تحسین و تشکُّر کے مُستحق، قرار پاتے ہیں۔**

**چوتھا فائدہ، یہ ہوتا ہے کہ:**

**تذکرۂ اَسلاف و اکابِر و مَشاہیرِ اسلام** کو محفوظ کر کے، جب اُسے، ہم، تاریخ کے حوالے کر دیتے ہیں، **تو، اس کی اہمیت و اِفادیت، زندۂ جاوید اور لافانی، ہو جاتی ہے۔**

پھر، تاریخِ ہستی کی، یہ صَدائے دل نواز اور صحیفۂ تاریخ کے ہر وَرق کا، یہ پیغامِ حیات افروز **ہر باشعور انسان کو، گوش برآواز کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے کہ:**

**ضَبط کُن تاریخ را، پایندہ شو**

**اگر، کوئی قوم و مِلّت، اپنے اَکابِر واَسلاف سے غافل ہو کر، اِس قدر، بے حس و بے شعور اور اپنے آپ میں، اِس طرح، گُم ہو جائے کہ:**

**اُسے کوئی بانگِ درا، بیدار نہ کر سکے، کوئی نقارۂ رَحیل، اُس کی گہری نیند کا خُمار، توڑ نہ سکے۔**

اور گردشِ ایام، اُسے اپنے ماضی اور اپنی تاریخ کی طرف، متوجہ کرنے میں کامیاب، نہ ہوسکے تو پھر، اُسے اپنی موت آپ، مَرنے سے کوئی طاقت، روک نہیں سکتی۔ کیوں کہ:

اپنی تاریخ کو، جو قوم، بُھلا دیتی ہے
خود کو وہ، صفحۂ ہستی سے، مٹادیتی ہے

**ماضی بعید کی دینی و علمی تاریخ کی وَرق گردانی کی جائے**

تو، مُتَّحِدَہ ہندوستان کے اندر، مُغل عہدِ حکومت سے پہلے کے اکابر صوفیہ و مشائخِ کرام کے درمیان وہ نفوسِ قدسیہ، جن کی دینی و روحانی اور دَعوتی و اِصلاحی خدمات کے ساتھ ان کا عِلمی رنگ بھی نمایاں اور غالب ہے، اُن میں، میرے ناقص علمِ و مطالعہ کے مطابق **یہ حضرات، اِمتیازی حیثیت و اہمیت کے حامل ہیں:**

(۱) رہنمائے کاملاں، **سید علی ہجویری**، معروف بہ، **داتا گنج بخش، لاہوری۔**

(۲) محبوبِ اِلٰہی، سلطانُ الْمَشائخ، **خواجہ سید نظام الدین اَولیا**، بدایونی ثُمَّ دہلوی۔

(۳) مخدومِ جہاں، **شرفُ الدِّین احمد یحیٰ مَنیری**، بہار شریف (موجودہ ضلع نالندہ، صوبہ بہار)۔

(۴) سلطانُ التَّارِکین، مخدوم، **سید اشرف جہاں گیر**، سَمنانی (کچھوچھہ شریف، ضلع فیض آباد موجودہ ضلع امبیڈکر نگر، صوبہ یوپی)۔

(۵) حضرت مخدوم، **سَعدُ الدِّین، خیر آبادی** (خیر آباد، اَودھ۔ موجودہ ضلع سیتاپور۔ اتر پردیش)

**کشفُ الْمَحْجُوب، فَوَائِدُ الْفُؤَاد، مکتوباتِ صدی، مکتوباتِ دوصدی، لَطائفِ اشرفی، مَجمعُ السُّلوک وغیرہ میں، جن حقائق و معارف اور اَسرار و رُموزِ شریعت و طریقت کی تجلّیات ہیں اُن سے قلب و روح اور ذہن و دماغ کا، ہر گوشہ، روشن و منور ہو جاتا ہے۔**

**اِس لئے ضرورت ہے کہ:**

**اِن کی، اور دیگر کتب و رسائل و ملفوظات و مکتوباتِ اہلِ علم و عرفان کی زیادہ سے زیادہ، نَشر و اِشاعت کی جائے۔**

**اور تحقیق و تفصیل کے ساتھ، ان کے اِفادات و اِفاضات کو، عام سے، عام تر کیا جائے۔**

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے جن دینی و علمی اور روحانی خانوادوں نے اپنے علم و معرفت اور روحانی فیض و برکت کے ذریعہ، برِ صغیر (مُتَّحِدَہ ہندوستان) کو، سب سے زیادہ متاثر و متمتّع اور نہال و مالا مال فرمایا ہے، وہ، میرے محدود علم و مطالعہ کے مطابق، یہ تین، عظیم و قدیم خانوادے ہیں:

(۱) **خانوادۂ بلگرام شریف** (موجودہ ضلع ہردوئی، یوپی) (۲) **خانوادۂ کالپی شریف** (موجودہ ضلع جالون، بندیل کھنڈ) (۳) **خانوادۂ قادریہ برکاتیہ، مارَہرہ مطہّرہ** (موجودہ ضلع ایٹہ، یوپی)

مغل عہدِ حکومت میں، **جلالُ الدّین محمد اکبر** (متوفی ۱۴ / جمادیٰ الآخرہ ۱۰۱۴ھ / ۱۷ / اکتوبر ۱۶۰۶ء) کے بَرپا کردہ فتنۂ ''**دینِ الٰہی**'' کے عالمانہ و مجاہدانہ مقابلہ اور اہلِ ایمان و اسلام کے **عقیدہ و تشخص کی حفاظت و صیانت میں، قابلِ رَشک خدمت، انجام دینے والے جلیلُ القدر عُلما کی صف میں، نمایاں ترین شخصیت، اِن دو حضرات کی ہے:**

(۱) اِمامُ المُحَدِّثین، **شیخ عبدالحق، حنفی، قادری، محدّث دہلوی۔**

(۲) مجدِّدِ الفِ ثانی **شیخ احمد، فاروقی، نقشبندی، سرہندی۔**

اِسی طرح، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ، خدمتِ عِلم و مَعرِفت و فکر و دانش کا باوقار اسلامی فریضہ، انجام دینے والے، یہ دو خانوادے، پورے برصغیر میں، اپنی مثال، آپ ہیں:

(۱) **خانوادۂ عزیزی، ولی اللّٰہی، دہلی۔**

(۲) **خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ۔**

اِن دونوں ہی، دینی و علمی، سَلاسِلِ **دہلی و لکھنؤ کا، مجمعُ البَحرین، ''سلسلۂ خیرآباد''** ہے۔

اور ان سب کی وراثت و نیابت کا اِعزاز و اِفتخار، خانوادۂ قادریہ برکاتیہ، مارَہرہ مطہّرہ کے **وکیلِ قادریت اور داعیِ حق و ہدایت** کی حیثیت سے، جن خانوادوں کے حصے میں آیا اُن میں، **دو خانوادے، خصوصیت کے ساتھ، نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔**

جن کی عظمتِ رفتہ کی قصیدہ خوانی میں، اُن کے مدح خواں، آج بھی، رَطْبُ اللِّسان ہیں:

(۱) **خانوادۂ عثمانیہ، قادریہ، برکاتیہ، مجیدیہ۔** بدایوں شریف۔

(۲) **خانوادۂ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ۔** بریلی شریف۔

**حال کی زبانِ مقال سے، بدایوں و بریلی، دونوں، رَجز خواں ہیں۔**

**اور انھیں، اِس رَجز خوانی کا حق بھی، حاصل ہے کہ:**

**اُولٰئِکَ آبَائِی فَجِئْنَا بِمِثْلِهِم**

**اِذَا جَمَعَتْنَا یا جَرِیرُ الْمَجَامِعُ**

**لیکن! اِس ''رَجز'' کے ساتھ، کچھ نہ کچھ ''مَدّ و جَزر'' بھی، ضروری ہے۔**

**ورنہ، اس کی ''تاثیر'' اور ''اثر آفرینی'' دن بہ دن، مضمحل اور پژمُردہ، ہوتی چلی جائے گی۔**

**بدایوں کی دینی وعلمی، تاریخِ ماضی، عظیم بھی ہے اور قدیم بھی ہے۔**
**جس کی ایک جھلک، ذیل میں، ملاحظہ فرمائیں:**

غازیِ اسلام، حضرت سالار مسعود غازی (ولادت ۴۰۴ھ۔ شہادت ۴۲۴ھ۔ مدفون، در بہرائچ شریف۔ صوبہ اتر پردیش) کے استاد، **حضرت میر مُلْہِم شہید، بدایونی**، دیگر شُہَدا کے ساتھ **بدایوں میں شہید اور مدفون و آرام فرما ہیں۔**

یہ شُہَدا، ۴۰۹ھ میں، بعہدِ سلطان محمود غزنوی، ایک جنگ میں، یہاں، شہید ہوئے۔

جن میں آپ کے علاوہ، حضرت حیدر شہید، بدایونی، حضرت سید رشید زنجانی، معروف بہ، کالُو شہید، بدایونی، حضرت سید مرتضٰی، معروف بہ، بے سر شہید، بدایونی، حضرت اِلہام شہید، بدایونی حضرت جنگی شہید، بدایونی۔ وغیرھُم۔

اور ۴۲۱ھ کے شُہَدا میں، کوتوالِ لشکرِ سالار مسعود غازی، میر بُرہانُ الدّین شہید، بدایونی وحضرت میر ابراہیم، غزنوی، شہید بدایونی اور دیگر شُہَدا کی آرام گاہ، یہی شہرِ بدایوں ہے۔

سلطان محمود غزنوی سے، جب، راجہ قنوج نے ۴۰۸ھ میں صلح کی، اُس وقت، بدایوں بھی اسی کے ماتحت تھا۔ **یہاں، مسلمانوں کی آبادی، اُسی زمانے سے ہے۔**

بہت سے شُہَدا و اَولیا کے مزارات بھی، اُسی دَور کے ہیں۔ اور اتنے زیادہ ہیں کہ، بقول مصحفیؔ:

**قاتِل تری گلی بھی، بدایوں سے کم نہیں**
**جس کے ہر ایک گھر میں، مَزارِ شہید ہے**

عہدِ سلطان، شمس الدّین اَلتمش (تخت نشینی ۶۰۷ھ۔ وفات ۶۳۳ھ) کے مشہور بزرگ **سلطانُ العارِفین، سید حَسَن، شیخ شاہی، روشن ضمیر، بدایونی**

حضرت خواجہ قطب الدین، بختیار، کاکی دہلوی کے معاصِر، اور حضرت قاضی حمید الدین، ناگوری خلیفۂ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے مرید وخلیفہ ہیں۔

حضرت سید حَسَن، شیخ شاہی، رَسن تاب، بدایونی اور آپ کے بھائی، حضرت بدرُ الدّین شاہ ولایت، مُوے تاب، بدایونی، یہ دو بزرگ، زیادہ عظیم وقدیم، سمجھے جاتے ہیں۔ اور سارے اہلِ بدایوں، نہایت عقیدت کے ساتھ، ان کے مزارات پر، حاضری دیتے رہتے ہیں۔

ان حضرات کا ذکر، محبوبِ اِلٰہی، خواجہ نظامُ الدّین اولیا، بدایونی ثم دہلوی کے مجموعۂ ملفوظات ''**فوائدُ الفؤاد**'' اور حضرت شیخ عبد الحق، محدّث دہلوی کے ''**اخبار الاخیار**'' میں بھی ہے۔

ان دونوں بدایونی بزرگوں کے استاد، قاضی حُسام الدّین، ملتانی، معروف بہ، حاجی جمال ملتانی بدایونی، مُریدِ حضرت شیخ صدرُ الدّین، خلیفہ وخَلَفُ الرَّشید، حضرت بہاءُالدین زکریا، سہروردی ملتانی بھی، بدایوں ہی میں، آرام فرما ہیں۔

بدایوں کے ایک اور جلیلُ القَدر بزرگ، حضرت شیخ احمد نہروال، بدایونی (وصال ۶۲۱ھ) ہیں۔

جن کا تذکرہ ''**فوائدُ الفواد**'' اور ''**اخبارُالاخیار**'' میں بھی ہے۔

آپ، حضرت قاضی حمیدُ الدّین، ناگوری (مدفون، مہرولی شریف، دہلی) کے مُرید

اور حضرت شیخ شاہی، روشن ضمیر، بدایونی (وصال ۶۳۲ھ) کے، پیر بھائی ہیں۔

بدایوں کے قاضیِ اوّل، بعہدِ سلطان شمسُ الدّین اَلتمش، حضرت سید احمد، بخاری، بدایونی (وصال شوال ۶۳۵ھ۔ حضرت خواجہ نظامُ الدّین اولیا کے والدِ ماجد)

حضرت سید عرب، بخاری، بدایونی (وصال شوال ۶۱۸ھ۔ مُرید وخلیفۂ خاص، حضرت عثمان ہَرونی، مُرشدِ حضرت خواجہ معینُ الدّین، چشتی، اجمیری۔ حضرت خواجہ نظامُ الدّین اولیا کے، نانا)

حضرت خواجہ ضیاءُ الدّین نخشبی، بدایونی، حضرت مولانا سید علاءُ الدّین اصولی، بدایونی (حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے استادِ محترم)

حضرت مولانا، رضی الدّین صنعانی، بدایونی (مؤلِّفِ ''مَشارقُ الانور''۔ مدفون بدایوں ایک دوسرے، رضی الدین صغانی بھی ہیں اور انھوں نے بھی ''مَشارقُ الانوار'' کے نام سے ایک مجموعۂ احادیث، ترتیب دیا ہے۔ ان کا مزار، لاہور میں ہے)

عارف باللہ، حضرت پیر مکّہ، بدایونی، حضرت قاضی کمالُ الدّین، جعفری، بدایونی (مؤلِّفِ ''مُغْنِی'' درعلمِ فقہ) حضرت قاضی سعدُ الدّین، عثمانی، بدایونی (متوفی ۶۷۷ھ)

## حضرت سید نظامُ الدّین محمد، معروف بہ سلطانُ المشائخ، محبوبِ اِلٰہی

خواجہ، سید نظامُ الدّین اولیا، بدایونی ثُمَّ دہلوی (ولادت صفر المُظفر ۶۳۱ھ/اکتوبر ۱۲۳۸ھ۔ وصال ۱۷/ربیعُ الآخر ۷۲۵ھ/اپریل ۱۳۲۵ء)

حضرت خواجہ، اَخی سراجُ الدّین عثمانی، بدایونی (وصال ۷۵۸ھ۔ تدفین، درلکھنوتی، بنگالہ) مُرید وخلیفۂ محبوبِ اِلٰہی، نظامُ الدّین اولیا، بدایونی ثم دہلوی (وصال ۷۲۵ھ)

وشیخ ومُرشدِ مخدوم، سید اشرف جہانگیر سمنانی (وصال ۸۰۸ھ)

حضرت شیخ محمد، چشتی، بدایونی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۰۲۴ھ)

حضرت سید نور محمد، نقشبندی، مجدِّدی، بدایونی (وصال ۱۱۳۵ھ۔ شیخ و مُرشدِ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، نقشبندی، مجدِّدی، دہلوی۔ چتلی قبر، دہلی۔ وصال محرمُ الحرام ۱۱۹۵ھ)

حضرت مولانا شیخ محمد شفیع، عثمانی، بدایونی (وصال شوال ۱۱۰۰ھ/اگست ۱۶۸۹ء۔ عہدِ عالمگیری کے نامور عالمِ دین) حضرت مولانا محمد عطیف، عثمانی، بدایونی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۱۴۰ھ/نومبر ۱۷۲۷ء) سَروراَقطاب، سید محمد سعید، جعفری، قادری، بدایونی (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۶۳ھ)

حضرت شاہ محمد غوث، قادری، برکاتی، بدایونی (شہادت: شعبان ۱۲۵۵ھ۔ شمسِ مارہرہ حضرت اچھے میاں، وصال ۱۲۳۵ھ کے مُرید و خلیفہ اور حضرت حافظ عبدالعزیز، اخوند، دہلوی وصال عاشورۂ محرمُ الحرام ۱۲۹۶ھ کے پیر و مُرشد)

حضرت مولانا شاہ عینُ الحق عبدالمجید، عثمانی، بدایونی (وصال محرمُ الحرام ۱۲۶۳ھ۔ شمسِ مارہرہ حضرت اچھے میاں کے خلیفۂ ارشد) حضرت خواجہ، ذِکرُاللہ، صدیقی، بدایونی (وصال صفر ۱۲۶۹ھ۔ خلیفۂ حضرت شمسِ مارہرہ) حضرت مولانا شاہ سلامتُ اللہ، صدیقی، کشفی، بدایونی (وصال رجب ۱۲۸۱ھ/دسمبر ۱۸۶۴ء۔ خلیفۂ حضرت شمسِ مارہرہ و تلمیذ شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی) قاضی عبدالسَّلام، بدایونی (وصال رجب ۱۲۸۹ھ/۔ حضرت شمس مارہرہ کے مُرید و خلیفہ) قاضی بہاءُالحق، عباسی، بدایونی (تلمیذ بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی)

سَیفُ اللہِ المُسلول، علاّمہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی (وصال جمادیٰ الآخرہ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء)

شمسِ مارہرہ، حضرت سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی نے اپنے خلیفۂ ارشد، حضرت مولانا شاہ عینُ الحق عبدالمجید، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی کو ایک فرزند کے تولُّد کی بشارت دیتے ہوئے، آپ ہی نے "**فضلِ رسول**" نام بھی، تجویز فرمایا۔ اس سے کچھ پہلے، اپنے ایک برادرزادہ کا نام "**آلِ رسول**" تجویز فرما چکے تھے۔ جن کا سن ولادت ۱۲۰۹ھ ہے۔ اور اِس نومولود "فضلِ رسول" کا سنِ ولادت ۱۲۱۳ھ ہے۔

مولانا محمد رضی الدّین، بسمل، بدایونی (متوفی ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) لکھتے ہیں:

**"جب، حضرت ممدوح کی ولادتِ باسعادت کا زمانہ آ گیا**
**حضور اچھے میاں صاحب، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے تولُّدِ فرزند کی بشارت**
**خود، آپ کے والدِ ماجد (شاہ عینُ الحق عبدالمجید، بدایونی) کو، دی۔**

چنانچہ، آپ کی بشارتِ غیبیہ کے مطابق، بہ ماہ صفرُ المُظفر، جناب ممدوح پیدا ہوئے۔

اور حسبِ ارشادِ حضور اچھے میاں صاحب، آپ کا نام ''فضلِ رسول'' رکھا گیا۔
اور ''ظہورِ محمدی'' نام تاریخی، مقرّ رہوا۔

اور حضورِ اَقدس، جناب اچھے میاں صاحب نے، آپ کو، اپنی فرزندیِ معنوی میں لیا۔
جس کا اثر، روزِ ولادت سے، تا۔ روزِ وفات، ہر وقت، آشکارا رہا۔''

(ص ۲۷۱ و ص ۲۷۲۔ **تذکرۃ الواصلین**۔ مؤلّفہ مولانا محمد رضی الدین، بسمل، بدایونی۔ طبعِ جدید تاج الفحول اکیڈمی بدایوں۔ محرمُ الحرام ۱۴۳۷ھ/اکتوبر ۲۰۱۵ء۔ طبعِ اول لکھنؤ ۱۹۰۱ء۔ طبعِ دوم، نظامی پریس، بدایوں۔ ۱۹۴۵ء)

مولانا محمد یعقوب حسین، ضیاءُ القادری، بدایونی (متولد رجب ۱۳۰۰ھ/جون ۱۸۸۳ء۔ بدایوں۔ متوفی جمادیٰ الآخرہ ۱۳۹۰ھ/اگست ۱۹۷۰ء۔ کراچی) لکھتے ہیں:

''چنانچہ، قبل اِس کے کہ، مکان (بدایوں) سے، اِس نَومولود کی خبر، مارہرہ مطہّرہ پہنچے حضرت، سیدُ الاولیا، حضور اچھے میاں نے مبارک باد کے طور پر (مارہرہ مطہّرہ میں) خوش خبریِ ولادت، حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب کے، گوش گذار کر دی تھی۔
نہ صرف خوش خبری، بلکہ آئندہ، اِس نونہال کے فضل و کمال اور حسنِ مآل کی بشارت بھی دے دی تھی۔

**چنانچہ، بعدِ ولادت، خود، حضور پُرنور (حضرت اچھے میاں) نے اِس تصویرِ فضل و کمال کا نام ''فضلِ رسول'' رکھا، اور معنوی طور پر، اپنا فرزند، قرار دیا۔''**

(ص ۱۶۵۔ حصہ دوم۔ اَکملُ التاریخ۔ مؤلّفہ مولانا محمد یعقوب حسین، ضیاءُ القادری، بدایونی۔ طبعِ جدید تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ رمضان ۱۴۳۴ھ/جولائی ۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول ۱۳۳۴ھ/مارچ ۱۹۱۶ء)

علاّمہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی کی تصنیفی خدمات کے ضمن میں، ایک اشارۂ باطنی سے مشرّف ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا بسمل، بدایونی (متوفی ۱۹۲۵ء) لکھتے ہیں:

''مِن جُملہ آپ کی تصنیفات کے، ''اَلْمُعْتَقَدُ الْمُنْتَقَد'' بہ زبانِ عربی، علمِ کلام میں اور کتابُ الصَّلوٰۃ، بہ زبانِ عربی، علمِ فقہ میں اور ملخص شرحِ نووی، بہ زبانِ عربی، علمِ حدیث میں اور شرحِ فُصُوصُ الْحِکَم، بہ زبانِ عربی، علمِ تصوف میں اور حاشیۂ میر زاہد رسالہ اور حاشیۂ میر زاہد مُلاّ جلال وغیرہ، بے نظیر ہیں۔

**بِالخُصوص، رَدِّ وہابیہ میں، جس قدر بلیغ کوشش، بہ حکمِ حضراتِ اولیاے کرام آپ نے فرمائی وہ، مخفی، نہیں ہے۔**

چنانچہ، جب آپ، بہ مقامِ دہلی، روضۂ حضرت خواجۂ خواجگان، خواجہ قطبُ الدّین بختیار کا کی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ میں، مزارِ مبارک پر، مُراقِب تھے، **عین مُراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ:**

حضور جنابِ خواجہ صاحب، رونق افروز ہیں اور دونوں دستِ مبارک پر، اِس قدر کتب کا اَنبار ہے کہ، **آسمان کی طرف، حدِ نظر تک، کتاب پر کتاب، نظر آتی ہے۔**

**آپ نے عرض کیا کہ: اِس قدر تکلیف، حضور نے کیوں گوارا فرمائی ہے؟**

**ارشادِ مبارک ہوا کہ: تم، یہ بار، اپنے ذِمّہ لے کر، شیاطین وہابیہ کا، قلع قمع کرو۔''**

بمجرّد، اِس ارشاد کے، آپ نے مُراقبہ سے، سر اٹھایا اور تعمیلِ ارشاد وَالا، ضروری خیال فرما کر اسی ہفتے میں، کتاب مُستطاب، ''**بَوارقِ محمدیہ**'' تالیف فرمائی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۷۵ و ص ۲۷۶۔ **تذکرۃُ الواصلین**۔ مؤلّفہ مولانا محمد رضی الدین بسمل، بدایونی۔ طبعِ جدید تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ محرمُ الحرام ۱۴۳۷ھ / اکتوبر ۲۰۱۵ء۔ طبعِ اول لکھنؤ ۱۹۰۱ء۔ طبعِ دوم نظامی پریس، بدایوں۔ ۱۹۴۵ء)

مولانا ضیاءُ القادری، بدایونی لکھتے ہیں:

''ایک دن، جناب قاضی مولوی شمس الاسلام عباسی صاحب مرحوم (جو آپ کے والدِ اَقدس مولانا شاہ عینُ الحق عبد المجید، بدایونی کے مخصوص مُریدوں میں تھے)

عیادت کے لئے حاضر تھے۔ **حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ:**

**قاضی صاحب! بہ مقتضاے** وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (سورۂ وَالضُّحیٰ۔ آیت ۱۱)

(اور تم، اپنے رب کی نعمت کا خوب، چرچا کرو) **آج، آپ سے کہتا ہوں کہ:**

**دربارِ نبوت سے، اِستیصالِ فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے لئے، مامور کیا گیا تھا۔**

**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ، بہ تائیدِ ایزدی، اِس فرقۂ باطلہ اور اس کی ذُرِّیّات اسمٰعیلیہ، اسحاقیہ کا رَد، پورے طور پر ہو چکا۔ دربارِ نبوت میں، یہ سَعی، قبول ہو چکی۔**

**اور میرے دل میں بھی، اب کوئی آرزو، باقی، نہ رہی۔**

**عنقریب، اِس جہانِ فانی سے جانے والا ہوں۔''**

(ص ۲۷۱۔ حصہ دوم۔ اَکملُ التاریخ۔ مؤلّفہ مولانا محمد یعقوب حسین ضیاءُ القادری، بدایونی۔ مطبوعہ تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ طبعِ جدید رمضان ۱۴۳۴ھ / جولائی ۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول ۱۳۳۴ھ / مارچ ۱۹۱۶ء)

محبّ رسول، تاجُ الفحول، مولانا عبد القادر، عثمانی، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء)

**آپ ہی کے فرزندِ اَرجمند وخَلفُ الصِّدق ہیں۔**

جن کی تجویز وترغیب کے مطابق، امام احمد رضا، بریلوی اور آپ کے والد ماجد، حضرت مولانا نقی علی، بریلوی، **آپ ہی کی مَعِیَّت ورفاقت میں، مارہرہ مطہّرہ، حاضر ہوکر**

خاتمُ الاکابر، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی (وصال ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹) کے دستِ اَقدس پر، شرفِ بیعت وخلافت سے، بَہرہ وَر اور سرفراز ہوئے۔ **رَحِمَهُمُ اللهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً۔**

بَحرُ العلوم، مولانا عبدالعلی محمد، فرنگی محلی، لکھنوی (متوفی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)

خَلَفُ الصِّدق، مُلّا نظامُ الدّین محمد، سہالوی، فرنگی محلی (متوفی ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کا دریائے علم وفضل، اپنے آخری دَور میں، **جنوبی ہند کی ریاستِ اَرکاٹ (مدراس) کے والا جاہی دارُالعلوم میں، موجزن تھا۔**

اور آپ کے وصال (۱۲۲۵/۱۸۱۰ء) کے بعد، مولانا علاءُالدین، فرنگی محلی (متوفی ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء) بن مولانا اَنوارُ الحق بن مولانا احمد عبدالحق بن مُلّا محمد سعید بن مُلّا قطبُ الدّین شہید، سہالوی آپ کے جانشین ہوئے۔

مولانا جمالُ الدّین، فرنگی محلی (متوفی ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) نواسۂ بحرالعُلوم، فرنگی محلی نے اپنے والدِ ماجد، مولانا علاءُ الدّین، فرنگی محلی (متوفی ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء) کی طرح اپنی زندگی کے آخری ایام میں، اَرکاٹ (مدراس) جنوبی ہند کے اندر فرنگی محل کی دینی وعلمی نمائندگی وجانشینی کرتے ہوئے فرنگی محل کا نام، زندہ اور، روشن رکھا۔

رَدِّ وہابیہ کے باب میں، مولانا جمالُ الدّین، فرنگی محلی کا بےنظیر وبےمثال کارنامہ، یہ ہے کہ انھوں نے، مولانا حیدر علی، رام پوری، ٹونکی (متوفی ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء)

مُرید وخلیفۂ سید احمد، رائے بریلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کے بھائی

مولانا محمد علی، واعظ، رام پوری (متوفی ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء) خلیفۂ سید احمد، رائے بریلوی کا، ناطقہ، بند کردیا اور انھیں، راتوں رات، ریاستِ اَرکاٹ سے، راہِ فرار، اختیار کرنی پڑی۔

چنانچہ، مولانا مفتی، محمد رضا، انصاری، فرنگی محلی (متوفی فروری ۱۹۹۰ء) سابق استاذِ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اپنی کتاب ''**بانیِ درسِ نظامی**'' مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۳ء میں لکھتے ہیں کہ:

''ملکُ العُلما، مُلّا علاءُ الدّین احمد، فرنگی محلی ہی، مدراس میں آخری عمر تک، مقیم رہے اور مُلّا بحرُ العُلوم (مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی) کی جانشینی کے فرائض، انجام دیتے رہے۔

ان ( مولانا علاءُ الدِّین احمد، فرنگی محلی ) کے انتقال کے بعد، ان کے اکلوتے بیٹے
**مُلاَّ جمالُ الدِّین احمد، فرنگی محلی، مدراس میں آخری عمر تک، قیام پذیر، رہے۔**
**اور، رَدِّ وہابیہ کے معرکۂ عظیم میں، جو، وہاں ''تَقْوِیَۃُ الْاِیْمَان''**
**مصنَّفہ، مولوی محمد اسمٰعیل شہید، دہلوی کے سلسلے میں ہوا تھا، بہت، پیش پیش رہے۔**
مولوی میر محمد علی، واعظ، رام پوری نے سید احمد شہید و مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلوی اور اس گروہ کے دیگر عُلما کے عقائد کی بہت، ترویج بھی کی۔ جس نے، **مدراس میں دو گرہ، پیدا کر دیے تھے۔**
**یہ قاضی بدرُ الدَّ ولہ کا زمانہ تھا۔ سخت نزاع، پھیل گئی۔**
**جس میں، نوابِ اَرکاٹ اور انگریزوں کو، دخل، دینا پڑا۔**
مُلاَّ جمالُ الدِّین احمد ( نواسۂ بحرُ العلوم، فرنگی محلی ) نے اس میں یہاں تک، دل چسپی لی کہ:
**میر محمد علی سے ''شفاعت'' پر مناظرہ کیا۔ اور ان کو مجبور کیا کہ:**
**وہ ''تَقْوِیَۃُ الْاِیْمَان'' کی قابلِ اعتراض عبارتوں سے، اپنی برأت، ظاہر کریں۔**
میر ( محمد علی، واعظ، رام پوری ) صاحب نے، مسجدِ وَالا جاہی ( اَرکاٹ ) میں بعد نمازِ جمعہ **برأت نامہ، تحریری، پیش کیا، جو، حاضرین کو سنایا گیا۔**
مگر، اس عملِ برأت نامہ سے، مُلاَّ جمالُ الدین اور ان کے ہم خیال، مطمئن، نہ ہوئے۔
**دوسرا برأت نامہ، میر صاحب نے پیش کیا۔**
**ایک طرف، برأت، دوسری طرف، ایسی تقریر، جن سے:**
مولانا اسمٰعیل شہید وغیرہ کی تعریف و توصیف نکلتی ہو، میر صاحب کرتے رہے۔
آخر کار، مُلاَّ جمالُ الدِّین احمد اور ان کے ہم خیال عُلما نے میر محمد علی، واعظ، رام پوری کے **کفر کا فتویٰ، دے دیا۔ اور، واجبُ القتل، قرار دیا۔**
قتل کا اِختیار، نوابِ اَرکاٹ کو، نہ تھا۔ اِس لئے مُلاَّ جمالُ الدِّین احمد، فرنگی محلی نے ایک اور اِشتہار، تیار کر کے، مسجدِ وَالا جاہی ( اَرکاٹ ) میں سنایا اور معاملہ، اِس حد تک پہنچ گیا کہ:
**شہرِ مدراس کے چیف مجسٹریٹ نے، میر صاحب کو**
**بحفاظت تمام، بذریعۂ بحری جہاز، مدراس سے کلکتہ، روانہ کر دیا۔**
مُلاَّ جمالُ الدِّین احمد، فرنگی محلی نے اس کے بعد، میر صاحب کے ایک ایک مُرید سے

**فرداً فرداً، توبہ کرانا شروع کیا اور اِصرار کیا کہ: یہ لوگ:**

**مسجدِ وَالا جاہی (اَرکاٹ) میں، عام لوگوں کے سامنے، توبہ کریں۔**

نواب، محمد علی، وَالا جاہی، مرحوم (نوابِ ریاستِ اَرکاٹ) کی ایک بیوہ بھی میر صاحب کے مُریدوں میں تھیں۔ ان کو بھی، مجبور کر کے، توبہ کرائی گئی۔

مُلّا جمالُ الدّین احمد، کسی طرح، ان کو مُستثنیٰ کرنے پر، راضی، نہ ہوئے۔''

(ص ۱۲۱ و ص ۱۲۲۔ ''**بانیِ درسِ نظامی**، استاذُ الھند، مُلّا نظامُ الدّین محمد''۔ مؤلّفہ: مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی۔ مجلسِ صحافت ونشریات۔ دارُ العُلوم ندوۃُ العُلما لکھنؤ۔ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)

**سَوَادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کی نئی نسل کے کرنے کا کام، یہ ہے کہ:**

''**شخصیات ونظریات**'' کی دینی و علمی صحت وعظمت وفضیلت اور اپنی وراثت و امانت وروایت کے تسلسل کو، **اچھی طرح سمجھے اور بالغ نظری کے ساتھ**

اسے، تحریراً تقریراً، پیش کرتے رہنے کی عالمانہ وداعیانہ وعارفانہ مساعیِ جمیلہ کو، جُزوِ زندگی بنائے۔

اور ''**شخصیات ونظریات**'' کو، ماضی کے ساتھ، مَربوط کرتے ہوئے

**عہدِ اوّل تک اس کا سلسلہ، دراز کرے۔**

تاکہ، اسے بھی ''**خَیرِ سَلَف**'' کا ''**خَیرِ خَلَف**'' ہونے کا اِعزاز، حاصل ہو سکے۔

اِس طرح، اپنی اصل واَساس سے مستحکم وابستگی اور اَوّلین مَصادِر ومَراجع سے مسلسل فیض یابی وسَیرابی، اُس کے وجود کو، مضبوط سے مضبوط تر اور مفید سے مفید تر، بناتی چلی جائے گی۔

**اور یہی وراثت وامانت ورِوایت، منتقل ہوتی ہوئی، عہد بہ عہد**

**ہر نئی نسل کے دینی وعلمی مستقبل کو، تابناک سے تابناک تر، بناتی چلی جائے گی۔**

''**کچھ اپنی باتیں**'' کے عنوان سے تقریباً ۱۹۷۷ء میں، راقِم سُطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کا ایک طویل مقالہ، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ، یوپی) میں، تین قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اور، وہ، اسی عنوان سے ''**پیغامِ عمل**'' (طبعِ اول ۱۹۸۱ء۔ طبعِ سابع ۲۰۱۲ء) کے **ہر ایڈیشن میں شامل اور شائع ہوتا رہا۔**

**اِس مضمون میں، دو اُمور کی طرف، خصوصی توجّہ، مبذول کرائی گئی ہے۔**

تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری کے بعض نمائندہ اَکابر واَسلافِ کرام کے اَسمائے گرامی

لکھ کر، ان کے تذکرہ وتاریخ کی ترتیب وتدوین کی ضرورت کا اِحساس دلانے کے ساتھ:

**"تعمیر کی جانب، صفتِ سَیلِ رَوَاں، چل"** کے عنوان سے، ماہنامہ حجازِ جدید، دہلی ۱۹۸۸ء میں بھی اسی مضمون کی اِشاعت ہوئی۔

جس میں، ان دو اُمور کی نشان دِہی اور تحریک کے، دو مختصر اِقتباسات، درجِ ذیل ہیں:

**(۱) لوح وقلم کی فرماں رَوائی**:۔ کرسیِ خطابت پر، صرف، دُھواں دَھار تقریر کرنے والے **مقرِّروں، واعِظوں اور موجودہ رہنمایانِ قوم کو، اب بھی ہوش، آجانا چاہیے کہ:**

**وہ، اپنے اِس طرزِ عمل سے گویا، دنیا کو اچھی طرح، باوَر کرا رہے ہیں کہ:**

**حالاتِ زمانہ کے معقول تقاضوں اور عصری مطالبات کی، ہمیں کوئی خبر ہے نہ ہی ہم، ان کی کوئی، پَروا، کرتے ہیں۔**

مدارسِ اسلامیہ، جو، ہماری دینی وعلمی واجتماعی زندگی کے، اِس دَور میں سب سے بڑے مرکز کی حیثیت، اِختیار کر چکے ہیں، ان کے اساتذہ وطلبہ پر، سب سے زیادہ ذِمّہ داری، عائد ہوتی ہے کہ:

**وہ، منصوبہ بندی کے ساتھ، حالات کا رُخ، بدلنے کی کوشش کریں۔**

**اور اپنے اِخلاص ومحنت وصلاحیت سے ایک فِکری، قلمی اِنقلاب، برپا کریں۔**

اور، اِس عظیم خدمت کے لئے، مندرجہ ذیل خطوط اور تدابیر کو، عملی شکل، دینے کی کوشش کریں۔" الخ۔

(مطبوعہ ماہنامہ **'حجازِ جدید'** دہلی۔ شمارہ ربیعُ الآخر ۱۴۰۹ھ/نومبر ۱۹۸۸ء۔ وص ۷۰۔ **نُقُوشِ فکر** بقلم: یٰسٓ اختر مصباحی۔ مطبوعہ اسلامک پبلشر، مٹیا محل، دہلی۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

**(۲) جماعتی تنظیم وشیرازہ بندی**:۔ وقت کا شدید مطالبہ ہے کہ:

اب، متعدد غیر منظّم سُنّی حلقے، اپنے مسائل حل کرنے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے **خلوصِ دل کے ساتھ، کوئی ایسی تدبیر، اختیار کریں کہ:**

**یہ، سارے ندی نالے، مل جُل کر، ایک بےکراں سمندر کی شکل میں، تبدیل ہو جائیں۔**

یا۔ کم از کم، ایک دیانت دارانہ وِفاقی جماعت کی تشکیل کرتے ہوئے ایک مضبوط ومستحکم اور بلند وبالا عمارت کی، بِنا ڈال کر، اپنے خونِ جگر کا نقشِ جمیل، اس کے در ودیوار میں، جذب کریں۔ اور اس کے فروغ وبقا کی راہ میں، اپنی تمام تر کوشش اور توانائی، صَرف کر دیں۔" الخ۔

(ماہنامہ **'حجاز جدید'**، دہلی۔ نومبر ۱۹۸۸ء۔ وص ۴۷۔ **نُقُوشِ فکر**، مطبوعہ دہلی۔ ۲۰۰۴ء)

**الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور** کے زمانۂ تدریس (دسمبر ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۲ء) میں

جذبۂ اَسلاف شناسی کے تحت ، مولانا عبد الشَّاہد ، شیروانی ، علی گڑھی (مُرتِّب و مُترجِم ''الثَّـورۃُ الھِندیۃ'' بنام ''**باغی ہندوستان**'' ۔متوفی جمادیٰ الاُولیٰ ۱۴۰۴ھ/فروری ۱۹۸۴ء) کے نام ''**باغیِ ہندوستان**'' پر، نظرِ ثانی واِصلاح، نیز بعض مشاہیر عُلَما کا تذکرہ وتعارف ،بشکلِ کتب ورسائل ،سپردِ قلم کرنے ،اور مفتی محمد رضا ، انصاری ، فرنگی محلی ،لکھنوی (مصنفِ ''**بانیِ درسِ نظامی**'' وسابق استاذِ شعبۂ دینیات ، مسلم یونیورسٹی ،علی گڑھ ۔متوفی ، فروری ۱۹۹۰ء) کے نام **تذکرۂ علمائے فرنگی محل** پر مشتمل ،ایک جامع ،سوانحی کتاب لکھنے کے لئے میں نے متعدد خطوط لکھے تھے۔

مولانا عبد الشَّاہد ،شیروانی ،علی گڑھی (متوفی ۱۴۰۴ھ/فروری ۱۹۸۴ء) نے

میرے نام ،مُرسلہ اپنے ایک مکتوب (محرَّرہ ۱۹۸۱ء) میں لکھا ہے کہ :

**خوشی ہوئی کہ :**

**آپ ''اِحْیائے اَسْلاف'' کی طرف ،متوجّہ ہیں ۔''**

اِن حضرات کے ، کئی ایک **جوابی خطوط** ، اب بھی ، میرے پاس ، موجود و محفوظ ہیں ۔

حضرت مولانا محمود احمد ، قادری ، رَفاقتی ، مظفر پوری ، مؤلِّفِ ''**تذکرۂ عُلمائے اہلِ سُنَّت**'' **کئی بار ، مجھ سے ، ذکر ، فرما چکے ہیں کہ :**

جب ، آپ ، **اشرفیہ ، مبارک پور** میں مدرس تھے ، اُس زمانے کا آپ کا ایک خط میری فائل میں محفوظ ہے ۔ **جس میں آپ نے مجھے ، توجہ دلائی ہے کہ :**

**فلاں فلاں ، اَکابر عُلَما و مشائخِ کرام پر کتابی شکل میں آپ ، کچھ کام کریں ۔''**

**فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ ۔**

شخصیات ونظریات اور آثار وخدمات کے اَحوال و واقعات ومتعلقات کی تلاش وجستجو کی کچھ جھلکیاں ، مندرجہ ذیل ، دو ''**تبرکاتی مکتوبات**'' میں ، قارئینِ کرام کو ، نظر آئیں گی ۔

جو ، میرے چند اِستفسارات کے جواب میں ، بُرہانِ مِلَّت ، حضرت مولانا مفتی محمد عبد الباقی بُرہانُ الحق ، رضوی ، جبل پوری (متوفی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء) ، تلمیذ وخلیفۂ امام احمد رضا ، بریلوی اور مجاہدِ مِلَّت ، حضرت مولانا محمد حبیبُ الرحمٰن ، قادری رضوی ، حامدی (متوفی جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/مارچ ۱۹۸۱ء) ، بانیِ جامعہ حبیبیہ ، الٰہ آباد عَلَیْہِمُ الرَّحمۃُ وَالرِّضوَان نے **میرے نام ، اِرسال فرمائے تھے ۔**

دارُالسَّلام، اوپرین گنج، جبل پور۔ مدھیہ پردیش

۱۸/۳/۱۴۰۲ھ۔ مطابق ۱۴/۱/۱۹۸۲ء

مُحِبِّی الْعَزِیز الْمُکرَّم، مولانا محمد یٰسٓ اختر صاحب!

زَادَ عِزُّہٗ وَعَمَّ فَیْضُہ ٗ۔ اَلسَّلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمۃُ اللہِ وَ بَرکاتُہٗ

بعد دُعاے رحمت و عافیت وَاِزْ دِیادِ علم و فضل و اِستقامت، واضح ہو کہ:

آپ کا مُرسَلہ مَلْفُوف، محرَّرَہ ۱۸/ربیعُ الاوّل ۱۴۰۲ھ پہنچا۔

کاشِفِ حالات ہوا۔

اُمورِ دریافت طلب سے متعلق، جواباً تحریر ہے کہ:

(۱) ''سرحد و پشاور وغیرہ کے دَوروں، نیز جبل پور، بمبئی، دہلی کے جلسوں کی روداد''، مرتّب کرائی جائے گی۔

مُسوَّدات واَخبارات، تلاش کیے جا رہے ہیں۔

تا کہ، تاریخی سَند اور حیثیت، برقرار، رہے۔

(۲) ''ہندوستان میں بڑے انقلابات، آنے والے ہیں۔''

اِس بِنا پر، اعلیٰ حضرت، مجدِّدِ دِین و مِلَّت، رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ عَنَّا کی جانب سے

ہندوستان کے لئے حضرت صدرُالشَّریعہ کو، قاضیِ شرع

اور اِس فقیر، نیز حضور مفتیِ اعظمِ ہند، رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَ اَرْضَاہُ عَنَّا کو، قاضیِ شرع کی اِمداد و اِعانت کے لئے، مفتی، مقرَّر فرمایا۔

اِس سلسلے کا مضمون، قلم بند کرایا جا چکا ہے۔

اور ماہنامہ ''اِستقامت'' کان پور کے ''مفتیِ اعظم نمبر'' کے لئے اِرسال کیا جاچکا ہے۔اس میں طبع ہونے پر، ملاحظہ فرمائیں۔

اسی مضمون میں ، دو اور اَہم واقعات ،حضور مفتیِ اعظمِ ہند کی ذاتِ قُدسی صِفات سے متعلق ،قلم بند کرادیے گئے ہیں۔

ایک ''مسئلۂ اذانِ ثانی، جے پور'' سے متعلق، دوسرے ''مسلم پرسنل لا، بمبئ'' سے متعلق ہے۔اور دونوں، تاریخی شہادت کے حامل ہیں۔ انھیں بھی، مطالعہ فرمائیں۔

آپ کی ،جبل پور تشریف آوری پر،ان کی کاپیاں، دیکھنے کو مل سکتی ہیں۔

(۳) ''اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ،مولانا شوکت علی کی حاضری اوران کی گفتگو''،قلم بند کرانی ہے۔جو کسی وقت، جلد ہی، قلم بند کرالی جائے گی۔

''ان جلسوں میں، کون کون حضرات، موجود تھے۔''

یہ اب ، ایک مشکل ، مرحلہ ہے ۔ پھر بھی ، ہمارے یہاں کے قلمی ذخیرہ ، یا۔ کتبِ مطبوعہ سے ، اگر ، ہوسکا

تو ، اُن کے اَسما کی نشان دِہی کی جاسکے گی۔

(۴) ''جماعت رضاے مصطفیٰ (بریلی شریف) کے قیام کی تاریخ شدھی سنگٹھن وغیرہ سے متعلق ،اہم کارنامے اور فقیر کی صدارت کے دَور کے قیمتی واقعات''

مسوَّدات اور مطبوعات میں تلاش کر کے ،اس کام کو بھی پایۂ تکمیل کو پہنچانے کی سَعی کی جائے گی۔

آپ نے، اپنے ورودِ مسعود کی مسرت انگیز خبر سے فقیر کو، مسرور فرمایا۔
مَولیٰ عَزَّ وَ جَلَّ، وہ وقت لائے کہ، آں عزیز، جبل پور، تشریف لاکر، فقیر کے کتب خانہ سے اپنے ضروری کتب ورسائل کے مطالعہ سے جو بھی اِستفادہ کرسکیں، اِنْ شاءَ اللہُ الْمَولیٰ تَعالیٰ، اِفادہ واِستفادۂ عوام کے لئے بہترین سرمایہ ہوگا۔

اِنْ شاءَ اللہُ الْعَزِیز، عُرسِ قُدس سلامی میں
آں عزیز کی تشریف آوری کا، فقیر، منتظر رہے گا۔
تاریخِ عُرسِ سراپا قُدس، ۸/۷، مارچ ۱۹۸۲ء ہے۔
وَالسَّلام مَعَ الْاِکْرَام۔
دعاگو، وطالبِ دعا: فقیر بُرہانُ الحق قادری، رضوی، سلامی، غُفِرَ لَہٗ

☆☆☆

جامعہ حبیبیہ، الہ آباد
۱۹۸۰ء کرم فرما! زِیْدَ کَرَمُکُم اَلسَّلامُ عَلَیْکُم وَ رَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ
آپ کا گرامی نامہ، ایک تو، عزیزی، مولانا عاشقُ الرحمٰن صاحب سَلَّمَہٗ کے نام، آیا تھا۔ جس کا جواب، تحریر کردیا تھا کہ:
فقیر کے آنے پر کیفیت لکھی جائے گی۔
انھوں نے فقیر سے تذکرہ کیا۔ لیکن! کچھ مشغولیات اور کچھ فقیر کی سُستی کی وجہ سے، رہ گیا۔

دوسرا گرامی نامہ، عزیزی، محمد علی جناح صاحب، سَلَّمَہٗ کے نام آیا۔
جس کو، انھوں نے، ابھی پڑھ کر سنایا۔
اِس لئے فقیر، فوراً جواب، لکھ رہا ہے کہ:
پرانے خاکساروں میں سے، سبھی نے فقیر کی تحریک کو منظور نہیں کیا
بلکہ، ابھی بھی، ان کی جماعت، باقی ہے۔
اور کبھی کبھی، ہم لوگوں کی مخالفت بھی کرتی ہے۔
مختصر قصہ، یہ ہے کہ:
الہ آباد کے بعض پرانے خاکساروں نے، ان کی اِمارت، قبول کرنے کے لئے فقیر سے اِصرار کیا۔
فقیر نے (عنایتُ اللہ) مشرقی کے خلافِ شریعت۔ جن میں بعض بعض، حدِّ کفر تک پہنچتے ہیں۔ جن کی عُلماے اہلِ سنّت نے مخالفت کی اور فقیر غَفَرَ لَہُ الْقَدِیْر بھی مخالف تھا اور ہے۔
لِھٰذا، فقیر، اس جماعت کی اِمارت کو قبول، نہ کرے گا۔
ان لوگوں نے جواب دیا کہ: مشرقی نے، یہ بھی کہا ہے کہ:
یہ اقوال، میرے ذاتی ہیں۔ خاکساروں کو، قبول کرنا نہیں ہے۔
لِھٰذا، آپ، ان اَقوال کی مخالفت کرتے ہوئے بھی، امیر رہ سکتے ہیں۔"
تو فقیر نے کہا کہ: ان کے نِکات و اُصولِ خاکسار کے اندر بھی خلافِ شرع باتیں ہیں۔ تو، ان لوگوں نے کہا کہ: آپ، ترمیم کر دیجیے۔"
فقیر نے ترمیم کر کے، ان کے مدارُ النّظام، رئیس فاطمی کے پاس

لکھنؤ بھیج دیا۔لیکن، انھوں نے منظوری کی کوئی خبر نہیں دی۔

تو فقیر نے ’’ خاکسارانِ حق ‘‘ کے نام سے ایک جماعت، قائم کی

اور ’’خُذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا کَدِر ‘‘ کی بنیاد پر

جو مفید اوراس وقت، ماحول کے لئے جو، ضروری چیزیں تھیں، اُنھیں، لے لیں۔

ان میں سے، جن لوگوں نے میری تحریک کو منظور کیا، وہ، شریک ہو گئے

اور فقیر نے بھی، اِمارت، قبول کر لی۔

اور کچھ لوگ ہیں، وہ، اپنے حال پر ہیں۔کبھی کبھی، اِجتماع بھی کر لیتے ہیں اور کبھی کبھی، ہماری مخالفت بھی کرتے ہیں۔

لِھٰذا، تمام پرانے خاکساروں کی شرکت، قبول کرنے کا اعلان صحیح، نہیں ہے۔ فقط وَالدُّعَاء۔

فقیر، حبیب الرحمٰن قادری۔غُفِرَ لَهٗ

☆☆☆

**لگے ہاتھوں، مزید، دو نہایت اہم مکتوبات بھی، ملاحظہ فرمائیں**

جن میں، پہلا مکتوب، علاّمہ شبیر احمد غوری، سابق رجسٹرار امتحاناتِ عربی و فارسی بورڈ اتر پردیش، کا ہے، اور دوسرا مکتوب، مفتی محمد رضا، انصاری، فرنگی محلی، سابق استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، اتر پردیش کا ہے۔

نئی بلڈنگ، نزدِ جامع مسجد، علی گڑھ

۱۵ر جنوری ۱۹۸۱ء

مُکَرَّمِی! مولانا محمد یٰسین صاحب، زِیْدَ کَرَمُکُمْ

وَعَلَیْکُم السَّلامُ وَ رَحمَۃُ اللهِ وَ بَرَکاتُہٗ۔

نوازش نامۂ گرامی نے مشرّف فرمایا۔یاد آوری کے لئے شکریہ، قبول فرمائیں۔

آپ نے، جس دینی خدمت کی طرف، اِس عاجز کی رہنمائی کی ہے۔ اِنْ شَـــاءَ اللّٰہُ الْمُسْتَعان، اس کے حصول کی بھرپور کوشش کروں گا۔ وَعَلَیْہِ التُّکْلان۔

**مجدِّدِ مِائَۃِ حاضرہ** کی جامِع کمالات حیثیات میں سے

ان کی فقہی عبقریت کا، اَربابِ علم و فضل کی سَعیِ جمیل سے، برابر تعارف، جاری ہے۔ شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُم۔

**مگر، ان کے فضل و کمال کے، اور بھی پہلو ہیں۔ جنھیں، وہ تو، خود** ع :

**بگذر اَز مجموعۂ اردو، کہ بے رنگِ مَن است**

**سے زیادہ وقعت، نہ دیتے تھے، اِس لئے ان کے عقیدت مندوں نے بھی ان کی طرف، ابھی، توجہ نہیں دی۔**

**با ایں ہمہ، وہ بھی، سُنّی فُضَلا کی توجہ و اِعتنا کے حق دار ہیں۔ کیوں کہ:**

**اِسی طرح، ہم، اس نادرۂ روزگار شخصیت کا، کَمَا حَقُّہٗ، تعارف کرا سکتے ہیں۔**

مگر مشکل، یہ ہے کہ، ان علوم میں ان کی تصانیفِ رائعہ، ہنوز، زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئیں۔ اور ان کے مخطوطے، اِس عاجز کی، دست رَس سے باہر ہیں۔

**اگر، اُن تک، کسی طرح، رَسائی ہو جائے**

**تو، اپنے مقدور بھر، انھیں، متعارف کرانے کی سعادت، حاصل کروں۔**

اب، دیکھ لیجیے۔ حضرت مولانا غلام جیلانی، میرٹھی رَحْـمَۃُ اللّٰہِ عَـلَیْــہِ کی سَعی و اِعتنا سے ''اَلْکَلِمَۃُ الْمُلْھَمَہ'' شائع ہو گئی۔

اور، اِن ناتواں بازوؤں نے، اس کے ذریعہ، اس عَبقریِ روزگار کی کلامی حَذاقت کو، متعارف کرانے کی ایک کوششِ ناتمام کر ہی ڈالی۔ مگر، اس کے اِتمام کا، خود کو، اہل نہیں سمجھتا۔ شاید، دوسرے سُنّی اَفاضِل، اِس کارِ خیر میں، ہاتھ بٹائیں۔

اِسی طرح، اگر، ہیئت و ریاضی کے رسائل کی نُقول، مِل جائیں

تو پھر، جدید اِصطلاحات کی روشنی میں، انھیں بھی، متعارف کرانے کی سعادت، حاصل کروں۔

اور زمانہ، بزبانِ حال، پکار اُٹھے: **ایسی چنگاری بھی، یارب! اپنے خاکستر میں تھی۔**

**وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیز۔** وَالسَّلام مَعَ الْاِکرام۔

نیازمند شبیر احمد غوری، علی گڑھ

☆☆☆

’’**سلسلۂ فرنگی محل**‘‘ کی ایک ثمر بار شاخ ’’**سلسلۂ خیرآباد**‘‘ ہے۔

جس کے عُلما و تلامذہ، سلسلہ بہ سلسلہ، آج، سارے ہند و پاک کی دینی و علمی فضا پر چھائے ہوئے ہیں۔

اور مدارس و جامعات میں، اسی سلسلہ سے وابستہ عُلما و مدرسین کا دبدبہ اور وقار ہے۔

جس میں ’’**سلسلۂ خیرآبادی امجدی**‘‘ کا کردار، سب سے ممتاز اور نمایاں ہے۔

**بِفَضْلِہٖ تعالیٰ** راقِمِ سطور (**یٰسٓ اختر مصباحی**)

اسی خیرآبادی امجدی سلسلۂ علم و حکمت سے وابستہ ہے، جس کی تفصیل، اِس طرح ہے:

(۱) استاذِ گرامی، حافظِ مِلّت، مولانا الشّاہ عبدالعزیز مرادآبادی، محدِّث مبارک پوری (وصال ۱۳۹۶ھ)

(۲) صدرُ الشریعہ، مولانا محمد امجد علی، اعظمی رضوی (وصال ۱۳۶۷ھ)

(۳) استاذ العُلماء، علاّمہ ہدایتُ اللہ، جون پوری (وصال ۱۳۲۶ھ)

(۴) امامُ الحکمۃِ والکلام، علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی (وصال ۱۲۷۸ھ)

(۵) علاّمہ فضلِ امام، فاروقی، خیرآبادی (وصال ۱۲۴۴ھ)

(۶) الف۔ حضرت مُلاّ عبدالواجد، کرمانی، خیرآبادی (وصال ۱۲۱۸ھ)

یہ مُلاّ عبدالواجد کرمانی، خیرآبادی، حضرت مُلاّ محمد اَعلم، سندیلوی (وصال ۱۱۸۶ھ) تلمیذِ بحر العلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال ۱۲۲۵ھ) کے شاگرد تھے۔

ب۔ اسی طرح، مُلاّ عبدالواجد، کرمانی، خیرآبادی اور علاّمہ فضلِ امام، خیرآبادی یہ دونوں حضرات، مُلاّ محمد ولی، فرنگی محلی، تلمیذِ مُلاّ کمالُ الدین، سہالوی و مُلاّ، نظام الدین محمد، فرنگی محلی (بانیِ درسِ نظامی) کے بھی، شاگرد تھے۔

۱۹۸۰ء سے پہلے کی بات ہے۔ جب، راقِمِ سطور (**یٰسٓ اختر مصباحی**)

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کی عظیم مرکزی درسگاہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی۔ انڈیا۔) کا ادنیٰ خادمِ تدریس تھا

اپنے ذوق و مزاج کے مطابق، عُلمائے فرنگی محل سے متعلق، جدید اسلوب میں جامع مختصر

تعارف وتذکرہ پر مشتمل ایک کتاب کی ضرورت کا اِحساس دِلاتے ہوئے، مفتی محمد رضا، انصاری فرنگی محلی، استاذِ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (متوفی ۱۴۱۰ھ رفروری ۱۹۹۰ء) کو متعدد خطوط لکھے۔جن کے جوابات، آپ نے عنایت فرمائے۔

آپ کا ایک جوابی مکتوب، یہاں، ریکارڈ کے طور پر، پیش کیا جارہا ہے:

۳۰ رمحرمُ الحرام۔۱۴۰۲ھ

۲۸ رنومبر ۱۹۸۱ء

عَزیزِ محترم دَامَتْ مَعَالِیکُم                وَعَلَیْکُمُ السَّلامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

آپ کے گرامی نامہ، مؤرخہ ۱۸ رنومبر (۱۹۸۱ء) کا جواب، قدرے تاخیر سے دے رہا ہوں۔ جس کی معافی چاہتا ہوں۔

آپ نے جو تجویز کیا ہے کہ ''تذکرۂ عُلمائے فرنگی محل'' مصنَّفہ جَدِّی واستاذی محمد عنایت اللہ مرحوم، دوبارہ شائع کی جائے۔

**ہم سب فرنگی محلی حضرات کے دیرینہ ارمان کی، مِنْ جانبِ اللہ ایک ٹھوس شکل ہے۔**
**جو آپ کے دل میں اِلقا اور آپ کے قلم سے زیبِ قرطاس ہوئی۔**

یہ تذکرہ ۱۹۳۰ء میں، بعجلت تمام، مرتَّب کر کے، شائع کردیا گیا تھا۔
اور عملاً، اس کی حیثیت، تَذکِرَۃُ الْاَنْساب کی رہی۔
اب، نصف صدی گذرنے کے بعد اس کو، از سرِ نَو، مرتَّب کرنے کی فکر
اس خاندان کے، ہندو پاکستان اور عرب میں مقیم افرادِ خاندان کو عموماً اور مجھے خصوصاً رہی اور ہے۔
مگر، ہمیشہ یہی مانع رہا کہ مُرتِّب، طباعت کا بار اُٹھا نہیں سکتا
اور دوسرے افراد، جو مالی تعاون کر سکتے ہیں، اُن سے طالبِ امداد نہیں ہوسکتا۔

**آپ نے یہ گرامی نامہ بھیج کر۔خدا کرے یہ عملی شکل بھی اختیار کر سکے۔**
**مجھے، ایک نیا وَلولہ بخش دیا۔**
**میں، اپنے ذاتی رُجحان کے پیشِ نظر آپ کی تجویز کے دوسرے جُز کا**

یعنی آپ کے الفاظ میں ''اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف'' کا زیادہ، مؤیِّد ہوں۔
اور اس کے لئے دل وجان سے تیار ہوں۔ بلکہ کسی حد تک، تیاری ہو بھی چکی ہے۔

اب آپ یہ بتائیں کہ ''اَلْمَجْمَعُ الْاِسْلامِی ''اس موضوع پر
کتنے صفحات، شائع کرنا چاہے گا؟
میں نے اندازہ کیا ہے کہ چار سو اور پانچ سو کے درمیان صفحات
موضوع سے پوری طرح، انصاف کے لئے درکار ہوں گے۔
یہ شکل، طباعت کے آپ کے نظام کے تحت، قابلِ عمل ہوگی کہ
پچاس ساٹھ صفحات، ابتدائی مَرحلے میں بھیج دیے جائیں اور کتابت کا آغاز ہو جائے۔
اس کے بعد تین ماہ کے اندر سب کچھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔
یعنی، کتابت ہو جائے اور طباعت، شروع ہو جائے۔
موادِ تصنیف، تیار ہے۔ صرف اس کی ترتیب کا، کام، باقی ہے۔
اس لئے میں، اتنی مستعدی کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔
میرا سلسلۂ ملازمت جو ۳۰؍نومبر ۱۹۸۰ء کو پورا ہو گیا تھا، دو سال کے لئے بڑھا دیا گیا ہے۔
جس کا ایک سال، پرسوں، پورا ہو جائے گا۔ اور میں بڑی سنجیدگی بلکہ بے چینی سے سوچ رہا ہوں کہ
**باقی ایک سال کی توسیع سے، دست بردار ہو کر لکھنؤ میں رہوں۔**
**اور حسبِ استعداد، خاندانی روایات پر، حتی الوسع عمل پیرا ہو جاؤں۔**
اگر لکھنؤ کا قیام، آپ کی تجویز کی تعمیل ہی سے شروع ہو تو، اِس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی؟
اندازہ ہے کہ اس تجویز کی تکمیل میں میری طرف سے تین ماہ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔
اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِطُفَیْلِ حَبِیْبِہٖ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم۔
**.......بہر حال! آپ اپنی صواب دید پر جو شکل، تجویز فرمائیں گے**
**بہر صورت، اس کو عملی شکل دینے کی کوشش کروں گا۔**
مولانا افتخار احمد قادری صاحب سے گذشتہ ہفتہ، یہاں (علی گڑھ) ملاقات، بہت سرسری ہوگئی۔
میں، اُس وقت، امتحان کی کاپیاں دیکھ رہا تھا۔
''نُورُ الایمان'' کے تیسرے زیورِ طبع ایڈیشن کے لئے تأثرات کا تقاضا فرمایا
مگر، کتاب مجھے، نہیں پہنچ سکی۔
(ڈاکٹر) محبّ الحق صاحب (رضوی) کے پاس سے کوئی صاحب ''میری کتاب'' لے گئے۔

اب پھر، وعدہ فرما گئے ہیں۔

**....ایک بات اور قابلِ ذکر ہے۔ وہ یہ کہ ہمارے بعض اکابر کی**
**عقائدِ اہلِ سُنّت وجماعت سے متعلق کتابیں**
**اردو میں عرصہ ہوا، طبع ہوئی تھیں۔ اب، ناپید ہیں۔**
**دوبارہ اشاعت کے بارے میں بھی غور فرمائیں۔** مخلص، محمد رضا انصاری۔''

مفتی محمد رضا، انصاری، فرنگی محلی کے اس مکتوب میں جس کتاب ''نُورُ الایمان'' کا ذکر ہے، وہ، ابوالحسنات، مولانا محمد عبدالحئ، فرنگی محلی (وصال ۱۳۰۴ھ) کے والدِ ماجد، حضرت مولانا عبدالحلیم، فرنگی محلی (وصال ۱۲۸۵ھ) کی تصنیف ہے، جو، آثار و تبرکات کے سلسلے میں ایک نہایت جامع و مفید کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ، صدیقِ محترم، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی (موجودہ شیخ الحدیث، دارُالعلوم قادریہ غریب نواز۔ لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ) نے کیا تھا۔

یہ کتاب (نُورُ الاِیمان) ہند و پاک سے متعدد مرتبہ، شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کے تعارف میں شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (متوفی صفر ۱۴۲۱ھ/مئی ۲۰۰۰ء) صدر شعبۂ اِفتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ تحریر فرماتے ہیں:

''ملکُ العُلماء، بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اور ان کے والد ماجد **حضرت مولانا نظام الدین قُدِّسَ سِرُّہٗ کی بدولت**
**''فرنگی محل، لکھنؤ'' ماضی قریب میں مسلمانانِ ہند کا مرکزِ عقیدت رہ چکا ہے۔**
**معقولات میں معلومات کے بعد عموماً، عقائد پر، داغ آجاتا ہے۔**
**مگر، موصوف پر، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا، یہ خاص فضل ہے کہ:**
**معقولات میں تبحرِ کامل رکھنے کے باوجود، ان کے عقائد پر**
**داغ تو بڑی چیز ہے، مَیل بھی نہیں آیا۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَشَاءُ۔**

(ص ۱۲۔ تعارف۔ نورُالایمان۔ مولّفہ حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی۔ اردو ترجمہ از مولانا افتخار احمد، قادری مصباحی۔ طبعِ اول ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء۔ المجمع الاسلامی، مبارک پور)

راقمِ سُطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کے **ماہنامہ ''حجازِ جدید''**، دہلی کے اِداریوں کے سلسلے میں

اظہارِ خیال اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے، آج (۲۰۱۵ء) سے تقریباً پچیس (۲۵) سال پیشتر قائدِ اہلِ سُنَّت، رئیسُ القلم، **علاَّمہ ارشدالقادری، عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان** (وصال ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء) نے تحریر فرمایا تھا کہ:

**.........''اہلِ سُنَّت کا، یہ (ماہنامہ ''حجازِ جدید'' دہلی) پہلا ترجمان ہے**
**جو، فکری اور تنظیمی بیداریوں کی، ایک انقلاب انگیز تحریک لے کر اُٹھا ہے۔**
**ہر شمارہ میں آپ کا اداریہ، واضح طور پر، اُس منزل کی نشان دِہی کرتا ہے**
**جدھر، اہلِ سُنَّت کی نوجوان نسل کو، آپ، لے جانا چاہتے ہیں۔**
**کسی بھی مُدیر کی قلمی توانائیوں کا مظہر، دراصل، خود، اُس کا اداریہ ہوتا ہے۔**

آپ نے اپنے فکر انگیز اور ذہن ساز اِداریوں کے ذریعہ، جماعت کے سو پچاس افراد کو بھی **قلمی توانائیوں سے مسلّح کر دیا، تو آپ کا نام، مذہبی و علمی تاریخ کے**
**''نا قابلِ تسخیر قوتوں کے بانی'' کی حیثیت سے، تاریخ میں محفوظ ہو جائے گا۔**
**آپ، ہر ماہ، اِسی طرح، اِحساس کی مُردہ رَگوں پر، نشتر چلاتے رہیے۔**
**کہیں سے تو، زندگی کا سوتا پھوٹے گا۔ کبھی تو، جذبات کی سطح سے اوپر اُٹھ کر**
**سوچنے والے افراد، پیدا ہوں گے۔**
**تحریر کی ساحری کا رَنگ، اگرچہ، دیر میں نکھرتا ہے، لیکن! اگر، نکھر گیا**
**تو، صدیوں تک، وہ، اسی آب و تاب کے ساتھ، باقی رہتا ہے۔'' الخ۔**

(مطبوعہ ماہنامہ 'حجاز جدید'، دہلی۔ شمارہ شعبانُ المُعَظَّم ۱۴۰۹ھ/ مارچ ۱۹۸۹ء۔ وص ۸۹۔ نقوشِ فکر۔ مطبوعہ اسلامک پبلشر، مٹیامحل، دہلی۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

**ماہنامہ کنز الایمان، دہلی** کے پہلے شمارہ (سالِ اِجرا، ۱۹۹۸ء) سے، اب تک کے ہر شمارے کا پہلا صفحہ ''**سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت کے مشاہیر عُلماے ہند**'' کی فہرست سے مُزیَّن ہوتا ہے۔ جسے، مَیں نے مُرتَّب کر کے، اسے مسلسل، شائع کرتے رہنے کا اِلتزام، اِس لئے کیا کہ:

عام قارئین بھی، اپنے اَکابر و اَسلاف کے ناموں سے واقف و رُوشناس ہوتے رہیں۔
اور اُن کی حیات و خدمات سے آگہی کا، ان کے اندر، ذوق و شوق، پیدا ہوتا رہے۔

ماہنامہ کنزُ الایمان، دہلی کی اِدارت کے زمانے میں ''**عُلما و مشائخِ دہلی نمبر**'' کی **ترتیب و طباعت کا اعلان بھی، میں نے اسی مقصد سے کیا تھا۔**

**لیکن، اس کے اِدارتی فرائض سے سُبک دوش ہو جانے کی وجہ سے**
**یہ نمبر، آج تک، منظرِ عام پر نہ آسکا۔**
**اب، تازہ اِطّلاعات اور سرگرمیوں کے مطابق، امید کی جارہی ہے کہ:**
**جلد ہی یہ تاریخی نمبر اپنے قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔**
**اِسی طرح، تہدیہ اور اِنتساب کے ذریعہ بھی، اپنی تقریباً، ہر کتاب کے ذریعہ**
**''اسلاف شناسی'' کی، مدتِ دراز سے ایک مسلسل تحریک و مُہم، جاری ہے۔**
**اور بِفَضْلِہٖ تعالیٰ، اس کے اچھے اثرات و نتائج بھی، بر آمد، ہو رہے ہیں۔**

تذکرہ و تعارفِ عُلما و مشائخِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت پر مشتمل، ایک گراں قدر کتاب **''تذکرۂ عُلمائے اہلِ سنَّت''** (مطبوعہ کان پور۔ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

مؤلّفہ حضرت مولانا محمود احمد، قادری، رَفاقتی، مظفر پوری، سالہا سال سے، نایاب ہے۔

**مَیں، حضرت مولانا موصوف سے، بار بار، تقاضا و اِصرار کرتا رہا کہ:**

''**تذکرۂ عُلمائے اہلِ سنَّت**'' پر، نظرِ ثانی اور جدید مواد و معلومات کا اِضافہ کر کے، اسے جلد از جلد شائع کرائیں۔ یہ آپ کا، نا قابلِ فراموش کارنامہ اور آپ کے حق میں صدقۂ جاریہ ہوگا۔ اہلِ علم و مطالعہ کو، اِس کتاب کی اکثر، ضرورت، محسوس ہوتی رہتی ہے۔''

بِحَمْدِہٖ تَعالیٰ، حضرت مولانا موصوف نے، یہ خوش خبری، کئی سال پیشتر، دے دی ہے کہ:

''حضرت شیخ عبد الحق، محدّث دہلوی نے ''**اَخْبَارُ الْاَخْیَار شریف**'' میں، جہاں اور جس دَور تک کے عُلما و مشائخ کا ذِکر کیا ہے، اُس کے بعد سے میں نے آغاز کیا ہے۔

اور اب، یہ تذکرۂ عُلمائے اہلِ سُنَّت، مزید جامعیت کے ساتھ، بنام ''**پاک بازانِ اُمَّت**'' مُرتَّب و مکمل ہو چکا ہے۔ جس کی کمپوزِنگ اور پروف ریڈنگ کا، کام، جاری ہے۔''

**اہلِ سُنَّت و جماعت کے اہلِ علم و قلم کے سَر پہ، ایک قرض، یہ بھی ہے کہ:**

تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری کے نمائندہ عُلما و مشائخِ کرام کے اَحوال و خدمات پر مشتمل، ایک جامع تذکرہ، ضرور، مُرتَّب کریں اور اسے اردو کے ساتھ، عربی و انگریزی زبان میں بھی، پیش کریں، تا کہ، **عالَمِ اسلام کے سامنے**

متحدہ ہندوستان کی مسلم تاریخ اور مشاہیرِ اُمَّت کا تعارف، اپنی اصل شکل میں ہو سکے۔ اور ''**پروپیگنڈہ مُہم**'' کے تحت، پیش کردہ پُر فریب و گمراہ کن تاریخ کا، قلع قمع ہو سکے۔

اِس طرح کی متعدد ضروریات اور اہم مسائل کے حل کی طرف، توجُّہ دینے، دِلانے کا شدید اِحساس ۱۹۷۰ء کی دَہائی سے دل ود ماغ کو مضطرب اور بے چین کیے ہوئے ہے۔ اور ابھی تک (۲۰۱۵ء) اِس اِضطراب و بے چینی کے اِزالہ کی کچھ زیادہ اطمینان بخش صورت، میسَّر، نہ آسکی۔

**خدا کرے، یہ اور اِس طرح کے دوسرے ضروری کام**
**نوجوان نسل کے ہاتھوں، پایۂ تکمیل کو، پہنچ جائیں۔**

کچھ ''**فضائل**'' اور چند ''**اختلافی مسائل**'' کے علاوہ، درجنوں اہم موضوعات، تشنۂ توجُّہ ہیں۔ نئی نسل کے نوجوان اور باشعور و باصلاحیت مخلص عُلما کو، اِن موضوعات و مسائل و معاملات کی طرف، توجہ کرنی ہی ہوگی اور انھیں، یہ فریضہ، انجام دینا ہی ہوگا۔

اسی اِحساسِ ذِمَّہ داری کا اظہار، دارُالقلم دہلی کے اُس منصوبہ میں بھی ہے، جو ''**فکری وقلمی منصوبہ کی طرف، عہد آفریں پیش قدمی**'' کے عنوان سے ماہنامہ **کنزُ الاِیمان**، دہلی (شمارہ ذوالقعدہ وذوالحجہ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء) اور **نقوشِ فکر** (مطبوعہ دہلی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء) میں، شائع ہو چکا ہے۔

۲۰۱۱ء کو، اِمامُ الحکمۃ وَ الکلام، **قائدِ جنگِ آزادی، علاَّمہ فضلِ حق، خیرآبادی** (وصال ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے نام، منسوب کر کے، بڑے پیمانے پر، آپ کے تعارف وتذکرہ کی خدمت انجام دی جا چکی ہے۔ **اور بیشتر قارئین کو، اِس کا عِلم ہوگا کہ:**

راقِمِ سُطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے، تقریباً چالیس (۴۰) سال سے، سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے مشاہیر عُلما و مشائخِ کرام اور **علاَّمہ فضلِ حق، خیرآبادی** کے تذکرہ وتعارف کی طرف **توجُّہ دینے، دِلانے کا سلسلہ، جاری کر رکھا ہے۔**

**راقِمِ سطور کی تجویز وتحریک کے نتیجے میں ہی ۲۰۱۱ء کو**
علاَّمہ فضلِ حق، خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کا ''**یادگاری سال**'' قرار دے کر
**دہلی و بمبئی و بھیونڈی و لکھنؤ و پٹنہ وغیرہ میں تاریخی کانفرنسیں ہوئیں۔**
**اور اس موضوع پر تحریری وتقریری بیداری کی ایک لہر، پیدا ہوئی۔**

**فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔**

''**امامِ اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس**'' (ممبئی۔ دسمبر ۲۰۱۲ء۔ ولکھنؤ۔ مارچ ۲۰۱۳ء) **بھی، اِسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔**

اب، طبقۂ عُلما میں، بَحرُ العُلوم، **علاَّمہ عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی** (وصال ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) وسراجُ الہند

**شاہ عبد العزیز، محدِّث دہلوی** (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) **وشاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی** (وصال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) واِمامُ الْمُحَدِّثین، **شیخ عبد الحق، محدِّث دہلوی** (وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء)

جیسے مشاہیر عُلماے اُمَّت، نیز اَکابر صوفیہ ومشائخ کرام، بِالخصوص، سلطانُ الْمشائخ **محبوب اِلٰہی نظامُ الدِّین اولیا**، وسلطانُ التَّارِکین، **مخدوم سید اَشرف جہاں گیر، سمنانی**، ومخدوم مہائمی ومخدومِ اَوَدھ، **شاہ محمد، مینا لکھنوی**، وشاہ **وجیہُ الدِّین، علوی**، گجراتی، و**میر سید عبد الواحد، بلگرامی**

اورصاحبُ البرکات **سید شاہ برکتُ اللہ، قادری**، مارَہروی

جیسی عظیم وجلیل شخصیات کی حیات وخدماتِ دینی وعلمی وروحانی پر، خصوصیت کے ساتھ، توجہ دے کر، کچھ کام کرنے اوراس سلسلۂ خیر وبرکت کو، دراز سے دراز تر کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

**ہمارے لئے، آپ کے لئے، آنے والی نسل کے لئے، اور ہر ایک کے لئے**

**یہ کام کرنے اور کرتے رہنے کا ہے۔ کیوں کہ، یہی طرز وطریقہ، ہم سب کے لئے نافع ومُفید نسخۂ شفا اور ہماری، ہر بیماریِ دل کا علاج ہے۔**

**ایسا کرنا اور کرتے رہنا، ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ تاکہ:**

**روح کو، اُس کی غذا ملتی رہے، دل کی حرارت، باقی رہے، لہو، گرم ہوتا رہے۔ اور:**

**کاروانِ سَوَادِ اعظم، بصد شوق ووَارفتگی، اپنے مَرکز ومَأمَن ومَرجَع ومَلجَأ ومَاویٰ اور مَہبَطِ وَحی وتنزیل "حَرَمَین مُحترَمَین" کی طرف، قدم بہ قدم، جادہ پیما اور، رَوَاں دَوَاں، رہے۔**

**یہ کاروانِ شوق، جادہ پیائی کرتے اور منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود تک، کسی نہ کسی دن، پہنچ جائے۔**

**اور سید وسالارِ عرب وعجم** (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) **کے فیضانِ کرم سے**

مزید بہرہ وَر ہوتے ہوئے زیرِ لِوَاے محمدی، **جَنَّتُ الْمَاویٰ** کی طرف، محوِ خرام ہوجائے۔

**سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا**
**اِس نام سے ہے باقی، آرامِ جاں ہمارا**

شرحِ صَدر، وُسعتِ قلب، رِقَّتِ قلب، نسبتِ رسول، اِتِّباعِ سُنّت، اِطاعتِ شریعت، فہمِ دین تدبُّرِ قرآن، رُجوع واِنابت ووُصول اِلَی اللہ کے لئے طلب وتحصیلِ علمِ حدیث ودرس وتدریسِ حدیث اور تفہیم وتبلیغ حدیث، **اِکسیرِ اعظم وکیمیاے مجرَّب ہے۔**

مَشعلِ ہدایت اور فانُوسِ صراطِ مستقیم ہے۔ سرمایۂ سعادت اور ذخیرۂ آخرت ہے۔

بِفَضلِہٖ تبارَک وَتعالیٰ، سرزمینِ دہلی کو، وہ شرف وتقدم، علمِ حدیث کی خدمت ودرس وتدریس ونشرواشاعت کے باب میں حاصل ہے، جو، دیگر بلاد وامصار کے لئے باعثِ صدرَشک ہے۔

گیارھویں صدی ہجری میں، حضرت شاہ عبدالحق، حنفی، قادری، مُحدِّث دہلوی اور آپ کے صاحب زادے، حضرت شاہ نورُالحق، محدّث دہلوی۔

نیز، بعد کے اَدوار وعُہود میں حضرت شاہ عبدالرَّحیم وحضرت شاہ ولی اللہ وحضرت شاہ عبدالعزیز وحضرت شاہ رفیعُ الدِّین وحضرت شاہ عبدالقادر

**نیز، ان حضرات کے تلامذہ وخُلفاے کرام نے برِصغیر، متحدہ ہندوستان میں**
**علمِ حدیث کی جو عظیمُ الشَّان، اِیمان افروز، وعلم پرور خدمات، انجام دی ہیں**
**اُن کی برکت وفیض نے، سارے عالَمِ اسلام میں**
**صرف دہلی نہیں، بلکہ، متحدہ ہندوستان کا سَر، فخر سے اونچا کردیا ہے۔**

خِطہٴ اَوَدھ (لکھنؤ واطراف وجوانب) کی معروف دینی وعلمی وروحانی سرزمین، بلگرام شریف (بلگرام۔اَوَدھ۔موجودہ ضلع ہردوئی۔یوپی) بھی

مندرجہ ذیل، عظیم وجلیل اور مقتدر مُحدِّثینِ کرام کے وجودِ مسعود سے مالا مال ہے:

**(۱) سید محمد طیِّب، مُحدِّث بلگرامی** (وصال ۱۰۶۶ھ)

فرزند وخلیفہٴ **میر سید عبدالواحد، بلگرامی** (وصال رمضان ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء)

شاہ عبدالحق، محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) کے معاصِر اور رَفیق۔

**(۲) سید مبارک، مُحدِّث بلگرامی** (وصال ربیعُ الآخر ۱۱۱۵ھ)۔

سید محمد طیِّب، محدِّث بلگرامی اور شاہ نورُالحق، محدِّث دہلوی، فرزندِ شاہ عبدالحق، مُحدِّث دہلوی کے تلمیذ۔

**(۳) سید غلام علی، آزاد بلگرامی** (وصال ۲۴؍ذوالقعدہ ۱۲۰۰ھ/۱۵؍ستمبر ۱۷۸۵ء)

**(۴) سید مُرتضیٰ، بلگرامی، زَبیدی** (وصال بروزِ جمعہ۔۵؍شعبان ۱۲۰۵ھ)

حضرت **سید عبدالواحِد، بلگرامی** (وصال ۳؍رمضان ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) **مؤلِّفِ "سَبعِ سَنابِل شریف"** **کے ایک فرزندِ گرامی قدر، سید شاہ عبدالجلیل، بلگرامی** (ولادت ۲۰؍رجب ۹۷۲ھ۔ وصال ۸؍صفر ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء۔مدفون، مارہرہ مطہَّرہ) **کے فرزندِ جلیل تھے:**

**سید شاہ اُوَیس، بلگرامی** (وصال ۲۰ رجب ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۶ء۔مدفون بلگرام شریف)

صاحبُ البرکات، سید شاہ برکتُ اللہ، قادری، مارَہروی (ولادت ۲۹؍جمادیٰ الآخرہ ۱۰۷۰ھ بِلگرام۔ وصال عاشورۂ محرم ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء۔ مار ہرہ مطہّرہ)

**بانیِ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ**، اِسی ذُرِّیّتِ طاہرہ کی، ایک صاحبِ علم وعرفان مقدس ومبارک ہستی اور ذاتِ گرامی ہے۔

**اور اسی مبارک ومَسعود ذاتِ گرامی کی ذُرِّیّتِ طاہرہ**

**سرزمینِ مارَہرہ مطہّرہ میں، صدیوں سے، مُتَوطّن وآرام فرما ہے۔**

خاتمُ الاکابر، **سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارَہروی** (وصال ۱۸؍ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/ دسمبر ۱۸۷۹ء) اگر، ایک طرف، شمسِ مارَہرہ، **سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارَہروی** (وصال ۱۷؍ربیعُ الاوّل ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) **کے خلیفہ اور روحانی جانشین ہیں**

تو، دوسری طرف، معقولات میں، **مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی** (وصال ربیعُ الاوّل ۱۲۳۸ھ) بن مولانا اَنوارُ الحق، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال شعبان ۱۲۳۶ھ) کے

اور منقولات، بِالخُصوص علمِ حدیث میں، سراجُ الھند، **شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی** (وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) **کے تلمیذِ رشید ہیں۔**

حضرت خاتمُ الاکابر، مارہروی کے پوتے، نورُ العارِفین، **سید شاہ ابوالحُسین احمد، نوری، مارہروی** (وصال، رجب ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) نے، اپنے رسالہ **"اَلنُّوْرُ وَالْبَھَا فِی اَسَانِیدِ الْحَدِیْثِ وَسَلَاسِلِ الْاَوْلِیَا** (۱۳۰۷ھ) میں، اپنے خاندانی اِجازات وسَلاسِل واَسانید، جو، انھیں اپنے جَدِّ کریم، حضرت خاتمُ الاکابر، مارہروی سے حاصل ہوئے، اُن سب کو، یک جا، کر دیا ہے۔

جن میں، اَسانیدِ قرآنِ حکیم وصحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ، از خاتمُ الاکابر، مارہروی از شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی، از شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی، خصوصیت کے ساتھ، قابلِ ذکر ہیں۔

**اَلنُّوْرُ وَالْبَھَا** کی تبییض کی خدمت، **چشم وچراغِ خاندانِ برکات**، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱اکتوبر ۱۹۲۱ء) نے، انجام، دی ہے۔

**چنانچہ، اس کے آخر میں، آپ، خود تحریر فرماتے ہیں کہ:**

**"حضرت مصنّف علّامہ (اللہ تعالیٰ، انھیں، ہمیشہ، سلامت رکھے) کے حکم سے**

**اپنے جلیل مَولیٰ کا ذلیل بندہ، اِس آستانۂ عالیہ اور بلند رتبہ دَر کا اَدنیٰ غُلام**

**عبدالمُصطفیٰ، احمد رضا، محمدی، سُنّی، حنفی، قادری برکاتی، اِس مبارک رسالہ کی نَقل وتبییض سے ۱۰؍ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ کو، فارغ ہوا" اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(ص ۷۷۔ **اَلنُّوْرُ وَالْبَھَا**۔ مؤلّفہ سید شاہ ابوالحُسَین احمد، نوری، مارہروی۔ اردو ترجمہ از مولانا اِرشاد احمد، ساحلؔ شہسرامی، مصباحی۔ مطبوعہ عرشی کتاب گھر۔ منڈی میر عالم۔ پتھرگٹی۔ حیدرآباد، آندھرا پردیش۔ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)

**سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی دینی و علمی وروحانی وراثت و تسلسل سے**
**خواص وعوام، بِالخُصوص، نئی نسل کو، واقف و رُوشناس کر کے**
**ان کے اندر، شعور و بے داری اور اِحساسِ ذِمَّہ داری پیدا کرنا**
**آج کے عُلما و مشائخ کرام کا نہایت اہم، فریضہ ہے۔**
**اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ:**
**وہ، اَسلاف شناسی کی ہر کوشش و کاوِش کو، قبول فرماتے ہوئے**
**اسے، سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے حق میں، نافع و مفید بنائے۔ آمین!**
بِجَاہِ حَبِیبِکَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِین عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالتَّسْلِیم۔

# عکسِ حیات وخدمات

**''قَیس'' سا، پھرکوئی، اُٹھا، نہ ''بَنِی عَامِر'' میں**
**فخر ہوتا ہے، گھرانے کا ،سَدَا ،ایک ہی شخص**

متحدہ ہندوستان کا خطۂ پنجاب، صدیوں تک، خطۂ ہند کا ''**بازُوے شمشیرزَن**'' رہا ہے اور، اِس گنجِ بخشِ بیش بَہا اور سرزمینِ فیض بخش و اقبال مند کی زَرخیزی ومَردُم خیزی بھی کشت زارِ حیات کی فصلِ بہار کے نمونے، پیش کرتی رہی ہے۔

اس کی خاک سے اُبھرنے والے شجاع وبہادر مَردانِ حُر، واَہلِ حَرب وضَرب اوراس کی آغوشِ شفقت آگیں وگہوارۂ فیض بار میں تعلیم وتربیت پانے والے جلیلُ القَدر عُلما ومشائخ اوراَربابِ فَضل وکمال نے، صرف، لاہورتادہلی نہیں، بلکہ، وسیع وعریض خِطۂ ہند پہ اپنی قوت وشجاعت، اپنی شوکت وعظمت، اپنے علم وفن اوراپنی روحانی برکات وحسنات کے روشن نقوش ثَبت کیے ہیں اور''**پنج آبِ رحمت**'' کے فیضان نے، بے شمار اَہلِ ہند کے شکست خوردہ حوصلوں کو، تاب وتَوانائی اوران کے پژمردہ دِلوں کو، سَیرابی وشادابی، عطا کی ہے۔

پنجاب کے پنج آب (خطۂ پنجاب کے **پانچ مشہوردریا**) کی رَوَانی وسَیرابی
اوراس کی حقیقت کیا؟ اور **دِجلہ ونیل وفُرات** کا فیضان اوران کا سَیلِ رَوَاں بھی کیا؟
جب کہ، روحِ مومن، مضطرب اورمتوجّہ ہو، اُس آبِ زمزم کی طرف، جس سے کروڑوں مسلمانانِ عالَم، صدیوں سے اپنی پیاس بجھا کرسکونِ قلب، حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔

**اورکوثر وتسنیم وسلسبیل سے بھی، اپنی پیاس بجھانے کی سَرمَدی سعادت**
**انہیں، رحمتِ الٰہی سے ضرور، میسَّر آئے گی۔اِنْ شاءَ اللّٰہ۔**
**زمزم وکوثر وتسنیم وسلسبیل کے مقدس ومتبرک آبِ رَواں کا ہرقطرہ**
**قلب وروحِ مومن کے لئے باعِثِ صد ہزار فَرحت وسُرور ہے۔**
**لیکن! پھربھی، آرزو ہے، تمنا ہے، تلاش ہے، جستجو ہے۔**

گو، اب، اس کے حصول کی، بظاہر کوئی امید نہیں۔ مگر، نگاہیں، مَحوِ نظارۂ جمال ہیں۔

**چشمِ تصور کے سامنے، وہ خوش نُما اور دل کش و روح پرور منظر ہے**

جب، ساقیِ کونَین سلطانِ دارَین، (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم) کے گرد، پیاسوں کا ہجوم ہے۔

**اور وہ، انہیں، سَیراب فرمارہے ہیں، ایسے پانی سے، جو، محض اِعجازِ نبوی ہے۔**

اور یہ ایمان افروز منظر، چشمِ فلک نے اس سے پہلے کبھی دیکھا

اور نہ، اس کے بعد کبھی، کوئی چشم و نگاہ، ایسا روح پرور منظر، دیکھ پائے گی۔ کیوں کہ

**یہ نصیبہ، محض اُن کا ہے جو، شرفِ صحابیت سے مشرَّف اور دربارِ رسالت کے حاضر باش ہیں۔**

**انہوں نے جس پانی سے اپنی پیاس بجھائی، وہ پانی، اب کس کے نصیب میں ہے؟**

اور جس دریائے کرم کا وہ پانی ہے، درحقیقت، وہی، اصل، سَحابِ کرم و پنجابِ رحمت

اور بحرِ اَلطاف وعنایاتِ کریمانہ ہے۔ **اور اسی کی، یہ تحسین وآفرین، زیبا ہے کہ:**

**اُنگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے، جھوم کر**

**ندّیاں، ''پنجابِ رحمت'' کی ہیں جاری، واہ واہ**

**''سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل**

**زمزم سے افضل، کوثر سے افضل، وہ مبارک پانی ہے کہ:**

**بارہا، براہِ اِعجاز، حضورِ اَنور، سیدِ اَطہر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم کی اَنگشتانِ مبارک سے، دریا کی طرح بہا۔ اور ہزاروں نے پانی پیا اور وضو کیا۔**

**عُلما، تصریح فرماتے ہیں کہ:**

**وہ پانی، زمزم وکوثر، سب سے افضل۔ مگر، اب، وہ، کہاں نصیب؟''**

(ص ۴۵۲۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم۔ جلدِ دوم، مطبوعہ پاک وہند)

پنجاب سے کچھ ملتی جلتی ہی تاریخ، شمالی ہند کے **خطۂ روہیل کھنڈ** کی بھی ہے

جو، آج کل، مغربی صوبۂ اُتَّر پردیش (انڈیا) کا اہم ترین حصہ ہے۔

**خطّۂ روہیل کھنڈ**، سَہسوان، بدایوں، آنوَلہ، بریلی، سنبھل، مرادآباد، پیلی بھیت، رام پور

اَمروہہ، نجیب آباد، بجنور، شاہجہاں پور، جیسے اَضلاع اور شہروں پر مشتمل ہے۔

**روہیل کھنڈ** کے جیالوں کا، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں، سب سے نمایاں کردار رہے۔

اِسی سرزمین کے انقلابی مجاہدوں کے سالارِ اعظم، جنرل بخت خاں اور خان بہادر خاں، روہیلہ

(نبیرۂ حافظ رحمت خاں، روہیلہ) کی شجاعت اور جنگی مہارت

تاریخِ انقلاب ِ۱۸۵۷ء کی وہ مسلّمہ حقیقت ہے، جس سے ہر مؤرخ، بخوبی، واقف ہے۔

اور، اس سے پہلے، حافظُ المُلک ، حافظ رحمت خاں، روہیلہ (والیِ روہیل کھنڈ) کی شجاعت وعِلم پروری، تاریخِ روہیل کھنڈ کا ایک، درخشاں باب ہے۔

**جس کی عظمت کا اِعتراف، ہر اِنصاف پسند مؤرِّخ کو ہے۔**

**خطّۂ روہیل کھنڈ کے عُلما و مشائخ اور اصحابِ فضل وکمال بھی**

**وہ ہیں، جن کے وجود پر، تاریخ ہند کو، ناز ہے۔ مثلاً:**

قاضی سعیدُ الدِّین عثمانی، بدایونی، قاضی شیخ حمیدُ الدِّین عثمانی، بدایونی، مفتی محمد درویش عثمانی بدایونی، مفتی عبدالغنی عثمانی، بدایونی، مولانا ابوالمُعَانی عثمانی، بدایونی، مفتی محمد شفیع عثمانی، بدایونی، مولانا محمد عطیف عثمانی، بدایونی، مولانا محمد سعید عثمانی، بدایونی، مولانا سید نور محمد، نقشبندی مجدِّدی، بدایونی علاّمہ محمد علی عثمانی، بدایونی، مولانا شاہ عبدالحمید، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی، مولانا شاہ عینُ الحق عبدالمجید عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی، مولانا حَسَن علی صدیقی، بدایونی، مولانا سناءُ الدِّین عثمانی بدایونی، مولانا نور احمد عثمانی، بدایونی، مولانا فضلِ رسول عثمانی، بدایونی، مولانا فیض احمد عثمانی، بدایونی مولانا عبدالسَّلام عباسی، بدایونی، مولانا قاضی شمس الاسلام عباسی، بدایونی، مولانا عبدالقادر عثمانی قادری برکاتی، بدایونی، مولانا سلامتُ اللہ، کشفیؔ، صدیقی، قادری برکاتی، بدایونی۔ وَغیـــرُهُــم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیۡھِمۡ اَجۡمَعِین۔

**اور، ان سب سے شہرۂ آفاق بابرکت وصاحبِ فضیلت وعظمت ذاتِ گرامی**

**سلطانُ المشائخ، محبوبِ اِلٰہی، خواجہ سید نظامُ الدِّین اولیا، چشتی، بدایونی ثُمَّ دہلوی**

(وصال ۱۷؍ربیع الآخر ۷۲۵ھ) **رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡهُ کی ہے۔**

**جن کے چشتی نظامی فیضان سے آج بھی، ہند و پاک اور بنگلہ دیش کا**

**ہر خطہ، سَیراب اور سرسبز و شاداب ہے۔**

محبوبِ اِلٰہی، حضرت خواجہ نِظامُ الدِّین اَولیا کے دادا، حضرت **سید علی بخاری**، اور نانا حضرت **سید عرب بخاری**، بعہدِ سلطان، **شمسُ الدِّین اَلتمش** (تختِ نشینی ۶۰۷ھ۔ وفات ۶۳۳ء) بدایوں آکر، سکونت پذیر ہوئے تھے۔

عہدِ غزنوی میں، **سالار مسعود غازی** (ولادت ۴۰۴ھ۔ شہادت ۴۲۴ھ۔ مدفون، بہرائچ شریف) کی فوج کے شُہدَا (در ۴۰۹ھ)

حضرت میر ان **مُلھِم شہید، بدایونی**

حضرت میر **ناصِرُ الدّین شہید، بدایونی**

اور عہدِ سلطان، شمسُ الدّین اَلتمش میں بدایوں کے پہلے قاضی، حضرت **سید احمد، بخاری بدایونی** (وصال شوال ۶۵۶ ھ۔محبوبِ اِلٰہی حضرت خواجہ نظامُ الدّین اَولیا، وصال ۷۲۵ ھ کے والدِ ماجد)

بدایوں کے دوسرے قاضی، **قاضی دانیال قطری** (خانوادۂ عثمانیہ، قادریہ، بدایوں کے مورثِ اعلیٰ) حضرت نظامُ الدّین اَولیا کے استاذِ محترم، حضرت **مولانا علاءالدّین اُصولی، بدایونی**

**اور چھٹی، ساتویں صدی ہجری کے مشہور اَولیاے بدایوں**

**حضرت شیخ بدرُ الدّین موئے تاب، بدایونی، حضرت شیخ شاہی، موئے تاب، بدایونی** اور حضرت **شیخ ابوبکر، موئے تاب، بدایونی**، وَغیرُھُم رِضْوَانُ اللہِ تَعالٰی عَلَیْھِم اَجْمَعِین

**ان سبھی حضرات کی پسندیدہ آرام گاہ بھی، یہی شہرِ بدایوں ہے۔**

امامُ الحکمۃِ والْکلام، **قائدِ جنگِ آزادی، علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی** کے جدِّ اَمجد

**قاضی ارشد، ہرگامی بھی، اَصْلاً، بدایوں کے ہی، رہنے والے ہیں۔**

تاریخی رِوایات کے مطابق، کسی خطۂ ایران سے خانوادۂ فاروقی کے دو بزرگ عُلما، **بہاءُالدّین فاروقی و شمسُ الدّین فاروقی**، فرزندانِ شیرُ الْملک فاروقی، وارِدِ ہندوستان، ہوئے تھے۔

شمسُ الدّین فاروقی، رُہتک، پنجاب کے مفتی، مقرّ رہوئے۔انھیں کی اولاد سے، سِراجُ الھِند **شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی**، خلفِ اکبر، حضرت شاہ ولی اللہ، فاروقی، محدِّث دہلوی ہیں۔

دوسرے بھائی، بہاءُالدّین فاروقی، بدایوں کے مفتی، مقرّ رہوئے۔ان کی اولاد سے **شیخ اَرزانی، فاروقی، بدایونی**، نامور بزرگ اور اعلیٰ درجہ کے مفتی ہوئے۔

شیخ ارزانی، فاروقی، بدایونی کے صاحب زادے، **شیخ عمادُ الدّین فاروقی، بدایونی**، تحصیلِ علم کی خاطر، ہرگام، اَوَدھ (ہرگام، موجودہ ضلع سیتاپور۔یوپی) پہنچے۔جہاں، آپ کی شادی بھی ہوگئی اور مستقل قیام بھی ہوگیا۔انھیں کی نَسل سے، **قاضی محمد ارشد، ہرگامی** ہوئے۔

جو، کسی وقت، ہرگام سے خیرآباد، اَوَدھ (خیرآباد، موجودہ ضلع سیتاپور) منتقل ہوگئے۔

یہی قاضی ارشد، ہرگامی، **علاّمہ فضلِ امام، فاروقی، خیرآبادی** کے والدِ محترم ہیں۔

**جن کے شہرۂ آفاق فرزند، امامُ الحکمۃِ والْکلام، قائدِ جنگِ آزادی**

**علاّمہ فضلِ حق، فاروقی، خیرآبادی** ہیں۔رِضْوَانُ اللہِ تَعَالیٰ عَلَیْھِم اَجْمَعِین۔

**خطّۂ ہُمایوں، شہرِ بدایوں کے، دو(۲) بَرکاتی مُریدین وخُلَفا کا واقعۂ بیعت**
**تاریخی حیثیت کا حامل اورنہایت سبق آموز وہدایت آمیز ہے۔**

ان میں سے ایک، حضرت **شاہ محمد رفعت، معروف بہ، بےفکر شاہ، بدایونی** ہیں۔
جو، حضرت مفتی عبد الغنی، عثمانی، بدایونی (وصال رمضان ۱۲۰۹ھ/اپریل ۱۷۹۵ء)
تلمیذِ علاّمہ محمد علی، عثمانی، بدایونی (وصال ربیعُ الآخر ۱۱۹۷ھ/مارچ ۱۷۸۳ء)
وخلیفۂ حضرت سَروراَقطاب، مولانا سید محمد سعید، جعفری، بدایونی (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۶۲ھ/اپریل ۱۷۵۰ء) کے خادمِ خاص تھے۔

اِس بزرگ شخصیت، حضرت میاں، بےفکر شاہ، بدایونی کا واقعۂ بیعت واِجازت
مولانا طفیل احمد، متولّی، صدیقی، قادری برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۹۴۴ء)
جن کے پَر دادا، حضرت شیخ عبدالصَّمَد، متولّی، صدیقی، قادری، برکاتی، بدایونی
حضرت ابوالفضل، **سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری، برکاتی، مارہروی**
(وصال ربیعُ الاوّل ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) کے مُریدوخلیفہ
اور، یہ خود بھی، حضرت نورُ العَارِفین، **سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی**
(وصال ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) **سے نسبتِ بیعت واِرادت کے ساتھ**
**غایت درجہ، عقیدت ونیازمندی سے سرشار تھے۔**

یہی مولانا طفیل احمد، بدایونی (متوفی ۱۹۴۴ء) اپنی کتاب ''**بَرکاتِ مارہرہ**''
(مطبوعہ، مطبع نولکشور، لکھنؤ۔۱۹۱۳ء) میں لکھتے ہیں کہ:

''**اَوَائل میں**، یہ صاحب، مفتی عبدالغنی صاحب کے خدمت گار تھے۔
ایک مرتبہ، انھیں کے ساتھ، مارہرہ گئے اور حاضرِ حضور ہوئے۔
اُس وقت، اُن کوخیال، پیدا ہوا کہ:
**میں بھی**، حضرت اچھے میاں صاحب، قُدِّسَ سِرُّہٗ کا، مُرید ہوجاتا تو، نہایت، مناسب ہوتا۔''
حضرت، قُدِّسَ سِرُّہٗ، ان کے اِس خیال پر، بذریعہ کشف کے، مُطَّلع ہوگئے۔
اور حکم دیا کہ، **''اِدھر آؤ۔ مَیں، تم کو، مُرید کروں گا۔''**
انھوں نے، عرض کیا کہ: **حضور!**

مَیں، مفتی جی کی جوتیاں اُٹھانے والا، مَیں، کیا مُرید ہوؤں گا؟''
فرمایا کہ: آج سے مفتی جی، تمھاری جوتیاں، اُٹھایا کریں گے۔''
یہ فرما کر حضرت نے ان کو، داخلِ سلسلۂ قادریہ کیا اور اُسی وقت، اپنا خرقۂ مبارک پہنا کر کلاہ شریف بھی سر پر رکھ دی اور فرمایا کہ: ہم نے تم کو، اپنا خلیفہ بھی کیا۔''
اُس دن سے، یہ حالت ہوئی کہ:
شاہ صاحب، قُدِّسَ سِرُّہٗ، رات کو سوتے تھے۔
اور مفتی جی، رات رات بھر، ان کی جوتیاں لیے، کھڑے رہتے تھے۔
اور اکثر کہا کرتے تھے کہ:
جو مَزہ، مجھے، اِس کفش برداری میں ملتا ہے، وہ، کسی بات میں نہیں ملتا۔''
پھر تو، شاہ بے فکر صاحب کے، وہ مَراتب ہوئے کہ، بیان سے باہر ہے۔
ایک مرتبہ، درگاہِ حضرت سلطانُ العارفین، شیخ شاہی، بدایونی قُدِّسَ سِرُّہٗ میں چشمِ سر سے، زیارت، حضرت نبیِ کریم، صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ سَلَّم کی بھی، کی تھی۔''

(ص ۸۴ و ۸۵۔ ''برکاتِ مارہرہ''۔ مؤلّفہ مولانا طفیل احمد، متولّی صدیقی، بدایونی۔ طبعِ جدید، تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول، مطبع نولکشور، لکھنؤ ۱۹۱۳ء)

یہی واقعہ، خلیفۂ شمسِ مارہرہ، مولانا محمد افضل، صدیقی، قادری برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۲۵۹ھ) تلمیذ مولانا عبد الغنی، عثمانی، بدایونی نے اپنی کتاب ''ھِدَایَۃُ الْمَخْلُوق'' (۱۲۲۷ھ) میں اِس طرح، تحریر فرمایا ہے کہ:
''راویِ ثقہ کا بیان ہے۔ قابلِ اطمینان ہے کہ:
۱۲۰۴ھ میں، چودھویں محرم کو، ہمراہ، مفتی ابو الحسن صاحب (عثمانی، بدایونی) جناب فیض مآب، شاہ محمد رفعت، بے فکر شاہ، حاضرِ حضور ہوئے۔ اس روز، بہت، مُرید ہوئے۔
ان کے دل میں خواہشِ مُریدی، پیدا ہوئی اور چاہا کہ:
مفتی صاحب سے اپنی خواہش، ظاہر کریں۔ پھر، سوچا کہ:
مَیں، ایک ادنیٰ ملازم، مفتی صاحب کا، ہوں۔
میری، کیا مُریدی ہے؟ نذر کو، روپیہ، پاس نہیں ہے۔
یہ سوچ کر، دِلی خواہش، اپنے دل میں رکھی۔

تھوڑی دیر کے بعد، حضور، درگاہ میں تشریف لائے۔

یہ، دروازۂ درگاہ پر کھڑے تھے۔ انھوں نے سلام کیا اور قدم، چومے۔

حضور نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اندر درگاہ کے، لے گئے۔

اور حضرت فَرجدِ اَعلیٰ کے سرہانے کھڑا کر کر، فرمایا: رفعت! ہم، تم کو، مرید کریں گے۔"

انھوں نے عرض کیا: حضور! میں، مفتی صاحب کا جوتا اُٹھاتا ہوں۔ میں، کیا مرید ہوں گا؟

فرمایا: اب، مفتی صاحب، تمھارا جوتا، اُٹھائیں گے۔"

پھر، ان سے فرمایا: وضو کر آؤ۔

یہ، حسبُ الحکم، وضو کر کر، حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ سامنے، بتاشے، رکھے ہوئے ہیں۔

حضور نے خود، دوگانہ پڑھا کر اور فاتحہ کر کر، سرِ بالِین (سرہانے) حضرت فَرجدِ اَعلیٰ

ان کو، داخلِ سلسلۂ عالیہ قادریہ فرمایا اور اپنا تاج، سر پر رکھ کر فرمایا:

ہم نے تم کو، خلافت بھی دی۔ اب، تم، اِسی طرح، اَوروں کو، مرید کرو۔"

انھوں نے، پھر، وہی عرض کیا: مفتی صاحب کا، نَعلین بردار ہوں۔ میرا کون، مرید ہوگا؟

حضور نے، پھر، وہی فرمایا کہ: اب، مفتی صاحب، تمھارے نَعلین بردار ہوں گے۔"

اور حضور نے فرمایا کہ: اب، ہم نے، تمھارا نام، "شاہ بےفکر" رکھا۔

ابھی، بیرونِ درگاہ، کسی کو علم نہیں کہ:

شاہ صاحب، مرید اور خلیفہ ہوگئے اور نعمت سے مالامال ہو کر، مالامال کر دیا۔

جس وقت، شاہ صاحب، تاج بر سر، مقبرے سے باہر آئے۔

اول، مفتی ابوالحسن ہی، قدم پر گر پڑے۔

اور نَعلین، ان کی، اپنے دامن سے صاف کر کر، سامنے رکھی۔

اب، بڑے بڑے لوگ، شاہ صاحب کی تعظیم کرنے لگے۔

پھر، شاہ صاحب، بدایوں آئے اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔

جب تک، بعد نمازِ صبح، شاہ صاحب، وظیفہ پڑھتے تھے

مفتی ابوالحسن، ان کا جوتا، گود میں لیے بیٹھے رہتے تھے۔ چوں کہ، حضرت نے فرمایا تھا کہ:

اب، مفتی صاحب، تمھارا جوتا، اٹھائیں گے۔

سو، مفتی صاحب نے، ان کا جوتا اُٹھایا اور اس جوتے کی بدولت، بہت کچھ، مرتبہ پایا۔''

(ص ۷۸۔ **تَنبِیۃُ الْمَخْلُوق** ۔مؤلَّفہ مولانا مجاہدُ الدِّین، ذاکر بدایونی (متوفی صفر ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء)

مُرید وخلیفۂ حضرت خاتمُ الاکابر، مارہروی۔ مطبوعہ تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ محرمُ الحرام ۱۴۳۵ھ/نومبر ۲۰۱۴ء)

**دوسرا ہدایت آمیز و ایمان افروز واقعۂ بیعت و اِجازت**

**عظیم و قدیم خانوادۂ عثمانیہ، بدایوں کے صاحبِ علم و عرفان بزرگ**

حضرت **مولانا شاہ عینُ الحق عبدالمجید، عثمانی، بدایونی** کا ہے، جو، ایک عرصہ سے **کسی ایسے پیرو مُرشِد کی تلاش میں تھے، جن پر، ان کا دل، اچھی طرح، جَم سکے۔**

مولانا طفیل احمد، متولّی، صدیقی، بدایونی (متوفی ۱۹۴۴ء) اپنی مذکورہ کتاب **''برکاتِ مارہرہ''** (طبعِ اول، مطبع نولکشور، لکھنؤ ۱۹۱۳ء) میں، لکھتے ہیں کہ:

''کسی نے، **حضرت اچھے میاں صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ** کا نام، بتادیا۔''

مولوی صاحب، مارہرہ پہنچے اور کچھ دنوں تک، حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں حاضر، رہے۔ لیکن، آخر کار، وہاں بھی، وہی مضمون پایا اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ:

**یہ سب، کمانے کھانے کے ڈھکوسلے ہیں۔ بندہ، ایسی فقیری کا، قائل نہیں۔''**

بِالآخِر، وہاں سے اپنے وطن، بدایوں کو، روانہ ہوئے۔

قریب بدایوں، متصل آستانۂ حضرت سلطانُ العَارِفین، شیخ شاہی حَسَن، رَسَن تاب قُدِّسَ سِرُّہٗ، پہنچ کر، انھوں نے دیکھا کہ:

حضرت غوثُ الاعظم و شیخ شاہی قُدِّسَ سِرُّھُمَا تشریف لائے اور مولوی صاحب سے فرمایا کہ:

**''عبدالمجید! ساری دنیا میں، چراغ لے کر، ڈھونڈھو گے**

**تب بھی، سید آلِ احمد سے اچھا پیر نہ ملے گا۔ ابھی، واپس جاؤ اور سید آلِ احمد کے، مُرید ہو۔''**

**اب، مولوی صاحب، وہیں سے، اُلٹے پاؤں، مارہرہ کو گئے۔**

**اور شرفِ قدم بوسی، حاصل کرنے کے بعد، خواہش، بیعت کی، کی۔**

**حضرت نے فرمایا:**

**میاں! تم، مولوی ہو۔ مُرید ہو کر، کیا کرو گے؟ یہ تو، کمانے کھانے کے ڈھکوسلے ہیں۔''**

**مولوی صاحب، قدموں پر گر پڑے، اور اپنے قصور کی معافی، چاہی۔**

حضرت نے، اُسی وقت، مولوی صاحب کو، داخلِ سلسلۂ قادریہ، فرمایا۔
اور مثالِ خلافت اور خرقۂ خلافت سے بھی، سرفراز کیا اور فرمایا کہ:
''تم، راستے میں تھے کہ، حضرت پیر دستگیر، تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ:
مولوی عبد المجید، آتے ہیں۔ تم، اُن کو مُرید کرو، اور مثالِ خلافت دو۔''
اس واقعہ کو، خود، حضرت اچھے صاحب نے اپنی کتاب ''آئینِ احمدی'' میں لکھا ہے کہ:
''مولوی عبد المجید پر، حضرت غوثُ الثقلین و حضرت شیخ شاہی، بدایونی کی نظرِ خاص ہے۔
جو اَسرارِ خاندانی، ہمارے سلسلے کے، ایسے ہیں کہ:
کبھی، کسی مخصوص سے مخصوص مُرید اور خلیفہ کو بھی
سِوَائے فرزندانِ امین کے، تعلیم نہیں دیے گئے، اُن کی نسبت بھی
حضرت غوثِ پاک کا ارشاد ہوا کہ:
''وہ، سب کے سب، مولوی عبد المجید کو، تعلیم کرو۔''
اور، وہ سب کے سب، میں نے، مولوی عبد المجید کو، تعلیم کر دیے۔''
ایک مرتبہ، حضرت مولانا موصوف (شاہ عینُ الحق عبد المجید) کا ذکر کرتے ہوئے
حضرت اچھے میاں صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:
حضرت، نظامُ الدِّین اَولیا محبوبِ اِلٰہی، بدایونی، دہلوی نے فرمایا تھا کہ:
اگر، قیامت کے دن، مجھ سے پوچھا گیا کہ:
نظامُ الدِّین! میرے لئے، دنیا سے کیا لائے ہو؟
تو، مَیں، نصیرُ الدِّین، چراغ دہلی کو، خدا کے حضور میں، پیش کر دوں گا کہ:
اے خدا! تیرے لئے، یہ تحفہ لایا ہوں۔''
اِس قدر، ارشاد کرنے کے بعد، حضرت اچھے صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا کہ:
''اگر، اِسی طرح، آلِ احمد سے بھی، سوال ہوا
تو، آلِ احمد، مولوی عبد المجید، بدایونی کو، خدا کی جناب میں، پیش کر دے گا۔''
(ص ۸۲۔ ''برکاتِ مارہرہ'' مؤلَّفہ مولانا طفیل احمد، صدیقی، بدایونی۔ طبع بدایوں۔ ۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول لکھنؤ ۱۹۱۳ء)
مذکورہ حضرات کے علاوہ، اِس سرزمینِ روہیل کھنڈ کی مشاہیر شخصیات میں، یہ حضرات، نمایاں ہیں:

شاہ جمالُ اللہ قادری، رام پوری، شاہ درگاہی، بغدادی، رام پوری، مفتی ابوالحسن عثمانی بدایونی، بریلوی، مولانا محمد اَحسَن، بدایونی، بریلوی، مولانا محمد حَسَن، بدایونی، بریلوی، مفتی محمد عوض عثمانی، بدایونی، بریلوی، مولانا سلطان حَسَن، بریلوی، مفتی سعدُ اللہ، رام پوری، شاہ ابوسعید، مجدِّ دی رام پوری، شاہ احمد سعید، مجدِّ دی، رام پوری، شاہ رَءُوف احمد، مجدِّ دی، رام پوری، مولانا شرفُ الدِّین رام پوری، شاہ وَاصِل پہلوان شہید، بریلوی، مفتی رضا علی، بریلوی، مولانا ہدایت علی، بریلوی، مولانا ہدایتُ اللہ، رام پوری، مولانا عبدالعلی، ریاضی داں، رام پوری، مفتی اِرشاد حسین، مجدِّ دی، رام پوری مولانا ہدایت رسول، قادری برکاتی، رام پوری، مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی مولانا سلامتُ اللہ مجدِّ دی، رام پوری، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی مولانا فضلِ حق، رام پوری (متولد ۱۸۶۱ء۔ متوفی ۱۹۴۰ء) وَغیرھُم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْھِم اَجْمَعِین۔

شجاعت وحکومت کے میدان میں، نواب نجیبُ الدَّولہ، حافظ رحمت خاں، نواب علی محمد خاں خان بہادر خاں، وغیرھُم کی، تگ وتاز، خطۂ روہیل کھنڈ کی، تاریخِ حَرب وضَرب کا، درخشاں باب ہے۔

**ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کا شجرۂ نسب، یہ ہے:**

مولانا احمد رضا، بریلوی، بن مولانا نقی علی، بریلوی، بن مولانا رضا علی، بریلوی، بن حافظ محمد کاظم علی، بریلوی، بن محمد اعظم خاں، بریلوی، بن سعادت یار خاں، بن سعیدُ اللہ خاں، قندھاری۔

**جَدِّ اَعلیٰ، سعیدُاللہ خاں، قندھار، خطۂ رُوہ کے قبیلۂ بڑھیچ کے ایک نامور فرزند تھے۔**

**خطۂ رُوہ کے حُدُودِ اَربعہ، کشمیر، ہَرات، کاشغر، بھکّر وبلوچستان سے ملتے ہیں۔**

**جو، قندھار، کابل، پشاور، خیبر، باجوڑ، حَسَن اَبدال اورکوہِ سلیمان وغیرہ پر مشتمل ہے۔**

**سعادت یار خاں اورآپ کے والد، شجاعت جنگ، سعیدُ اللہ خاں، قندھاری صاحبِ شمشیر وسناں تھے۔**

سعیدُ اللہ خاں، منصبِ **''شش ہزاری''** پر فائز تھے اور لاہور کا **''شیش محل''** انھیں کے زیرِ استعمال تھا۔ یہ سعیدُ اللہ خاں، مغل دَورِ حکومت میں لاہور آئے تھے۔

سعادت یار خاں کو، مغل عہدِ حکومت میں، تسخیرِ روہیل کھنڈ (سابق نام، کٹھیر) کی مُہم سونپی گئی تھی۔ آپ نے نہایت دوراندیشی وحکمتِ عملی وتدبیرِ حَرب کے ساتھ

تسخیرِ روہیل کھنڈ کی کمان سنبھالی اور اپنی جواں مردی و بہادری سے ہر معرکہ، سَر کرتے

ہوئے اِس پورے خطے میں اپنی فتح وظفر مندی کا پرچم، لہرادیا۔

جس کے انعام میں، بدایوں کے کچھ مواضعات، بطورِ جاگیر دیے جانے اور بریلی کا صوبہ دار مقرر کیے جانے کا، شاہی فرمان، صادر ہوا۔ لیکن، وہ فرمان، آپ کے پاس، ایسے وقت میں پہنچا جب کہ، آپ، مرضِ وصال میں مبتلا ہو چکے تھے۔

**آپ کے تینوں صاحبزادگان (۱) اعظم خاں (۲) معظّم خاں (۳) مکرّم خاں کو، مناصبِ جلیلہ، عطا ہوئے۔**

**محمد اعظم خاں بن سعادت یار خاں** نے، بریلی میں ہی مستقل سکونت، اِختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ کا مزاج، چوں کہ، مذہبی تھا، اِس لئے منصب ومرتبۂ شاہی سے، تَرکِ تعلق کر کے **عبادت وریاضت اور زُہد واِتّقا کی زندگی، اِختیار کرلی۔**

بریلی میں ہی، آپ کا اِنتقال ہوا۔ وہیں، آپ کی تدفین بھی ہوئی۔

**حافظ محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں** کو، آٹھ گاؤں جاگیر کے، مغل شاہی دربار سے دَوامی لاخراجی، معافی، عطا ہوئے اور شہرِ بدایوں کے تحصیل دار، مقرّر رہوئے۔

یہ عہدہ، آج کل کی کلکٹری کے برابر تھا۔

دوسو (۲۰۰) سواروں کی بٹالین، ہمیشہ، آپ کی خدمت پر، مامور، رہا کرتی تھی۔

آپ کی زندگی اور عادات واَطوار میں بھی، تدیُّن وتقویٰ کا رنگ، غالب تھا۔

جس کا اثر یہ ہوا کہ، خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ کی بزرگ اور متبحر شخصیت، عارفِ حق، حضرت **مولانا شاہ انوارُالحق، قادری، رزّاقی، فرنگی محلی،** تلمیذِ بحرالعلوم، **مولانا عبدالعلی محمد، فرنگی محلی، لکھنوی سے، نسبتِ بیعت واِرادت، قائم کر کے، ان کے دامنِ کرم سے، وابستہ ہو گئے۔**

**اور سلسلۂ عالیہ قادریہ، رزّاقیہ کی اِجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔**

خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ کا سلسلہ ''**قادریہ، رزّاقیہ**'' ہے۔ رزّاقی سلسلے کی نسبت، بانسہ شریف اَوَدھ (موجودہ ضلع بارہ بنکی، اتر پردیش) کے ایک ''**اُمّی صفت عالم وعارف باللہ**''، حضرت سید شاہ **عبدالرَّزّاق، قادری، بانسوی** (وصال، ماہِ شوال ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۴ء) کی طرف ہے۔

**استاذُ الہند، بانیِ درسِ نظامی، مُلّا نظامُ الدّین محمد، سہالوی، فرنگی محلی، لکھنوی** (متوفی ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) **حضرت سید شاہ عبدالرَّزاق، قادری، بانسوی کے مُرید وخلیفہ ہیں۔**

حضرت **مولانا مفتی، رضا علی، بریلوی** (ولادت ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء۔ وصال ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء)
بن حافظ محمد کاظم علی، بریلوی، روہیل کھنڈ کے معروف عالم و فاضل اور فقیہ و مفتی تھے۔
ٹونک (راج پوتانہ۔ موجودہ صوبہ راجستھان) میں، مولانا رضا علی، بریلوی نے مولانا قاضی خلیلُ الرحمٰن، رام پوری سے تعلیم، حاصل کی۔ جن کے والد ماجد، مولانا عرفان بن عمران، رام پوری بھی مشہور عالمِ دین اور مندرجہ ذیل، دو مشاہیر عُلما کے شاگرد تھے:

(۱) بحرُ العلوم، **مولانا عبد العلی محمد، فرنگی محلی**، لکھنوی (متوفی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء)

(۲) **مفتی شرفُ الدّین، رام پوری** (متوفی، شعبان ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء)

استاذِ شاہ ابو سعید، مجدّ دی، رام پوری (متوفی، شوال ۱۲۵۰/۱۸۳۵ء)

و شاہ احمد سعید، مجدّ دی، دہلوی، مہاجرِ مدنی (متوفی، ربیعُ الاوّل ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء)۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے ایام میں، بریلی کے اندر، مولانا رضا علی خاں، بریلوی نے انقلابیوں کی سرپرستی اور رَہنمائی کی۔ اور برطانوی سامراج کے خلاف، برسرِ پیکار رہے۔

مولانا محمد عبد الشکور، مچھلی شہری (متوفی ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء) تلمیذِ مولانا رشیدُ الدّین خاں دہلوی (متوفی ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۸ء) و شاہ عبد العزیز، محدِّث دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے عالم و فاضل اور مؤرخ صاحبزادے

**مولانا رحمٰن علی** (متوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

تلمیذِ مولانا سلامتُ اللہ، قادری، برکاتی، کشفی، بدایونی (متوفی ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء)

و خلیفۂ مولانا شاہ، محمد حُسین، چشتی، الٰہ آبادی (متوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء)

اپنی معروف سوانحی کتاب **"تذکرۂ عُلماے ہند"** (فارسی) میں لکھتے ہیں:

"مولوی رضا علی خاں بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بریلی (**روہیل کھنڈ) کے مشہور عالم اور بھڑیچ پٹھان تھے۔**

ان کے بزرگ، سلاطینِ دہلی کے یہاں **"شش ہزاری"** وغیرہ، مناصبِ جلیلہ پر، ممتاز تھے۔

۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی خلیلُ الرحمٰن مرحوم سے ٹونک میں علومِ درسیہ کی تحصیل کی۔ اور تئیس (۲۳) سال کی عمر میں، علومِ مروّجہ سے فراغت، حاصل کر لی۔

اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔ خصوصاً، علمِ فِقہ میں، بڑی مہارت تھی۔

**ان کا وعظ، تاثیر میں مشہور رہے۔**

**مختصر، یہ کہ سلام وکلام میں ابتدا کرتے تھے۔**
**زُہد، قناعت، حِلم، تواضع، اور تجرید، ان کی خصوصیات ہیں۔**
۲/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/ ٦٦۔۱۸٦۵ء میں، انتقال ہوا۔
**بھڑیچ، پٹھانوں کا ایک قبیلہ ہے، جس کو، روہیلہ بھی کہتے ہیں۔''**

(ص ۱۹۳۔ **تذکرۂ علماے ہند**۔ مؤلّفہ رحمٰن علی۔ اردو ترجمہ، از پروفیسر محمد ایوب قادری۔
مطبوعہ ''پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی''۔ کراچی۔ ۱۹٦۱ء)

امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خَلفِ اکبر، حجۃ الاسلام، مولانا شاہ محمد حامد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳٦۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کے حوالے سے

حضرت مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی (وصال ۱۹/ جمادیٰ الآخرہ ۱۳۸۲ھ/ ۱۸/ نومبر ۱۹٦۲ء) تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت (مولانا رضا علی، بریلوی) کا گذر، ایک روز، کوچہ سیتارام (بریلی) کی طرف سے ہوا۔ ہُنود کے تیوہار ''ہُولی'' کا زمانہ تھا۔
ایک ہندونی، بازاری طوائف نے اپنے بالاخانہ سے حضرت پر، رَنگ چھوڑ دیا۔
یہ کیفیت، شارعِ عام پر، ایک جوشیلے مسلمان نے دیکھتے ہی، بالا خانہ پر جا کر تشدُّد کرنا چاہا۔
**مگر، حضرت نے اسے روکا اور فرمایا:**
''بھائی! کیوں، اِس پر، تشدُّد کرتے ہو؟ اس نے مجھ پر، رَنگ ڈالا ہے، خدا، اسے، رَنگ دے گا۔''
**یہ فرمانا تھا کہ، وہ طوائف، بے تابانہ آ کر، قدموں پر گر پڑی۔**
**معافی مانگی اور اُسی وقت، مشرّف، بہ اسلام ہوئی۔**
**حضرت نے وہیں، اُس نوجوان کے ساتھ، اُس کا عَقد، کر دیا۔''**

(ص ۸۵۔ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**''، حصہ اول۔ مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی۔
مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی۔ طبعِ اول، بہ ترتیبِ جدید، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء)

ایک اور واقعہ، مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری رضوی، عظیم آبادی، تلمیذ وخلیفۂ امام احمد رضا قادری برکاتی، بریلوی، اِس طرح، بیان کرتے ہیں کہ:

''فتنۂ ۱۸۵۷ء کے بعد، جب، انگریزوں کا تسلُّط ہوا
اور انھوں نے شدید مظالم کیے تو، لوگ، ڈر کے مارے، پریشان پھرتے تھے۔

بڑے لوگ، اپنے اپنے مکانات، چھوڑ کر، گاؤں وغیرہ، چلے گئے۔
لیکن! حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب، **رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ**
محلّہ ذخیرہ (بریلی) اپنے مکان میں، برابر تشریف رکھتے
اور پنج وقتہ نمازیں، مسجد میں جماعت کے ساتھ، ادا کیا کرتے تھے۔
ایک دن، حضرت، مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ، ادھر سے گوروں (انگریزوں) کا گذر ہوا۔
خیال ہوا کہ، شاید، مسجد میں کوئی شخص ہو تو، اس کو پکڑ کر پیٹیں۔
مسجد میں گُھسے، اِدھر اُدھر گھوم آئے۔ بولے کہ: **مسجد میں کوئی نہیں ہے۔**
حالاں کہ حضرت، مسجد ہی میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا کہ
حضرت کو، دیکھنے سے معذور، رَہے۔'' (ص ۸۷۔ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**''، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)
''**خُطبہ ٔ عِلمی**''، جو، متحدہ ہندوستان کی بے شمار مساجد میں نمازِ جمعہ سے پہلے، ائمّہ ٔ مساجد
پڑھا کرتے تھے اور اب بھی بعض مساجد میں، یہ خطبہ، رائج ہے، اس کے بارے میں لکھتے ہیں:
**''علاّمہ محمد حَسَن صاحب علمی، جن کا خطبہ، ہندوستان میں ہر جگہ، پھیلا ہوا ہے۔**
**شہر تو شہر، دیہات تک، مساجد میں، وہی خطبہ پڑھا جاتا ہے۔**
**وہ، حضرت (مولانا رضا علی، بریلوی) ہی کے شاگرد و مُرید تھے۔**
**اور یہ خطبہ، ان کی نظر سے گذرا ہوا ہے۔**
**اور آج تک جو ''خُطبہ ٔ علمی'' چھپتا ہے، اُس کے اَخیر میں**
مصنّف (**مؤلّفِ خطبہ ٔ علمی** مولانا محمد حَسَن علمی) کی، یہ عبارت، ضرور ہوتی ہے:
''اِس مؤلّفِ عاصی، محمد حَسَن علمی کو، امیدواری، جنابِ بارِی **عَزَّ اِسمُہٗ** سے، یہ ہے کہ:
اپنے فضلِ عمیم اور طفیل رسولِ کریم، ملقّب، بہ **اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیمٍ** کے
ہم سب مومنین کو، بہ عَفوِ جرائم وعصیان اور فیضانِ توفیق و احسان کے، عزت بخشے۔
اور ہمارے مُرشد ومولیٰ، عالمِ علمِ رَبّانی، مقبولِ بارگاہِ سُبحانی، مَخزنِ اَسرارِ معقول ومنقول
کاشفِ اَستارِ فروع واُصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالمِ باعمل، فاضلِ بے بدل، منبعُ الاَ خلاف
منہلُ الاشفاق، **مصدرِ احسان، مظہرِ اِمتنان، مولانا ومخدومنا**
**لَوذَعیِّ زمان، مولوی رضا علی خان**، کو، بیچ، دونوں جہان کے، رحمتِ خاصہ میں اپنے رکھ کر

اَقصیٰ مَراتبِ قبولیت کو پہنچائے۔ آمِین یَارَبَّ الْعَالَمِین۔

(ص ۸۷ و ص ۸۸۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت''، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

**مولانا مفتی، رضا علی، بریلوی کو، نسبتِ بیعت واِرادت**

سراجُ الھِند، شاہ عبد العزیز، محدِّث دہلوی (وصال، شوال ۱۲۳۹ھ/جون ۱۸۲۴ء) وحضرت مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی لکھنوی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۲ء) کے تلمیذِ رشید اُوَیسِ زمان، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ۔ وصال ربیعُ الاوّل ۱۳۱۳ھ/ستمبر ۱۸۹۵ء)) خلیفۂ حضرت شاہ محمد آفاق، نقشبندی مجدِّدی، دہلوی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء) سے، حاصل ہوئی۔ اِس طرح، آپ، **''نقشبندی، مجدِّدی''** سلسلے سے، وابستہ ہیں۔

امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے جَدِّ اَمجد، مولانا رضا علی، بریلوی کا وصال ۲/جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء کو، بریلی میں ہوا۔

اپنے جَدِّ اَمجد کے سالِ وصال کا، آپ نے اِس آیتِ کریمہ سے اِستخراج کیا ہے:

اَلَااِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ ۱۲۸۲ھ۔

رَئیسُ الْمُتَکَلِّمِین، **مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی** (ولادت ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء۔ وصال ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) بن مولانا رضا علی، بریلوی (وصال ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) بھی جیِّد عالمِ دین تھے۔ اپنے والد ماجد، مولانا رضا علی، بریلوی سے اِکتسابِ علوم وفنون کیا تھا۔

**مولانا نقی علی، بریلوی** کے، یہ تین صاحبزادگان ہیں:

(۱) مولانا احمد رضا، بریلوی (۲) مولانا حَسَن رضا، بریلوی (۳) مولانا محمد رضا، بریلوی۔

**محبِّ رسول، تاج الفحول، مولانا عبد القادر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کے مشورہ اور نشان دِہی کے مطابق**

حضرت مولانا نقی علی، بریلوی و امام احمد رضا، بریلوی اور مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (وصال ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء۔ مدفون بریلی) **آپ کے ساتھ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں، مارہرہ مطہَّرہ، حاضر ہوئے۔**

امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی، اِس سلسلے میں اپنے جَدِّ اَمجد، حضرت مولانا رضا علی بریلوی کی، بہ حالتِ خواب، زیارت اور بشارت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

**''مَیں، روتا ہوا، دوپہر میں سوگیا۔ دیکھا کہ:**

**حضرت جدِّ اَمجد، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂُ تشریف لائے اور ایک صندوقچی، عطا فرمائی اور فرمایا:**
**''عنقریب، آنے والا ہے وہ شخص، جو، تمھارے دردِ دل کی دوا کرے گا۔''**
**دوسرے، یا تیسرے روز، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ، مارہرہ شریف، تشریف لے گئے۔ وہاں، جا کر، شرفِ بیعت، حاصل کیا۔''**

(ص ۶۳۔ **اَلملفوظ**، حصہ سوم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی)

تاجُ الفُحول، مولانا عبد القادر، بدایونی کے علم و فضل کے، امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ **بے حد، مَدّاح ہونے کے ساتھ، آپ کا، غایت درجہ، اِحترام کیا کرتے تھے۔**

**اپنے ایک فتویٰ میں آپ، لکھتے ہیں:**

وَ ذَکَرَ هٰهُنَا الْمَوْلٰی الْفَاضِلُ زِیْنَۃُ عَصْرِنا مُحِبُّ الرَّسولِ عبدُ الْقَادر اَلْقَادِری فِی رِسالَتِہٖ **''اَلْمُنَاصَحَۃُ فِی تَحقِیقِ الْمُصَافَحَۃِ''**
تَحْقیقاً جَمِیْلاً یَتّضِحُ بِہٖ الصَّوَابُ وَ تَوْفِیْقاً اَنِیقاً یَنْدَفِعُ بِہٖ الْاِضْطِرَابُ۔

(ص ۳۱۵۔ فتاویٰ رضویہ، مترجم۔ جلد ۲۲۔ مطبوعہ پاک و ہند)

کہاں اور کس شیخِ طریقت و مَردِ کامل سے، نسبت بیعت و ارادت، قائم کرنی چاہیے؟
حضرت مولانا نقی علی، بریلوی بھی، یہ مشورہ، حضرت مولانا عبد القادر عثمانی، بدایونی سے کر چکے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل تحریر میں، صراحت کے ساتھ، اِس کا ذکر ہے:
''حضرت سید شاہ اسمٰعیل حَسَن میاں صاحب (مارہروی) کا بیان ہے کہ:
حضرت تاجُ الفُحول، محبِّ رسول، مولانا شاہ عبد القادر صاحب، بدایونی، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فقیر سے بیان کیا کہ:

**مولانا نقی علی صاحب، والدِ ماجدِ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی بیعت کے ارادے کا اِظہار فرمایا۔**

اِس سے پہلے، مولانا احمد رضا خاں صاحب، بہ خیالِ بیعت، مولانا فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے پاس، جا چکے تھے اور وہاں سے بغیر بیعت، واپس آ چکے تھے۔

**مولانا بدایونی نے مولانا نقی علی خاں صاحب کو، یہ جواب دیا کہ:**

**آپ، اَمرِ بیعت میں مجھ پر، اِعتماد، رکھتے ہیں**

**تو، جس جگہ، مناسب سمجھ کر، آپ کو بیعت کرادوں، وہاں، منظور کر لیجیے۔"**

**مولانا (نقی علی) بریلوی کی طرف سے، اس پر، رضامند ہونے کے بعد**

**مولانا (عبد القادر) بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب، مولانا احمد رضا صاحب اور مرزا غلام قادر بیگ کو ہمراہ لے کر، مارہرہ شریف، تشریف لائے۔" الخ۔**

(ص ۶۹۸۔ "**حیاتِ اعلیٰ حضرت**"، مکمل۔ مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری رضوی، عظیم آبادی۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

حضرت خاتمُ الاکابر نے پہلے، مولانا نقی علی خاں صاحب، پھر، مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر، مرزا غلام قادر بیگ صاحب کو، داخلِ سلسلۂ عالیہ قادریہ، برکاتیہ جدیدہ، فرمایا۔" الخ۔

(ص ۶۹۹۔ "**حیاتِ اعلیٰ حضرت**"، مکمل۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور)

**خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ**، مارہرہ مطہرہ، نہایت عظیم وقدیم، قادری خانقاہ ہے۔

**جس کے سجادگان وشہزادگان، نجیبُ الطَّرفین ساداتِ کرام ہیں۔**

اوران کے آبا واَجداد "**بلگرام شریف**" خطۂ اَوَدھ (موجودہ ضلع ہردوئی۔ صوبہ اترپردیش) سے، بَاشارہ وتائیدِ غیبی، نَقلِ مکانی کرکے "**مارہرہ مطہّرہ**" (موجودہ ضلع ایٹہ۔ صوبہ یوپی) میں **مستقل، قیام پذیر ہوئے۔**

اِس پہلے سفرِ مارہرہ مطہّرہ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں، مولانا نقی علی، بریلوی (وصال ذوالقعدہ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰) کے ساتھ، آپ کے بڑے صاحبزادے، مولانا احمد رضا، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اور امام احمد رضا، بریلوی کے ابتدائی استاذ، مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (وصال ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۷ء۔ مدفون بریلی) بھی تھے۔

ان تینوں عُلماے بریلی کو، اُس وقت کے سجادہ نشین، خاتمُ الاکابر، سید شاہ آلِ رسول احمدی، قادری برکاتی، مارہروی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/دسمبر ۱۸۷۹ء) نے

(بتاریخ، پنجم جمادیٰ الآخرہ ۱۲۹۴ھ) **مُرید فرمایا، اور:**

**مزید کرم، یہ فرمایا کہ، حضرت مولانا نقی علی، بریلوی اور حضرت مولانا احمد رضا، بریلوی کو اُسی وقت، اِجازت وخلافت سے بھی، نواز دیا۔**

حضرت خاتِمُ الاَکابِر، مارہروی کے پوتے اور آپ کے بعد، خانقاہِ قادریہ برکاتیہ کے

ہونے والے سجادہ نشین، نورُ العَارفین، سید شاہ ابوالحُسَین احمد، قادری، برکاتی، نوری، مارہروی (وصال ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) اُس وقت، موجود تھے۔

آپ نے اپنے جَدِّ اَمجد، حضرت خاتِمُ الْاَکَابِر، مارہروی سے
حیرت واِستعجاب کے ساتھ، عرض کیا کہ:
حضور! آپ نے اُنھیں، ابھی، اتنی جلدی، اپنی اجازت وخلافت، کس طرح، عطا فرمادی؟
یہاں تو، بڑی ریاضت ومجاہدہ کے بعد ہی، کسی کو، خلافت، دی جاتی ہے؟
حضرت خاتم الاُکابر، مارہروی نے ارشاد فرمایا کہ:
''اور لوگ، مَیلا کچیلا، زَنگ آلود دِل لے کر آتے ہیں۔
اس کے تزکیہ کے لئے ریاضت ومجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔
یہ مُصَفّٰی وَمُزَکّٰی قلب لے کر، یہاں آئے ہیں۔
انھیں، ریاضت ومجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟
صرف، اِتّصالِ نسبت کی حاجت تھی۔ اور یہ اِتّصال، بیعت کے ساتھ ہی، حاصل ہوگیا۔''
حضرت خاتمُ الاکابر، مارہروی نے اس کے بعد، اِرشاد فرمایا کہ:
مجھے، بڑی فکر تھی کہ بروزِ حشر، اگر، اَحکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ:
آلِ رسول! تو، میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو، مَیں کیا پیش کروں گا؟
مگر، خدا کا شکر ہے کہ: آج، وہ فِکر، دور ہوگئی۔
اُس وقت، مَیں ''احمد رضا'' کو، پیش کردوں گا۔''

مولانا رحمٰن علی (متوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) اپنی مشہور سوانحی کتاب ''تذکرۂ عُلماے ہند'' (فارسی) میں، حضرت مولانا نقی علی، بریلوی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''مولوی نقی علی خاں، بریلوی بن مولوی رضا علی خاں، ساکن بریلی (روہیل کھنڈ)
یکم رجب ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے تعلیم وتربیت پائی
اور انہیں سے درسی علوم، حاصل کیے۔ ذہن اور، رائے، صائب رکھتے تھے۔
حق تعالیٰ نے، ان کو، اپنے ہم عصروں میں معاش ومعاد میں، ممتاز فرمایا تھا۔
فطری شجاعت کے علاوہ، سخاوت، تواضع اور اِستغنا کی صفات سے، متّصِف تھے۔
عمرِ عزیز کو، سُنّت کی اِشاعت اور بدعت کے رَد میں، صَرف کیا۔

دینی مناظرہ کا اعلان، تاریخی نام ''**اِصلاحِ ذاتِ بین**'' سے
۲۶ر شعبان ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں، شائع کیا۔
**مسئلۂ اِمتناعِ مماثلتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ سَلَّم میں**
بہت کوشش کی، جس کی معلومات، رسالہ ''**تَنبِیۂُ الْجُھَّال**'' سے حاصل ہوتی ہے۔
۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں آپ، سید شاہ آلِ رسول، مارہروی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بیعت کی۔ تمام سلاسلِ جدیدہ قدیمہ کی اجازت وخلافت کا حکم نامہ اور سندِ حدیث، حاصل کی۔
**۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں، حرمین شریفین کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔**
سید احمد زَین دَحلان (شافعی، مکی) وغیرہ، عُلماے مکہ سے، دوبارہ، علمِ حدیث کی سند، حاصل کی۔
ذی قعدہ کی آخری تاریخ، ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا۔''
(ص ۵۳۰۔ **تذکرۂ عُلماے ہند**، مؤلّفہ رحمٰن علی۔ مطبوعہ پاکستان، ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی۔ ۱۹۶۱ء۔ اردو ترجمہ، از پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی)
اس کے بعد، مولانا رحمٰن علی، مؤلّف ''تذکرۂ عُلماے ہند'' نے حضرت مولانا نقی علی، بریلوی کی پچیس (۲۵) کتب ورسائل کے نام، درج کیے ہیں۔
امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی، جَوَاھِرُ الْبَیَان فِی اَسْرَارِ الْاَرْکَان'' مؤلّفہ مولانا نقی علی، بریلوی، مطبوعہ مطبعِ حَسَنی، محلّہ سوداگران، بریلی میں، اپنے والد ماجد مولانا نقی علی، بریلوی کے مختصر حالات، درج کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:
**............بِحَمْدِاللّٰہ، منصب شریف علم کا پایہ، ذُرْوَۂ عُلْیا کو پہنچا۔**
**راست می گویم ویَزداں، نہ پسندَدْ جُزْ، راست۔**
**کہ، جو، دِقّتِ اَنظار وحِدّتِ اَفکار وفَہمِ صائب وَرائے ثاقب**
**حضرتِ حق جَلَّ وَعَلَا نے انھیں، عطا فرمائی، اِن دیار واَمصار میں، اس کی نظیر، نظر نہ آئی۔**
**فراستِ صادقہ کی، یہ حالت تھی کہ:**
**جس معاملے میں، جو کچھ فرمایا، وہی، ظہور میں آیا۔**
**عقلِ معاش ومعاد، دونوں کا، بَروجہِ کمال، اِجتماع، بہت کم سنا، یہاں آنکھوں سے دیکھا۔**
**علاوہ بَریں، سخاوت وشجاعت، وعُلُوّ ہمت وکرم ومُروّت، وصدقاتِ خَفِیّہ ومبرّاتِ جَلِیّہ وبلندیِ اِقبال ودَبدبۂ جلال وموالاتِ فُقَرا، اور اَمرِ دینی میں عدمِ مبالات باَغنیا، حُکّام سے**

عُزلت، رِزقِ موروث پر قناعت، وَغیـــر ذالِک، فضائلِ جلیلہ وخصائلِ جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے، جس نے اِس جناب کی برکتِ صحبت سے شرف پایا ہے۔ ع

ایں نہ بحر یست کہ، در کوزۂ تحریر آید

مگر، سب سے بڑھ کر، یہ ہے کہ:

اِس ذاتِ گرامی صفات کو، خالق عَزَّ وَجَلَّ نے

حضرت سلطانِ رسالت عَلَیۡهِ اَفۡضَلُ الصَّلوٰةِ وَالتَّحِیَّةِ کی غلامی وخدمت

اور حضورِ اَقدس (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّم) کے اَعۡدَا پر، شِدَّت وغِلۡظَت کے لئے بنایا تھا۔

بِحَمۡدِ اللّٰه، ان کے بازُوے ہمت وطَنطنۂ صَولَت نے اِس شہر کو

فتنۂ مخالفین سے یکسر، پاک کردیا۔ کوئی اتنا، نہ رہا کہ سر، اٹھائے، یا۔ آنکھ، ملائے۔

یہاں تک کہ ۲۶؍شعبان ۱۲۹۳ھ کو، مناظرۂ دینی کا اعلان، مسمّٰی بنامِ تاریخی ''اِصلاحِ ذاتِ بَین'' (۱۲۹۳ھ) طبع کرایا اور سِوا مُہرِ سکوت، یا عارِ فرار وغوغاے جُہّال وَعجز واِضطرار کے، کچھ جواب، نہ پایا۔

''فتنۂ شش مثل'' کا شعلہ کہ، مدت سے سر بہ فلک، کشیدہ تھا

اور تمام اَقطارِ ہند میں اہلِ علم، اس کے اِطفا پر عَرق ریز

اِس جناب کی ادنیٰ توجہ میں، بِحَمۡدِ اللّٰه، سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ:

جب سے کان، ٹھنڈے ہیں۔ اہلِ فتنہ کا بازار، سرد ہے۔ خود، اس کے نام سے جلتے ہیں۔

مصطفیٰ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّم کی، یہ خدمت، روزِ اوّل سے، اِس جناب کے لئے وَدِیعت تھی۔ جس کی قدرے تفصیل ''تَنۡبِیۡهُ الۡجُهَّالِ بِاِلۡهَامِ الۡبَاسِطِ الۡمُتَعَال'' میں، مطبوع ہوئی۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

''تصانیفِ شریفہ، اِس جناب کی، سب علومِ دین میں ہیں۔ نافعِ مُسلمین وَ دَافعِ مُفسِدین۔

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن۔ اَزاں جُملہ:

(۱) اَلۡکَلَامُ الۡاَوۡضَحُ فِیۡ تَفۡسِیۡرِ سُوۡرَۃِ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ، کہ مجلّد کبیر ہے۔ علومِ کثیرہ پر مشتمل۔

(۲) وَسِیۡلَةُ النّجاة، جس کا موضوع، ذکرِ سرورِ کائنات (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّم) ہے۔ مجلّدِ وسیط۔

(۳) سُرُوۡرُ الۡقُلُوۡبِ فِیۡ ذِکۡرِ الۡمَحۡبُوۡب، کہ، مطبع نولکشور (لکھنؤ) میں چھپی۔

(۴)جَواهِرُ الْبَيَانِ فِي اَسْرَارِ الْاَرْكَان، جس کی خوبی، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ع

ذوقِ ایں مئے، نہ شناسی، بخُدا، تا، نہ چشی

فقیر غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالیٰ لَهٗ نے صرف، اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمّٰی بہ، زَوَاهِرُالْبَيَانِ مِنْ جَوَاهِرِ الْبَيَان، مُلقّب، بہ نامِ تاریخی:

''سَلْطَنَةُ الْمُصْطَفٰی فِی مَلَكُوتِ كُلِّ الْوَرٰی'' تالیف کیا۔

(۵)اُصُولُ الرَّشَادِ لِقَمْعِ مَبَانِى الْفَسَادِ، جس میں، وہ قواعد، ایضاح و اثبات فرمائے جن کے بعد، نہیں، مگر، سُنَّت کو، قوت اور بدعتِ نجدیہ کو، موتِ حسرت۔

(۶)هِدَايَةُ الْبَرِيَّةِ اِلَى الشَّرِيْعَةِ الْاَحْمَدِيَّة، کہ، دس (۱۰) فرقوں کا، رَد ہے۔

یہ کتابیں، مطبع صبح صادق، سیتاپور (اَوَدھ) میں، مطبوع ہوئیں۔

(۷)اِذَاقَةُ الْاَثَامِ لِمَانِعِ عَمَلِ الْمَوْلِدِوَ الْقِيَام، کہ، اپنی شان میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ اور، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ، عنقریب، شائع ہوگی۔

(۸)فَضْلُ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاء، ایک مختصر رسالہ کہ، بریلی میں طبع ہوا۔

(۹)اِزَالَةُ الْاَوْهَام، رَدِّ نجدیہ۔

(۱۰)تَزْكِيَةُ الْاِيْقَان، رَدِّ تقویۃ الایمان۔

کہ، یہ عشرۂ کاملہ، زمانۂ حضرت مصنّف قُدِّسَ سِرُّہٗ میں، تبییض پا چکا۔

(۱۱)اَلْكَوَاكِبُ الزَّهْرَاء فِي فَضَائِلِ الْعُلَمَاءِ وَآدَابِ الْعُلَمَاء۔

جس کی، تخریجِ احادیث میں، فقیر غَفَرَلَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ نے رسالہ

''اَلنُّجُومُ الثَّوَاقِبِ فِي تَخْرِيجِ اَحَادِيْثِ الْكَوَاكِب'' لکھا۔

(۱۲)اَلرِّوَايَةُ الرَّوِيَّةُ فِي الْاَخْلَاقِ النَّبَوِيّة۔

(۱۳)اَلنَّقَاوَةُ النَّقَوِيَّةُ فِي الْخَصَائِصِ النَّبَوِيّة۔

(۱۴)لَمَعَةُ النِّبْرَاسِ فِي آدَابِ الْاَكْلِ وَاللِّبَاس۔

(۱۵)اَلتَّمَكُّنُ فِي تَحْقِيقِ مَسَائِلِ التَّزَيُّن۔

(۱۶)اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاء۔

(۱۷)خَيْرُ الْمُخَاطَبَةِ فِي الْمُحَاسَبَةِ وَالْمُرَاقَبَة۔

(۱۸)هِدَايَةُ الْمُشْتَاقِ اِلىٰ سَيْرِ الْاَنْفُسِ وَالْآفَاق۔

(۱۹)اِرْشَادُ الْاَحْبَابِ اِلىٰ آدَابِ الْاِحْتِسَاب۔

(۲۰)اَجْمَلُ الْفِكْرِ فِى مَبَاحِثِ الذِّكْر۔

(۲۱)عَيْنُ الْمُشَاهَدَةِ لِحُسْنِ الْمُجَاهَدَة۔

(۲۲)تَشَوُّقُ الْاَوَّاهُ اِلىٰ طَرِيْقِ مَحَبَّةِ اللّٰه۔

(۲۳)نِهَايَةُ السَّعَادَةِ فِى تَحْقِيْقِ الْهِمَّةِ وَالْاِرَادَة۔

(۲۴)اَقْوَىٰ الذَّرِيْعَةِ اِلىٰ تَحْقِيْقِ الطَّرِيْقَةِ وَالشَّرِيْعَة۔

(۲۵)تَرْوِيْحُ الْاَرْوَاحِ فِى تَفْسِيْرِ سُوْرَةِ الْاِنْشِرَاح۔

اِن پندرہ (۱۵) رسائل، مابین وَجیز وَوَسیط کے مسوَّدات، موجود ہیں۔
جن کی تبییض کی فرصت، حضرت مصنّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، نہ پائی۔
فقیر غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ کا قصد ہے کہ، انھیں، صاف کر کے، ایک مجلّد میں طبع کرائے۔
اِنْ شَاءَ اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالیٰ۔ ع **کہ حلوا بہ تنہا، نہ بایست خورد۔**
اِن کے سِوا، اور تصانیفِ شریفہ کے مسوَّدے، بَستوں میں ملتے ہیں۔ مگر، منتشر۔
جن کے اَجزا، اول، یا آخر، یا وَسط سے گُم ہیں۔ ان کے بارے میں، حسرت و مجبوری ہے۔
غرض، عُمر اِس جناب کی، تَروِیجِ دین وحمایتِ مسلمین ونِکایتِ اَعدا وحمایتِ مصطفیٰ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) میں گذری۔ جَزَاہُ اللّٰہُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

(تحریر امام احمد رضا، بریلوی۔ مشمولہ، درجَوَاهِرُ الْبَيَانِ فِى اَسْرَارِ الْاَرْكَان، مؤلّفہ مفتی محمد نقی علی، بریلوی۔ مطبوعہ بریلی وکراچی وبمبئی ومبارک پور۔ منقول از طبعِ پنجم ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۷ء۔ المجمع الاسلامی، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ انڈیا۔ وص ۸۹ تا ص ۹۲۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت حصہ اول۔ مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری رضوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء)

اس سے آگے، آپ نے سفرِ مارہرہ مطہّرہ وسفرِ حج وزیارت اور مختصراً، بیانِ وصالِ والدِ ماجد اور آخر میں چند تواریخِ ولادت ووصال، درج کی ہیں۔ خلاصۂ تحریر، یہ ہے کہ:

پنجم، جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو، مارہرہ مطہّرہ میں، حضور سَیِّدُنَا وَمُرْشِدُنَا، مَوْلَانَا وَمَاْوَانَا سیدشاہ آلِ رسول، احمدی، تاجدارِ مَسندِ مارہرہ، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے دستِ حق پرست

پر بیعت فرمایا۔ حضور پیرومُرشدِ برحق نے مثالِ خلافت واجازتِ جمیع سلاسل وسندِ حدیث عطا فرمائی۔ یہ غلام بھی، اسی نشست میں، اس جناب کے طفیل، ان برکات سے شرف یاب ہوا۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِین ۔

اس کے بعد، تحریر فرماتے ہیں کہ:

''۲۶ رشوال ۱۲۹۵ھ کو، باوجود، شِدّتِ علالت وضعف، خود حضورِ اقدس، سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کے خاص طور پر بُلانے سے کہ ''مَنْ رَآنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی (رَوَاهُ الْاِمام اَحْمَدُوَالْبُخارِی وَالتِّرْمِذِی عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) عزمِ زیارت وحج فرمایا۔

یہ غلام، اور چند اصحاب وخُدّام، ہمراہِ رِکاب تھے۔

ہر چند، اَحباب نے عرض کی کہ:

علالت کی، یہ حالت ہے۔ آئندہ سال پر ملتوی فرمایئے۔

ارشاد فرمایا کہ:

''مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم، دروازہ سے باہر رکھ لوں۔

پھر، چاہے، روح، اُسی وقت، پرواز کر جائے۔''

(ص ۹۳۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت''، حصہ اول، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

''اِس سفرِ حج وزیارت ۱۲۹۵ھ میں، شَیْخُ الحرم، مولانا وسیدنا احمد بن زَین دَحلان وغیرہ عُلمائے مکّہ معظّمہ سے مکرّر، سندِ حدیث، حاصل کی۔

روزِ وصال، جس وقت، روحِ پُرفتوح نے جدائی، اِختیار کی، فقیر، سرہانے، حاضر تھا۔

وَاللّٰهِ الْعَظِیم! ایک نورِ ملیح، عَلانیہ، نظر آیا کہ:

سینہ سے اُٹھ کر، برقِ تابندہ کی طرح، چہرہ پر چمکا۔

اور جس طرح، لَمعانِ خورشید، آئینہ میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر، غائب ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی، روح، بدن میں، نہ تھی۔

پچھلا کلمہ کہ، زبانِ فیض ترجمان سے نکلا، لفظ ''اَللّٰه'' تھا۔ وَبَس۔

اور اَخیر تحریر کہ، دستِ مبارک سے ہوئی ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم ''تھی کہ، انتقال سے، دو روز پہلے، ایک کاغذ پر لکھی تھی۔''

(۹۴۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ بمبئی)

روزِ پنج شنبہ، وقت ظہر، ذوالقعدہ ۱۲۹۷ ہجری کو، اِکیاون (۵۱) برس، پانچ (۵) مہینہ کی عمر میں، شبِ جمعہ، اپنے والد ماجد (مولانا مفتی رضا علی، بریلوی) کے پہلو میں، جگہ پائی۔

**''فقیر نے حضور پیرومُرشدِ برحق (سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارہروی) کو، خواب میں دیکھا کہ:**

**حضرت والد ماجد، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مَرقد پرتشریف لائے۔**

**غلام نے عرض کیا: حضور! یہاں، کہاں؟ اَو لفظاً ھٰذا مَعناہ۔**

**فرمایا: آج سے۔ یا فرمایا: اب سے۔ ہم، یہیں، رہا کریں گے۔''**

**رَحِمَھُمَا اللّٰہُ تَعَالیٰ رَحْمَۃً وَاسِعَۃً۔**

(ملخصاً۔ مختصر حالاتِ حضرت مصنِّف علَّام۔ بقلم امام احمد رضا، بریلوی۔ مشمولہ در ''جَـوَاھِـرُ الْبَیـان فِی اَسْرارِ الْاَرکان۔ مؤلَّفہ مولانا مفتی نقی علی، بریلوی۔ مطبوعہ بریلی وکراچی وبمبئ ومبارک پور۔ وص ۹۳ تا ص ۹۵۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مؤلَّفہ مولانا ظفرالدین قادری رضوی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئ)

امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی نے، بالکل ابتدائی کتابیں، ایک مولوی صاحب سے پڑھنے کے بعد، مولانا مرزا غلام قادر بیگ، بریلوی (متوفی ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۷ء۔ مدفون، حسین باغ محلّہ باقر گنج، بریلی) سے، میزان ومنشعب وغیرہ پڑھا۔

**جب، عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھ چکے تو**

''تمام دینیات کی تکمیل، اپنے والد ماجد، حضرت مولانا نقی علی خاں، قادری برکاتی (متولد ۱۲۴۶ھ۔ متوفی ۱۲۹۷ھ) سے تمام فرمائی۔

اور، تیرہ (۱۳) سال، دس (۱۰) ماہ، چار (۴) دن کی عمر شریف میں ۱۲۸۶ھ میں **تمام درسیات سے فراغ پایا۔''** الخ۔ (ص ۹۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مطبوعہ لاہور)

**۱۲۸۶ھ ہی میں، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ پر، نماز، فرض ہوئی۔**

**اور، اسی سال، آپ کو، منصبِ اِفتا، عطا ہوا۔**

جس کا ذکر، آپ کے اِس ارشادِ مبارک میں، صراحت کے ساتھ، ملتا ہے:

''**عرض!** اگر، بچے کی ناک میں کسی طرح، دودھ، چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا تو، کیا حکم ہے؟

**ارشاد:** منہ، یاناک سے۔عورت کا دودھ، جو، بچے کے جَوف میں پہنچے گا
تو، حُرمتِ رضاعت لائے گا۔

**یہ، وہی فتویٰ ہے جو، چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو، سب سے پہلے، فقیر نے لکھا۔**
**اور، اسی ۱۴؍شعبان ۱۲۸۶ھ کو، منصبِ اِفتا، عطا ہوا۔**
**اور، اسی تاریخ کو، بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالیٰ، نماز، فرض ہوئی۔............**
**تو، منصبِ اِفتا، ملنے کے وقت، فقیر کی عمر، تیرہ (۱۳) برس، دس (۱۰) مہینہ، چار دن کی تھی۔**
**جب سے اب تک، برابر، یہی خدمتِ دین، لی جارہی ہے۔وَالْحَمْدُ لِلّٰہ۔"**

(ص۹وص۱۰۔اَلْمَلفوظ، حصہ اول۔مرتّبہ مفتیِ اعظم، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی۔مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

علمِ رِیاضی وہیئت کے مشہور فاضل، مولانا عبدالعلی، ریاضی داں، رام پوری (متوفی ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء) تلمیذِ علاّمہ فضلِ حق، خیر آبادی (متوفی ۱۲/صفر ۱۲۷۸ھ۔۲۰/اگست ۱۸۶۱ء۔در جزیرۂ اِنڈمان ونِکوبار) سے، رام پور میں "شرحِ چغمینی" کے کچھ اَسباق، پڑھے۔

مولانا محمد ظفرالدین احمد، قادری رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) آپ کی تعلیم وتربیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

**اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ:**

جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں، شرفِ بیعت سے مشرّف ہوا۔تعلیمِ طریقت، حضور پُرنور پیرومُرشدِ برحق (خاتمُ الاکابر، سیدشاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی) سے حاصل کیا۔

**۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا۔**
**تو، قبلِ وصال، مجھے، حضرت سیدنا، سیدشاہ ابوالحسین احمد، نوری**
**اپنے اِبنُ الاِبن، ولی عہد سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔**

حضرت نوری میاں سے بعض تعلیمِ طریقت وعلمِ تکسیر وعلمِ جفر، وغیرہ، علوم، میں نے حاصل کیے۔"

اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست، بہت مختصر ہے۔حضرت والدِ ماجد، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے علاوہ، پنج تن پاک کے عُشّاق، صرف، یہ نفوسِ قدسیہ، آپ کے اساتذۂ کرام ہیں:

(۱) اعلیٰ حضرت کے، وہ استاذ، جنھوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔
(۲) جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب، بریلوی۔رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

(۳) جناب مولانا عبدالعلی صاحب، رام پوری۔ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔

(۴) حضرت، **سُلالۂ خاندانِ برکاتیہ**، سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، **قُدِّسَ سِرُّہٗ۔**

اور (۵) والد ماجد۔

و (۶) پیر و مُرشد **قُدِّسَ سِرُّھُمَا** کو، شامل کر کے، چھ نفوسِ قدسیہ ہوتے ہیں۔

اِن چھ حضرات کے علاوہ، حضور نے کسی کے سامنے، زَانُوے اَدب، تہ نہ کیا۔

مگر، خداوندِ عالَم نے محض، اپنے فضل و کرم سے، اور آپ کی محنت و خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم و فنون کا جامع بنایا کہ، پچاس (۵۰) فنون میں، حضور نے تصنیفات فرمائیں۔'' الخ۔ (ص ۹۹ و ص ۱۰۰۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت''، مکمل۔ مطبوعہ لاہور)

**خاتم الاکابر، سید شاہ، آلِ رسول، احمدی، مارہروی کو، حاصل شدہ**
**جُملہ اِجازات و اَسانیدِ علوم و فنون و سَلاسِلِ طریقت**

''اَلنُّوْرُ وَ الْبَھَافِی اَسَانِیدِ الْحَدِیْثِ وَ سَلاسِلِ الْاَوْلِیَا (۱۳۰۷ھ)

مؤلّفہ نورُ العَارِفین، سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری مارہروی میں، مَسطور و مَنقول ہیں۔

جن کی اجازت، حضرت خاتم الاکابر، مارہروی نے اپنے مُسترشد و مُرید و خلیفہ **حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کو، عطا فرمائی۔**

متعدّد عُلَما و مشائخِ حرمین شریفین کے لئے امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے **ایک اجازت نامہ کا خلاصہ، اِس طرح ہے:**

قرآنِ حکیم و احادیثِ نبوی و تفسیرِ قرآن و شرحِ حدیث و کتبِ اصول، وغیرہ
**جُملہ علوم و فنون، جن کی اجازت، مجھے اپنے مشائخِ کرام سے حاصل ہے**
**ان سب کی اجازت دیتا ہوں۔**

**اور وہ، یہ ہیں:**

(۱) میرے شیخ و مُرشد، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی۔

از شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی، از شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(۲) میرے والد، حضرت مولانا نقی علی، قادری، برکاتی، بریلوی۔

از حضرت مولانا محمد رضا علی، بریلوی۔ از مولانا خلیلُ الرَّحمٰن، محمد آبادی (رام پوری)۔

ازمولانا محمد اَعلم، سندیلوی۔ از بحرُ العُلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(۳) از شیخ احمد بن زَین دَحلان، مَکّی۔ از شیخ عثمان، دمیاطی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(۴) از شیخ عبدالرحمٰن مکّی، بن مفتیِ اَحناف مکہ مکرّمہ، شیخ عبداللہ سراج۔

از مفتیِ اَحناف، شیخ جمال بن عبداللہ۔ از شیخ عابد، سندھی، مدنی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(۵) از سید حسین بن صالح جملُ اللَّیل مکی۔ از شیخ عابد، سندھی، مدنی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(۶) از سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی۔

علاوہ ازیں، دیگر مَشائخِ کرام سے بھی، مجھے، رِوایت واِجازت، حاصل ہے۔

میں، اپنی جُملہ تالیفات کی بھی، اِجازت دیتا ہوں۔

مَیں، اُن تمام سلاسلِ طریقت کی بھی، اجازت دیتا ہوں

جن میں، مجھے، اِجازت وخلافت، حاصل ہے۔ اور وہ سَلاسِلِ طریقت، یہ ہیں:

(۱) سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ، قدیمہ (۳) سلسلۂ قادریہ اَہدلیہ (۴) سلسلۂ قادریہ رَزّاقیہ (۵) سلسلۂ قادریہ منوّریہ (۶) سلسلۂ چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) سلسلۂ چشتیہ جدیدہ (۸) سلسلۂ سہروردیہ وَاحِدیہ (۹) سلسلۂ سہروردیہ فُضَیلیہ۔

(۱۰) سلسلۂ نقشبندیہ علائیہ (۱۱) سلسلۂ بدیعیہ (۱۲) سلسلۂ علویہ مَنامِیَّہ۔

**یہ آخری سلسلۂ بیعت، میرے تمام سلسلوں میں**

**رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم سے، سب سے زیادہ قریب ہے۔ کیوں کہ:**

میں نے، اپنے شیخ ومُرشد، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی کے ہاتھ پر، بیعت کی۔

**انھوں نے، شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی کے ہاتھ پر، بیعت کی۔**

انھوں نے، خواب میں، حضرت علی مرتضیٰ کرَّم اللہُ وَجْہَہٗ کے ہاتھ پر، بیعت کی۔

**اور انھوں نے، سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے**

**دستِ حق پرست پر، بیعت کی۔**

شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی نے، اپنے خواب کی شرح میں، ایک مختصر رسالہ، تحریر کیا ہے۔

(ملخّصاً۔ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِینۃ لِعُلَمَاءِ بَکَّۃ وَ الْمَدِیْنَۃ۔ مطبوعہ بریلی ولاہور)

امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا، رِشتۂ تلمُّذ اور شجرۂ علمی

خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ اور خانوادۂ عزیزی، دہلی، دونوں سے، مربوط ومنسلک ہے۔

جس کا ذکر، آپ نے مجموعۂ اِجازات واَسانید وسَلاسِل، موسوم بہ

''اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَة لِعُلَمَاءِ بَکَّة وَالْمَدِیْنَة''، مطبوعہ بریلی ولاہور وغیرہ میں، خود، فرمایا ہے۔

**والدِ ماجد، مولانا نقی علی، بریلوی کے توسُّط سے، آپ کا فرنگی محلی سلسلہ،** اِس طرح ہے:

مولانا نقی علی، بریلوی از مولانا رضا علی، بریلوی از مولانا خلیلُ الرحمٰن، رام پوری از مُلّا محمد اَعلم سندیلوی از مُلّا کمالُ الدین، سہالوی، از استاذُ الہند، مُلّا نظام الدین محمد، فرنگی محلی، لکھنوی۔

مولانا نقی علی، بریلوی۔ از مولانا رضا علی، بریلوی۔ از مولانا خلیلُ الرحمٰن، رام پوری۔ تلمیذِ مُلّا حَسَن، فرنگی محلی، تلمیذِ استاذُ الھند، مُلّا نظامُ الدین محمد، سہالوی، فرنگی محلی، لکھنوی۔

**اور مُرشدِ طریقت، سیدشاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی کے ذریعہ**

**آپ کا فرنگی محلی سلسلہ اِس طرح ہے:**

سیدشاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی۔ از مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی۔ از بحرُالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی۔ از مُلّا نظامُ الدّین محمد، سہالوی، فرنگی محلی۔

فرنگی محل، لکھنؤ کی علمی شاخ ''**سلسلۂ خیرآباد**'' سے بھی، آپ کا رِشتۂ تلمُّذ، مَربوط ہے۔

**جو، اِس طرح ہے:**

از مولانا عبدالعلی، ریاضی داں، رام پوری۔ از علّامہ فضلِ حق، خیرآبادی۔

(الف) از علّامہ فضلِ امام، خیرآبادی۔ از مُلّا عبدالواجد، کرمانی، خیرآبادی۔ از مُلّا محمد اَعلم، سندیلوی

(ب) از علّامہ فضلِ امام، خیرآبادی، از مُلّا محمد ولی، فرنگی محلی۔ از مُلّا کمالُ الدّین، سہالوی، فتح پوری۔ از استاذُ الہند، مُلّا نظامُ الدّین محمد، سہالوی، فرنگی محلی، بانیِ درسِ نظامی۔

مُرشدِ طریقت، خاتِمُ الْاَکابِر، سیدشاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی کا رِشتۂ تلمُّذ خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ سے، مذکور ہوا۔

**اور خانوادۂ عزیزی، دہلی سے، اِس طرح ہے:**

**سیدشاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی۔ از شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی۔**

**از شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی۔ رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِم۔**

**مُرشدِ طریقت، حضرت خاتمُ الاکابر، مارہروی کے توسُّط سے**

سلسلۂ حقی (دہلی، منسوب بہ حضرت شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی) کی
بعض اِجازات واَسانید، حضرت مولانا احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی کو بھی، حاصل تھیں۔
چنانچہ "**حدیثِ مسلسل بِالْاَوَّلِیَّۃ**" کی سَنَد، اِس طرح ہے:
شیخ و مُرشدِ طریقت، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی۔

از حضرت سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارہروی۔ از حضرت سید شاہ حمزہ، مارہروی بن حضرت سید شاہ آلِ محمد، حسینی، واسطی۔ از حضرت سید طفیل محمد، اترولوی، بلگرامی۔ از سید مبارک فخر الدّین، بلگرامی۔ از شیخ ابوالرّضا بن شیخ اسمٰعیل، دہلوی (نواسۂ شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی) از اَفضلُ المُحدِّثین، شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

اور "**حدیثِ مسلسل بِالاَوَّلِیَّہ**" کی ایک سند، یہ بھی ہے:
شیخ و مُرشدِ طریقت، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی۔
از شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی۔ از شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

**کتب و رسائلِ رضویہ کا وسیع و بنظرِ غائر، مطالعہ کرنے والے عُلمائے کرام اچھی طرح، واقف ہیں کہ:**

طبقۂ عُلمائے ہند میں، اِمامُ الْمُحَدِّثِین، بَرَکۃُ اللّٰہِ فِی الْھِند، عاشقِ رسول، حضرت **شیخ عبدالحق، حنفی، قادری، محدِّث دہلوی کا مقام و مرتبہ**
حضرت مولانا احمد رضا، بریلوی کی نظر میں، کتنا اَرفع و اَعلیٰ اور معتمد و مستند و مسلَّم ہے۔

امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی، جامعِ علوم و فنون اور حاوِیِ اُصول و فروع تھے۔ آپ کو، اللہ تبارک و تعالیٰ نے، بے پناہ ذہانت و فطانت اور بصیرت و فراست سے نوازا تھا۔ **آپ کا حافظہ، بے حد قوی تھا اور طبیعت، وَقَّادو اَخَّاذ تھی۔**

اپنے والد ماجد، حضرت مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی اور اپنے مشائخِ کرام سے آپ نے، جو علوم و فنون، حاصل کیے تھے، اُن کے علاوہ، اپنی خداداد صلاحیت سے
**متعدد علوم و فنون پر، اَز خود، دَست رَس، حاصل کر لی تھی۔**

چنانچہ "اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ لِعُلَمَاءِ بَکَّۃ وَالْمَدِیْنَۃ" میں، ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: **اپنے والد ماجد، سے میں نے، یہ اِکیس (۲۱) علوم و فنون سیکھے۔**

(۱)علمِ قرآن (۲)علمِ حدیث (۳)اصولِ حدیث (۴)فقہِ حنفی (۵)فقہِ جُملہ مذاہب (۶) اصولِ فقہ (۷)جَدَلِ مہذَّب (۸)علمِ تفسیر (۹)علمِ عقائد وکلام (۱۰)علمِ نَحو (۱۱)علمِ صَرف (۱۲) علمِ مَعانی (۱۳)علمِ بیان (۱۴) علمِ بدیع (۱۵) علمِ منطق (۱۶) علمِ مناظرہ (۱۷) علمِ فلسفہ (۱۸)علمِ تکسیر (۱۹)علمِ ہیئت (۲۰)علمِ حساب (۲۱)علمِ ہندسہ۔

**کسی استاذ کے بغیر، مندرجہ ذیل علوم وفنون کا، اَخذ واِکتساب کیا:**

(۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اَخلاق (۲۷) اَسماءُ الرِّجال (۲۸) سِیَر (۲۹) تاریخ (۳۰) لُغت (۳۱) ادب مع جُملہ فنون (۳۲) اَرثما طیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب سِتّینی (۳۵) لوگارثم (۳۶) توقیت (۳۷) مَناظر ومَرایا (۳۸) علمِ اکر (۳۹) زِیجات (۴۰) مثلّث کُروِی (۴۱) مثلّث مسطّح (۴۲) ہیئتِ جدیدہ (۴۳) مُربّعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرچہ (۴۶) نظمِ عربی (۴۷) نظمِ فارسی (۴۸) نظمِ اردو (۴۹) نثرِ عربی (۵۰) نثرِ فارسی (۵۱) نثرِ اردو (۵۲) خطِ نسخ (۵۳) خطِ نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علمِ فرائض۔

(اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِینة لِعُلَمَاءِ بَکّة وَالْمَدِینَة۔ مطبوعہ بریلی ولاہور وغیرہ)

**مذکورہ، اکثر علوم وفنون میں، آپ نے نہایت اہم اور مفید کتب ورسائل لکھے۔**

**جن میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ، دونوں، شامل ہیں۔**

اپنی ایک مبارک ومفصَّل سندِ علوم وفنون کے بارے میں، اپنے ایک رسالہ ''سُرورُ الْعِیدِ السَّعِیدِ فِی حِلِّ الدُّعَاءِ بَعدَ صَلوٰةِ الْعِید'' (۱۳۳۹ھ) میں امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی، تحریر فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) عبدالمُصطفیٰ، احمد رضا، محمدی، سنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَحَقَّقَ اَمَلَہٗ کہتا ہے کہ:

**ہمیں، شیخ عبدالرحمٰن سَراج مکی، مفتیِ بَلد اللّٰہِ الحرام نے، بابِ صَفا (مکہ مکرّمہ) کے پاس اپنے گھر، ۲۲؍ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ کو، اپنی مَرویات کی اجازت دی۔**

**خواہ، وہ، حدیث کی صورت میں تھیں، یا۔ فقہ کی صورت میں، یا۔ اس کے علاوہ تھیں۔**

**اُنھیں، مَرویات کی اِجازت، حجتِ زمانہ، جمال بن عبداللّٰہ بن عمر مکی نے دی۔**

انہیں، شیخِ اَجل، عابد سندھی، مدنی نے، انہیں، ان کے چچا، محمد حسین، انصاری نے دی۔

انہوں نے کہا: مجھے، ان کی اجازت، شیخ عبدالخالق بن علی مزجاجی نے
انہیں، شیخ محمد بن علاءُالدِّین مزجاجی نے (قرأۃً) دی۔
انہیں، احمد نخلی نے، انہیں، محمد بابلی نے، انہیں، سالم صفوری نے، انہیں، نجم غیطی نے
انہیں، حافظ زَکریا اَنصاری نے، انہیں، حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے دی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

دوسری سَنَد، جو چار درجہ، عالی ہے، وہ، میرے شیخ، میری برکت، میرے ولیِ نعمت
**سَیِّدِی وَ ذُخْرِی وَ سَنَدِی لِیَومِی وَ غَدِی، سیِّدُنا الْاِمامُ الْھُمَامُ الْعَارِفُ الْاَجَلُّ اَلْعَالِمُ الْاَکْمَلُ اَلسَّیِّد آلُ الرَّسولِ الْاَحْمَدِی اَلْمَارَھَرَوِی**
**رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَاَرْضَاہُ وَ جَعَلَ الْفِردَوْسَ مُتَقَلَّبَہٗ وَ مَثْوَاہُ** نے
اپنے آستانۂ مبارکہ، مارہرہ مطہَّرہ میں، ۵؍جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو، اُن تمام رِوایات کی اِجازت، عطا فرمائی، جو، انہیں، اُن کے استاذ، **شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی** سے اورانہیں، اُن کے والد، **شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی** سے حاصل تھیں۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۵۱۲ و ۵۱۳، **فتاویٰ رضویہ**، مترجَم، جلدِ ہشتم، مطبوعہ ہند و پاک۔ وجلدِ سوم، فتاویٰ رضویہ مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

مارہرہ مطہَّرہ سے اِجازت وخلافت، حاصل ہونے کے باوجود، ایک عرصہ تک **امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ، کسی کو، مرید نہیں کرتے تھے۔**

چنانچہ، اِس سلسلے میں مولانا ظفرالدین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی، رَقم طراز ہیں:
**.............''مقرَّبانِ خاص سے مجھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ:**
پہلے، جو، مُرید ہونے کے لئے عرض کرتا، تو، اُسے، **سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری** میاں صاحب مارہروی، **قُدِّسَ سِرُّہٗ** اورحضرت **تاجُ الفُحول، مولانا شاہ عبدالقادر، بدایونی**، **رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ** کی خدمت میں، بھیج دیا کرتے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد، عالَمِ رُؤیا میں، اپنے شیخِ کامل، خاتمُ الاکابر، حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول احمدی، **قُدِّسَ سِرُّہٗ** کی زیارت سے مشرَّف ہوئے اورآپ، ارشادفرماتے ہیں:
**''آپ، سلسلے کا دائرہ، تنگ کیوں کرتے ہیں؟ مُرید کیوں نہیں کرتے؟**
**اِس بشارت کے بعد، آپ نے سلسلۂ بیعت، شروع فرمادیا۔'' الخ**

(ص ۷۰۱ و ص ۷۰۲۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لاہور)

''اگرچہ، اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ، ایک زمانہ تک، براہِ تواضُع وَ اِنکسار، کسی کو، بیعت نہیں کرتے تھے۔ لیکن، جب، حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد، نوری میاں صاحب، مارہروی بریلی، تشریف لاتے

تو، اعلیٰ حضرت، سب لوگوں کو، انھیں سے بیعت ہونے کے متعلق، ہدایت فرماتے۔

اس میں، فقط اہلِ شہر۔ یا۔ دوسرے ہی حضرات کی خصوصیت، نہ تھی

بلکہ، انھوں نے اپنے اَعِزَّہ وَ اَقارِب، حتّٰی کہ اپنے صاحب زادوں کو بھی

حضرت میاں صاحب قبلہ ہی سے بیعت کرایا۔

ہاں! جب، لوگوں کا شوق، غالب ہوا۔ اور بعض حضرات نے اِصرار کیا کہ:

مجھے تو، حضور ہی سے اِعتقاد ہے۔ میں تو، حضور کا ہی، مُرید ہوں گا۔

اور حضرت میاں صاحب نے بھی، بہت مجبور کیا کہ:

جب، حضرت پیرو مُرشد نے اجازت و خلافت، عطا فرمائی ہے

تو، اس کا مقصد، یہی ہے کہ:

آپ، سلسلے کو پھیلائیں اور لوگوں کو، سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں منسلک کریں۔''

**اُس وقت سے اعلیٰ حضرت نے مجبوراً، بیعت لینی، شروع کی۔''**

(ص ۶۹۳۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ مطبوعہ لاہور)

وُسعتِ مطالعہ، دِقَّتِ نظر، اَخذِ نتائج، اِصابتِ فِکر وفَہم، قوتِ حفظ، جیسے اَعلیٰ اَوصاف سے بَہرہ وَر ہونے کے ساتھ، **اِن صفات میں، معاصِر عُلماے کرام کے درمیان**

**آپ کی ممتاز و منفرد شخصیت و حیثیت تھی۔**

**قوتِ حفظ کا، یہ عالَم تھا کہ:**

جناب سید ایوب علی، رضوی، بریلوی بیان فرماتے ہیں:

**''ایک روز، حضور (امام احمد رضا) نے ارشاد فرمایا کہ:**

**بعض ناواقف، میرے نام کے ساتھ، حافظ لکھ دیا کرتے ہیں۔**

**حالاں کہ، مَیں، اس لقب کا، اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ:**

**اگر، کوئی حافظ صاحب، کلام پاک کا کوئی رکوع، ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں دوبارہ، مجھ سے سُن لیں۔ بَس، ایک ترتیب، ذہن نشین کر لینا ہے۔**

اور اسی روز سے دَور، شروع فرما دیا۔ جس کا وقت، غالبًا، عشا کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت، قائم ہونے تک، مخصوص تھا۔

اس لئے کہ، پہلے روز، کاشانۂ اَقدس سے آتے وقت، سورۂ بَقرہ شریف، تلاوت میں تھی۔

اور تیسرے روز، تیسرا پارہ، قرأت میں تھا۔

**جس سے پتہ چلا کہ، روزانہ، ایک پارہ، یاد فرما لیا کرتے تھے۔**

**یہاں تک کہ، تیسویں روز، تیسواں پارہ، سننے میں آیا۔**

**چنانچہ، آئندہ، اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔**

اَلفاظ، اِرشادِ عالی کے، یاد نہیں ہیں۔ مگر، کچھ، اسی طرح فرمایا کہ:

**بِحَمْدِ اللّٰہ!** میں نے کلام پاک، بِالتَّرتیب، بہ کوشش، یاد کرلیا۔

اور، یہ اِس لئے کہ، **ان بندگانِ خدا کا کہنا، غلط، نہ ثابت ہو۔"**

(ص ۲۵۲۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی)

حضرت مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:

............"اعلیٰ حضرت، ایک مرتبہ، پیلی بھیت (روہیل کھنڈ) تشریف لے گئے۔ اور حضرت استاذِی، مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی **قُدِّسَ سرُّہٗ** کے مہمان ہوئے۔

اَثنائے گفتگو میں، **عُقُودُ الدُّرِّیَّہ فِی تَنقِیحِ الْفَتَاوٰی الْحَامِدِیَّہ** کا، ذکر نکلا۔

حضرت محدِّث سورتی نے فرمایا: **میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔**

اتفاقِ وقت، باوجودے کہ، اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں کتابوں کا، کافی ذَخیرہ تھا اور ہر سال، معقول رَقم کی، نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں۔

مگر، اُس وقت تک، **عُقُودُالدُّرِّیَّۃ** منگانے کا اِتفاق، نہ ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

میں نے، نہیں دیکھی ہے۔ جاتے وقت، میرے ساتھ کردیجیے گا۔

حضرت محدِّث سورتی نے، بخوشی، قبول کیا اور کتاب، لاکر حاضر کردی۔

**مگر، ساتھ ساتھ فرمایا کہ:**

حضرت، جب، ملاحظہ فرمالیں تو، بھیج دیجیے گا۔ اِس لئے کہ آپ کے یہاں

تو، بہت کتابیں ہیں۔ میرے پاس، یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں، جن سے فتویٰ، دیا کرتا ہوں۔"

**اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا۔**

اعلیٰ حضرت کا قصد، اُسی دن، واپسی کا تھا۔

مگر، اعلیٰ حضرت کے ایک جاں نثار مُریدنے حضرت کی دعوت کی۔ اِس وجہ سے، رُک جانا پڑا۔

شب کو، اعلیٰ حضرت نے **عُقُوْدُالدُّرِّيَّة** کو

جو، ایک ضخیم کتاب، دو جلدوں میں تھی، ملاحظہ فرمالیا۔

دوسرے دن، دوپہر کے بعد، ظہر کی نماز پڑھ کر، گاڑی کا وقت تھا۔

بریلی شریف کا قصد فرمایا۔ جب، اسباب، درست کیا جانے لگا

تو، **عُقُوْدُالدُّرِّيَّة**، بجائے سامان میں رکھنے کے، فرمایا کہ:

**محدِّث صاحب کو، دے آؤ۔**

**مجھے، تعجب ہوا کہ، قصد، لے جانے کا تھا، واپس، کیوں فرما رہے ہیں؟**

**لیکن! کچھ بولنے کی ہمت، نہ ہوئی۔**

**حضرت محدِّث صاحب کی خدمت میں، حاضر کیا۔**

**وہ، اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک، ساتھ جانے کے لئے**

**زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ:**

**میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جُملہ عرض کیا۔**

**فرمایا: تم، کتاب، لیے، میرے ساتھ، واپس چلو۔**

**مَیں، اس کتاب کو لیے ہوئے، حضرت محدِّث (سورتی) صاحب کے ساتھ، واپس ہوا۔**

**حضرت محدِّث صاحب نے (اعلیٰ حضرت سے) فرمایا کہ:**

**میرے، اِس کہنے کا "جب، ملاحظہ فرمالیں، تو، بھیج دیجیے گا۔"**

**یہ ملال ہوا کہ: اس کتاب کو، واپس کیا؟**

**فرمایا: قصد، بریلی، ساتھ لے جانے کا تھا۔ اور اگر، کل ہی جاتا**

تو، اِس کتاب کو، ساتھ لے جاتا۔ لیکن! جب، کل، نہ جانا ہوا
تو، شب میں اور صبح کے وقت، پوری کتاب دیکھ لی۔ اب، لے جانے کی ضرورت، نہ رہی۔''
حضرت محدّث سورتی صاحب نے فرمایا: بَس، ایک مرتبہ دیکھ لینا، کافی ہو گیا؟
اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، امید ہے کہ:
دو تین مہینہ تک تو، جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتاویٰ میں، لکھ دوں گا۔
اور مضمون تو، اِنْ شاءَ اللہ، عمر بھر کے لئے محفوظ ہو گیا۔''

(ص ۲۵۷ وص ۲۵۸۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

علوم وفنونِ اسلامیہ میں، عُلومِ کتاب وسُنّت کو، اَوّلین حیثیت اور بنیادی اَہمیت، حاصل ہے۔
دیگر سارے علوم، فنون کا سَر چشمہ اور پھر، ان سب کا مَرجع ومآب، یہی دونوں، علوم وفنون ہیں۔
علومِ قرآن وحدیث کی تجلّیات سے امام احمد رضا کے فتاویٰ اور آپ کی تحریرات، اِس طرح
روشن ومُنوّر ہیں کہ، آپ، اپنے مُدَّعا کا اِثبات، آیاتِ قرآنی واَحادیثِ نبوی سے کرتے ہیں۔
اس کے بعد، دیگر مَصادِر ومَراجع سے، اِستفادہ کرتے ہیں۔
اور انھیں اپنی تحقیق کی بنیاد بناتے ہیں۔
علمِ قرآن میں آپ کے تبحر وجامعیت کا اندازہ، آپ کے ترجمۂ قرآن
مُسمّٰی بہ ''کَنزُالْاِیمان فِی تَرجَمَۃِ الْقُرآن'' سے ہر صاحبِ علم وشعور، اچھی طرح کرسکتا ہے۔
اِس اردو ترجمۂ قرآن کی تکمیل، آپ نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں کی۔
جو، اِس وقت، بِرِصغیر ہند وپاک کا سب سے کثیرُ الاشاعت اور مقبول، ترجمۂ قرآن ہے۔
اس کی مقبولیت کا اندازہ، اِس سے کیا جاسکتا ہے کہ:
صِرف، دہلی کے پچیس (۲۵) سے زیادہ ناشرین، اب تک اس کی طباعت واِشاعت
کر چکے ہیں۔ اور ہر ماہِ رمضان میں، اِس کی طلب، اتنی زیادہ، بڑھ جاتی ہے کہ:
دہلی کے کتب خانے، قارئین وشائقین کی طلب، پوری نہیں کر پاتے ہیں۔
ترجمۂ قرآن میں، تقدیسِ اُلوہیّت واِحترامِ نبوت کے ایک، ایک نمونے، ملاحظہ فرمائیں:
ربِّ کائنات ارشاد فرماتا ہے: وَمَکَرُوا مَکرًا وَّمَکَرنَا مَکرًا۔ (سورۂ نمل: آیت ۵۰)
''اور انھوں نے اپنا سا مکر کیا۔ اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔'' (ترجمۂ رضویہ۔ کنزُالاِیمان)

''یہ چال، تو، وہ چلے۔ پھر، ایک چال، ہم نے چلی۔'' (ترجمۂ مولانا ابوالاعلیٰ، مودودی)

جنت میں حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلام کے خوشۂ گندم کھانے کے بارے میں، اِرشادِ خداوندی ہے:

وَعَصیٰ آدمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ (سورۂ طٰہٰ۔ آیت ۱۲۱)

''اور آدم سے، اپنے رب کے حکم میں، لغزش، واقع ہوئی

تو، جو مطلب چاہا تھا، اُس کی راہ، نہ پائی۔'' (ترجمۂ رضویہ۔ **کنزُ الاِیْمَان**)

''آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گئے۔'' (ترجمۂ مولانا مودودی)

مولانا مودودی کی طرح، اکثر اردو مُترجمینِ قرآن نے بعض آیاتِ قرآن کے تراجم میں اِسی طرح، ٹھوکر کھائی ہے۔

**جذبۂ ادب واحترام اور مذاقِ سلیم، خود، یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ:**

**دونوں تراجم میں، زمین آسمان کا فرق ہے۔**

**امام احمد رضا کے قلم سے نکلے ہوئے بعض شاہکار تفسیری حواشی بھی ہیں۔**

چنانچہ، اَلزُّلَالُ الْاَنْقیٰ عَنْ بَحْرِ سَبقَۃِ اَتْقیٰ۔ (عربی) حاشیۂ تفسیرِ خازِن (عربی) حاشیۂ تفسیر بیضاوی (عربی) حاشیۂ اَلدُّرُّ الْمَنْثُور (عربی) حاشیۂ مَعَالِمُ التَّنزِیل (عربی) حاشیہ اَلْاِتْقَان فِی عُلومِ الْقُرآن (عربی) وغیرہ۔ **یہ حواشی، آپ کی قرآن فہمی پر، شاہدِ عدل ہیں۔**

علمِ حدیث میں آپ کے علم ومطالعہ کی وُسعت وجامعیت، آپ کی نہایت معرکۃُ الآرا کتاب ''حَاجِزُ الْبَحْرَین اَلْوَاقِی عَنْ جَمْعِ الصَّلاتَین'' (**مشمولہ، فتاویٰ رضویہ**، مترجَم، جلد ۵۔ مطبوعہ پاک وہند) میں، روزِ روشن کی طرح، عیاں ہے۔

شَیْخُ الْکُل، میاں، نذیر حسین، بہاری ثُمَّ دہلوی (متوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کی معروف کتاب ''مِعْیَارُ الْحق'' کے ایک جُز کی تردید میں آپ نے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

جَمْع بَیْنَ صَلوٰتَین کے مسئلہ پر، کافی وشافی دَلائل وبراہین سے، حَاجِزُ الْبَحْرَین مزیَّن ہے۔ اور اس کے اندر، علمِ حدیث کا ایک دریا، موجیں مار رہا ہے اور لہریں لے رہا ہے۔

''**اِنْبَاءُ الْحَیّ**'' (حاشیۂ نظرِ خامس، اَلدَّوْلَۃُ الْمَکِّیَّۃ) بھی، علمِ حدیث میں آپ کے تبحُّر وَدِقَّتِ نظر کا ایک شاہکار ہے۔ جس میں آپ نے بحث وتحقیق کے درمیان، تقریباً، پانچ سو (۵۰۰) احادیثِ نبوی اور کتبِ حدیث کے حوالے سے، اپنے موقف کو، مدلَّل ومُبرہَن کیا ہے۔

''جَزَاءُ اللّٰهِ عَدُوَّهٗ بِاِبَائِهٖ خَتمَ النُّبُوَّۃ''میں،ایک سوتیس (۱۳۰)احادیثِ نبوی سے حضورِاَکرم،صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کا''خَاتِمُ النَّبِیّٖن''ہونا،ثابت کیا ہے۔

''اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ''میں،آیاتِ کریمہ کے علاوہ تین سو(۳۰۰)احادیثِ نبوی سے،رسولِ اَکرم،صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کا ''دَافِعُ الْبَلَاء''ہونا،ثابت کیا ہے۔

''تَجَلِّی الْیَقِین بِاَنَّ نَبِیَّنَا سَیِّدُالْمُرْسَلِین''میں

آیاتِ کریمہ کے ساتھ،ایک سو(۱۰۰)احادیثِ نبوی سے،ثابت کیا ہے کہ:

رسولِ اَکرم،صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم،تمام انبیاومرسلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسلیم سے افضل وبرتر ہیں۔اورآپ کی عظمت وسیادت،مسلّم ہے۔

''دَوَامُ الْعَیْشِ فِی الْاَئِمَّۃِ مِنْ قُرَیْش''میں

**پچاس(۵۰)احادیثِ کریمہ سے ثابت کیا ہے کہ**

**خلافتِ شرعیہ کے لئے قرشیت،قطعی اِجماعی ہے۔**

''سُرُورُ الْعِیْدِالسَّعِیْدِ فِی حِلِّ الدُّعاءِ بَعدَصَلوٰۃِ الْعِیْدِ''میں

اڑتیس(۳۸)احادیثِ کریمہ سے،نمازِ عید کے بعد،دُعا مانگنے کا جواز،ثابت کیا ہے۔

''حیاۃُ الْمَوَات فِی بَیانِ سَمَاعِ الْاَمْوَات''میں

**ستتر(۷۷)اَحادیثِ نبوی سے سَماعِ موتیٰ،ثابت کیا ہے۔**

''رَادُّ الْقَحطِ وَ الْوَبَاء بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَان وَ مُؤَاسَاۃِ الْفُقَرَاءِ''میں

ساٹھ(۶۰) احادیثِ نبوی سے فُقَرا و مساکین اور پڑوسیوں کی دعوت وغم گساری کو **باعثِ دَفعِ قحط ووَبا،ثابت کیا ہے۔**

''اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃُ لِتَحرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃِ''(۱۳۳۷ھ)میں

**آیاتِ کریمہ واحادیثِ نبوی اورڈیڑھ سو(۱۵۰)نُصوصِ فقہیہ سے**

غیرُ اللہ کے لئے سجدۂ عبادت کا،شرک ہونا،اوران کے علاوہ

ستر(۷۰)احادیثِ کریمہ سے غیراللہ کے لئے سجدۂ تعظیمی کی حُرمت،ثابت کی ہے۔

اورآپ تحریرفرماتے ہیں کہ:

’’حدیث میں، چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے۔
ائمہ وعُلمانے، رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔
ہم، **بِتَوفِیقِہٖ تعالیٰ** یہاں، غیرِ خدا کو سجدہ (تحیت و تعظیم) حرام ہونے کی، چہل حدیثیں لکھتے ہیں۔‘‘ الخ۔ (ص۱۰۔ **اَلزُّبدَۃُ الزَّکِیَّۃِ** ۔مطبوعہ بریلی و میرٹھ وغیرہ۔ ومشمولہ **فتاویٰ رضویہ**، مترجم جلد۲۲۔ مطبوعہ ہندو پاک)

اِسی ’’اَلزُّبدَۃُ الزَّکِیَّۃِ‘‘ پر، تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی، ندوی (متوفی، دسمبر ۱۹۹۹ء) اپنے والد، حکیم عبدالحئی، رائے بریلوی (متوفی ۱۳۴۱ھ/فروری ۱۹۲۳ء) کی تاریخی کتاب ’’نُزُھَۃُ الْخَواطِر‘‘ میں، لکھتے ہیں کہ:

**وَھِیَ رِسالۃٌ جامِعۃٌ تَدُلُّ عَلٰی غَزارَۃِ عِلْمِہٖ وَقُوَّۃِ اِسْتِدلالِہٖ** (ص۴۰۔ نُزُھَۃُ الْخَواطِر۔ جلدِ ثامن)
یہ، ایک نہایت جامع رسالہ ہے۔ جو، اُن کے وُفورِ علم اور ان کی قوتِ اِستدلال کا پتہ دیتا ہے۔‘‘

حضرت مولانا محمد حنیف، رضوی، مصباحی، بریلوی (صدرُ المُدرسین جامعہ نُوریہ رضویہ محلّہ باقر گنج، بریلی۔ وبانیِ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی) نے
بڑی محنت و کدّ و کاوش کے ساتھ، کتب و رسائلِ رضویہ میں منقول ومَسطور **احادیث وآثارِ کریمہ کو**
اپنی گراں قدر کتاب ’’جامِعُ الْاَحادِیث‘‘ میں جمع کر کے، شائع کر دیا ہے۔ جن کی تعداد، ساڑھے چار ہزار سے متجاوز ہے۔ یہ ’’جامِعُ الْاَحادِیث‘‘ دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

استاذُ المُحدّثین، مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی، پیلی بھیتی (متوفی ۸/جُمادیٰ الْاُولیٰ ۱۳۳۴ھ/۱۲/اپریل ۱۹۱۶ء) کے تلمیذ
محدّثِ اعظم، مولانا سید محمد، محدّث اشرفی، کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۱ھ/دسمبر ۱۹۶۱ء)
**اپنے زمانۂ قیامِ بریلی کا مشاہدہ وتجربہ، بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:**
**.......’’ عِلمُ الحدیث کا اندازہ، اِس سے کیجیے کہ:**
**جتنی حدیثیں، فقہِ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت، پیشِ نظر۔ اور جن حدیثوں سے فقہِ حنفی پر بظاہر، زَد پڑتی ہے، ان کی روایت ودِرایت کی خامیاں، ہر وقت، اَزْبَر۔**
**عِلمِ حدیث میں، سب سے نازک شعبہ، عِلمِ اَسماءُالرِّجال کا ہے۔**

اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے سامنے، جب کوئی سَند، پڑھی جاتی اور راوِیوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا

تو، ہر رَاوِی کے لئے جَرح وتَعدِیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے

اُٹھا کر دیکھا جاتا تو، تَقرِیب و تَھذِیب و تَذْھِیب میں، وہی الفاظ مِل جاتے تھے۔'' الخ

(خطبۂ صدارت، ناگ پور۔صوبہ مہاراشٹر۔۱۳۷۹ھ۔مطبوعہ ماہنامہ تجلیات، ناگ پور۔۱۹۶۶ء)

علمِ حدیث میں امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کی وُسعتِ مطالعہ اور تبحُّر وجامِعیَّت کا اندازہ، اِس سے کیا جاسکتا ہے کہ:

احادیثِ نبوی کی مندرجہ ذیل مستند ومعتبر کتابیں، آپ کے زیرِ مطالعہ ودرس، رہی ہیں۔

جن کا ذکر، آپ خود، اِس طرح فرماتے ہیں:

''مُسندِ امامِ اعظم ومُوَطّا امام محمد وکتابُ الآثار امام محمد وکتابُ الخَراج امام ابو یوسف وکتابُ الحجج امام محمد وشرحِ مَعانی الآثار امام طحاوی ومُوَطّا امام مالک ومُسندِ امام شافعی ومُسندِ امام احمد وسُنَنِ دارمی وبخاری ومسلم وابوداوَد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وخصائصِ نسائی ومُنتقیٰ ابن جارود وعِلَلِ متناھِیہ ومشکوٰۃ وجامعِ صغیر وجامعِ کبیر وذَیلِ جامعِ صغیر ومنتقی ابن تیمیہ وبلوغُ المَرام وعَملُ الیَومِ واللَّیلۃ ابن سنی وکتابُ التَّرغیب وَالتَّرھیب وخصائصِ کبریٰ وکتابُ الفَرجِ بعدَ الشِّدۃ وکتابُ الاسماء والصِّفات وغیرہ، پچاس (۵۰) سے زیادہ کتبِ حدیث میرے درس وتدریس اور مطالعہ میں رہتی ہیں۔''

(ص ۵۸۷۔حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

احادیثِ نبوی کے اتنے وسیع علم ومطالعہ کے باوجود، امام احمد رضا، بریلوی، مقلِّد تھے مجتہد، نہ تھے۔اور مُحدِّث ومُجتہد کے مَراتب ودَرجات کا فرق واِمتیاز، آپ پر، بخوبی، واضح تھا۔

چنانچہ، اِس سلسلے میں آپ، رقم طراز ہیں کہ:

''خدمتِ معانی، ائمۂ مجتہدین، خصوصاً امامُ الائمۂ ابوحنیفہ کا حصہ تھا۔

محدِّث ومجتہد کی نسبت، عطَّار وطبیب کی مثل ہے۔

عطَّار، دَواشناس ہے۔اس کی دوکان، عمدہ عمدہ دواؤں سے، مالامال ہے۔

مگر، تشخیصِ مرض ومعرفتِ علاج وطریقِ اِستعمال، طبیب کا کام ہے۔

اگر، طبیبِ حاذق کے مدارکِ عالیہ تک، نہ پہنچے، معذور ہے۔

**خصوصاً، اِمامِ ائمّۂ آفاق، جو، ثُریّا سے علم لے آیا۔**
**جس کی دِقّتِ مقاصد کو، اَکابرا ئمّہ نے، نہ پایا۔**
**بھلا، امام بخاری تو، نہ تابعین سے ہیں، نہ تبعِ تابعین سے۔**
**امامِ اعظم کے، پانچویں درجہ میں جا کر، شاگرد ہیں۔**
**خود، حضرت امام اَجل، سلیمٰن اَعمش کہ:**

اَجلّۂ تابعین و امام و ائمۂ محدّثین سے ہیں۔ حضرت سیدنا اَنس بن مالک انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہُ، خادمِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے شاگرد اور ہمارے امامِ اعظم رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کے استاذ۔

**ان (امام اَعمش) سے کچھ مسائل، کسی نے پوچھے۔**
اُس وقت، امامِ اعظم، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہُ بھی، وہاں، تشریف فرما تھے۔
امام اَعمش نے ہمارے امام سے فتویٰ لیا۔ ہمارے امام نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا۔
امام اَعمش نے کہا: **یہ جواب، آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟**
فرمایا: **اُن حدیثوں سے جو، میں نے، خود، آپ سے سُنیں۔**
**اور وہ، احادیث مع اسناد، پڑھ کر، بتادیں۔**
**امام اَعمش نے کہا:**
حَسۡبُکَ مَاحَدَّثۡتُکَ بِہٖ فِی مِأۃِ یومٍ تُحَدِّثُنِی بِہٖ فِی سَاعَۃٍوَاحِدَۃٍ۔
مَاعَلِمۡتُ اَنَّکَ تَعۡمَلُ بِھٰذِہِ الۡاَحَادِیث۔
**یامَعۡشَرَ الۡفُقَھَاءِ! اَنۡتُمُ الۡاَطِبَّاءُ وَنَحۡنُ الصَّیَادِلَۃ۔**
**وَاَنۡتَ اَیُّھَا الرَّجُل! اَخَذۡتَ بِکِلَاالطَّرَفِین۔**
یعنی: **بَس کیجیے۔ جو حدیثیں، آپ سے، سو (۱۰۰) دن میں مَیں نے، بیان کیں، آپ، گھڑی بھر میں، سنائے دیتے ہیں۔**
**مجھے، معلوم، نہ تھا کہ، آپ، حدیث میں، یہ کام کرتے ہیں۔**
**اے مجتہدو! تم، طبیب ہو۔ اور ہم محدّثین، عطّار۔**
**اور اے ابوحنیفہ! تم نے، دونوں کنارے، گھیر لیے۔"**

یہ روایت، امام ابنِ حجر مکی شافعی وائمّہ شافعیہ وغیرھُم نے، اپنی تصانیف

اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَان وغیرھا میں، بیان فرمائیں۔

**یہ تو یہ، خود، ان سے بدرجہا اَجَلّ واَعظم، ان کے استاذِ اکرم واَقدم**

امام عامر شعبی، جنھوں نے، پانچ سو (۵۰۰) صحابۂ کرام، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمْ کو پایا۔

حضرت، اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِین، مَوْلیٰ الْمُسْلِمِین، علیِ مرتضیٰ وسعد بن ابی وقاص وسعد بن زید

وابو ہریرہ وانس بن مالک وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وغیرھُم۔

بکثرت صحابۂ کرامِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شاگرد۔

اور ہمارے امامِ اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے استاذ۔

**جن کا پایۂ رفیع، حدیث میں ایسا تھا کہ، فرماتے ہیں:**

**بیس (۲۰) سال، گذرے ہیں، کسی محدِّث سے کوئی حدیث**

**میرے کان تک، ایسی نہیں پہنچی جس کا علم، مجھے، اس محدِّث سے زائد، نہ ہو۔"**

**ایسے امامِ والامقام، باآں جلالتِ شان، فرماتے ہیں:**

**اِنَّا لَسْنَا بِالْفُقَهَاءِ۔ وَلٰكِنَّا سَمِعْنَا الْحَدِيْثَ فَرَوَيْنَاهُ الْفُقَهَاءَ مَنْ اِذَا عَلِمَ عَمِلَ۔**

**ہم لوگ، فقیہ ومجتہد نہیں۔ ہم نے تو حدیثیں سُن کر، فقیہوں کے آگے، روایت کر دی ہیں۔**

**جو، اُن پر مطلع ہو کر، کارروائی کریں گے۔ نَقَلَهٗ فِی تَذْكِرَةِ الْحُفَّاظ۔**

(ص ۴۴۷ وص ۴۴۸۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ چہارم۔ مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی، انڈیا)

**امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، نہایت خوش نویس اور زود نویس بھی تھے۔**

چنانچہ، آپ کی خوش نویسی اور زُود نویسی کے بارے میں، آپ کے تلمیذ وخلیفہ

حضرت مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی، تحریر فرماتے ہیں:

"جس درجہ، علم وفضل میں کمال تھا، اُسی درجہ، نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی ...........

نہایت، پاکیزہ تھے۔ حد درجہ گٹھا ہوا، تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس۔

چار آدمی، نقل کرنے، بیٹھ جاتے اور حضرت، ایک ایک ورق، تصنیف کر کے، انھیں

نقل کرنے کو، عنایت فرماتے۔ یہ چاروں، نقل، نہ کرنے پاتے کہ، پانچواں ورق، تیار ہو جاتا۔

چنانچہ، رسالۂ مبارکہ "فَتَاوىٰ الْحَرَمَین بِرَجْفِ نَدْوَةِ الْمَیْن" عُلمائے حرمین شریفین کی

تصدیق کے لئے بھیجنا تھا اور وقت، بہت کم تھا کہ، حُجاج، جلد جانے والے تھے۔

اُس وقت، اِس کا تجربہ ہوا کہ، **حضرت، کیسے زود نویس تھے۔**

جناب سید ایوب علی (رضوی، بریلوی) صاحب کا بیان ہے کہ:

**حضور کے مُسوَّدات میں، اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ:**

**ایک سطر کا مضمون، بظاہر، گنجان، نہیں معلوم ہوتا، اگر، نقل کیا جائے**

**تو، اس کی مساوِی سطر میں، نہیں آتا تھا۔ بلکہ، تجاوُز کر جاتا تھا۔**

نیز، تیز رَقم، اِس قدر کہ، ناظرین کو، دَستِ مبارک میں رَعشہ کا گمان ہوتا۔ حالاں کہ، ایسا، نہ تھا۔

**فقیر نے خود "فتاویٰ رضویہ" کی قلمی جلد میں ایک رسالے کی**

**نستعلیق خط میں، زیارت کی ہے۔ جو، بغیر، اِمدادِ مسطر، تحریر فرمایا ہے۔**

**مگر، بینَ السُّطور وَ دَوَائِر، اِس قدر مُستقیم کہ:**

**اگر، پَرکار سے پیمائش کی جائے، تو، سَرِ مُو، فرق، نہ ہو۔"**

جامعِ حالات، فقیر ظفر الدین، قادری، غَفَرَ لَهُ الْمَوْلیٰ الْقَوِی بھی، اس کی تصدیق کرتا ہے

اور اس رسالے کا نام "**مَقَامِعُ الْحَدِیْدِ عَلیٰ خَدِّ الْمَنْطِقِ الْجَدِیْد**" ہے۔

**میری رائے ہے کہ، یہ رسالہ، فوٹو کر کے، شائع کیا جائے، تو، بہت بہتر ہوگا۔"**

(ص ۱۷۱ و ص ۱۷۲۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

صحت و بیماری، ہر حال میں، اَحکام و مسائلِ دینیہ شرعیہ کے بیان میں، آپ کی

اتنی دل چسپی اور توجُّہ رہا کرتی تھی کہ، اس کی مثال ملنی، مشکل ہے۔

چنانچہ، آپ کے ایک خلیفہ، مولانا محمد حسین، میرٹھی اپنا ایک چشم دید واقعہ، بیان کرتے ہیں کہ:

ایک بار، میرٹھ سے بریلی پہنچا اور وہاں، مجھے آپ کی بیماری کی اطلاع ملی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ، ڈاکٹروں نے آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

اور لکھنے پڑھنے سے بھی منع کیا ہے۔

بہر حال! مولانا محمد حسین، میرٹھی، خدمتِ اقدس میں پہنچے، اور پھر

"دیکھا کہ، ایک بڑا امکان ہے۔ اور دو ایک آدمی ہیں۔

نمازِ مغرب پڑھ کر، حضرت اپنے پلنگ پر، رونق افروز ہوئے۔ ہم لوگ، کرسیوں پر بیٹھے۔

بعدہٗ چار صاحب پہنچے۔ مفتیِ اعظم، مولانا مصطفیٰ رضا خاں، صدرُ الشَّریعہ، جناب مولانا امجد علی صاحب، جناب مولوی حشمت علی خان، ایک اور کوئی صاحب۔

یہ چاروں صاحب، حضرت کے پلنگ کے پاس، جو کرسیاں تھیں، اُن پر بیٹھ گئے۔

**اعلیٰ حضرت نے، ایک گڈّی، خطوط کی، مولانا امجد علی کو، دے کر فرمایا:**

**آج، تیس (۳۰) خط آئے۔ ایک، میں نے کھول لیا ہے۔ یہ، انتیس (۲۹) گن لیجیے۔**

**انہوں نے، انتیس (۲۹) گن کر، ایک لفافہ کھولا۔**

**جس میں، کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب، سنائے۔**

**حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں، ایک فقرہ فرمایا۔**

**وہ، لکھنے لگے، اور لکھ کر، عرض کی: حضور!**

**حضرت نے آگے کا، ایک فقرہ فرمادیا۔ وہ لکھ کر، پھر کہتے: حضور!**

**وہ، سلسلہ وَار، اس کے آگے کا فقرہ، فرمادیا کرتے۔**

**اور دوسرے صاحب نے، حضور، کہنے کے درمیان میں، اپنا خط سنانا، شروع کردیا۔**

**جب، یہ، حضور کہتے، وہ، رک جاتے۔**

**اور جب، یہ فقرہ سن کر، لکھنے لگتے تو، وہ، اپنا خط سنانے لگتے۔**

**اِس طرح، انہوں نے اپنا خط ختم کیا۔**

**اور ان کو، ان کے پہلے سوال کے متعلق، جو فقرہ، مناسب تھا، وہ، ارشاد فرمادیا۔**

**اب، دونوں صاحب، اپنا اپنا فقرہ، ختم کرنے کے بعد، حضور! کہتے۔**

**اور جواب ملنے پر، لکھنا، شروع کرتے۔**

**اسی حالت میں، دو حضور، حضور سے جتنا وقت بچتا، اُس میں، تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا، شروع کیا۔ اور اسی طرح، ختم کرکے، جواب لکھنا، شروع کیا۔**

**اب، چوتھے صاحب نے، ان تین، حضور، حضور، حضور کے درمیان جو وقت بچتا، اپنا خط سنانا، شروع کیا۔ اور اسی طرح، ختم کرکے، جواب لکھنا، شروع کیا۔**

**یہ دیکھ کر، مجھے، حقیقۃً، پسینہ آگیا۔**

**اور ایک صاحب، جو، میرے قریب بیٹھے تھے، اِسی حالت میں، کچھ مسئلے پوچھے۔**

جنہیں، سن کر، مجھے، بہت ملال اور غصہ ہوا کہ
اِس شخص کو، ایسی حالت میں سوال کرنے کا، کچھ خیال نہیں۔
مگر، اعلیٰ حضرت نے، ذرّہ بھر بھی ملال، نہ فرمایا۔
اور بہت اطمینان سے ان کو بھی، برابر جواب دیے۔
(میں نے اپنی عمر میں، ایسے حافظہ کا کوئی شخص، نہیں دیکھا)
اسی طرح، وہ انتیس (۲۹) خط، پورے کیے گئے۔ اور معلوم ہوا کہ
ڈاکٹروں کے، کام کرنے اور بات کرنے کے منع کے جواب میں حضرت نے
صِرف، یہ، مان لیا تھا کہ، شب کو، اپنے ہاتھ سے تحریر، نہ فرمائیں گے۔ اس کا، یہ اِہتمام تھا۔
اور، دن بھر، خود، تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اور اس قدر، جلد تحریر فرماتے تھے کہ
کئی کئی شخصوں کو، اعلیٰ حضرت کے، ایک دن کے لکھنے کی نقل کرنا، دشوار تھا۔
اور شب کو، اسی طرح، کام کیا جاتا تھا۔"

(ص ۱۰۲ و ۱۰۳۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔
و ص ۲۵۲ تا ۲۵۴۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

جناب عبد الرحیم خاں صاحب، قادری، رضوی، سلطان پوری کا، بیان ہے کہ:
مَیں، جس زمانے میں، دہلی میں تھا۔
حضرت مولانا شاہ کرامتُ اللہ، دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔
ایک دن، اعلیٰ حضرت کے ذِکرِ مبارک پر، انھوں نے فرمایا کہ:
مولانا احمد رضا خاں صاحب کی، وہ ہستی ہے کہ:
عُلمائے عرب و عجم، ہر باب میں، ان کے محتاج ہیں۔
اِس عِلمی شجر کا کمال، یہ ہے کہ:
کوئی کتاب بھی تصنیف فرمائیں اور چار منشی، بیک وقت، لکھنے کو بیٹھ جائیں
تو، اِس قدر، وہ، تصنیف فرمائیں گے کہ یہ چاروں حضرات، اَصلاً نقل، نہ کرسکیں گے۔"

(ص ۲۱۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لاہور۔ و ص ۲۵۹۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ بمبئی)

ابو حنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے

فِرَق واَحزَ ابِ باطلہ کے خلاف، اپنی زبان وقلم کے ذریعہ، مسلسل فِکری ونظری جہاد فرمایا۔

اور تا حیات، اِحقاقِ حق و اِبطالِ باطِل کا فریضہ، انجام دیتے رہے۔

رَوَافِض کے خلاف، آپ کے مندرجہ ذیل، رسائل وکتب ہیں:

(۱) غَایَۃُ التَّحقیق فِی اِمَامَۃِ الْعَلِیِّ وَالصِّدِّیق (۲) وَجہُ الْمشرق بِجَلوۃِ اَسماءِ الصِّدِّیقِ وَالْفَاروق (۳) مَطْلَعُ الْقَمَرَین فِی اِبانَۃِ سَبقَۃِالْعُمَرین (۴) لَمْعَۃُ الشَّمعۃ لِھُدٰی شِیعَۃِ الشَّنعۃ (۵) اَلْاَدِلَّۃُ الطَّاعِنَۃ فِی اَذانِ الْمَلاعِنَۃ۔

(۶) اَعَالِی الْاِفادۃ فِی تَعْزِیۃِ الْھِندِ وَبیانِ الشَّھادۃ (۷) رَدُّالرَّفْضَۃ۔

تفضیلیوں کے خلاف، آپ کے مندرجہ ذیل، رسائل ہیں:

(۱) اَلصَّمْصَامُ الْحَیْدَری عَلٰی وَجہِ الْعَیَّارِ الْمُفْتَرِی (۲) اَلْبُشْرٰی الْآجِلَۃ مِنْ تُحَفِ آجِلَۃ (۳) اَلرَّائِحَۃُ الْعَنبَرِیَّۃُ مِنَ الْمِجْمَرَۃِ الْحَیْدَرِیَّۃ (۴) فتحِ خیبر۔

طائفۂ وَہابیہ وغیرہ کے، رَدّو اِبطال میں اَلْمُسْتَنَدُ الْمُعْتَمَدُ بِنَاء نِجَاۃِ الْاَبَد (۱۳۲۰ھ) اور حُسَامُ الْحَرَمَیْنِ عَلٰی مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن (۱۳۲۴ھ) کے علاوہ:

سُبْحٰنَ السُّبُّوح عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوحٍ (۱۳۰۷ھ) وتمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن، وغیرہ درجنوں کتب ورسائل (جو درحقیقت، مختصر ومتوسِّط ومطوَّل فتاویٰ ہی ہیں)

اور بے شمار فتاویٰ لکھ کر، مسلمانانِ متحدہ ہند کو، فرقۂ وہابیہ کے اَفکار و خیالاتِ باطلہ کی قباحتیں وشناعتیں اور اُن کے دینی نقصانات ومضرَّات سے آگاہ کیا۔

یہاں تک کہ، اِس باب میں، اپنے معاصِر عُلما کے درمیان، آپ کو اِمتیازی حیثیت، حاصل ہوگئی۔

بعض کفری عباتوں پر، اِطّلاع اور ان کی تردید و اِبطال کے تعلق سے

یہ تاریخی حقیقت بھی، پیشِ نظر، رہنی چاہیے، جس کا ذکر

خود، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے

حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) کے نام

اپنے ایک مکتوب (محرَّرہ، ذوالقعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) میں، اِس طرح فرمایا ہے:

.........غیر مجتہد مشائخ کے قول وفعل، کوئی چیز نہیں۔

جب تک، مطابقِ کتاب وسنّت ہونا، نہ ثابت ہو۔

مگر، مَیں کہتا ہوں کہ:

**آپ کے اَب وجَد کو، دیوبندیوں کے اُن کُفروں پر اطلاع، نہ ہوئی ہوگی تو، اُن کا برتاوٴ، بعدِ ظہورِ اَمر، کیا حجت رہا؟**

**۱۳۰۷ھ تک کہ، میں نے ''سُبحٰنَ السُّبُّوح'' لکھا، خود مجھے، ان کے کُفروں پر، اطلاع، نہ تھی۔ وَ لِھٰذا، جب تک، ان پر، صرف لزومِ کفر لکھا'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(اَلطَّارِیُ الدَّارِی۔ حصہ سوم۔ مرتّبہ مفتیِ اعظم، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی مطبوعہ حَسَنی پریس، بریلی۔ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

**قادیانیت ومرزائیت کے کفر وارتداد کو، واضح وآشکارا کرنے کے لئے امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی نے مندرجہ ذیل کتب ورسائل تحریر فرمائے:**

(۱) جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَائِہٖ خَتمَ النُّبُوَّۃ (۱۳۱۷ھ) (۲) اَلسُّوْءُ وَالْعِقَابُ عَلٰی الْمَسِیحِ الْکَذَّاب (۱۳۲۰ھ) (۳) اَلْمُبِین خَتمَ النَّبِین (۱۳۲۶ھ) (۴) اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِی عَلٰی الْمُرْتَدِّ الْقَادِیَانی (۱۳۴۰ھ) (۵) قَھرُ الدَّیَّان عَلٰی مُرْتَدٍّ بِقَادِیان۔

امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے اوصاف ومحاسن وکمالات کا سب سے نمایاں اور گراں قدر پہلو، یہ ہے کہ، اِتّباعِ سُنَّت وشریعت کے ساتھ، آپ کے جذبۂ عشق ومحبتِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے اَنوار وتجلیات سے، آپ کی حیاتِ مقدسہ کا گوشہ گوشہ، مہر وماہ کی طرح، جگمگا رہا ہے۔

اسی جذبۂ عشق ومحبتِ رسول کا، یہ فیضان ہے کہ:

**آپ نے، اُن گستاخانہ عبارات کی سخت شرعی گرفت فرمائی جو، عظمتِ رسالت اور ادب واحترامِ نبوی کو، مجروح کر رہی تھیں۔**

چنانچہ، اسی کا اثر، یہ ہوا کہ:

پھر، کسی مولوی کو، یہ جرأت، نہ ہوسکی کہ:

**وہ، اپنی کسی کتاب ورسالہ اور کسی تحریر کے اندر شانِ رسالت میں، اِس طرح کی، کسی بے ادبی وگستاخی کا، اِرتکاب کرسکے۔**

جذبۂ عشق ومحبتِ رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا، وَالِہانہ اِظہار، آپ کے، اُن نعتیہ اَشعار سے بھی ہوتا ہے، جو، آپ کے مجموعۂ کلام ''حدَائقِ بخشش'' کی زینت ہیں۔

اور ہندو پاک کے علاوہ، عالَمِ اسلام کے، ہر اُس خطے میں، بڑے ذوق وشوق سے

**پڑھے جاتے ہیں، جہاں، اردوداں مسلمان، موجود و مقیم ہیں۔**

آپ کے مقدس و متبرک نعتیہ اشعار، اردو نعتیہ شاعری کی آبرو اور اُس کا وقار ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ، اہلِ علم و ادب، آپ کو "حَسَّانُ الْھِند" کے مبارک لقب سے، یاد کرتے ہیں۔

**ایک شعر میں آپ، خود، اِرشاد فرماتے ہیں کہ:**

**رہبر کی رہِ نعت میں، گر، حاجت ہو**
**نقشِ قدمِ حضرتِ حَسَّاں، بَس ہے**

نعت گوئی سے متعلق، آپ کے، یہ خیالات واِرشادات، آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں:

**"حقیقۃً، نعت شریف لکھنا، نہایت مشکل ہے، جس کو، لوگ، آسان سمجھتے ہیں۔**
**اس میں، تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر، بڑھتا ہے، تو، اُلُوہیَّت میں پہنچ جاتا ہے۔**
**اور کمی کرتا ہے، تو تنقیص، ہوتی ہے۔**
**البتَّہ، حمد، آسان ہے۔ کہ، اس میں راستہ، صاف ہے۔ جتنا چاہے، بڑھ سکتا ہے۔**
غرض! حمد میں، اَصلاً کوئی حد نہیں۔ اور نعت شریف میں، دونوں جانب، سخت حد بندی ہے۔"

(ص ۱۴۱۔ اَلْمَلْفُوظ، حصہ دوم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

مشہور ادیب و شاعر، جناب عابد نظامی، اپنا ایک واقعہ، بیان کرتے ہیں کہ:
غالباً، ۱۹۵۹ء کے نصفِ آخر کا، ذکر ہے کہ:
مجھے، ملتان (پنجاب، پاکستان) کے ایک جلسۂ یومِ حُسَین کی تقریب میں، شرکت کے لئے جانا پڑا۔ یہ جلسہ، ٹاؤن ہال (ملتان) میں ہوا۔
شُرَکاے جلسہ، مولانا ماہرالقادری و مولانا محمد جعفر، ندوی، پھُلواروی و مولانا کوثر نیازی و مولانا باقر علی خاں، امیرِ جماعتِ اسلامی، ملتان کی کوٹھی میں، ٹھہرے ہوئے تھے۔

**رات کو، یہ دل چسپ مذاکرہ، چھڑ گیا کہ:**
**اردو کا، سب سے بڑا نعت گو شاعر، کون ہے؟**
**اردو کے بڑے بڑے شاعروں کے اشعار، مقابلے میں، پیش ہونے لگے۔**
**یہ مباحثہ، کافی دیر تک، جاری رہا۔ بِالْآخِر، سب نے، اِس بات پر، اتفاق کیا کہ:**

مولانا احمد رضا، بریلوی سے اچھے نعتیہ اشعار (زیادہ تعداد میں) اردو کے کسی شاعر نے نہیں کہے ہیں۔"
مَیں، اُس وقت تک، مولانا کے نام سے تو ضرور، واقف تھا، مگر، کلام سے، واقف، نہ تھا۔
**بعد میں، ان کا کلام "حدائقِ بخشش" دیکھا، تو، اِس بات کی تصدیق ہوگئی۔"**

(ص ۱۱۱۔ **مقالاتِ یومِ رضا**، جلدِ اول۔ مطبوعہ لاہور)

مولانا شاہ ابوالحسن زید، فاروقی، مجدّدی، دہلوی (متوفی، دسمبر ۱۹۹۳ء) تحریر کرتے ہیں کہ:

''مولانا مفتی عتیقُ الرحمٰن عثمانی صاحب (دہلی) سے، اکثر، عاجز کی ملاقات ہوا کرتی تھی۔
ایک دن، مفتی صاحب نے چند اَشعار، ایک خاص کیفیت سے، نعت شریف کے، پڑھے۔ پھر فرمایا:
''یہ اشعار، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ہیں۔ نعت گوئی میں، آپ کا بلند مقام ہے۔''

(ص ۶۔ ''**امام احمد رضا نمبر**'' ہفت روزہ ''ہجوم'' ذاکر نگر، نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی، پیلی بھیتی (تلمیذِ مفتی لُطفُ اللہ، علی گڑھی و مولانا احمد علی، محدِّث سہارن پوری و خلیفہٗ امام احمد رضا، بریلوی) کے آخری دَورِ تدریسِ حدیث کے تلمیذ، حضرت مولانا سید محمد محدِّث اشرفی، کچھوچھوی نے

حضرت محدِّث سورتی کی خدمت میں ایک بار، عرض کیا کہ:

آپ کو، شرفِ بیعت، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی سے حاصل ہے۔

**لیکن، میں دیکھتا ہوں کہ:**

**آپ کا، جوشوق، اعلیٰ حضرت سے ہے، وہ، کسی سے نہیں ہے۔**

**اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل وکمال کا خطبہ**

**آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی، کیا وجہ ہے؟**

اس سوال کا، روحانی وعرفانی جواب دیتے ہوئے حضرت محدِّث سورتی نے ارشاد فرمایا:

..........''وہ ایمان، جو، مَدارِ نجات ہے، میں نے، صرف، اعلیٰ حضرت سے پایا۔

**اور میرے دل میں، پوری عظمت کے ساتھ، مدینہ کو، بَسانے والے، اعلیٰ حضرت ہیں۔**

**اِسی لئے، ان کے تذکرہ سے میری روح میں، بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔**

**اور ان کے ایک ایک کلمہ کو، اپنے لئے، مَشعَلِ ہدایت، جانتا ہوں۔''**

(ص ۲۷۴ و ص ۲۷۵۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، حصہ سوم۔ رضا اکیڈمی، بمبئی)

# اِحترامِ اہلِ بیت وعُلماے دین

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُمَا فرماتے ہیں:

میں، جب بغرضِ تحصیلِ علم، حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ کے درِدولت پر جاتا اور وہ، باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے

تو، براہِ ادب، اُن کو آواز نہ دیتا۔ ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہَوا، خاک اور ریت اُڑا کر، مجھ پر ڈالتی۔ پھر، جب حضرت زید، کاشانۂ اقدس سے تشریف لاتے، فرماتے:

**اے ابنِ عَمِّ رسول اللہ! آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟**

**میں، عرض کرتا: مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔"**

**یہ وہ ادب ہے، جس کی تعلیم، قرآنِ عظیم نے فرمائی ہے:**

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ۔ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ (سورۂ حُجرات۔ آیت ۵)

ترجمہ: بے شک! وہ جو تمھیں، حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں اکثر، بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ

تو، ان کے لئے بہتر تھا۔ اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔"

**ایک مرتبہ، حضرت زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ، گھوڑے پر سوار ہیں کہ:**

**حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُمَا نے رکاب تھامی۔**

**حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ نے کہا:**

**یہ کیا ہے، اے ابنِ عَمِّ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم!**

**انھوں نے کہا: ہمیں، یہی تعلیم دی گئی ہے کہ عُلما کے ساتھ، ایسا ہی کریں۔**

**اس پر حضرت زید گھوڑے سے اُترے**

**اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُمَا کے ہاتھ پر، بوسہ دیا۔**

**اور فرمایا: ہمیں، یہی حکم ہے کہ، اہلِ بیتِ اَطہار کے ساتھ، ایسا ہی کریں۔"**

(ص ۱۲۹ و ۱۳۰۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

# ضروریاتِ دین ومذہب

''ضروریاتِ دینِ اسلام''اور''ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت''وغیرہ کے ثبوت وانکار

اِسی طرح، اِحتمالِ کفر ولزومِ کفر و اِلتزامِ کفر، وغیرہ کی تحقیق وتفصیل، کتب ورسائلِ اکابر واسلافِ اہلِ سنّت میں موجود ہے، جن کا علم ومطالعہ، ہر عالم ومفتی کے لئے ضروری ہے۔

یہاں، صرف چند اصولی عبارتیں مع حوالہ، قارئینِ کرام کی خدمت میں، پیش کی جارہی ہیں۔

مفتی محمد خلیل خاں، قادری، برکاتی، مارہروی (دارالعلوم احسنُ البرکات، حیدرآباد، سندھ۔ متوفی رمضان ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

**تلمیذِ صدرُ الشّریعہ، مولانا محمد امجد علی، اعظمی، رضوی۔**

**وتلمیذ وخلیفۂ مفتیِ اعظم، مولانا محمد مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی۔**

**ومُرید وخلیفۂ تاجُ العُلما، مولانا سید محمد میاں، قادری، برکاتی، مارہروی۔**

**عَلَیۡھِمُ الرَّحۡمَۃُ وَالرِّضۡوَان۔**

**ضروریاتِ دین اور ضرویاتِ مذہبِ اہلِ سنّت** کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

**''ضروریات، دو قسم پر ہیں:**

(۱) ضروریاتِ دین: جن کا مُنکِر، کافر، خارج از اسلام اور اسلامی برادری سے باہر، جانا جاتا ہے۔

ان کا ثبوت، قرآنِ عظیم، یا۔حدیثِ مُتواتر، یا۔اِجماعِ قطعی سے ہوتا ہے۔

ان میں، نہ کسی شبہے کی گنجائش ہے، نہ کسی تاویل کو، راہ، نہ کسی شک کا، شائبہ۔

**انہیں کو ماننا، انہیں کی تصدیق کرنا، ایمان ہے۔**

**اور، ان میں شک وتردُّد، یا۔تذبذب، ایمان کی ضد۔**

(۲) ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت:

**ان کا منکِر، گمراہ، بدمذہب، اہلِ سنّت وجماعت سے خارج اور سنّی برادری سے باہر جانا جاتا ہے۔**

ان کا ثبوت بھی دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے۔مگر، ان دلائلِ قطعیہ میں، چوں کہ تاویل کا بھی

اِحتمال ہوتا ہے، اِس لئے ان ضروریات کے مُنکِر کی تکفیر کا باب، مَسدود ہے۔

اسے، بِلا ترڈُّد، کافر نہ کہیں گے کہ

ابھی، اس نے ایمان کے حُدود کو نہیں پَھلانگا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۴۷۔ **عقائدالاسلام**۔ مؤلّفہ: مولانا محمد خلیل، برکاتی، مارہروی۔ مکتبہ جامِ نور، مٹیا محل، دہلی)

حجۃُ الاسلام، مولانا محمد حامد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) تحریر فرماتے ہیں:

''مقدمہ ثانیہ: مانی ہوئی باتیں، چار قسم ہوتی ہیں:

اول:۔ **ضروریاتِ دین۔ جن کا مُنکِر، کافر۔**

ان کا ثبوت، قرآنِ عظیم، یا۔ حدیثِ مُتواتر، یا۔ اِجماعِ قطعی، قطعیاتُ الدَّلالات وَاضحۃُ الاِفادات سے ہوتا ہے۔ جن میں، نہ شبہے کو، گنجائش، نہ تاویل کو، راہ۔

دوم:۔ **ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت۔ جن کا مُنکِر، گمراہ، بدمذہب۔**

ان کا ثبوت بھی، دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے۔ اگرچہ، باِحتمالِ تاویل، بابِ تکفیر، مَسدود ہو۔

سوم:۔ **ثابتاتِ محکمہ۔ جن کا مُنکِر، بعدِ وُضوحِ اَمر، خاطی و آثم، قرار پاتا ہے۔**

ان کے ثبوت کو، دلیلِ ظنّی، کافی۔ جب کہ:

اس کا مفاد اکبرِ رائے ہو کہ، جانبِ خلاف کو، مَطروح و مُضمحل کر دے۔

یہاں، حدیثِ آحاد، یا۔ حَسَن، کافی۔ یہاں، سَوادِ اعظم و جمہور عُلما، سَندِ وَافی۔

**فَاِنَّ یَدَ اللہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ۔**

چہارم:۔ **ظنّیاتِ محتملہ۔ جس کے مُنکِر کو، صرف مُخطی کہا جائے گا۔**

ان کے لئے ایسی دلیلِ ظنّی بھی، کافی، جس نے جانبِ خلاف کے لئے بھی گنجائش، رکھی ہو۔

**ہر بات، اپنے ہی مرتبے کی، دلیل چاہتی ہے۔**

جو، فرقِ مَراتِب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو، اس سے اعلیٰ درجہ کی دلیل مانگے **جاہل، بیوقوف ہے، یا۔ مکّار فیلسوف۔ ہر سخن، وقتے و ہر نکتہ، مقامے دارد۔**

(ص ۱۱ ''اَلصَّارِمُ الرَّبَّانِی عَلیٰ اِسرافِ الْقَادِیانی''۔ (۱۳۱۵ھ) مؤلّفہ حضرت مولانا حامد رضا، بریلوی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

اور فقیہِ اسلام، ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی اپنے ایک فتویٰ کے

آغاز میں، یہ اصولی شرعی موقف، تحریر فرماتے ہیں کہ:

**''ہمارے ائمہ نے، ہمیں حکم دیا ہے کہ:**

**اگر، کسی کلام میں، ننانوے (۹۹) احتمال، کفر کے ہوں۔ اور ایک اسلام کا**

**تو، واجب ہے کہ، احتمالِ اسلام پر، کلام، محمول کیا جائے۔**

**جب تک، اس کا خلاف، ثابت نہ ہو۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(ص ۱۱۴۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ ششم۔ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

عقائد و ضروریات اور ان کے درجات و اَحکام کے بارے میں، فقیہِ اسلام، ابوحنیفۂ ہند امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:

**''مانی ہوئی باتیں، چار قسم، ہوتی ہیں:**

(۱) ضروریاتِ دین: ان کا ثبوت، قرآنِ عظیم، یا حدیثِ مُتَواتِر، یا اِجماعِ قطعی، قطعیاتُ الدَّلالات وَاضِحۃُ الْاِفادات سے ہوتا ہے۔ **جن میں، نہ شُبہے کو، گنجائش، نہ تاویل کو، راہ۔**

**اور، ان کا مُنکِر، یا۔ ان میں باطل تاویلات کا مُرتکب، کافر ہوتا ہے۔**

(۲) ضرویاتِ مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت: ان کا ثبوت بھی، دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر، ان کے قطعیُّ الثبوت ہونے میں، **ایک نوعِ شُبہ اور تاویل کا اِحتمال ہوتا ہے۔**

**اِسی لئے، ان کا مُنکِر، کافر نہیں۔ بلکہ، گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔**

(۳) ثابتاتِ محکمہ: ان کے ثبوت کو، دلیلِ ظنّی کافی۔ جب کہ، اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانبِ خلاف کو، مَطروح و مُضمحل اور اِلتفاتِ خاص کے، ناقابل بنا دے۔

ان کے ثبوت کے لئے حدیثِ آحاد، صحیح، یا۔ حَسَن، کافی۔

اور قول، سَوادِ اعظم و جمہور عُلما کا، سَندِ وَافی۔ فَاِنَّ یَدَ اللّٰہِ عَلٰی الْجَمَاعَۃِ۔

(اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت، جماعت پر ہوتا ہے۔ ت)

**ان کا مُنکِر، وُضوحِ حق کے بعد، خاطی و آثم، خطاکار و گنہ گار، قرار پاتا ہے۔**

**نہ (کہ) بددین و گمراہ، نہ کافر و خارج از اسلام۔**

(۴) ظنّیاتِ مُحتملہ: ان کے ثبوت کے لئے ایسی دلیلِ ظنّی بھی کافی جس نے جانبِ خلاف کے لئے بھی گنجائش، رکھی ہو۔

ان کے مُنکِر کو، صرف، مُخطی وقصوروار کہا جائے گا۔
نہ (کہ) گنہگار۔ چہ جائے کہ، گمراہ، چہ جائے کہ، کافر۔
ان میں سے ہر بات، اپنے ہی مرتبے کی، دلیل چاہتی ہے۔
جو، فرقِ مَراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو، اس سے اعلیٰ درجہ کی، دلیل مانگے
وہ، جاہل بے وقوف ہے۔ یا۔ مَکّار فیلسوف۔'' الخ۔

(ص ۳۸۵۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۹۔ مطبوعہ پاک وہند)

''مسلمانو! مسائل، تین قسم کے ہوتے ہیں:
ایک: ضروریاتِ دین: ان کا مُنکِر، بلکہ، ان میں ادنیٰ شک کرنے والا
بِالیقین، کافر ہوتا ہے۔ ایسا کہ، جو، اس کے کفر میں شک کرے، وہ، بھی کافر۔
دوم: ضروریاتِ عقائدِ اہلِ سنّت: ان کا مُنکِر، بدمذہب، گمراہ ہوتا ہے۔
سوم: وہ مسائل کہ، عُلمائے اہلِ سنّت میں، مختلف فِیہ ہوں۔
ان میں، کسی طرف، تکفیر وتضلیل، ممکن نہیں۔
یہ، دوسری بات ہے کہ، کوئی شخص، اپنے خیال میں کسی قول کو، رَاجح، جانے۔
خواہ، تحقیقاً، دلیل سے، اسے، وہی، مرجّح، نظر آیا۔
خواہ، تقلیداً کہ، اسے، اپنے نزدیک، اکثر عُلما، یا۔ اپنے مُعتمد عَلَیْھِم کا قول پایا۔
کبھی، ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں، یہ تینوں قسمیں، موجود ہو جاتی ہیں۔ مثلاً:
اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے لئے یَدٌ، وَ عَیْنٌ کا مسئلہ۔
قَالَ اللہُ تَعَالٰی : یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔
(اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے ہاتھوں پر، اللہ کا ہاتھ ہے۔ ت)
وَ قَالَ تَعَالٰی: وَ لِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِی۔
(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس کے لئے تو، میری نگاہ کے سامنے، تیار ہو۔ ت)
یَدٌ، ہاتھ کو کہتے ہیں، عَیْنٌ، آنکھ کو۔
اب، جو، یہ کہے کہ: جیسے ہمارے ہاتھ، آنکھ ہیں، ایسے ہی، جسم کے ٹکڑے
اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے لئے ہیں، وہ، قطعاً، کافر ہے۔

اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کا، ایسے یَدٌ وَ عَیۡنٌ سے پاک ہونا، ضروریاتِ دین سے ہے۔

**اور، جو، کہے کہ: اس کے یَدٌ وَ عَیۡنٌ بھی، ہیں تو، جسم ہی، مگر، نہ مثلِ اَجسام**

**بلکہ، مشابہتِ اَجسام سے پاک ومُنزَّہ ہیں۔ وہ، گمراہ، بددین۔ کہ:**

**اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کا، جسم وجسمانیات سے مطلقاً، پاک ومُنزَّہ، ہونا**

**ضروریاتِ عقائدِ اہلِ سنَّت وجماعت سے ہے۔**

**اور، جو، کہے کہ: اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے لئے یَدٌ وَ عَیۡنٌ ہیں کہ:**

**مطلقاً، جسمیت سے، بری ومُبَرَّا ہیں۔ وہ، اس کی صفاتِ قدیمہ ہیں۔**

جن کی حقیقت، ہم نہیں جانتے، نہ ان میں تاویل کریں، وہ، قطعاً، مسلم سنّی صَحِیۡحُ الۡعَقِیۡدہ ہے۔

**اگرچہ، یہ عدمِ تاویل کا مسئلہ، اہلِ سنَّت کا، خِلافیہ ہے۔**

**متاَخِّرین نے تاویل، اختیار کی۔ پھر، اس سے، نہ یہ گمراہ ہوئے، نہ وہ۔ کہ:**

اِجۡرَا عَلیٰ الۡمَظَاھِر، بمعنی مذکور کرتے ہیں۔ جس کا حاصل، صرف اتنا کہ:

اٰمَنَّا بِہٖ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۔ (ہم، اس پر ایمان لائے۔ سب، ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ ت) (ص ۴۱۳ وص ۴۱۴۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۹۔ مطبوعہ پاک وہند)

اہلِ قبلہ واصحابِ کلمۂ طیبہ کی تکفیر سے، سخت تنبیہ وتحذیر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’بِالۡجُمۡلَہ، تکفیرِ اہلِ قبلہ واَصحابِ کلمۂ طیبہ میں جرأت وجسارت، محض جہالت بلکہ سخت آفت، جس میں، وَبالِ عظیم ونَکالِ صریح کا اندیشہ۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن۔

**فرضِ قطعی ہے کہ:**

**اہلِ کلمہ کے ہر قول وفعل کو، اگرچہ، بظاہر، کیسا ہی شنیع وفظیع ہو**

**حتَّی الۡاِمکان، کفر سے بچائیں۔**

**اگر، کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو**

**جس کی رُو سے حکمِ اسلام، نکل سکتا ہو، تو، اس کی طرف جائیں۔**

**اور اس کے سِوا، اگر، ہزار اِحتمال، جانبِ کفر جاتے ہوں، خیال میں، نہ لائیں۔**

**(تین چار سطروں کے بعد) اِحتمالِ اسلام، چھوڑ کر، اِحتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو، مغلوب اور کفر کو، غالب کرتے ہیں۔‘‘ وَالۡعِیَاذُ بِاللہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن۔**

(ص ۳۱۷۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۱۔ مطبوعہ پاک وہند)

''اہلِ لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللہ پر، بدگمانی، حرام۔ اوران کے کلام کو، جس کے صحیح معنی، بے تکلُّف درست ہوں، خواہی نخواہی، مَعَاذَ اللہ، معنیِ کفر کی طرف، ڈھال لے جانا، قطعاً، گناہِ کبیرہ ہے۔''

(ص ۳۲۹۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۲۱۔ مطبوعہ پاک وہند)

''اگر، بہ ثبوتِ مُعتمد، ثابت ہو۔ اور گنجائشِ تاویل رکھتا ہو، تاویل، واجب۔ اور مخالفت مندفع۔ **اولیا کی شان تو، اَرفَع، ہر مسلمان سُنّی کے کلام میں، تاحدِّ اِمکان، تاویل، لازم۔''**

(ص ۵۱۶۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۲۲۔ مطبوعہ پاک وہند)

ایسی کسی بات کا اِنکار، کفر ہے، جسے پیغمبرِ اسلام صلَّی اللہُ تعَالیٰ عَلَیہِ وَ سَلَّم اپنے رب کے پاس سے لائے۔

**اور کفر، کبھی، لزومی ہوتا ہے، کبھی، اِلتزامی۔**

اِس کفرِ لزومی و اِلتزامی کے بارے میں آپ، تحریر فرماتے ہیں:

**''اِلتزامی، یہ کہ ضروریاتِ دین سے کسی شے کا، تصریحاً، خلاف کرے۔**

یہ قطعاً اِجماعاً، کفر ہے۔ اگر چہ، نامِ کفر سے چِڑھے اور کمالِ اسلام کا دعویٰ کرے۔

کفرِ اِلتزامی کے یہی معنی، نہیں کہ:

صاف صاف، اپنے کافر ہونے کا اِقرار کرتا ہو۔ جیسا کہ، بعض جُہّال، سمجھتے ہیں۔

یہ اقرار تو، بہت طوائفِ کُفّار میں بھی، نہ پایا جائے گا۔

ہم نے دیکھا ہے، بہتیرے ہندو، کافر کہنے سے چِڑھتے ہیں۔

بلکہ، اس کا، یہ معنی کہ، جو، انکار اس سے صادر ہوا۔

یا۔ جس بات کا، اس نے دعویٰ کیا وہ، بِعَینِہٖ کفر و مخالفِ ضروریاتِ دین ہو۔ جیسے:

طائفۂ تالِفہ نیاچرہ کا، وجودِ ملک و جن و شیطان و آسمان و نار و جنان و مُعجزاتِ انبیاے کرام عَلَیہِمُ اَفضَلُ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام سے، **اُن معانی پر کہ:**

اہلِ اسلام کے نزدیک، حضور ہادیِ برحق، صَلوٰتُ اللہِ وَ سَلامُہٗ عَلَیہِ سے، مُتواتِر ہیں اِنکار کرنا، اور اپنی تاویلاتِ باطِلہ و توھُّماتِ عاطِلہ کو لے کر مرنا۔

نہ، ہرگز ہرگز، ان تاویلوں کے شوشے، انھیں، کفر سے بچائیں گے۔

نہ محبتِ اسلام، وہم دردیِ قوم کے جھوٹے دعوے، کام آئیں گے۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ (اللہ، انھیں مارے۔ کہاں، اَوندھے جاتے ہیں۔ت)

اورلزومی، یہ کہ، جو بات، اس نے کہی، عین کفر نہیں۔مگر، منجر بکفر ہوتی ہے۔

یعنی، مآلِ سخن ولازمِ حکم کو، ترتیبِ مقدّمات وتتمیمِ تقریبات کرتے لے چلیے

تو، انجامِ کار، اس سے کسی ضروریِ دین کا انکار، لازم آئے۔جیسے:

رَوَافِض کا، خلافتِ حقّہ راشدہ، خلیفۂ رسول صلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیہِ وَ سَلَّم

امیرالمؤمنین، حضرت ابوبکر صدیق وامیرُ المؤمنین، حضرت جناب فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا سے انکار کرنا، کہ تضلیلِ جمیعِ صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تعَالیٰ عَلَیہِم اَجْمَعِین کی طرف مؤدّی۔ اور وہ، قطعاً کفر۔

مگر، انھوں نے صراحۃً، اِس لازم کا اقرار، نہ کیا تھا۔ بلکہ، اس سے صاف، تحاشی کرتے۔

اور بعض صحابہ، یعنی حضراتِ اہلِ بیتِ عِظام وغیرھُم، چند اکابِر کرام عَلیٰ مَولاھُم وَعَلَیہِمُ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام کو، زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بتاتے۔

اور خلافتِ صدیقی وفاروقی کے توافقِ باطنی سے انکار، رکھتے تھے۔

اِس قسم کے کفر میں، عُلمائے اہلِ سنّت، مختلف ہوگئے۔

جنھوں نے، مآلِ مقال ولازمِ سخن کی طرف نظر کی، حکمِ کفر، فرمایا۔

اور تحقیق، یہ ہے کہ، کفر نہیں، بدعت، بد مذہبی وضلالت وگمراہی ہے۔

وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ العَالَمِین۔''

(ص ۴۳۱۔۴۳۲۔فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۱۵۔مطبوعہ پاک وہند)

محرَّماتِ قَطعِیَّہ (مثلاً: شراب، سود، مُردار، زنا وغیرہ) میں سے کسی کے حرامِ قطعی ہونے کا اِنکار واِستحلال، یا۔ضروریاتِ دین میں سے کسی ضرورتِ دینی کا انکار، جمہور عُلمائے اہلِ سنّت کے نزدیک اِس کا کیا حکمِ شرعی ہے؟ اِس مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہوئے امام احمد رضا، بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''بِالجُملَه، مذہبِ مُعتمد ومحقَّق میں، اِستحلال بھی، عَلیٰ اِطْلَاقِه، کفر نہیں۔ جب تک، زنا، یا شُربِ خَمر، یا ترکِ صلوٰۃ کی طرح، اس کی حُرمت، ضروریاتِ دین سے، نہ ہو۔

غرض، ضروریات کے سِوا، کسی شے کا انکار، کفر نہیں۔ اگرچہ، ثابت بِالقَواطِع ہو۔کہ:

عند التحقیق، آدمی کو، اسلام سے خارج نہیں کرتا، مگر، انکار اُس کا، جس کی تصدیق نے اُسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا۔ اور وہ، نہیں مگر، ضروریاتِ دین۔

**کَمَا حَقَّقَهُ الْعُلَمَاءُ الْمُحَقِّقُونَ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمُتَكَلِّمِين۔**

(جیسا کہ، متکلمین کے محقق علما نے تحقیق کی ہے۔ت)

وَ لِهٰذا، خلافتِ خُلفاے راشدین، رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِم اَجْمَعِين کا مُنکر مذہبِ تحقیق میں، کافر نہیں۔ حالاں کہ، اس کی حقانیت، بِالْیقین قطعیات سے ثابت۔ **وَقَدْ فَصَّلَ الْقَوْلَ فِي ذٰلِكَ سَيِّدُنا الْعَلَّامَةُ الْوَالِدُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِي بَعْضِ فَتَاوَاه۔**

(اِس موضوع پر، سیدنا علاّمہ والد ماجد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے اپنے فتاویٰ میں مفصَّل گفتگو کی ہے۔ت)

**بِالْجُمْلَه، اِس قدر پر، تو، اِجماعِ اہلِ سنَّت ہے کہ:**

**اِرتکابِ کبیرہ، کفر نہیں۔**

**بایں ہمہ، تارِکُ الصَّلٰوۃ کا کفر و اسلام**

**ہمارے ائمۂ کرام میں، مختلف فیہ۔**

اَقُولُ وَ بِاللهِ التَّوفِيق۔ (مَیں، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔)

اگرچہ کفر، تَكْذِيبُ النَّبِی صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ سَلَّم فِي بَعْضِ مَا جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ جَلَّ وَ عَلَا کا نام ہے۔ اور تکذیب، صفتِ قلب۔

مگر، جس طرح، اَقوالِ مکفِّرہ، اس تکذیب پر علامت ہوتے ہیں اور اُن کی بِنا پر حکمِ کفر، دیا جاتا ہے، یوں ہی، بعض افعال بھی، اس کی اَمارت اور حکمِ تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

**كَالْقَاءِ الْمُصْحَفِ فِي الْقَاذُوْرَاتِ وَ السُّجُودِ لِلصَّنَم وَ قَتْلِ النَّبِيِّ وَ الزِّنا بِحَضْرَتِهٖ وَ كَشْفِ الْعَوْرَةِ عندَ الْاَذَانِ وَ قِرَأَةِ الْقرآنِ عَلٰی جِهَةِ الْاِسْتِخْفَافِ۔ وَ كُلُّ ما دَلَّ عَلٰى الْاِسْتِهْزَاءِ بِالشَّرْعِ اَوِ الْاِزْدِرَاءِ بِهٖ۔**

(جیسا کہ، قرآنِ کریم کو، گندگی میں پھینکنا، بُت کے لئے سجدہ، نبی کو قتل کرنا، اس کے روبرو زنا کرنا، اذان سُن کر، شرم گاہ کو، ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا۔

اس کے علاوہ، ہر وہ عمل، جو، شریعت کے ساتھ، اِستہزا و اہانت پر دلالت کرے۔ت)

**یہ حکم، اس اِجماع کا، منافی نہیں ہوسکتا کہ:**

نفسِ فعل، مِنْ حَیثُ ھُوَ، مَبْنَا ے تکفیر نہیں، بلکہ، مِنْ حیثُ ھُوَ کو نہ عَلماً عَلیٰ الْجُحُودِ الْباطِنی وَ التَّکذیبِ الْقَلْبی۔ وَ الْعیاذُ بِاللّٰہِ تَعالیٰ مِنْہُ۔

(اِس لحاظ سے کہ، یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے۔ وَالْعیاذُ بِاللّٰہِ۔ت)

(ص ۱۰۱ اور ۱۰۲۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد پنجم۔ مطبوعہ ہندو پاک۔ وفتاویٰ رضویہ، دوم (قدیم) مطبوعہ میرٹھ۔)

مسئلۂ تکفیر میں، ایک نہایت معلومات افزا اور جامع ومفید تحریر، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اپنے ایک طویل فتویٰ میں، امام احمد رضا، بریلوی، تحریر فرماتے ہیں:

''فِی الْوَاقِع، جو بدعتی، ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا، مُنکِر ہو، بِاجماعِ مسلمین، یقیناً قطعاً کافر ہے۔ اگر چہ، کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی، سجدے میں ایک ورق ہوجائے، بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ، سونے کے، راہِ خدا پر دے۔ وَاللّٰہ، ہرگز ہرگز، کچھ مقبول نہیں۔ جب تک حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی، اُن تمام ضروری باتوں میں، جو، وہ، اپنے رب کے پاس سے لائے، تصدیق، نہ کرے۔

**ضروریاتِ اسلام، اگر، مثلاً ہزار ہیں، تو، ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے، جیسا، نوسو ننانوے (۹۹۹) کا ہے۔**

**آج کل، جس طرح، بعض بد دینوں نے، یہ رَوِش نکالی ہے کہ:**

بات بات پر کفر وشرک کا اِطلاق کرتے ہیں اور مسلمانوں کو، دائرۂ اسلام سے خارج کہتے ہوئے، مطلق نہیں ڈرتے ہیں۔ حالاں کہ، مصطفیٰ عَلَیہِ اَفضلُ الصَّلوٰۃ وَ الثَّناء، ارشاد فرماتے ہیں:

**فقد بَاءَ بِہٖ اَحد ھُمَا۔ (ص ۹۰۱۔ جلدِ دوم، صحیح بخاری۔ کتابُ الادب۔ بابُ مَنْ اَکفر اَخاہ بِغَیرِ تاوِیلٍ۔ الخ۔ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔)**

(ترجمہ: ان دونوں میں سے ایک نے، یہ حکم، اپنے اوپر، لاگو کرلیا۔ مترجَم)

**یوں ہی، بعض مُدَاہِنُوں پر، یہ بَلا، ٹوٹی ہے کہ:**

ایک دشمنِ خدا سے، صریح کلماتِ توہین، آقاے عالَمِیَّاں، حضور پُر نور، سیدالمُرسلین الکِرام صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم، یا۔ اور ضروریاتِ دین کا انکار، سنتے جائیں اور اسے سچا پکّا مسلمان، بلکہ، ان میں کسی کو، اَفضلُ الْعُلما، کسی کو، امامُ الاولیا، جانتے جائیں۔

یہ نہیں جانتے، یا۔ جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ:

اگر، انکارِ ضروریاتِ دین بھی، کفر نہیں

تو، عزیزو! بُت پرستی میں، کیا، زہر گُھل گیا ہے؟ وہ بھی، آخر اِسی لئے کفر ٹھہری کہ

اوّل ضروریاتِ دین، یعنی توحیدِ الٰہی جَلَّ وَ عَلَا کے خلاف ہے؟

کہتے ہیں: وہ، کلمہ گو ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے۔

ہم، کیوں کر، اسے کافر کہیں؟

ان لوگوں کے سامنے، اگر، کوئی کلمہ پڑھے، افعالِ اسلام، ادا کرے۔

بایں ہمہ، دو خدا مانے، شاید، جب بھی، کافر، نہ کہیں گے۔ مگر، اِس قدر نہیں جانتے کہ:

اعمال تو، تابعِ ایمان ہیں۔ پہلے، ایمان تو، ثابت کرلو، پھر، اعمال سے اِحتجاج کرو۔

ابلیس کے برابر تو، یہ مجاہدے، کاہے کو، ہوئے؟

پھر، اُس کے کیا کام آئے، جو، اِن کے کام آئیں گے؟

آخر، حضورِ اَقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّم نے، ایک قوم کی

کثرتِ اَعمال، اِس درجہ بیان فرمائی کہ:

تُحَقِّرُوْنَ صَلٰو تَكُم مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَ صِيَامَكُم مَعَ صِيَامِهِم۔

اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم۔

(ص ۷۵٦۔ صحیح بخاری، جلد دوم۔ کتابُ فضائلِ الْقُرآن، بابُ مَنْ رَایا بِقرَاءِ ۃِ الْقرآن)

(ترجمہ:۔ ان کی نمازوں کے مقابلے میں، تم، اپنی نمازوں کو، اور ان کے روزوں کے مقابلے میں، تم، اپنے روزوں کو، حقیر سمجھو گے۔

یا۔ جیسا کہ، رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ مترجم)

پھر، ان کے دین کا بیان فرمایا کہ:

يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

(ص ۷۵٦۔ صحیح بخاری، جلدِ دوم، کتاب فضائل القرآن، مطبوعہ کراچی۔)

(ترجمہ: دین سے، اِس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر، شکار سے پار، نکل جاتا ہے۔)

رہی کلمہ گوئی، تو، مجرّد، زبان سے کہنا، ایمان کے لئے، کافی نہیں۔

**منافقین تو، خوب، زور وشور سے کلمہ پڑھتے ہیں۔**

حالاں کہ، اُن کے لئے **فِی الدَّرکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّار۔** (سورۂ آلِ عمران ۴۔آیت ۱۴۵)

(ترجمہ:۔جہنّم کی نچلی تہ میں) کا، فرمان ہے۔**وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔**

**اَلْحَاصِل** ، ایمان، تصدیقِ قلبی کا نام ہے۔اور وہ، بعد اِنکارِ ضروریاتِ دین، کہاں؟ مثلاً:

(۱) جو رافضی، اِس قرآن مجید کو، جو بفضلِ اِلٰہی، ہمارے ہاتھوں میں موجود، ہمارے دلوں میں محفوظ، **عیاذاً بَاللّٰہِ** "**بیاضِ عثمانی**" بتائے۔

اس کے ایک حرف، یا۔ایک نقطہ کی نسبت، صحابہ، یا۔اہلِ بیت، یا۔کسی شخص کے گھٹانے، یا۔بڑھانے کا، دعویٰ کرے۔

(۲) یا۔اِحتمالاً، کہے: شاید، ایسا ہو۔

(۳) یا۔کہے: مولا علی، یا۔باقی اَئمہ، یا۔کوئی غیرِ نبی
اَنبیائے سابقین **عَلَیْہِمُ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام** سے، افضل ہیں۔

(۴) یا۔مسئلۂ خبیثہ "بدء" کا قائل ہو۔یعنی کہے:
باری تعالیٰ، کبھی ایک حکم سے پریشان ہوکر، اُسے، بدل دیتا ہے۔

(۵) یا۔کہے: ایک وقت تک، مصلحت پر، اطلاع، نہ تھی۔جب، اسے اطلاع ہوئی، حکم بدل دیا۔

**تَعَالیٰ اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْراً۔**

(۶) یا۔دامنِ عِفّت، مأمنِ طیب، اَطیب اَعطر اَطہر کنیزانِ بارگاہِ طہارت پناہ
حضرت **اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ**، صدیقہ بنت الصّدیق **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ زَوْجِھَا الْکریمِ وَ اَبِیْھَا وَ عَلَیْھَا بارک وَ سَلَّم** کے بارے میں
اُس اِفکِ مبغوض، مغضوب، ملعون کے ساتھ، اپنی زبان، آلودہ کرے۔

(۷) یا۔کہے: احکامِ شریعت، حضراتِ ائمۂ طاہرین کے سپرد تھے۔
جو چاہتے، راہ نکالتے، جو چاہتے، بدل ڈالتے۔

(۸) یا۔کہے: مصطفیٰ **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّم** کے بعد
اَئمۂ طاہرین پر، وحیِ شریعت آتی تھی۔

(۹) یا۔کہے: اَئمہ میں سے کوئی شخص

حضورِ پُرنور مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا، ہم پلّہ تھا۔

(۱۰) یا۔ کہے: حضرات کریمین اِمامَینِ شہیدین، رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُمَا حضورِ پُرنُور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّم سے افضل ہیں۔ کہ:

ان کی سی ماں، حضور کی والدہ، کب تھیں؟ اور اُن کے سے باپ، حضور کے والد، کہاں تھے؟ اور، ان کے سے نانا، حضور کے نانا، کب تھے؟

(۱۱) یا۔ کہے: حضرت جناب شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہُ الْکَرِیم نے، نوح کی کشتی بچائی ابراہیم پر، آگ بجھائی، یوسف کو، بادشاہی، دی، سلیمٰن کو، عالَم پناہی، دی۔

عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلام اَجْمَعِین۔

(۱۲) یا۔ کہے: مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے، کبھی کسی وقت، کسی جگہ حکمِ اِلٰہی کی تبلیغ میں، معاذَ اللّٰہ، تقیَّہ فرمایا۔ اِلیٰ غیرِ ذٰلِک مِنَ الْاَقْوَالِ الْخَبِیثَۃ۔

(۱) یا۔ جونجدی وہابی، حضورِ پُرنور، سَیِّدُ الْاَوَّلِین وَ الْآخِرِینِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے کوئی مثل، آسمان، یا۔ زمین۔ طبقاتِ بالا میں، یا۔ زیریں میں، موجود مانے۔

یا۔ کہے: کبھی، موجود تھا۔ یا۔ کبھی ہوگا۔ یا۔ شاید ہو۔

یا۔ ہے تو نہیں مگر، ہو جائے تو، کچھ حرج بھی نہیں۔

(۲) یا۔ حضور خاتمُ النَّبِیّن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے ختمِ نبوت کا انکار کرے۔

(۳) یا۔ کہے: آج تک جو صحابہ و تابعین، خاتَمُ النَّبِیّن کے معنی، آخِرُ النَّبِیّن سمجھتے رہے خطا پر تھے۔ نہ، پچھلا نبی ہونا کوئی کمال، بلکہ، اس کا معنی، یہ ہے جو، میں نے سمجھا۔

(۴) یا۔ کہے: میں، ذِمَّہ کرتا ہوں کہ۔

اگر، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد، کوئی نبوت پائے تو، کوئی مضائقہ نہیں۔

(۵) یا۔ دو، ایک، بُرے نام، ذِکر کر کے، کہے:

نماز میں، جنابِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف، خیال لے جانا فلاں و فلاں کے تصور میں ڈوب جانے سے، بدتر ہے۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ مَقالَتِہِ الْخَبِیْثَہ۔

(۶) یا۔ بوجہِ تبلیغِ رسالت، حضورِ پُرنور، مَحبوب رَبِّ الْعَالَمِین، مَلِکُ الْاَوَّلِین وَالْآخِرِینَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، اُس چپراسی سے تشبیہ دے

جو، فرمانِ شاہی، رعایا کے پاس لایا۔

(۷) یا۔ حضورِ اَقدس، مالک و مُعطیِ جنت، عَلَیْہِ اَفضلُ الصَّلوٰۃُ وَ التَّحِیَّۃ

اورحضرت سیدنا و مولانا علی، کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ وحضرت سیدنا غوثِ اعظم، رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ کے اَسمائے کریمہ طیبہ لکھ کر، کہے (خاک بدہنِ گستاخاں) یہ سب، جہنم کی راہیں ہیں۔

(۸) یا۔ حضور، فریاد رَسِ بے کساں، حاجت رَوائے دوجہاں، صَلَوٰتُ اللّٰہِ تَعالیٰ وَسَلامُہٗ عَلَیْہِ سے اِستعانت کو، بُرا کہہ کر، یوں، ملعون مثال دے کہ:

جو غلام، ایک بادشاہ کا، ہورَہا، اُسے، دوسرے بادشاہ سے کام بھی، نہیں رہتا۔

پھر کیسے......کا، کیا ذکر ہے؟ اور یہاں، دونا پاک قوموں کے نام لکھے۔

(۹) یا۔ اُن کے مزارِ پُر انوار کو۔ فائدۂ زیارت میں۔ کسی پادری کافر کی گور کے برابر ٹھہرائے۔ اَشَدُّ مُقْتِ اللّٰہِ عَلیٰ قَولِہٖ۔

(۱۰) یا۔ اُس کی خباثتِ قلبی، توہینِ شانِ رفیعُ الْمکان، وَاجِبُ الْاِعْظام، حضور سَیِّدُ الْاَنَامِ عَلَیْہِ اَفضلُ الصَّلوٰۃِ وَ السَّلام پر، باعث ہوکر، اپنا بڑا بھائی بتائے۔

(۱۱) یا۔ کہے: (اُن کے بدگو) مر کر مٹی میں، مِل گئے۔

(۱۲) یا۔ کہے: اُن کی تعریف، ایسی ہی کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کی، کرتے ہو۔ بلکہ، اُس سے بھی کم۔ اِلیٰ غیرِ ذٰلِک مِنَ الْخُرَافَاتِ الْمَلْعُوْنَہ۔

(۱) یا۔ کوئی نیچری، نئی روشنی کا، مُدَّعی کہے:

باندی غلام بنانا، ظلمِ صریح اور بَہائم کا، سا، کام ہے۔

جس شریعت میں، کبھی، یہ فعل، جائز رہا ہو، وہ شریعت، مِنْ جانبِ اللّٰہ، نہیں۔

(۲) یا۔ مُعجزاتِ انبیا، عَلَیْہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام سے، انکار کرے۔

نیل کے شق ہونے کو، جوار بھاٹا بتائے۔

(حضرت موسیٰ کے) عصا کے، اژدہا بن کر حرکت کرنے کو، سیماب وغیرہ کا شُعبدہ، ٹھہرائے۔

(۳) یا۔ مسلمانوں کی جنت کو، معاذَ اللّٰہ، رنڈیوں کا چکلہ، کہے۔

(۴) یا۔ نارِ جہنم کو، اَلَمِ نفسانی سے، تاویل کرے۔

(۵) یا۔ وجودِ ملائکہ عَلَیْہِمُ السَّلام کا، مُنکِر ہو۔

(۶) یا۔ کہے: آسمان، ہر بلندی کا نام ہے۔ وہ جسم، جسے مسلمان، آسمان کہتے ہیں، محض باطل ہے۔

(۷) یا۔ کہے: شیطان (کہ اس کا معلّمِ شفیق ہے) کوئی چیز نہیں۔ فقط، قوتِ بدی کا نام ہے۔
اور قرآنِ عظیم میں، جو قصے، آدم وحوا وغیرھُما کے موجود ہیں، جن سے شیطان کا، وجودِ جسمانی سمجھا جاتا ہے، تمثیلی کہانیاں ہیں۔

(۸) یا۔ کہے: ہم، بانیِ اسلام کو، بُرا کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(۹) یا۔ نُصوصِ قرآنیہ کو، عقل کا تابع بتائے۔ کہ:
جو بات، قرآنِ عظیم کی، قانونِ نیچر کے مطابق ہوگی، مانی جائے گی۔
ورنہ، کفرِ جلی کی رُوے زِشت پر، پردہ ڈھکنے کو، ناپاک تاویلیں کی جائیں گی۔

(۱۰) یا۔ کہے: نماز میں اِستقبالِ قبلہ، ضروری نہیں۔ جدھر منہ کرو، اُسی طرف، خدا ہے۔

(۱۱) یا۔ کہے: آج کل کے یہود ونصاریٰ، کافر نہیں۔ کہ:
انہوں نے، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زمانہ، نہ پایا، نہ حضور کے معجزات دیکھے۔

(۱۲) یا۔ ہاتھ سے کھانا کھانے وغیرہ، بعض سُنَن کے ذکر پر، کہے:
تہذیب، نصاریٰ نے ایجاد کی۔
نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں، بعض افعال، نامہذّب تھے۔
اور، یہ دونوں کلمے، بعض اَشقِیَا سے فقیر نے، خود سُنے۔ اِلیٰ غَیرِ ذٰلِکَ مِنَ الْاَبَاطِیلِ۔

(۱) یا۔ کوئی جھوٹا صوفی کہے:
جب بندہ، عارِف باِللہ ہو جاتا ہے، تکالیفِ شرعیہ، اُس سے ساقط ہو جاتی ہیں۔
یہ باتیں تو، خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں۔ جو، مقصود تک، وَاصِل ہو گیا، اُسے راستہ سے کیا کام؟

(۲) یا۔ کہے: یہ رکوع وسجدہ تو، محجوبوں کی نماز ہے۔ محبوبوں کو، اِس نماز کی کیا ضرورت؟
ہماری نماز، ترکِ وجود ہے۔

(۳) یا۔ یہ نماز روزہ تو، عالموں نے انتظام کے لئے بنالیا ہے۔

(۴) یا۔ جتنے عالم ہیں، سب، پنڈت ہیں۔
عالم، وہی ہے، جو، انبیاے بنی اسرائیل کے مثل، معجزہ دکھائے۔
یہ بات، حسنَین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا کو حاصل ہوئی۔ وہ بھی، ایک مدت کے بعد

مولیٰ علی کے سکھانے سے۔ کَمَا سَمِعْتُہ، مِن بَعضِ الْمُتھَوِّرِین عَلیٰ اللہِ تعالیٰ۔

(ترجمہ: جیسا کہ، میں نے خود، ایسے لوگوں سے سنا ہے، جو، اللہ تعالیٰ پر جُرأت کرتے ہیں۔ مترجم)

(۵) یا۔ خدا تک پہنچنے کے لئے اسلام، شرط نہیں۔

بیعت، بِک جانے کا نام ہے۔ اگر، کافر، ہمارے ہاتھ پر، بِک جائے
ہم، اُسے، خدا تک پہنچا دیں گے۔ گو، وہ، اپنے دینِ خبیث پر، رہے۔

(۶) یا۔ رنڈیوں کا ناچ، عَلانیہ دیکھے۔ جب اس پر اعتراض ہو، تو، کہے کہ:
یہ تو، نبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وسَلَّم کی سُنَّت ہے۔

کَمَا بَلَغَنِی عَنْ بَعْضِہِم ۔وَاعْتَرفَ بِہٖ بَعْضُ خُلَّصِ مُرِیدِیہٖ۔ (ترجمہ: جیسا کہ ان کے بعض سے، مجھے اِطلاع ملی اور اس کے مخلص مرید نے اس کا اِعتراف کیا۔ مترجم)

(۷) یا۔ شبانہ روز، طَبلہ سارنگی میں، مشغول، رہے۔

جب، تحریمِ مزامیر کی احادیث سنائیں، تو، کہے:
یہ مذمّتیں تو، اُن کثیف، بے مزہ باجوں کے لئے وارِد ہوئیں، جو، اُس وَقت، عرب میں رائج تھے۔ یہ لطیف، نفیس، لذیذ باجے، جو، اَب ایجاد ہوئے، اُس زمانے میں ہوتے تو، نبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام، سِوا، اُن کے سننے کے، ہرگز کوئی کام، نہ کرتے۔

(۸) یا۔ کہے:

بمعنی خدا ہے، سَراہا گیا ہے — محمد، خدا ہے، خدا ہے محمد
یہ دونوں ہیں ایک، ان کو، دو، مَت سمجھنا — خدا باطن و ظاہرا ہے محمد

(۹) یا۔ کہے:

مسیحا سے، تری آنکھوں کے، سب بیمار، اچھے ہیں
اشاروں میں جِلا دیتے ہیں مُردہ، یارسولَ اللہ

(۱۰) یا۔ کہے:

علی، مشکل کشا، شیرِ خدا تھا اور حیدر تھا — وہ بالا مرتبہ تھا، راکبِ دوشِ پیمبر تھا
بربِّ کعبہ، کب خیبر شکن، فرزندِ آزر تھا — بتوں کے توڑنے میں، اس سے ابراہیم، ہمسر تھا
اگر ہوتا نہ زیرِ پا، کتف، شاہِ رسولاں کا

(۱۱) یا۔ کہے: مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ، اللّٰہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔
اور، اَنبیاے سابقین عَلَیہِمُ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلام میں، کوئی، خدا کا محبوب، نہ تھا۔
(۱۲) یا...... اس کے جلسہ میں، لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ فُلانٌ رَسُولُ اللّٰہِ
اُسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے، اور وہ، اُس پر، راضی ہو جائے۔

**یہ سب فرقے، بِالْقَطعِ وَالْیَقِین، کافِر مطلق ہیں۔**

**هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اِلیٰ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیم۔**

وَ اِلَّا لَعنَهٗ لَعنَةً تُبِیدُ صِغَارَهُم وَ كِبارَهُم وَ تُزِیلُ عَنِ الْاِسْلامِ وَالْمُسْلِمِین عَارَهُم وَ عَوَارَهُم۔ آمِین۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۲۳ تا ص ۱۲۸۔ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۱۴۔ مطبوعہ ہند و پاک)

اہلِ سُنَّت کے مُعتمد و متبحر عالمِ دین، مولانا سید احمد سعید، کاظمی، امروہوی (انوارُ العلوم ملتان۔ پنجاب، پاکستان۔ متوفی ۱۹۸۶ء) لکھتے ہیں:

**''مسئلۂ تکفیر میں، ہمارا مسلک، ہمیشہ سے، یہی رہا ہے کہ:**
**جو شخص بھی، کلمۂ کفر بول کر، اپنے قول، یا۔ فعل سے، اِلتزامِ کفر کرے گا**
**ہم، اُس کی تکفیر میں، تأمُّل نہیں کریں گے۔**
**خواہ، دیوبندی ہو، یا بریلوی۔ لیگی ہو، یا کانگریسی۔ نیچری ہو، یا ندوی۔**
**اِس میں، اپنے پَرائے کا امتیاز کرنا، اہلِ حق کا شیوہ نہیں۔**
**اِس کا مطلب، یہ ہرگز نہیں کہ:**
**ایک لیگی نے، کلمۂ کفر بولا تو، ساری لیگ، مَعاذَ اللّٰہ، کافر ہو گئی۔**
**یا۔ ایک ندوی نے، اِلتزامِ کفر کیا تو، مَعاذَ اللّٰہ، سارے ندوی، مُرتد ہو گئے۔**
**ہم تو، بعض دیوبندیوں کی کفری عبارات کی بنا پر، ہر ساکنِ دیوبند کو بھی، کافر نہیں کہتے۔**
**ہم، اور ہمارے اکابر نے، بار بار، اعلان کیا ہے کہ:**
**ہم، کسی دیوبند، یا لکھنؤ والے کو، کافر نہیں کہتے۔**
**ہمارے نزدیک، صرف، وہی کافر ہیں، جنھوں نے:**
**مَعاذَ اللّٰہ**، اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول اور محبوبِ ایزدی کی شان میں گستاخیاں کیں

**اور، باوجود تنبیہِ شدید کے، اپنی گستاخیوں سے، توبہ نہیں کی۔**

**نیز، وہ لوگ، جو، اِن گستاخیوں پر مطّلع ہوکر، اور اِن کے صریح مفہوم کو، جان کر:**

گستاخیوں کو، حق سمجھتے ہیں۔اور گستاخوں کو، مومن، اہلِ حق، اپنا مقتدا، اور پیشوا مانتے ہیں۔

**اور بَس! ان کے علاوہ، ہم نے، کسی مُدَّعیِ اسلام کی تکفیر نہیں کی۔**

ایسے لوگ، جن کی ہم نے تکفیر کی ہے، اگر، ان کو، ٹٹولا جائے تو، وہ، بہت قلیل ہیں اور محدود۔

**ان کے علاوہ، نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے، نہ بریلی کا۔نہ لیگی، نہ ندوی۔**

**ہم، سب مسلمانوں کو، مسلمان سمجھتے ہیں۔''**

(ص ۲۴۔۲۵۔**اَلْحَقُّ الْمُبِین**، ازمولانا احمد سعید، کاظمی۔مطبوعہ ملتان، پنجاب۔پاکستان)

شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، سابق صدر شعبۂ اِفتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (متوفی ۶ رصفر ۱۴۲۱ھ/۱۱رمئی ۲۰۰۰ء) لکھتے ہیں:

**''کلمات اور افعال، دو قسم کے ہیں:**

ایک، وہ، جو، کفر میں متعیَّن ہیں۔جن میں، کوئی پہلو، قریب، یا بعید، اسلام کا نہیں۔

دوسرے، جن کا ظاہر، کفر۔اگرچہ، کسی تاویلِ بعید سے، وہ، کفر، نہ ہوں۔

**جمہور فُقہا، ثانی صورت پر، حکمِ کفر، دیتے ہیں۔**

**محققین فُقہا اور متکلّمین، ایسی صورت میں، کفِّ لِسان کرتے ہیں۔**

**پہلی صورت میں، دونوں فریق، کافر کہتے ہیں۔**

**اِسی طرح، بعض افعال کے کفر ہونے، نہ ہونے میں، عُلما کا اختلاف ہے۔**

**ایسی صورت میں، اِحتیاطاً، توبہ وتجدیدِ ایمان ونکاح کا حکم، دِیا جاتا ہے۔**

اِسی طرح، جو افعال، یا۔اقوال، جمہور فُقہا کے نزدیک، کفر ہیں

اُن کے قائل اور مُرتکب پر بھی، توبہ وتجدیدِ ایمان ونکاح کا حکم ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔''

(ص ۵۴۰۔فتاویٰ شارحِ بخاری۔جلدِ دوم)

''عوام کا عُرف، مدارِ حکم نہیں۔حکم کا مدار، حقیقی معنی پر ہے۔

اِس لئے ایسا شخص، جو، اپنے آپ کو، دیوبندی کہتا ہو، لوگ بھی، اس کو، دیوبندی کہتے ہوں۔

وہ، ان چاروں عُلماے دیوبند کو، اپنا مقتدا اور پیشوا مانتا ہو۔

حتی کہ، اہلِ سُنّت کو، بدعتی بھی کہتا ہو۔

مگر، ان چاروں کی مذکورہ بالا کفریات پر مطّلع نہیں۔تو، وہ، حقیقت میں، دیوبندی نہیں۔

اس کا، یہ حکم نہیں کہ، یہ شخص، کافر ہو۔

یا۔اس کی نمازِ جنازہ پڑھنی، کفر ہو۔وَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَعلم۔"

(ص ۹۱۴۔معارفِ شارحِ بخاری۔مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

**کسی مُدَّعیِ اسلام کی نامزد تکفیر کے لئے عُلما وفُقہاے اہلِ سُنَّت نے یہ ضابطہ اور اصول، متعیَّن ومقرَّر فرمایا دیا ہے کہ:**

**(۱) کلام (۲) تکلُّم (۳) مُتکلِّم ۔اِن تینوں کا، قطعی ویقینی تحقُّق ہو جائے۔**

**یعنی، ان میں سے کسی ایک میں بھی، شک وشبہ کی کوئی گنجائش، باقی نہ رہ جائے۔**

اور کسی بھی، قابلِ قبول تاویل کی، ان میں سے کسی ایک میں بھی، کوئی گنجائش، نہ پائی جا سکے۔

**یہ اِلتزامِ کفر، قولاً ہو، یا عملاً۔دونوں صورتوں میں، تکفیر کا حکم، یکساں ہے۔**

اِس شرعی اصول وضابطہ کو، ایک مثال کے ذریعہ، آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ:

زید، اگر، مُدَّعیِ اسلام ہے۔اور وہ، کسی ایسے فرقے کا، فرد نہیں جس کی عُلما وفُقہاے اہلِ سُنَّت نے، بحیثیتِ مجموعی، تکفیر کی ہو۔تو، **اس کی تکفیر، صرف، اِس صورت میں ہو سکتی ہے کہ:**

وہ، اپنے کسی قول، یا۔فعل سے ضروریاتِ دین، یا۔ان میں سے کسی ایک کا، انکار کرے۔

اور اس کے، اس مُنافیِ اسلام قول، یا۔فعل کی (یا کسی موجبِ تکفیر اِستہزا وَ اِستخفاف کی) **شرعی تحقیق ہو جائے کہ:**

**(۱) کفری قول، یا۔عمل کا، صُدُور و اِلتزام ہوا ہے۔**

**(۲) یہ قول، یا عمل، موجبِ تکفیر ہے۔**

**(۳) یہ قول، یا عمل، زید ہی کا ہے۔**

**اِن تینوں اُمور کے تحقُّق وثبوتِ شرعی کے بعد ہی، زید کی تکفیر، جائز ہوگی۔**

اور کسی شخص کی نامزد تکفیر کرنا، مستند ومعتمد اور ماہر وتجربہ کار فقیہ ومفتی کا ہی فریضہ ہے۔

**عام مفتیوں اور مولویوں کو، کسی کی نامزد تکفیر سے سخت اِجتناب واِحتراز، لازم ہے۔**

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں، حضرت عبد اللہ بن عمر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا سے مَروی

ایک حدیث ہے کہ: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

**''اَیُّمَا امْرِیءٍ قال لِاَخِیْہِ یا کافِر فقد باءَ بِھَا اَحد ھُمَا۔**

**وَزَادَ فِی مُسلم فِی کتاب الایمان: اِنْ کَانَ کما قَالَ وَ اِلّا رَجَعَتْ اِلَیہِ۔''**

یعنی، جو مسلمان، کسی مسلمان کی طرف، کسی کفر کی نسبت کرے، اسے کافر کہے۔

اور وہ، درحقیقت، ایسا، نہ ہو۔ تو، کفر، اس قائل کی طرف، پلٹ آئے گا۔ **اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔**

**و عَنْ ابنِ عُمرَ اَنَّ النَّبی صَلیّ اللّٰہ عَلَیْہِ قَال :**

**اِذَا کفَّرَ الرَّجُلُ اَخَاہُ فقد بَاءَ بِھَا اَحَدُھُمَا۔**

(صحیح مسلم ۔ کتابُ الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمر سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی تکفیر کرے تو، ان میں سے کسی ایک پر نافذ ہو جاتا ہے۔''

یہ وعیدِ شدید، ایسے لوگوں کی آنکھیں کھولنے، بلکہ، انہیں لرزہ براندام کر دینے اور توبہ ورُجوع کی ترغیب دینے کے لئے کافی ہے، **جو، کسی تحقیق وثبوتِ شرعی کے بغیر، بے بنیاد طور سے کسی مسلمان کی تکفیر کرنے، اسے کافر کہنے کی ایمان سوز اور غیر ذمّہ دارانہ حرکت کر بیٹھتے ہیں۔**

**یا۔ کسی مسلمان پر، بے بنیاد طور سے، یہ الزام، عائد کر دیتے ہیں کہ:**

اس نے، فلاں فرد، یا طبقہ کی تکفیر کی ہے، اسے کافر کہا ہے۔ **نَعُوذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین۔**

ایسے، ہر شخص کو، مؤاخذۂ شرعی وغضبِ خداوندی سے ڈرنا چاہیے اور اسے ہر مرحلہ میں **ہر لمحہ اور ہمہ وقت، یاد رکھنا چاہیے کہ: اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ۔ (اَلآیہ)**

یقیناً، ربِّ کائنات، خدائے قہّار وجبّار کی گرفت، بڑی ہی، سخت ہے۔

**اَلتزامِ کفر پر مشتمل عبارات واَقوال واَفعال کے سلسلے میں**

**عُلما وفُقہائے اہلِ سُنّت کا، واضح موقف، یہ ہے کہ:**

بعدِ اِطلاعِ تام وفہمِ کامل، جو شخص، ایسی عباراتِ کفریہ کے قائلین ومُصدِّقین کی تکفیر، نہ کرے **وہ بھی، انھیں قائلین ومُصدِّقین کے حکم میں ہے۔**

یہی مطلب ہے، اس ضابطۂ شرعی کا، جو، دُرِّ مختار (ص ۳۵۶، بابُ المُرتد، جلدِ اول

مطبع مجتبائی، دہلی) میں، منقول ہے کہ: مَنْ شَکَّ فِی کُفْرِہٖ وَعَذابِہٖ فقد کفر۔

یعنی، جو شخص، کسی کے قول و فعل میں، کسی صریح اور قطعی کفر کے صُدورووُضوح اور ثبوتِ شرعی کے بعد، اُس کے قائل و فاعل کے کافر ہونے، اور اس کے کفرِ صریح کے سبب، اُس پر ہونے والے عذاب کے بارے میں، کچھ بھی، شک وشُبہ میں مبتلا ہو، وہ، خود، کافر ہو جائے گا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللہِ۔

کفرِ صریح و اِرتکابِ کفر و اِلتزامِ کفر اور اس کے قائل و فاعل کے بارے میں اِطلاعِ تام وفہمِ کامل، نہایت، لازمی شرط ہے۔

اس کے بغیر، کسی کے بارے میں، نامزد طور سے تکفیرِ شرعی کا حکم
جاری اور نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

بیانِ اَحکام ومسائلِ شرعیہ میں، ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کبھی، اِفراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے۔ جائز کو جائز، مکروہ کو مکروہ، اور حرام کو حرام ہی کہا۔

**آپ کی تحریرات وفتاویٰ کے اندر، آپ کے بیان کردہ کسی مسئلے میں**
**اِفراط وتفریط کی کوئی مثال، نہیں ملتی۔**

ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کی خداداد بصیرت وتفقُّہ اور توفیقِ اِلٰہی کا فیضان تھا کہ آپ کے بیان کردہ اور تحریر کردہ شرعی وفقہی احکام وفتاویٰ
سنّتِ نبوی وشریعتِ مصطفوی اور فقہِ اسلامی حنفی کے عین مطابق، ہوا کرتے تھے۔

**اور کوئی، ایسی زبانی، یا۔ تحریری روایت نہیں کہ:**
**کبھی، آپ کو، اپنے جاری کردہ کسی فتویٰ کے تعلق سے**
**کسی نقص وندامت اور، رُجوع کی نوبت آئی ہو۔**

شاعرِ مشرق، ڈاکٹر اقبالؔ (متوفی ۱۹۳۸ء) **نے اپنے تأثرات میں**
**آپ کی اِس خصوصیت کا، بطورِ خاص، ذکر کیا ہے۔**

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف (متوفی ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، خلیفۂ امام احمد رضا، بریلوی کی ایک خصوصی مجلس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر، سید، احمد عابد علی، سابق لکچرر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا تحریری بیان ہے کہ:

''غالباً، ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ علّامہ اقبالؔ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں موجود تھے۔

ایک محفل، جس میں، مَیں موجود تھا، دَورانِ گفتگو، مولانا احمد رضا خاں، بریلوی کا تذکرہ آ گیا۔

علّامہ مرحوم نے مولانا بریلوی کو، خراجِ تحسین، پیش کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کے دَورِ آخر میں، ان جیسا طبّاع و ذہین فقیہ، پیدا نہیں ہوا۔''

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے علّامہ مرحوم نے فرمایا کہ:

''میں نے، ان کے فتاویٰ سے، یہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت فطانت، جَودتِ طبع، کمالِ فُقاہت اور علومِ دینیہ میں، تبحرِ علمی کے شاہدِ عدل ہیں۔''

نیز، فرمایا: ''مولانا، ایک دفعہ، جو رائے، قائم کر لیتے تھے، اُس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔ یقیناً، وہ، اپنی رائے کا اظہار، بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔

لِہٰــــذا، انہیں، اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں، کبھی کسی تبدیلی، یا۔ رجوع کی ضرورت، نہیں پڑی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ عابد احمد علی۔ یکم اگست ۱۹۶۸ء۔

(مطبوعہ، ہفت روزہ ''اُفُق'' کراچی۔ شمارہ ۲۳/ تا ۲۸/ جنوری ۱۹۷۹ء۔ تحریری بیان کا عکس)

اِس کے ساتھ ہی، ایک دوسری اہم خصوصیت، یہ ہے کہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے، آپ کی زبان وقلم کو، لغزشوں سے محفوظ رکھا۔

مکروہِ تنزیہی، مکروہِ تحریمی، حرام، ضلالت، کفر، اِرتداد

جیسے کسی مسئلہ میں، کبھی، ایسا، نہیں ہوا کہ:

جس کا جو شرعی حکم اور درجہ ہے، اُس سے تجاوُز کر کے، یا تجاہُل، بَرت کر

کچھ کا کچھ بیان کر دیا ہو۔ یا۔ اسے، لکھ دیا ہو۔

فتاویٰ رضویہ مترجَم (مع ترجمہ وتخریج) کی تیس (۳۰) ضخیم جلدیں (مطبوعہ ہند و پاک)

اِس حقیقت پر، شاہدِ عدل ہیں۔

اور تیسری اہم خصوصیت، یہ ہے کہ:

بیانِ احکام ومسائل میں، کبھی آپ نے اپنے اور پَرائے کا کوئی امتیاز، رَوا نہیں رکھا۔

جو حکمِ شرع تھا، وہی بیان کیا۔ اور کبھی آپ کی زبان وقلم سے

کسی طرح کی مداہنت ومجانبتِ غیر شرعی کا کوئی جُملہ، صادر نہیں ہوا۔

یہ محض، فضلِ اِلٰہی واِنعامِ خداوندی ہے کہ:

ربِّ کائنات جَلَّ وَ عَلَا نے، اپنے ایک مخلص بندے اور اہلِ سنَّت کے امامِ جلیل کو اپنی توفیق وعطا سے نوازا۔ جو، صدقہ ہے، رسولِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نظرِ کرم اور چشمِ عنایت کا، جس سے، آپ، بَہرہ وَر، اور سرفراز ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔

جب کہ، دوسری طرف، خالص شرعی مسائل واحکام، بلکہ، اسلام وکفر کے مسئلے میں بھی فتویٰ جاری کرنے کا حال، دار العلوم دیوبند کے نامور فاضل اور صحافی، مولانا عامر عثمانی، دیوبندی (متوفی ۱۹۷۵ء) کے ایک اِداریہ کے، مندرجہ ذیل اِقتباسات سے، واضح ہے:

(ایک فتویٰ میں) ''قاسم العلوم، غزالیِ وقت، حضرتُ العَلَّام، مولانا محمد قاسم، نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو، خود، مُفتیانِ دارالعلوم، دیوبند نے، نہ صرف، اہلِ سنَّت والجماعت سے خارج کردیا، بلکہ، نَعُوذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِک، **کافر ٹھہرادیا۔**''

(ص ۹۔ ماہنامہ ''تجلّی'' دیوبند۔ ماہ اپریل ۱۹۵۶ء۔ جلد ۷۔ شمارہ ۲)

''**تفصیل**، اِس اِجمال کی، سہ روزہ ''**دعوت**'' دہلی کی، ۱۷/ جنوری ۱۹۵۶ء کی اِشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔

کسی نے، حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی چند سطریں، اُن کی کتاب ''**تَصفِیۃُ العَقائد**'' سے نقل کر کے، دارُالافتاء دارالعلوم، دیوبند کو بھیجیں اور پوچھا کہ:

اِن سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں، شرعی فیصلہ کیا ہے؟

(ص ۱۰۔ ماہنامہ ''تجلّی''، دیوبند۔ اپریل ۱۹۵۶ء)

''مندرجہ ذیل فتویٰ، صادر فرمایا: فتویٰ نمبر ۱۴۔

اَلْجواب: ۔ اَنبیا عَلَیْہِمُ السَّلام، مَعاصی سے، مَعصوم ہیں۔

ان کو، مُرتکبِ معاصی سمجھنا (اَلْعِیاذُ بِاللہِ) اہلِ سنَّت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔

اس کی وہ تحریر، خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ فقط۔ وَاللہُ اَعلم۔ سید احمد علی سعید، نائب مفتیِ دارالعلوم، دیوبند۔

جواب، صحیح ہے۔ ایسے عقیدہ والا، کافر ہے۔ جب تک، وہ، توبہ وتجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح نہ کرے، اُس سے قطعِ تعلق کریں۔ مسعود احمد، عَفَا اللہُ عَنْہُ۔ مہر دارالافتا، دیوبند۔ اَلْھند۔

(ص ۱۰۔ ماہنامہ ''تجلّی''، دیوبند۔ ماہ اپریل ۱۹۵۶ء)

عُلما ومفتیانِ دیوبند، جب، فتویٰ لکھ رہے تھے تو، انہیں معلوم نہیں تھا کہ:

**تَصْفِیَةُ الْعَقَائِد**، مؤلّفہ مولانا محمد قاسم، نانوتوی سے ماخوذ ومنقول عبارتوں کے خلاف وہ، فتویٰ، صادر کررہے ہیں۔ اور جیسے ہی، اس کا علم ہوا:

سارے عُلماے دیوبند کے درمیان، ایک ہلچل مچ گئی اور فتویٰ مذکور، نہ صرف بے اثر اور کالعَدم ہو گیا، بلکہ، اِس سارے معاملے کو، سمیٹ اور لپیٹ کر، سَر دخانے میں ڈال دیا گیا۔

قاری محمد طیب صاحب (متوفی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) اُس زمانے میں دارالعلوم، دیوبند کے مہتمم تھے۔ ایسی صورت میں، یہ کیسے گوارا کیا جاسکتا تھا کہ، اُن کے دادا:

مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کو

عقیدۂ اہلِ سنّت کا مخالف بلکہ، کافر قرار دیا جائے؟ **فَاعْتَبِرُوْا یا اُولِی الْاَبْصَار**۔

دوسرا حادثہ سنیئے۔ جسے مولانا عامر عثمانی (متوفی ۱۹۷۵ء) نے ''ایک کہانی، ایک حادثہ'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ اور، یہ حادثہ، خود، **قاری محمد طیب صاحب سے متعلق ہے۔**

**''ابھی، دسمبر ۱۹۶۲ء کے آخری عشرے میں، یہ حادثہ، پیش آچکا ہے کہ:**

دارالعلوم، دیوبند کے صدر مفتی، جناب مولانا مہدی حَسَن صاحب نے کسی مُستفتی کے پیش کردہ اِستفتا پر، بعض عبارتوں کو، کفر وضلالت کا گنجینہ، قرار دیا۔ مگر، اُن کی قسمت سے **یہ عبارتیں نکلیں، جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب، مہتمم دارالعلوم، دیوبند کی۔**

**پھر، وہی آزمائش کی نازک گھڑی آپہنچی**

جو، آدمی کے جسم سے اوپر کی کینچلی، اُتار دیتی ہے اور، وہ، آئینے کے سامنے، آ کھڑا ہوتا ہے۔

واقعہ مع تفصیل کے، اخبارات میں آچکا ہے۔ اور ہندو پاک کے جریدوں میں اس پر متعدد ریمارک بھی ہوئے ہیں۔ خاص طور سے مدیر ''**فاران**'' کراچی نے، بہت بَسط سے اظہارِ خیال کیا ہے۔'' الخ۔ (ص ۶۔ **خاص نمبر**، ماہنامہ تجلّی، دیوبند۔ شمارہ، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء)

''لُطف، یہ ہے کہ، رُجوع پر آمادگی، ظاہر کیے بغیر، مفتی صاحب انہیں دنوں اپنے وطن چلے گئے۔ اور وہاں سے حضرت مہتمم صاحب کو، خط لکھا تھا۔

**اس میں بھی، کم وبیش، یہ الفاظ، ضرور، موجود تھے کہ:**

''رُجوع، مصلحت کے خلاف، معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے ذاتیات وشخصیات، متأثر ہوتی ہیں۔''

**اس کے بعد، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ:**

کیا پیش آیا اور کس نے مفتی صاحب کے قلب میں، رُجوع کا خیال، ڈال دیا کہ:

چند ہی روز بعد ''اَلْـجَـمْـعِيَّة'' دہلی (بابت ۱۱/ جنوری ۱۹۶۳ء) میں، مندرجہ ذیل، اطلاع خود، مفتی صاحب کی طرف سے شائع ہوتی ہے۔ نقل، مطابقِ اصل، ملاحظہ ہو۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۰۔ ماہنامہ تجلّی، دیوبند۔ ماہِ مارچ واپریل ۱۹۶۳ء)

..........**اَلحاصل!** جواب سے میں نے، رُجوع کرلیا ہے۔

وضاحت کے بعد، جواب کا، وہ حکم، اِقتباسات پر، عائد نہیں ہے۔

وَالسَّلامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ۔

سید مَہدی حسن (صدر مفتی دارالعلوم، دیوبند)

(ص ۱۰۔ ماہنام تجلی، دیوبند۔ ماہ، مارچ واپریل ۱۹۶۳ء)

**''خیر، فتویٰ تو، جیسا تھا، ویسا تھا۔ کمال، رُجوع میں کیا گیا ہے۔**

**ایک بھونڈی سی کہاوت ہے کہ:**

''کُمھار پر تو، بَس نہیں چلا، گدھے کے کان، اینٹھ دیے۔'' اس کی بہترین مثال، یہ رُجوع ہے۔

**کُھلی بات ہے کہ، رُجوع، صرف اور صرف، اِس لئے کیا گیا ہے کہ:**

**''بدقسمتی سے نشانہ، وہ مہتمم صاحب بن گئے ہیں**

**جن کے زیرِ اہتمام چلنے والی درس گاہ میں مفتی صاحب، بَرسرِ روزگار ہیں۔**

**اس کے سِوا، کوئی معقول بنیاد، رُجوع کی نہیں۔ کیوں کہ:**

**مہتمم صاحب نے، اپنی توضیحات میں، اپنے نکتے کو، جوں کا توں، رکھا۔**

اور اُسی خیال پر زور دیا ہے، جو مفتی صاحب کی دانست میں، پَرلے سرے کا، کفر و اِلحاد تھا۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ، اِقتباسات میں کوئی اِبہام رہا ہو، جو، توضیح کے بعد، دور ہوگیا ہو۔

**اِقتباسات، صاف بتا رہے تھے کہ:**

حضرت عیسیٰ اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مابین، دعویٰ، حقیقی اِبنیت اور ولدیت کا نہیں کیا جارہا ہے۔ بلکہ بات، توضیح و تمثیل کی ہے۔

**توضیح میں، مہتمم صاحب نے، اسی کو کھول کر، بیان کردیا۔**

**پھر، کیا گنجائش تھی کہ، مفتی صاحب کا، مَزعومہ کفر و اِلحاد، اسلام سے بدل جاتا؟**

ادنیٰ رَیب کے بغیر، واضح ہے کہ:

رُجوع کا تعلق، جذبۂ حق پرستی سے، قطعاً نہیں۔

تاہم، اتنے بڑے صاحبِ منصب سے، بجا طور پر، توقع کی جاسکتی تھی کہ:

جو قصور، سَر زَد ہو چکا ہے، اُس کی لیپا پوتی میں

وہ، دانشوروں جیسی ہُنر مندی کا ثبوت دیں گے۔ مگر، وَا حَسْرَتاہ، کہ:

رُجوع، اتنا، بدنما پیش فرمایا جس پر معمولی علم و عقل کے لوگ بھی، مطمئن نہ ہوسکیں گے۔

اور موصوف کی دیانت وتقویٰ کے بارے میں، بہت بُری رائے، قائم کریں گے۔'' الخ۔

(ص۱۴ و ص۱۵۔ ماہنامہ ''تجلّی'' دیوبند۔ ماہِ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء۔ بقلمِ مولانا عامر عثمانی)

# مسئلۂ تکفیر

ذرا ذرا سی بات پر، کافر کہہ دینے کا، مُعانِدین ومخالفین کی طرف سے، عُلماے اہلِ سنّت و جماعت، بِالخصوص امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلاف، بار بار اِلزام، عائد کیا جانا اور زور وشور کے ساتھ، اس کا پروپیگنڈہ کیا جانا، بالکل غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔

چنانچہ، اہلِ سنّت و جماعت سے، برسرِ پیکار، قدیم فرقۂ شیعہ کے بارے میں امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا، **یہ اصولی اور مبنی برحقیقت موقف، ملاحظہ ہو:**

''شیعہ، تین قسم کے ہیں: ایک، محض ''**تفضیلیہ**''۔ وہ، بِالاتفاق، مسلمان ہیں۔

**اگرچہ، اِس مسئلہ میں، گمراہ ہیں۔**

دوسرے ''**تبرّائیہ**''۔ کہ، تبرّا سے زیادہ، ضروریاتِ دین سے، کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔ ان کے بارے میں، عُلماے اہلِ سنّت و جماعت کا، اختلاف ہے۔

متکلّمین کے نزدیک، یہ فرقہ، گمراہ ہے۔ مگر، کافر نہ کہا جائے گا۔ اور یہی، ہمارے نزدیک، صحیح ہے۔

**تیسرے، وہ، جو بعض ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔ مثلاً:**

نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد، قرآن مجید سے کوئی سورت، یا۔ آیت یا۔ حرف، گھٹ جانا، یا۔ بدل جانا، مانیں، یا۔ اِحتمال، مانیں۔

یا۔ مولیٰ علی، یا۔ ائمۂ اَطہار، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُم میں سے کسی کو، نبی سے افضل جانیں۔

تو، یہ بِالْاِجْمَاع، مُرتد ہیں۔ ایسے کہ، جو، انہیں، مُرتد، نہ کہے، وہ بھی، کافر مُرتد ہے۔

عُلماے اہلِ سنّت کا، یہ مذہب ہے۔ عالمگیری، اور خُلاصہ، اور فتح القدیر اور فتاویٰ ظہیریہ **اور حدیقۂ ندیّہ وغیرہا، کُتبِ کثیرہ میں، اس کا بیان ہے۔**

اور عُلماے حرمین شریفین نے ''**فَتَاوِیٰ الْحَرَمین**'' میں، اس کی تصریح، فرمائی۔

اور میرے رسالہ ''**رَدُّ الرَّفَضہ**'' میں، جو، بارہ (۱۲) سال سے کئی بار، طبع ہو چکا ہے اس کا، مشرّح بیان ہے۔''

(ص ۶۵۱۔ص ۶۵۲۔ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' (مکمل) مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین، قادری رضوی، عظیم آبادی مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

طائفۂ وہابیہ اور قائلینِ کذبِ باری تعالیٰ کے بارے میں، رسالہ ''سَلُّ السُّیُوفِ الْھِنْدِیَّۃ''
(۱۳۱۲ھ) کے آخر میں، تحریر فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَہ، اس میں شک نہیں کہ، اس گروہِ ناحق پر، ہزاروں وجہ سے کفر، لازم۔
اور، جماہیر فُقہائے کرام کی تصریحیں، ان کے صریح کفر پر، حاکم۔
**نَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَلْعَفْوَ فِی الدِّینِ وَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ۔**
(ہم، اللہ تعالیٰ سے، دین اور دنیا و آخرت میں، عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت)

''یہ حکمِ فقہی، متعلق بکلماتِ سفہی تھا۔ مگر، اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں، بے حد برکتیں ہمارے عُلمائے کرام، عُظمائے اسلام، معظّمینِ کلمۂ خیرالانام، عَلَیہِ وَ عَلَیہِم السَّلام پر، کہ:

یہ کچھ، دیکھتے، وہ کچھ، سخت و شدید ایذائیں پاتے۔

اِس طائفۂ تالِفہ کے پَیرو سے ناحق، نارَوابات پر، سچے مسلمانوں، خالص سُنّیوں کی نسبت، حکمِ شرک و کفر سنتے، ایسی ناپاک و غلیظ گالیاں، کھاتے ہیں۔

بایں ہمہ، نہ شدتِ غضب، دامنِ اِحتیاط، ان کے ہاتھ سے چھڑاتی
نہ، ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر، قوتِ انتقام، حرکت میں آتی ہے۔
وہ، ابھی تک، یہی تحقیق، فرمارہے ہیں کہ:

لزوم و اِلتزام میں، فرق ہے۔ اَقوال کا، کلمۂ کفر ہونا، اور بات، اور کافر کو قائل، مان لینا، اور بات۔
ہم، احتیاط برتیں گے۔ سکوت کریں گے۔
جب تک، ضعیف سا ضعیف اِحتمال ملے گا، حکمِ کفر، جاری کرتے، ڈریں گے۔

فقیر، غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ لَہٗ نے، اِس مبحث کا قدرے بیان، آخرِ رسالہ
''سُبحٰنَ السُّبُّوح عَنْ عَیبِ کِذبٍ مَقبُوح'' ۱۳۰۷ھ میں کیا۔

اور، وہاں بھی، باآں کہ، اِس امام و طائفہ پر، صرف، ایک مسئلۂ اِمکانِ کذب میں اُٹھہتّر (۷۸) وجوہ سے لزومِ کفر کا ثبوت دیا، حکمِ کفر سے، کفِّ لسان ہی کیا۔

بِالْجُمْلَہ، اِس طائفۂ حائِفہ، خصوصاً، ان کے پیشوا کا حال، مثلِ یزید پلید عَلَیہِ مَا عَلَیہِ ہے کہ محتاطین نے، اس کی تکفیر سے سکوت، پسند کیا۔

**ہاں! یزیدِ مَرِید اور اِن کے امامِ عَنِید میں، اتنا فرق ہے کہ:**

**اُس خبیث سے ظلم وفسق وفجور، متواتر۔ مگر، کفر، متواتر نہیں۔**

**اور، اِن حضرت سے، یہ سب کلماتِ کفر، اعلیٰ درجۂ تَواتُر پر ہیں۔**

پھر، اگر چہ، ہم، براہِ احتیاط، تکفیر سے زبان، روکیں، ان کے خسارو بَوار کو، یہ کیا کم ہے کہ:

جماہیر ائمۂ کرام، فُقَہاے اسلام کے نزدیک، ان پر، بوجُوہِ کثیرہ، کفر لازم۔

**وَالْعَیاذُ بِاللّٰہِ الْقَیُّومِ الدَّائِم۔**

(ص ۲۵۶۔ **فتاویٰ رضویہ**، مترجَم۔ جلد ۱۵۔ مطبوعہ پاک وہند)

رسالہ ''سُبْحٰنَ السُّبُّوح''(۱۳۰۷ھ) کے اندر، حکمِ قائل میں، خاتمۂ تحقیق، یہ ہے:

**''جانِ برادر! یہ، پوچھتا ہے کہ:**

**ان کا، یہ عقیدہ کیسا ہے؟ اور ان کے پیچھے، نماز کا، کیا حکم ہے؟**

یہ پوچھو کہ: امام و ماموم پر، ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک، کتنی وجہ سے کفر آتا ہے؟

حَاشَ لِلّٰہ، حَاشَ لِلّٰہِ۔ ہزار بار حَاشَ لِلّٰہِ۔ مَیں، ہرگز، ان کی تکفیر، پسند نہیں کرتا۔

اِن مُقتدیوں، یعنی، مُدَّعیانِ جدید کو، تو، ابھی تک، مسلمان ہی، جانتا ہوں۔

**اگر چہ، ان کی بدعت وضلالت میں، شک نہیں۔**

اور، امامُ الطَّائفہ کے کفر پر بھی، حکم نہیں کرتا کہ:

ہمیں، ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے، اہلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک، وجہِ تکفیر، آفتاب سے زیادہ، روشن وجلی، نہ ہو جائے۔

اور حکمِ اسلام کے لئے، اَصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی، نہ رہے۔

**فَاِنَّ الاِسلامَ یَعْلُوْ وَ لَا یُعْلٰی**۔ (اسلام، غالب ہے۔ مغلوب نہیں۔ ت)

**مگر، یہ کہتا ہوں۔ اور بے شک کہتا ہوں کہ:**

بِلا رَیب، ان تابع ومَتبوع، سب پر، ایک گروہِ عُلَما کے مذہب میں، بوجوہِ کثیرہ، کفر، لازم۔

**وَالْعَیاذُ بِاللّٰہِ ذِی الْفَضْلِ الدَّائِم۔**'' (ص ۴۲۹ و ۴۳۰۔ فتاویٰ رضویہ۔ مترجَم۔ جلد ۱۵۔ مطبوعہ پاک وہند)

رسالہ ''**تمہیدِ ایمان**'' میں، ایک جگہ، تحریر فرماتے ہیں:

''ناچار، عوامِ مسلمین کو، بھڑکانے اور دِن دَہاڑے، اُن پر اندھیری ڈالنے کو **یہ چال چلتے ہیں کہ، عُلَماے اہلِ سُنّت کے فتواے تکفیر کا، کیا اِعتبار؟**

**یہ لوگ، ذرا ذرا سی بات پر، کافر کہہ دیتے ہیں۔**

**ان کی مشین میں، ہمیشہ، کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔**

اسمٰعیل دہلوی کو، کافر، کہہ دیا۔ مولوی اسحٰق صاحب کو، کہہ دیا۔ مولوی عبدالحئی صاحب کو، کہہ دیا۔

پھر، جن کی حیا، اور بڑھی ہوتی ہے وہ، اتنا اور مِلا دیتے ہیں کہ:

مَعَاذَاللّٰہ ،حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو، کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو، کہہ دیا۔

حاجی اِمدادُ اللہ صاحب کو، کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب کو، کہہ دیا۔

پھر، جو، پورے ہی حدِ حیا سے، اونچے گذر گئے ہوں، وہ، یہاں تک، بڑھتے ہیں کہ:

عیاذاً بِاللّٰہ، عیاذاًبِاللّٰہ، حضرت شیخ مجدّدِ اِلفِ ثانی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کو، کہہ دیا۔

**غرض! جسے، جس کا، زیادہ معتقد پایا، اُس کے سامنے، اُسی کا نام لے دیا کہ**

**انھوں نے، اسے کافر کہہ دیا۔**

**یہاں تک کہ، ان میں کے بعض بزرگواروں نے**

**مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی، مرحوم مغفور سے جا کر، جڑ، دی کہ:**

**مَعَاذَاللّٰہِ ،مَعَاذَاللّٰہِ ،مَعَاذَاللّٰہ۔**

حضرت سیدنا شیخ اکبر، محی الدین بن عربی قُدِّسَ سِرُّہٗ کو، کافر، کہہ دیا۔

**مولانا کو، اللہ تعالیٰ، جنّتِ عالیہ، عطا فرمائے۔**

انھوں نے، آیۂ کریمہ اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا، پر، عمل فرمایا۔ خط لکھ کر، دریافت کیا۔

جس کے بعد، یہاں سے، رسالہ ''اِنْجَاءُ الْبَرِی عَنْ وَسْوَاسِ الْمُفْتَرِی'' لکھ کر

اِرسال ہوا۔ اور مولانا نے، **مُفترِی کذّاب پر، لَاحَوْلَ شریف کا تحفہ بھیجا۔"**

(ص ۴۵۔۴۶۔ **تمہیدِ ایمان**، از امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ ادارہ معارفِ نعمانیہ، لاہور)

بعض طوائف واَحزاب وجماعات کے اَساطین کے کفرِ صریح کے خلاف صادر ہونے والے حکمِ کفر کی ضروری تفصیلات وحقائق، جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

حُسامُ الْحَرَمَیْن عَلیٰ مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمَین۔ مؤلّفہ: امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی۔

مع تصدیقاتِ عُلماے حرمین شریفین۔ ودیگر مشاہیر عُلما ومفتیانِ مختلف بِلا دوأمصار۔

# مسئلۂ ختم نبوت

**عقیدۂ ختم نبوت، یعنی پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا**
**آخرالانبیاء والمرسلین ہونا، اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔**
**اسی لئے سَلف وخَلف کا، اِس ضروری دینی عقیدے پر، اِجماع ہے کہ:**

**پیغمبرِ اسلام ﷺ کی بعثت کے بعد، کسی نبی ورسول کی بعثت، ممکن نہیں، بلکہ محال ہے۔**
**آپ پر، بابِ نبوت ورسالت، بند ہوگیا۔ آپ کی بعثت کے بعد**
**جو شخص، کسی جدید نبی کی بعثت کا عقیدہ رکھے**
**یا۔ اسے ممکن وجائز مانے، وہ، کافر ومُرتد ہے۔**

چنانچہ، مسئلۂ ختم نبوت پر، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی کی تحریر کردہ نہایت مدلّل ومبرہن کتاب ''جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبائِہٖ خَتمَ النُّبُوَّۃ'' کا کچھ خلاصہ ذیل میں، درج کیا جارہا ہے۔

**ائمۂ مجتہدین ومتکلمین وعُلما وفُقہاے اسلام، تصریح فرماتے ہیں کہ:**

عہدِ نبوی میں، یا۔ اس کے بعد کے کسی دَور میں، کوئی شخص، مُدَّعِیِ نبوت ہوتو، وہ، کافر ہے۔
اور جو شخص، اس کی باطل اور مزعومہ نبوت کی تصدیق کرے، وہ بھی، کافر ہے۔
اسی طرح، اس کی مزعومہ نبوت کی تصدیق کے لئے کوئی شخص، اُس سے نشانی، طلب کرے تو وہ بھی، کافر ہے۔ البتہ، اگر، اِس نیت سے کوئی شخص، اس سے کوئی نشانی، طلب کرے کہ:

**اس کذّاب ودَجّال مُدَّعِیِ نبوت کی ضلالت وجہالت وحماقت**
**اِس طرح، وہ، واضح کردے، تو، ایسا کرنا، کفر نہیں۔**

**امام ابنِ حجر، مکی، شافعی، اپنی کتاب**
**''اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَان فِی مَنَاقِبِ الْاِمام اَبی حنیفۃ النُّعْمَان'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:**
**فَنَبَّأَ فِی زَمَنِہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَجُلٌ۔ قالَ: اَمْھِلُونِی حَتّٰی اٰتِی بِعَلَامۃٍ۔**

فَقَال: مَنْ طَلبَ مِنْہُ عَلامۃً، کفر۔

**لِاَنَّہٗ بِطَلَبِہٖ ذٰلِکَ مُکَذِّبٌ بِقولِ النَّبیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم: لَا نَبِیَّ بَعدِی۔**

(ص۱۱۹۔ اَلْخَیْرَاتُ الْحِسان. اَلْفَصلُ الْحَادِی وَ الْعِشرون فِی فِراسَتِہٖ۔

مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی۔کراچی)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانے میں، ایک مدعیِ نبوت نے کہا:

مجھے، مُہلت دو کہ، میں، کوئی نشانی، دکھاؤں۔‘‘

امام اعظم، ابوحنیفہ نے فرمایا:

جو، اس سے نشانی مانگے گا، وہ، کافر ہو جائے گا۔ کیوں کہ:

اس طلبِ علامت کی وجہ سے، وہ شخص، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے اِرشادِ قطعی وضرورتِ دینی، لَا نَبِیَّ بَعدِی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کی، تکذیب کررہا ہے۔‘‘

اَلْاِعْلام بِقَوَاطِعِ الاسلام میں، آپ لکھتے ہیں کہ:

وَاضِحٌ تکفِیرُ مُدَّعِیِّ النُّبُوَّۃِ۔ وَیَظھر کفرُ مَنْ طَلبَ مِنْہُ مُعْجزۃً۔

لِاَنَّہٗ بِطَلَبِہٖ لَھَا مِنْہُ مُجَوِّزٌ لِصِدقِہٖ مَعَ اِستحالَتِہٖ الْمعلومۃ مِنَ الدِّین بِالضَّرُورۃ۔

نَعَمْ، اِنْ اَرَادَ بِذَالِک تَسْفِیْھَہٗ وَبَیانَ کِذبِہٖ فَلَا کُفر۔

(ص۳۷۶۔ اَلاِعْلام بِقَوَاطِعِ الاسلام مَعَ سُبُلِ النّجاۃ۔ مکتبۃُ الْحَقِیقۃ۔ اِستنبول۔تُرکی)

**ترجمہ: مدعیِ نبوت کی تکفیر تو، خود ہی، روشن ہے۔**

**اور، جو شخص، اس سے کوئی معجزہ، طلب کرے، اس کا کفر بھی، ظاہر ہے۔**

**کیوں کہ، وہ، اس طلب کے ذریعہ، اس کے صدق کا اِحتمال، ظاہر کررہا ہے۔**

**حالاں کہ، دینِ متین کا، یہ ضروری عقیدہ، معلوم ومشہور ہے کہ:**

**اس کی صداقت اور کسی نئے نبی کی بعثت، قطعاً، محال ہے۔**

ہاں! اگر، اس طلب سے، اس کی حماقت وکذب بیانی کا اظہار، مقصود ہو تو، کفر نہیں۔

اَلشِّفَاء بِتَعرِیفِ حُقُوقِ الْمُصطفیٰ لِلْاِمام الْقَاضی عیاض الْمَالِکی

اوراس کی شرح، نَسِیمُ الرِّیاض، لِلعلَّامہ شھاب الدِّین الْخفاجِی میں ہے:

(وَ کَذالِکَ یُکفَّر مَنِ ادَّعیٰ نبوۃَ اَحدٍ معَ نبیِّنا صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم)
اَیۡ فِی زَمنہٖ کمُسَیلمۃ الۡکذَّاب وَ الۡاَسۡوَدِ الۡعنسِی۔
(اَو) ادَّعٰی (نبوۃَ اَحدٍ بعدَہٗ)
فِاَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبیّٖن بِنَصِّ الۡقرآن وَ الۡحَدیث۔
فَھٰذا تَکذیبُ اللہِ وَ رَسولِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم۔
(ص۲۷۰۔جلددوم۔کتاب الشِّفا لِلۡقاضی عیاض۔
ص۵۰۶۔جلد۴۔ نَسِیم الرِّیاض لِلۡخفاجِی شرح الشِّفا لِلۡقَاضی۔دارُالفکر۔بیروت)

ترجمہ:**اسی طرح،وہ بھی،کافرہے**
جو،ہمارے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم کے زمانے میں کسی کی نبوت کا دعویٰ کرے۔
جیسے مسیلمہ کذّاب،اوراَسود عنسی۔
یا۔آپ کے بعد کسی کی نبوت مانے۔اِس لئے کہ،یہ اللہ اوراس کے رسول کی تکذیب ہے۔
کیوں کہ،قرآنِ حکیم اورحدیثِ نبوی میں آپ کے"خَاتَمُ النَّبیّٖن" کی نَصِّ قطعی ہے۔

(فَھٰؤلاءِ) کُلُّھُم (کفَّارٌ) مُکذِّبُون لِلنَّبیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم۔
لِاَنَّہٗ، صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم اَخبَرَ اَنَّہٗ خاتِمُ النَّبیّٖن۔وَاَنَّہٗ اُرۡسِلَ کافَّۃً لِلنَّاسِ۔
وَاَنَّہٗ مَفھومہٗ الۡمُراد مِنۡہُ دُونَ تاویلٍ وَ لا تَخصیصٍ۔
فَلا شَکَّ فِی کُفرِ ھٰؤلَاءِ الطَّوائِفِ کُلِّھا قَطعاً اِجماعاً وَ سَمۡعاً۔ اھ مُختصراً
(نَسِیمُ الرِیاض لِلۡخفاجِی ۔دارُالفکر۔بیروت)

ترجمہ: **یہ سب کے سب** (عہدِ رسالت ،یا اس کے بعد، مُدَّعیانِ نبوت۔ یا۔ ان کے مصدِّقین ومتبعین۔یا۔کسی نئے نبی کی بعثت کو جائز وممکن ماننے والے) **کفَّار ہیں۔**
**نبی کریم،صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم کو،جھٹلانے والے ہیں۔**
کیوں کہ،آپ نے اپنے"خاتَمُ النّبیّٖن"ہونے اورساری مخلوق کا،رسول ہونے کی خبردی ہے۔
**اورساری امتِ مسلمہ کا،اِس حقیقت پر،اِجماع ہے کہ:**
**آیات واحادیثِ ختمِ نبوت،اپنے ظاہر معنی پر ہیں۔**
**جو،کچھ،ان سے مفہوم ہوتا ہے،یہی مراد،اللہ اوراس کے رسول کی ہے۔**

جَلَّ وَ عَلا وَصَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم۔

اس مفہوم ومراد میں، نہ کوئی تاویل ہوسکتی ہے، اور نہ کسی طرح کی تخصیص ہوسکتی ہے۔

بے شک، یہ سارے طائفے، بہ حکمِ آیت وحدیث واِجماعِ اُمَّت، قطعاً، یقیناً، کافر ہیں۔"

وَجیز امام کردری وَ مَجمَعُ الاَنہُر شَرح مُلتَقیٰ الاَبحُر میں ہے:

امَّا الایمانُ بِسَیِّدِنا مُحمدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم

فَیَجبُ بِاَنَّہٗ رَسولُنا فِی الْحَال وَخاتِمُ الاَنبیاءِ وَالرَّسُل۔

فاِذا آمَنَ بِاَنَّہٗ رَسولٌ وَ لمْ یُؤمِن بِاَنَّہٗ خَاتِمُ الاَنبیاء لَا یَکونُ مُؤمِناً۔

(ص ۶۹۱۔جلدِ اول۔ بابُ الْمُرتد، ثُمَّ اِنَّ اَلفاظَ الْکُفر انواعٌ۔مَجمعُ الاَنہُرُ شَرح مُلتقیٰ الاَبحرُ۔ دارُ اِحیاءِ التُّراثِ الْعَربی۔ بیروت)

ترجمہ: ہمارے آقا ومولیٰ وسردار، محمد صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّم پر

اِس طرح، ایمان لانا، فرض ہے کہ، آپ، اب بھی، ہمارے رسول ہیں۔

اورانبیا ومرسلین عَلَیۡہِم السَّلام کے خاتم اوران سب میں، آخری نبی ورسول ہیں۔

اور، اگر، کوئی، آپ کے رسول ہونے پر ایمان لائے

اورخاتم الانبیاء وآخرالانبیاء ہونے پر ایمان، نہ لائے

تو، وہ، شخص، مومن ہو ہی نہیں سکتا ہے۔" (مَجمَعُ الاَنہُر)

یہاں، رسالت پر ایمان لانا، مجازاً، بنظرِ صورت، حسبِ اِدّعائے قائل، بولا گیا ہے۔

ورنہ، جو شخص، ختم نبوت پر ایمان نہ لایا، وہ، قطعاً، آپ کی رسالت ہی پر، ایمان نہ لایا کہ رسول جانتا تو، جو کچھ آپ، اپنے رب کے پاس سے لائے، اُن سب پر ایمان لاتا۔

حجۃُ الاسلام، امام محمد غزالی تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاُمَّۃَ فَہِمَتْ مِنۡ ھٰذا اللَّفظِ، اَنَّہٗ اَفہم عَدمَ نبیٍّ بَعدَہٗ اَبداً ۔

وَ عدمَ رَسولٍ بعدَہٗ اَبداً۔ وَاَنَّہٗ لیسَ فِیہِ تاویلٌ وَلا تَخصِیصٌ۔

وَ مَنۡ اَوَّلَہٗ بِتَخصِیصٍ فَکَلامُہٗ مِنۡ اَنواعِ الْھذیان۔

لا یمنع الحکم بِتکفیرِہٖ لِاَنَّہٗ مُکذِّبٌ لِھٰذا النِّصِّ الَّذی

اَجۡمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلیٰ اَنَّہٗ غیرُ مُؤوَّلٍ وَ لا مَخصوصٍ۔

(اَلْاِقتصاد فِی الاعتقاد۔ لِلْامام محمد اَلْغزّالی)

**ترجمہ: اس لفظِ خاتم النّبیّن سے، تمام امتِ مسلمہ نے، یہی سمجھا کہ:**

**خاتم النّبیّن، محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے بعد، کوئی نبی، نہیں ہوگا۔**

**کوئی رسول، نہیں ہوگا۔**

**اورساری امت نے، یہی سمجھا کہ:**

**اس لفظِ خاتم النّبیّن میں، نہ کوئی تاویل ہوسکتی ہے کہ:**

**آخرالنّبیّن کے سِوا، کوئی دوسرا معنی ومفہوم، مرادلیاجاسکے۔**

**نہ، اِس عموم میں کوئی تخصیص ہوسکتی ہے کہ:**

**آپ کی ختم نبوت کو، کسی زمانے اور کسی طبقے کے ساتھ، خاص کیاجاسکے۔**

(یعنی، اپنی بعثت کے ساتھ، آپ، آخِرُ الْاَنْبیاءِ وَالْمُرسلین ہیں اور ہمیشہ، رہیں گے)

جوشخص بھی، اس میں کسی طرح کی تاویل وتخصیص کی گنجائش نکالنے کی کوشش کرے

اُس کی بات، محض بکواس ہے۔ **ایسے شخص کی تکفیر میں، کوئی ممانعت نہیں۔ کیوں کہ:**

**یہ شخص، اس نصِّ قطعی ( خاتم النّبیّن ) کی تکذیب کررہا ہے**

**جس کے بارے میں اِجماعِ امت ہے کہ:**

اس کے اندر، کسی طرح کی تاویل وتخصیص، نہیں ہوسکتی۔ **(اَلْاِقتصاد فِی الْاِعتقاد)**

**تُحفہ شرح مِنْہاج میں ہے:**

**اَوْ کذَّب رَسولاً اَوْاَنبیاءً اَوْ نَقصہٗ بِاَیِّ مَنقص ۔**

**کَانْ صغرّاِسمَہٗ مُریداً تَحقیرَہٗ اَوْجوَّزَ نبوۃَ اَحدٍ بعدَ نبیِّنا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم۔**

**وَ عِیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَ السَّلامُ ، نبیٌّ قبل فَلا یَرِدُ۔**

(ص ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ اَلْمُعتقدُ الْمُنتقد. بحوالہ شرح الْمِنْہاج معَ الْمُستندِ الْمُعتمد ۔

مکتبہ حامدیہ، لاہور)

ترجمہ: یعنی، کافرہے وہ شخص، جوکسی نبی کی تکذیب کرے۔ یا۔ کسی طرح، اس کی شان گھٹائے۔ مثلاً: توہین کی نیت سے، اس کے نام کی تصغیر کرے۔ (چھوٹا کرکے، اُس کا نام لے)

یا۔ ہمارے نبی کریم ، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کی تشریف آوری کے بعد

کسی کی نبوت، ممکن وجائز مانے۔

(قُربِ قیامت میں) حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کے نزول سے کوئی اعتراض وارِد، نہ ہوگا۔ کیوں کہ، وہ، اس سے پہلے، نبی ہو چکے ہیں۔''

عارِف باللہ، شیخ عبدالغنی نابلسی، شرحُ الفرائد میں، فرماتے ہیں:

فَسادُ مَذھبِھِم یُؤدِّی اِلیٰ تَجوِیزٍ مع نبیِّنا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم اَوْبَعدَہٗ۔

وَ ذالِکَ یَسْتلزِمُ تَکذیبَ الْقُرآن۔

اِذ قد نَصَّ عَلیٰ اَنَّہٗ خاتَمُ النَّبیّٖن وَ آخِرُ الْمُرسلین۔

وَ فِی السُّنَّۃ : اَنَا الْعاقِبُ لا نبی بعدِی۔

وَ اَجمعتِ الاُمَّۃ عَلیٰ اِبقاءِ ھٰذا الْکلام عَلیٰ ظاھِرِہٖ۔

وَ ھٰذا اِحدیٰ الْمَسائِلِ الْمَشھورۃِ الَّتی کفَّرنا بِھَا الْفَلاسفۃ۔ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ تَعالیٰ۔

(ص ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ اَلْمُعتقد الْمُتقد۔ بحوالہ شرح الْفرائد لِلنَّابلسی، مع الْمُستندِ الْمُعتمد۔ مکتبہ حامدیہ۔ لاہور)

(اِکتساب و ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ، نبوت، حاصل کر لینے کے جواز و اِمکان کا نظریہ رکھنے والے ملحد فلاسفہ کا، رَد و اِنکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں)

ان ملحد فلاسفہ کے مذہب ونظریہ کا فساد وبُطلان محتاجِ بیان نہیں۔

آنکھوں دیکھا، باطل ہے۔

اور کیسے، نہ ہو کہ، اس کا نتیجہ، ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے زمانے میں یا۔ آپ کے بعد کسی نئے نبی کا امکان نکلے گا۔

اوراس سے لازمی طور پر، قرآنِ حکیم کی تکذیب ہوتی ہے۔

قرانِ حکیم کی نَصِّ قطعی ہے کہ: آپ، خاتم النَّبِیّٖن ہیں۔ آخرالمرسلین ہیں۔

اور حدیث نبوی میں ہے کہ، میں، سب سے آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امتِ مسلمہ کا، اِسی معنی ومفہوم پر، اِجماع ہے۔ جو، اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں۔

یہ، اُن مشہور مسائل میں سے ہے، جس کے سبب

ہم اہلِ اسلام وعُلماے اسلام نے فلاسفہ کو، کافر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی، ان پر لعنت ہو۔''

تفسیرِ روحُ البیان میں ہے:

صِنفٌ مِنَ الرَّوَافِض قالُوا بِاَنَّ الْاَرضَ لا تَخلُو عنِ النَّبیّ۔

وَ النُّبوۃُ صارتْ مِیراثاً لِعَلِیٍّ وَ اَوْلادِہٖ۔

وَ قَالَ اَھلُ السُّنَّۃِ وَ الْجماعۃِ لَا نبیَّ بعدَ نبیِّنا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سلَّم۔

قالَ اللّٰہُ تعالیٰ : وَ لٰکِنْ رسُولَ اللّٰہِ وَ خاتَمَ النَّبیّٖن۔

وَ قَالَ النَّبی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ و سلَّم: لا نَبِیَّ بعدِی۔

وَ مَنْ قالَ بعدَ نبیِّنا، نبیٌ یکفُر۔ لِاَنَّہٗ اَنکرَ النَّصَّ۔

وَ کذالِکَ لَوْ شَکَّ فِیہِ۔ بِبَعْضِ اِخْتِصارٍ۔

(ص۱۸۸۔جلد۷۔ رُوحُ الْبَیان ۔تحتَ آیۃِ: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِجالِکُم۔ الخ۔ اَلْمَکتبۃُ الْاِسلامیہ۔ ریاض)

ترجمہ: ایک رافضی فرقہ کہتا ہے کہ:

نبی سے، کبھی، زمین، خالی، نہیں ہوتی۔

اور نبوت، حضرت علی اور آپ کی اولاد کی میراث ہوگئی ہے۔

اور اہل سنّت و جماعت کا مذہب، یہ ہے کہ:

ہمارے نبی اکرم، صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی، نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

اللہ کے رسول اور سب سے آخری نبی ہیں۔

نبی اکرم، صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ و سلَّم نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی، نہیں۔

اور جس نے بھی کہا کہ:

ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی ہے، وہ، کافر ہو جائے گا۔

کیوں کہ، وہ، نصِّ قطعی کا منکر ہے۔

اِسی طرح، جسے ختم نبوت میں کوئی شک ہو، وہ، بھی کافر ہے۔

عقائد و کلام کی مشہور و مستند کتاب، تمہید ابوشکور سالمی میں ہے:

قالَتِ الرَّوَافِضُ اِنَّ الْعالَم لا یَکونُ خالِیاً عَنِ النبِّی قَطُّ۔

وَ ھٰذا کفرٌ۔ لِاَنَّ اللہ تعالیٰ قالَ وَخاتَمَ النَّبیّٖن۔
وَمَنِ ادَّعیٰ النُّبوۃَ فِی زمانِنا فَاِنَّہٗ یَصِیرُ کافِراً۔
وَ مَنْ طَلَبَ منہُ الْمُعجزات فَاِنَّہٗ یَصِیرُ کافِراً۔
لِاَنَّہٗ شَکَّ فِی النَّصِّ۔
وَیَجِبُ الْاِعتقاد بِاَنَّہٗ مَا کَانَ لِاَحدٍ شِرکۃٌ فِی النَّبوۃ لِمُحمدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسلَّم بخلافِ ما قالتِ الرَّوافضُ:
اِنَّ عَلِیّاً کانَ شریکاً لِمُحمدٍصَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فِی النُّبوۃ. وَھٰذا مِنْھم کفرٌ۔
(ص۱۱۳و۱۱۴۔اَلبابُ السَّابع فِی معرفۃِ الایمان ۔ اَلتَّمھید فِی بیانِ التّوحید۔ دارالعلوم حزبُ الاحناف۔ لاہور)

ترجمہ: رافضی کہتے ہیں کہ دنیا، کبھی بھی، نبی سے خالی، نہ ہوگی۔
ایسے روافض کا یہ خیال، کفر ہے۔ اس لئے کہ، اللہ عزَّ و جَلَّ ارشاد فرماتا ہے:
خاتَمَ النَّبیّٖن۔ اور، وہ، آخر الانبیا ہیں۔
اب، ہمارے اِس زمانے میں، جو کوئی، مدَّعیِ نبوت ہو، وہ، کافر ہے۔
اور جو، اس مدعیِ نبوت سے، معجزہ، طلب کرے، وہ بھی، کافر ہے۔
کیوں کہ، نصِّ قطعی میں، اسے شک ہے۔
اور اس کا اعتقاد رکھنا کہ: نبوتِ محمدی میں، کوئی شریک نہیں، یہ فرض ہے۔
بخلاف، رَوافض کے خیال کے کہ، وہ کہتے ہیں کہ:
علی مرتضی، شریکِ نبوتِ محمدی ہیں۔ یہ، ان کا کفر ہے۔
ملک العُلما، بحر العلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی لکھنوی، شرحِ سُلّم میں فرماتے ہیں:
محمد رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاتَمُ النَّبیّٖن۔
وَ ابو بکر رَضِیَ اللہ عَنْہُ اَفضلُ الاصحابِ وَ الْاَولیاءِ.
وَ ھاتَانِ الْقَضِیَّتانِ مِمَّا یطلب الْبُرھان فی علمِ الکلام۔
وَ الْیَقِینُ الْمُتعلّق بِھِمَا یقینٌ ثابتٌ ضروریٌ باقٍ اِلیٰ الابد۔
وَ لَیْسَ الْحکمُ فِیھِمَا عَلیٰ اَمرٍ کُلِّیٍ یجوز العقل تناول ھٰذا الْحکم

لِغَیرِ ھٰذین الشَّخصین۔وَاِنکارُ ھٰذا مُکابرۃٌ وَ کفرٌ۔

(ص۲۶۰۔ بَحثُ التَّصدیقات. شرحِ سُلَّم۔ازعلاَّ مہ عبدالعلی،فرنگی محلی لکھنوی۔مطبع مجتبائی،دہلی)

ترجمہ:محمدرسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ و سلَّم خاتم النَّبِیّن ہیں۔آخرالانبیاء ہیں۔

اور،ابوبکرصدیق،رَضِیَ اللہُ عنہٗ،تمام اصحاب واولیاسے،افضل ہیں۔

اورعلمِ کلام میں،ان دونوں باتوں پر،دلیلِ قطعی،موجودہے۔

اور،یہ خاتم الانبیااورافضل الاولیاہونا،کسی امرِ کلّی کے لئے ثابت نہیں کیا ہے کہ:

**عقل،ان دونوں حضرات کے سِوا،کسی اور کے لئے ثبوتِ امکان،مانگے۔**

**اور،اس کاانکار،کفرہے۔**"(شرحِ سُلَّم ازعلاَّ مہ عبدالعلی،فرنگی محلی لکھنوی)

فِیہِ لَفٌّ وَنَشرٌ بِالُقلب ۔یعنی،ابوبکرصدیق رَضِیَ اللہُ عَنہُ کےافضل الاولیاہونے کا انکار،تو،کتاب وسنَّت واِجماعِ امت کے ساتھ،مکابرہ ہے۔

اورنبی کریم صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسلَّم کےخاتمُ الانبیاہونے کاانکار،لَف۔

(وَالعیاذُبِاللہ رَبِّ العَالَمِین)

امام احمدقسطلانی،اَلُمَواھِبُ اللَّدُنِّیَّۃ،مقصدِسامع،فصلِ اول

اورحضرت شیخ عبدالغنی نابلسی،حدِیقۃ ندِیَّۃ،بابِ اول،فصلِ ثانی میں فرماتے ہیں:

(عربی سے اردوترجمہ)علمِ لدُنی کی،دوقسمیں ہیں:

ایک،رحمانی اوردوسری،شیطانی۔جن کے پہچاننے کی کسوٹی،وحی ہے کہ:

جو،اس کےمطابق ہے،وہ،رحمانی ہے۔اورجو،اس کےخلاف ہے،وہ،شیطانی ہے۔

اور،رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیہِ و سلَّم کےبعد،نزولِ وحی،نہیں ہے۔

(کہ،کوئی شخص،یہ کہہ سکے کہ،میرا،یہ علم،وحیِ جدیدکےمطابق ہے)

رہا،حضرت موسیٰ وحضرت خضر علَیھِمَا الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کاواقعہ

(کہ حضرت خضرکے پاس،وہ علم لدنی تھا،جو،حضرت موسیٰ کومعلوم،نہ تھا)

**تو،اسے یہاں،سندبناکر،علم لدنی کےسبب،وحی سے،بے نیازوبےپرواہوجانا**

**یہ اِلحادوکفرہے۔جو،اسے اسلام سے خارج کردینے والی ہے۔**

**اوراس کےقائل کا(اسلامی حکومت میں)قتل کردینا،واجب،قراردیتی ہے۔**

فرق، یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام ،حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلام کی طرف مبعوث نہیں تھے، نہ ہی، حضرت خضر عَلَیْہِ السَّلام کی متابعت اور پَیروی کے لئے مامور تھے۔

(حضرت موسیٰ، خاص بنی اسرائیل کے لئے مبعوث تھے۔ اور سبھی انبیا، اپنی اپنی قوم کے لئے مبعوث کیے جاتے تھے)

**اور محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم، سارے جن وانس**

**(وَ اُرْسِلْتُ اِلیٰ الْخَلْقِ کافَّة) اور ہر زمان ومکان کے لئے مبعوث ہیں۔**

**تو، آپ کی نبوت ورسالت، ہر عہد وعصر کی مخلوق کو، شامل اور عام ہے۔**

جو شخص، اس کا دعویٰ کرے کہ، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ اس کا معاملہ ایسا ہی ہے، جیسے حضرت موسیٰ کے ساتھ، حضرت خضر کا تھا۔

**یا۔ امت کے کسی فرد کے لئے، یہ مرتبہ، ممکن سمجھے**

**تو، اس کے لئے لازم ہے کہ:**

**توبہ وتجدیدِ ایمان کرے۔ کیوں کہ، اس قول اور دعویٰ کی وجہ سے، وہ، کافر ہو گیا۔**

دوبارہ مسلمان ہونے کے لئے، کلمۂ شہادت پڑھے (تاکہ، دینِ اسلام میں داخل ہو سکے)

**اس کا خاصانِ اولیاء اللہ میں سے ہونا، تو، دور رہا۔**

وہ، دینِ اسلام سے، بالکلّیہ، خارج ہو چکا۔ وہ، رحمٰن کا نہیں، بلکہ گمراہی وگمراہ گری میں شیطان اور اس کا خلیفہ ونائب بن گیا۔ **(نئے سرے سے، اس کا مسلمان ہونا، ضروری ہے)**

علم لدنی رحمانی، عبودیت وعبادتِ خداوندی اور متابعت واِطاعتِ نبوی کا ثمرہ ہے۔ جس سے کتاب وسنّت کی ایک خاص سمجھ، حاصل ہوتی ہے۔

جیسا کہ، صحیح بخاری وسُنَن نَسائی میں ہے کہ:

امیر المومنین، علی مرتضیٰ، کَرَّمَ اللہُ وَجْهَهٗ سے، سوال ہوا کہ:

آپ اہلِ بیت اَطہار کو، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے

کوئی ایسی خاص چیز عطا فرمائی، جو، دوسروں کو، آپ نے، نہیں عطا فرمائی ہے؟

**(کَمَا تَزْعَمُ الشِّیعة)**

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ:

نہیں۔مگر، وہ سمجھ، جسے اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے قرآنِ حکیم میں، عطا فرمائی ہے۔آہ مختصراً

(ص ۲۹۶۔۲۹۷۔اَلْمقصدُ السَّابع ۔ اَلْفَصل الاول .علاماتُ محبةِ الرسول ۔ اَلْمَوَاهِبُ اللَّدُنِّيَّة ۔اَلْمَكتبُ الاسلامی ،بيروت)

(استفادہ واِنتخاب از ''جَزَاء ُ اللهِ عَدُوَّهٗ بِاِبَائِهٖ خَتمَ النَّبُوة ۔(۱۳۱۷ھ)۔ مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔جلد ۱۵۔مطبوعہ ہندو پاک)

حضرت امام احمد رضا، بریلوی نے فتنۂ اِنکارِ ختم نبوت کی زبردست تردید فرمائی۔ اور کتاب وسنَّت کی روشنی میں، عقیدۂ ختم نبوت کا اِثبات واِحقاق کرتے ہوئے

**اس موضوع کی اپنی مشہور ومذکور کتاب جَزَاءُ اللهِ عَدُوَّهٗ میں، رقمطراز ہیں:**

''بِحَمْدِهٖ تَعَالٰی، بیس (۲۰) احادیث علویہ کے علاوہ، خاص مقصود ومحمود ختمِ نبوت پر

یہ ایک سو (۱۰۰) حدیثیں ہیں، اور مع تذییلات، ایک سو اٹھارہ (۱۱۸)

جن میں، نوے (۹۰) مَرفوع ہیں اور اُن کے رُوَاۃ واَصحاب، اِکہتر (۷۱) صحابہ وتابعین میں، صرف گیارہ (۱۱) تابعی، باقی ساٹھ (۶۰) صحابی ہیں۔

ان احادیثِ کثیرہ وَافرہ شہیرہ میں، صرف گیارہ (۱۱) حدیثیں ہیں

جن میں فقط ختم نبوت کا، انہیں الفاظِ موجودہ، قرآن عظیم سے ذکر ہے

جس میں، آج کل کے بعض ضلال قاسمانِ کفر وضلال نے تحریفِ معنوی کی، اور معاذَ الله

حضور کے بعد، اور نبوتوں کی نیو جمانے کو، خاتمیت، بمعنی نبوت، بِالذَّات، مراد لی۔

یعنی، معنی خاتم النبین، صرف اِس قدر ہیں کہ:

حضور اقدس صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم، نبی بِالذَّات ہیں اور انبیا نبی بِالْعَرض۔

باقی، زمانہ میں تمام انبیا کے بعد ہونا، حضور کے بعد، اور کسی کو نبوت ملنی ممتنع ہونا

یہ معنیِ ختمِ نبوت نہیں۔اور صاف لکھ دیا کہ:

حضور کے بعد بھی، کسی کو نبوت مل جائے تو، ختمِ نبوت کے اصلاً، منافی نہیں۔

**اس کے رسالہ ضلالت مقالہ کا خلاصۂ عبارت یہ، ہے:**

**''عوام کے خیال میں تو، رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا، بایں معنی ہے کہ**

**آپ،، سب میں آخری نبی ہیں۔مگر، اہلِ فہم پر، روشن ہے کہ:**

**تقدم وتأخُّرِ زمانی میں، بِالذَّات، کچھ فضیلت نہیں۔**

پھر، مقامِ مدح میں، وَ لٰکِنْ رَسُولَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖن. فرمانا، کیوں کر، صحیح ہوسکتا ہے؟

**بلکہ، موصوف بِالْعرض کا قصہ، موصوف بِالذَّات پرختم ہوجاتا ہے۔**

**اسی طور، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو، تصور فرمائیے۔**

**آپ، موصوف بوصفِ نبوت بِالذَّات ہیں۔ اور نبی، موصوف بِالْعرض۔**

بایں معنی، جو، میں نے عرض کیا: آپ کا خاتم ہونا، انبیاے گذشتہ ہی کی نسبت سے، خاص، نہ ہوگا۔

**بلکہ، بِالْفرض! آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو**

**جب بھی آپ کا خاتم ہونا، بدستور، باقی رہتا ہے۔**

**بلکہ، اگر، بِالفرض، بعدِ زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو**

**تو بھی خاتمیتِ محمدی میں، کچھ فرق نہ آئے گا۔**

**چہ جائے کہ، آپ کے معاصِر، کسی اور زمین میں**

**یا۔ اسی زمین میں کوئی اور نبی، تجویز کیا جائے۔''** اھ

مسلمانو! دیکھا! اِس ملعون ناپاک شیطانی قول نے، ختمِ نبوت کی کیسی جڑ، کاٹ دی۔

خاتمیتِ محمدیہ عَلٰی صاحِبِھَا اَفضلُ الصَّلوٰۃِ وَالتَّحیۃکی

وہ تاویل، گڑھی کہ، خاتمیت، خود ہی، ختم کردی۔ صاف لکھ دیا کہ:

اگر، حضور خاتم الانبیا، عَلَیْہِ وَعَلَیْھِم اَفضلُ الصَّلوٰۃ وَ الثَّنا کے زمانے میں

بلکہ، حضور کے بعد بھی، کوئی نبی پیدا ہو تو، ختمِ نبوت کے کچھ منافی نہیں۔

فقیر، غَفَرَ لَہُ الْمَولیٰ الْقَدِیر نے، ان احادیثِ کثیرہ میں

صرف گیارہ حدیثیں، ایسی لکھی ہیں، جن میں تنہا ختمِ نبوت کا ذکر ہے۔

باقی، نوے (۹۰) احادیث اور اکثر تذییلات، ان پر علاوہ۔

سو (۱۰۰) سے زائد حدیثیں ہی جمع کیں کہ:

بِالتَّصریح، حضور کا، اسی معنی پر خاتم ہونا، بتا رہی ہیں، جسے، وہ گمراہ ضال

عوام کا خیال جانتا ہے۔ اور اس میں نبی صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے کوئی تعریف نہیں مانتا۔

صحابۂ کرام اور تابعینِ عِظام کے ارشادات کی تذییلوں میں گذرے۔ مثلاً:

امیر المومنین، عمر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂ کہ: ''اللہ تعالیٰ نے حضور کو، سب انبیا کے بعد بھیجا۔''

انس، رَضِیَ اللّٰہُ عنۂ کا قول کہ ''تمہارے نبی، آخر الزماں ہیں۔''

عبداللہ بن ابی اوفیٰ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂ کا ارشاد کہ: ''ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔''

امام باقر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂ کا قول کہ ''وہ، سب انبیا کے بعد بھیجے گئے۔''

انہیں تو، یہ گمراہ، کب سنے گا کہ:

وہ، اسی وَسوسۂ الخناس میں صاف، یہ خود بھی بتا گیا کہ:

وہ، سَلف صالح کے خلاف چلا ہے۔ اور اس کا عُذر، یوں پیش کیا کہ:

**''اگر، بوجہ کم التفاتی، بڑوں کا فہم، کسی مضمون تک، نہ پہنچا**

**تو، ان کی شان میں کیا نقصان آگیا؟**

**اور کسی طفلِ ناداں نے، کوئی ٹھکانہ کی بات کہہ دی تو کیا وہ، عظیم الشان ہو گیا؟''**

مگر، آنکھیں کھول کر، خود، محمد رسول خاتم النبین صلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی **متواتر حدیثیں دیکھیے کہ:**

**میں، عاقِب ہوں کہ، جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔**

میں، سب انبیا میں، آخری نبی ہوں۔ میں، تمام انبیا کے بعد آیا۔ ہم ہی، پچھلے ہیں۔

میں، سب پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا۔

**قَصرِ نبوت میں، جو ایک اینٹ کی جگہ تھی، مجھ سے، کامل کی گئی۔**

**میں، آخر الانبیا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ رسالت و نبوت، منقطع ہو گئی۔**

**اب، نہ کوئی رسول ہو گا، نہ نبی۔ نبوت میں سے اب کچھ نہ رہا، سِوَا، اچھے خواب کے۔**

**میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو، عمر ہوتا۔**

**میرے بعد، دَجَّال کذَّاب، اِدِّعائے نبوت کریں گے۔**

میں، خاتم النبین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں، نہ میری امت کے بعد کوئی امت۔

ادھر عُلمائے کتبِ سابقہ، اللہ و رسول جَلَّ وَ عَلَا وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے **ارشادات، سُن سُن کر، شہادت، ادا کر رہے ہیں کہ:**

**احمد، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم، خاتم النبین ہوں گے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔**

**ان کے، سوا، کوئی نبی، باقی نہیں۔ وہ، آخرالانبیا ہیں۔**

ادھر، ملائکہ وانبیا عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ و السَّلام کی صدائیں آرہی ہیں کہ:

**وہ، پسینِ پیغمبراں ہیں۔ وہ، آخرِ مُرسلاں ہیں۔**

خود، حضرت عَزَّتْ عِزَّتُہٗ سے ارشاداتِ جاں فزا، اور دل نواز آرہے ہیں کہ:

**محمد ہی، اول و آخر ہے۔ اس کی امت، مرتبے میں سب سے اگلی اور زمانے میں سب سے پچھلی ہے۔ وہ، سب انبیا کے پیچھے آیا۔ الخ۔**

ابو حنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی نے فتنۂ اِنکارِ ختمِ نبوت ونظریۂ اِمکانِ نظیرِ محمدی کے اِزالہ واِستیصال اور مرزا غلام احمد، قادیانی کی تردید و اِبطال وتکفیر میں مندرجہ ذیل، کتب ورسائل، تحریر فرمائے:

(۱) جَزَاءُ اللّٰہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَائِہٖ خَتمَ النُّبُوَّۃ۔ (۱۳۱۷ھ)

(۲) اَلسُّوءُ وَ الْعِقاب عَلیٰ الْمَسِیحُ الْکَذَّاب۔ (۱۳۲۰ھ)

(۳) اَلمُبِین خَتمَ النَّبِیّن۔ (۱۳۲۶ھ)

(۴) اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِی عَلیٰ اِسْرَافِ الْقَادِیانِی۔ (۱۳۴۰ھ)

۱۳۲۳ھ میں ''قَھرُ الدَّیَّان عَلی مُرتَدٍّ بِقَادِیان'' بھی، جاری فرمایا۔

آپ کے خَلَفِ اکبر، حجۃ الاسلام، مولانا محمد حامد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کا بھی، ایک رسالہ ''اَلصَّارِمُ الرَّبَّانِی عَلیٰ اِسْرَافِ الْقَادِیانِی'' (۱۳۱۵ھ) مختصر، مگر، نہایت جامع ومفید ہے۔

**قادیان، صوبۂ پنجاب کے مرزا غلام احمد قادیانی (ف ۱۹۰۸ء) نے جب، مَہدویت ومسیحیت کا دعویٰ کیا تو، عُلما وفُقہاے اسلام نے اسے ''ضَال مُضِل''، یعنی ''گمراہ وگمراہ گر'' قرار دیا۔**

**اور جب اس سے آگے بڑھ کر، اس نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تو، اُسے ''کافر ومُرتد'' قرار دیا گیا۔**

بعض تحریرات اور زبانی روایات کے مطابق، ضلع دربھنگہ، صوبہ بہار (انڈیا) کا ایک نیم خواندہ شخص، شکیل بن حنیف بھی، آج کل، مرزا غلام احمد قادیانی کی راہ پر، قدم بہ

قدم آگے بڑھ رہا ہے اور اُس کے اِس سفرِ کفر انجام کی پہلی منزل، یہ ہے کہ اُس کے بقول:

**دَجَّال کا خُروج، امریکا وفرانس کی شکل میں ہو چکا ہے۔**

**امام مَہدی کی ولادت ہو چکی ہے، اُن کا ظہور بھی ہو چکا ہے۔**

مسیحِ موعود، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہیں، بلکہ، ان کی ولادت ہوگی اور یہ ولادت ہو چکی ہے۔

**''مَہدی اور مسیح، دو شخصیتیں نہیں، بلکہ، ایک ہی شخصیت کے، دو نام ہیں۔''**

شکیل بن حنیف کے ہذیانات و ہفوات کا سلسلہ، یہیں نہیں رکتا

بلکہ، بعض تحریرات و روایات کے مطابق، اس کا دعویٰ ہے کہ:

**''میں، امام مَہدی ہوں اور مسیحِ موعود بھی، میں ہی ہوں۔''**

**شکیل بن حنیف، یا جس کا بھی، ایسا عقیدہ وخیال ہو۔**

اور جو شخص بھی کسی کے، ایسے عقیدہ وخیال کی تائید وحمایت کرے، وہ، بلاشُبہ گمراہ وگمراہ گر ہے۔

اور، اس سے آگے بڑھ کر، **جو شخص بھی، پیغمبرِ آخر الزماں، حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نئے نبی ورسول کی بعثت کا عقیدہ وخیال رکھے۔**

**یا۔ ختمِ نبوت ورسالتِ محمدی کا کسی طرح بھی اِنکار کرے۔**

**یا۔ کسی طرح بھی کسی نئے نبی ورسول کی بعثت کو ممکن مانے۔**

**وہ، اسلام کے، ایک عقیدۂ قطعیہ اِجماعیہ کے انکار کی وجہ سے بِلا شبہ، کافر و مُرتد ہو جائے۔ اَعاذَ اللّٰہُ مِنہُ۔**

# شریعتِ مطہّرہ کی حکمتِ بالغہ

یہ دنیا، مَظہرِ کُــنْ فَیکُــوْن ہے۔ مَظہرِ آیاتِ رَبّانی ہے۔ ربِّ کائنات کی قدرتِ کاملہ کے اَسرار و معارِف کا مَعدِن ہے۔ اُس کی بے کراں نعمتوں کا مَخزن ہے۔

**اُس کے انوار و تجلّیات کی رَنگا رنگی کا، ایک جہانِ حیرت ہے۔**

کیف وکَم سے ماوَرا، اُس کے وجودِ حقیقی پر، اِس کائنات کی ہر شے، ایک دلیل و بُرہان ہے۔ اُس کی کسی صفت میں، کسی بھی جِہت سے، کوئی، اُس کا شریک و سہیم نہیں۔ اور:

ہر گیاہ کہ، اَز، زَمیں روید
وَحْــــدَہٗ لَاشَــــرِیْکَ می گوید

وہی، خالقِ ہَست و بُود ہے۔ اَرض وسَما کی ہر شے کو، اُسی نے خلعتِ وجود سے سرفراز فرمایا ہے۔ زندگی کی حرارت اور ہر سانس کی آمد و رفت، اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

**وہی، مالکِ اَرواح واَبدان ہے۔ ہر متنفّس کا رِزق، اسی کے ذِمّۂ کرم پر ہے۔**

**وہ، اپنے بندوں کے لئے بے پناہ، رحیم و کریم ہے۔**

**وہ، سَتَّارُ الْعُیُوب بھی ہے اور غَفَّارُ الذُّنُوب بھی ہے۔**

اُس کی رحمت و غُفران، اس کے اِختیار و اِقتدار، اور اس کی حاکمیت و رُبُوبیت کی **جلوہ گاہ ہے، یہ سارا عالَمِ موجودات ومخلوقات۔**

جس کے عرفان و معرفت کے لئے اُس نے، ہر انسان کو عقل جیسی عظیم دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ **اور اُس کی ہدایت ورہنمائی کے لئے**

**سلسلۂ نبوت و رسالت اور کرامت وولایت سے اُس کا رشتہ، جوڑ دیا ہے۔**

**یہ عقل، اگر، عقلِ سلیم ہے اور اس کے ساتھ، توفیقِ اِلٰہی، شامل ہے**

**تو، فطری طور پر، یہ عقل، اُس دینِ فطرت کی طرف، رہنمائی کرتی ہے**

**جس کے بارے میں، ربِّ کائنات، ارشاد فرماتا ہے:**

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَاتَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ۔ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔

(سورۂ روم۔آیت ۳۰)

اُس کتاب کی نشان دِہی کرتی ہے، جس کے بارے میں اُس کا فرمان ہے کہ:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ۔ (سورۂ بنی اسرائیل۔آیت ۹)

**اُس اسلام تک، اسے، یہ عقل پہنچا دیتی ہے**

**جس نے، اس کی فلاح ونجات کی ضمانت، دے رکھی ہے۔اور**

**وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَفِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔**

(سورۂ آلِ عمران۔آیت ۸۵) کی وعید بھی، سنادی ہے۔

یہی عقل، ہر توفیق یافتہ انسان کی رہنمائی، اُس رسولِ کائنات **صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم** کی طرف کرتی اور اس کی بارگاہ تک پہنچاتی ہے

**جو، شہکارِ قدرت وخاتمِ دَورِ رسالت اور حاملِ لِوَاءِ فطرت ہے۔**

**جس کے بارے میں، اللہ ربُّ العزت کا، یہ ارشاد واعلان ہے کہ:**

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔(سورۂ اَحزاب۔آیت ۲۱)

انسانی سعادت اور صحیح احکام ومسائلِ حیات پر مشتمل، **شریعتِ اسلامیہ کا راستہ** یہی عقل، بتاتی ہے۔انسان کو، حلال وحرام کا فرق وامتیاز بتانے والی شریعت کی طرف **یہی عقل، رہنمائی کرتی ہے۔اور، ذرا غور کیجیے اور دیکھیے کہ:**

**اللہ تبارک وتعالیٰ نے، انسانی جسم وروح اور عقل وبصیرت کو**

**اپنے فضل وتوفیق سے کس طرح، شریعتِ مطہَّرہ کی ہدایت بخشی ہے۔**

**اِنھیں حقائق کا اظہار کرتے ہوئے**

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''اللہ عَزَّ وَ جَلَّ نے، بندے بنائے۔انہیں، کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان، وغیرہ آلات وجوارِح، عطا فرمائے۔**اور انہیں، کام میں لانے کا طریقہ، اِلہام کیا۔**

اور، ان کے ارادے کا تابع وفرماں بردار کردیا کہ اپنے منافع، حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔

**پھر، اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر، یعنی عقل سے ممتاز فرمایا۔جس نے**

تمام حیوانات پر، انسان کا مرتبہ بڑھایا۔عقل کو، ان اُمور کے اِدراک کی طاقت بخشی۔

خیر وشر، نفع وضرر، یہ حواسِ ظاہری، نہ پہچان سکتے تھے۔

پھر، اسے بھی، فقط اپنی سمجھ پر، بے کس ویاور، نہ چھوڑا۔

ہنوز، لاکھوں باتیں ہیں، جن کو عقل، خود، اِدراک نہ کرسکتی تھی۔ اور جن کا اِدراک، ممکن نہ تھا، اُن میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن، ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔

لِہٰذا، اَنبیا بھیج کر، کتابیں اُتار کر، ذرا ذرا بات کا حُسن وقبح، خوب جتا کر اپنی نعمت، تمام وکمال فرمادی۔ کسی عُذر کی جگہ، باقی، نہ چھوڑی۔

لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (سورۂ نساء۔ آیت ۱۶۵)

حق کا راستہ، آفتاب سے زیادہ، روشن ہوگیا۔ ہدایت وگمراہی پر، پَردہ، نہ رہا۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْتَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۵۶)

بایں ہَمہ، کسی کا خالق ہونا، یعنی ذات ہو، یا۔ صفت، فعل ہو، یا۔ حالت کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر، لباسِ وجود پہنانا، یہ اُسی کا کام ہے۔

یہ، نہ اُس نے کسی کے اختیار میں دیا، نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا۔ کہ:

تمام مخلوقات، خود اپنی حَدِّ ذات میں، نیست ہیں۔

ایک نیست، دوسرے نیست کو، کیا، ہَست بنا سکے؟

ہَست بنانا، اُس کی شان ہے، جو، آپ اپنی ذات سے، ہَستِ حقیقی، وہَستِ مطلق ہے۔

ہاں! یہ، اُس نے اپنی رحمت اور اپنی غِنائے مطلق سے عادت، اِجرا فرمائی ہے کہ:

بندہ، جس اَمر کی طرف، قصد کرے، اپنے جوارِح، ادھر پھیرے۔

مولیٰ تعالیٰ، اپنے ارادہ سے اسے، پیدا فرمادیتا ہے۔"

(ثَلْجُ الصَّدْرِ لِاِیْمَانِ الْقَدْرِ۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد انتیس (۲۹))

اسلام، جولاں گاہِ عمل میں، تگ ودَو کی ترغیب وتحریک

اپنے ہر ماننے والے انسان کے اندر پیدا کرتا ہے کہ، یہ دنیا، عالَمِ اسباب ہے۔

اور اسبابِ حیات کو، حاصل کرنے کے لئے، ہاتھ پاؤں مارتے رہنا ہی، تقاضائے عقل وخرد ہے۔

اپنے آپ کو، اپنی مِلّت کو، اپنے معاشرہ کو، شریعت سے وابستہ رکھنے اور اسے عزت وسُرخ روئی سے، ہم کنار کرنے کے لئے، ہمہ وقت، متحرک وسرگرم رہنا، ضروری ہے۔

یہی، قانونِ فطرت ہے۔ اور یہی، شریعتِ اسلامیہ کا مقتضیٰ، اوراس کی یہی، حکمتِ بالغہ ہے۔

**اسلام نے، معرفتِ ربّانی اور علم و اِدراکِ حقائق کی دعوت دی ہے۔**

رَزم گہہِ حیات میں، تگ وتاز کا، اس نے حکم دیا ہے۔ اس کی شریعت نے، رَہبانیت کی اجازت، نہیں دی ہے۔ **اس نے تدبیر سے فرار کو جائز، نہیں قرار دیا ہے۔**

**ذاتی واجتماعی زندگی میں، نفاذِ شریعت کے لئے، اس نے حکم دیا ہے کہ:**

**سَعی وتدبیر کرو، مقاصدِ خیر تک پہنچنے کے لئے مفید ذرائع، پیدا کرو۔**

**کارآمد وسائل، مہیّا کرو، معاشی اِستحکام کے لئے زراعت وتجارت کرو۔**

**اِجرائے اَحکام وحُدود کے لئے، قضاوامارت کی ذِمّہ داری سنبھالو۔**

**خلقِ خدا کی ہدایت اوراس کی اِعانت ودستگیری کرو۔**

**اِس دنیا سے، بھاگو نہیں۔ بلکہ، اس کے اندر، رہ کر، اس پر غلبہ، حاصل کرو۔**

اہل وعیال کی کفالت کرو، اور خوش گوار و بامُراد عائلی ومعاشی زندگی گذارتے ہوئے **اپنے آپ کو، دوسروں کے لئے، نافع ومفید اور نمونۂ عمل بناؤ۔**

صحابیِ رسول، حضرت اَنس بن مالک، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂُ نے بیان کیا۔

رسولِ اَکرم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

**لَیسَ بِخَیرِکُم مَنْ تَرکَ دُنیَاہُ لِآخِرَتِہٖ و لَا آخِرَتَہٗ لِدُنیَاہُ ۔**

**حتّٰی یُصِیبَ مِنهُمَا جَمِیعاً۔**

**فَاِنَّ الدُّنیَا بَلاغٌ اِلَی الآخِرة۔ وَ لاتَکُونُوا کَلاًّ عَلیٰ النَّاس۔**

(کَنزُالعُمَّال لِلمُتَّقِی، اَلجَامِعُ الصَّغِیر لِلسُّیُوطِی)

**تمہارے درمیان بہتر، وہ آدمی، نہیں ہے**

**جو، اپنی آخرت کے لئے اپنی دنیا، تَرک، کردے۔**

**اور، نہ، وہ، جو، اپنی دنیا کے لئے اپنی آخرت، تَرک کردے۔**

**بہتر، وہ، ہے، جو، دین ودنیا، دونوں سے، اپنا حصہ لے۔**

**اورتم، دوسروں پر، بوجھ، نہ بنو۔‘‘**

حضرت ابوہریرہ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂُ نے بیان کیا۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِی نَفۡسِی بِیَدِہٖ لَاَنۡ یَأۡخُذَ اَحَدُکُمۡ حَبۡلَہٗ فَیَذۡھَبَ بِہٖ اِلیٰ الۡجَبَلِ فَیَحۡتَطِبَ ثُمَّ یَأۡتِی بِہٖ فَیَحۡمِلَہٗ عَلیٰ ظَھۡرِہٖ فَیَأۡکُلَہٗ خَیۡرٌ لَہٗ مِنۡ اَنۡ یَسۡأَلَ النَّاسَ۔

وَ لَأَنۡ یَأۡخُذَ تُرَاباً فَیَجۡعَلَہٗ فِی فِیہِ، خَیرٌ لَّہٗ مِنۡ اَنۡ یَجۡعَلَ فِی فِیہِ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اُس کی قسم، جس کے قبضۂ قدرت، میں میری جان ہے۔

تم میں کا، کوئی شخص، رَسّی لے کر، پہاڑ کی طرف جائے۔

وہاں، لکڑیاں چُنے۔ اُن کا گٹھّر، اپنی پیٹھ پر، لاد کر لائے۔ اُسے بیچ کر کھائے۔

تو، ایسا کام، لوگوں کے سامنے، دستِ سوال، دراز کرنے سے، بہتر ہے۔

اور مُنھ میں، خاک بھر لینا، حرام نوالہ سے، بہتر ہے۔"

اَسباب وتدابیر سے بے نیاز ہو کر بیٹھے رہنے کو، شریعت نے قطعاً، جائز نہیں ٹھہرایا ہے۔ جس مقصد اور جس کام کے، جو اَسبابِ عادِیہ، دائرۂ شریعت کے اندر ہیں، انھیں، اختیار کرنا، لازم ہے۔ اِسی طرح، بلا کسی سبب کے، حَرَج و تنگی کو، دعوت دینا بھی، شریعت کی نظر میں، معیوب و مذموم ہے۔ کہ، اسلام، دینِ یُسر وسَماحت ہے۔ وُسعت وکشادگی اور مژدہ وبشارت کو، وہ، پسند کرتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَ لَا تُنَفِّرُوا۔ (بخاری ومسلم)

آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو۔ بشارت دو، بِدَکنے، والی بات، نہ کرو۔"

ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی

نہایت بصیرت وحکمت وجامعیت کے ساتھ، تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حق جَلَّ وَ عَلَا نے، ہمیں، یہ تکلیف، نہ دی کہ:

ایسی ہی چیز کو، اِستعمال کریں، جو، واقع و نَفۡسُ الۡاَمۡر میں، طاہر وحلال ہوں۔ کہ: اس کا علم، ہمارے حیطۂ قدرت سے، وَرا۔

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۸۶)

نہ، یہ تکلیف فرمائی کہ:

صرف، وہی شے برتیں، جسے ہم، اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں۔ کہ:

اس میں بھی، حَرَجِ عظیم۔ اور، اَلْحَرَجُ مَدْفُوعٌ بِالنَّصِّ۔

قَالَ تَعَالٰی: وَمَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (سورۂ حج۔ آیت ۷۸)

**اے عزیز! یہ دین، بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالٰی، آسانی وسَماحت کے لئے آیا ہے۔**

**جو، اسے، اس کے طور پر لے گا، اُس کے لئے، ہمیشہ، رِفق ونرمی ہے۔**

**اور جو، تعمق وتشدُّد کو، راہ دے گا، یہ دین، اُس کے لئے، سخت ہوتا جائے گا۔**

**یہاں تک کہ وہی، تھک رہے گا۔ اور اپنی سخت گیری کی آپ، ندامت اُٹھائے گا۔"**

نبیِ کریم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، فرماتے ہیں:

**اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ۔ وَ لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدُ اِلَّا غَلَبَہٗ۔**

**فَسَدِّدُوا۔ وَقَارِبُوا۔ وَبَشِّرُوا**۔ رَوَاہُ الْبُخَارِی وَ النَّسَائِی عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃ۔

**بلکہ، صرف، اِس قدر، حکم ہے کہ:**

**وہ چیز، تصرُّف میں لائیں، جو، اپنی اصل میں، حلال وطیب ہو۔**

**اسے مانع، ونجاست کا عارِض ہونا، ہمارے علم میں، نہ ہو۔**

وَ لِھٰذا، جب تک، اُس خاص شے میں، جسے اِستعمال کرنا چاہتا ہے

کوئی مظنّۂ قَوِیَّہ، حظر وممانعت کا، نہ پایا جائے، تفتیش وتحقیقات کی بھی، حاجت نہیں۔

**مسلمان کو، رَوا کہ، اصل حِل وطہارت پر عمل، کرے۔**

**وَ یُمْکِنُ وَ یَحْتَمِلُ وشاید و لَعَلَّ کو، جگہ، نہ دے۔**

فِی الْحَدِیْقَۃِ: لاَ حُرْمَۃَ اِلَّا مَعَ الْعِلْم۔ لِاَنَّ الْاَصْلَ اَلْحِلُّ۔ وَ لَایَلْزَمُہٗ السُّؤَالُ عَنْ شَیءٍ حَتّٰی یَطَّلِعَ عَلٰی حُرْمَتِہٖ وَ یَتَحَقَّقُ بِھَا فیحرم عَلَیْہِ۔ مُلَخَّصاً۔

**ہاں! اِس میں شک نہیں کہ:**

**شُبہ کی جگہ، تفتیش وسوال، بہتر ہے۔ جو، اس پر کوئی فائدہ، مترتّب ہوتا سمجھے۔**

**یہ بھی، اُس وقت ہے**

جب، اِس اِحتیاط وورع میں، کسی اَہم وآکد کا خلاف، نہ لازم آئے کہ:

شریعتِ مطہّرہ میں، مصلحت کی تحصیل سے، مفسدہ کا اِزالہ، مقدّم تر ہے۔
مثلاً: مسلمان نے دعوت کی۔ یہ، اُس کے مال وطعام کی تحقیقات کررہے ہیں۔
کہاں سے آیا؟ کیوں کر پیدا کیا؟ حلال ہے، یا حرام؟ کوئی نجاست تو، اس میں، نہیں ملی ہے؟
کہ، بے شک، یہ باتیں، وَحشت دینے والی ہیں۔
اور مسلمان پر، بدگمانی کرکے، ایسی تحقیقات میں، اُسے اِیذا دینا ہے۔
خصوصاً، اگر، وہ، شرعاً معظَّم ومحترم ہو۔ جیسے:
عالمِ دین، سچا مُرشد، یا باپ، یا استاد، یا ذِی عزت مسلمان سردارِ قوم۔ تو اس نے اور بے جا کیا۔
**ایک تو، یہ بدگمانی۔ دوسرے، موحش باتیں۔ تیسرے، بزرگوں کا ترکِ ادب۔**
**ایک قاعدۂ کلّیّہ واجِبۃُ الحفظ، یہ ہے کہ:**
**فعلِ فرائض وتَرکِ محرَّمات کو، اِرضائے خلق پر مقدّم سمجھے۔**
**اور ان اُمور میں کسی کی، پَروا، نہ کرے۔**
**اور فتنہ ونفرت واِیذا ووحشت کا باعث ہونے سے، بہت بچے۔**
اِسی طرح، جو عادات و رُسوم، خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہّر سے اُن کی حُرمت وشناعت، نہ ثابت ہو، اُن میں، اپنے ترفُّع وتنزُّہ کے لئے خلاف وجُدائی، نہ کرے۔ کہ:
یہ سب اُمور، اِئتلاف ومؤانست کے مُعارِض، اور مراد ومحبوبِ شارِع کے مُناقِض ہیں۔
**ہاں، ہاں! ہوشیار، وگوش دار کہ:**
**یہ، وہ، نکتۂ جمیلہ وحکمتِ جلیلہ وکوچۂ سلامت وجادۂ کرامت ہے**
**جس سے، بہت زاہدانِ خشک واہلِ تقشُّف، غافل وجاہل ہوتے ہیں۔**
**وہ، اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں۔**
**اور، فی الوَاقع، مغزِ حکمت ومقصودِ شریعت سے، دور، جا پڑتے ہیں۔"**
(مقدمۂ عاشرہ۔ اَلْاَ حْلیٰ مِنَ السُّکَّرِ لِطلبَۃِ سُکَّرِ رَوُسَر۔
شمولہ فتاویٰ رضویہ قدیم، جلدِ دوم۔ وفتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد چار (۴))
اَسباب ومُسبَّبات اور تدبیر وتقدیر پر، جامع بحث کرتے ہوئے
امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی، تحریر فرماتے ہیں:

''فی الوَاقع، عالَم میں، جو کچھ ہوتا ہے وہ سب، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی تقدیر سے ہوتا ہے۔

قَالَ تَعَالیٰ: وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔(سورۂ الرحمٰن: آیت ۵۳)

وَ قَالَ تَعَالیٰ: وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔(سورۂ یٰسٓ: آیت ۱۲)

وَقَالَ تَعَالیٰ. وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔(سورۃُ الانعام: آیت ۵۹)

**مگر، تدبیر، زِنہار، معطَّل نہیں۔ دنیا، عالَمِ اَسباب ہے۔**

رب جَلَّ مَجْدُہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق، اس میں، مسبَّبات کو، اَسباب سے، رَبط دیا۔

**اور سُنَّتِ اِلٰہیہ جاری ہوئی کہ، سبب کے بعد، مسبَّب، پیدا ہو۔**

جس طرح، تقدیر کو بھول کر، تدبیر پر پھولنا، کفَّار کی خصلت ہے

یوں ہی، تدبیر کو، محض، عَبَث ومَطرود وفضول بتانا، کسی کھلے گمراہ، یا۔ سچے مجنوں کا کام ہے۔

جس کی رُو سے، صدہا آیات واحادیث سے اِعراض اور انبیا وصحابہ وائمہ واَولیا

**سب پر طَعن واعتراض، لازِم آتا ہے۔**

حضرت داوٗد، عَلَیْہِ السَّلام، زِرَہیں بناتے۔

موسیٰ، عَلَیْہِ السَّلام نے، دس برس، شُعَیب، عَلَیْہِ السَّلام کی بکریاں، اُجرت پر، چَرائیں۔

خود، حضور پُرنور، سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، حضرت اُمُّ المُؤمنین، خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کا، مال، **بطورِ مضاربت لے کر، شام، تشریف فرما ہوئے۔**

**حضرت امیرُ المومنین، عثمان غنی، عبدالرحمٰن بن عوف، بڑے نامی، تاجر تھے۔**

**امامِ اعظم، بزَّازی کرتے تھے۔**

**بلکہ، کوئی مُنکِرِ تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔**

**ہم نے، فرض کیا کہ:**

**وہ، زراعت، تجارت، نوکری، حرفت، کچھ، نہ کرتا ہو۔**

**آخر، اپنے لئے کھانا پکاتا۔ یا۔ پکواتا ہوگا؟ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، کیا، یہ تدبیر نہیں؟**

یہ بھی، جانے دیجیے۔ اگر، بغیر، اُس کے سوال۔ یا اِشارہ واِیما کے، خود بخود، پکی پکائی اُسے مل جاتی ہو، تاہم، **نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نِگلنا، یہ بھی تدبیر۔''**

(اَلتَّحْبِیر بِبَابِ التَّقْدِیر۔ فتاویٰ رضویہ، مترجم۔ جلد اُنتیس (۲۹))

''رب جَلَّ وَ عَلا فرماتا ہے:اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔
مجھ سے، دُعا کرو، مَیں، قبول کروں گا۔''
وہ، قادر تھا کہ، بے دُعا، مُراد بخشے۔ پھر، اس نے تدبیر کی طرف، کیوں ہدایت فرمائی؟
**بلکہ، خلافت وسلطنت وقضا وجہاد وحُدود وقصاص، وغیر ہا**
**یہ، تمام اُمورِ شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ کہ:**
**اِنتظامِ عالَم وتَروِیجِ دین ودَفعِ مُفسِدِین کے لئے**
**اِس عالَمِ اَسباب میں، مقرَّر ہوئے۔**
**بلکہ، اور ترقی کیجیے تو، نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ وغیر ہا، اعمالِ دینیہ**
**خود، ایک تدبیر اور رضائے اِلٰہی وثوابِ نامتناہی ملنے**
**اور عذاب وغضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔**
قَالَ تَعَالیٰ: وَ مَنْ اَرَادَ الْآخِرَۃَ وَ سَعیٰ لَھَا سَعْیَھَا وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُوْلٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوراً۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۱۹)
**اگر چہ، اَزَل میں ٹھہر چکا کہ: فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْر۔**
**پھر بھی، اعمال، فرض کیے کہ:**
جس کے مقدَّر میں، جو لکھا ہے، اُسے، وہی آسان اور اُس کے اسباب، مہیّا ہو جائیں گے۔
**یہاں سے، ظاہر ہوا کہ:**
تدبیر، اگر، مُطلقاً مُہمَل ہو، تو، دین وشرائع و اِنزالِ کتب و اِرسالِ رُسل و اِتیانِ فرائض واِجتنابِ محرَّمات، معاذَ الله، سب لَغو وفضول وعَبَث ٹھہریں۔
آدمی کی رسّی، کاٹ کر، بجار کر دیں۔ دین ودنیا، یکبار گی، برہم ہو جائیں۔
**لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِّی الْعَظِیْمِ۔**
(التَّحبِیر بِبَابِ التَّقْدِیر۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد اُنتیس (۲۹))
**''اور تدبیر کی بعض صورتیں، فرضِ قطعی ہیں۔**
**جیسے فرائض کا بجالانا، محرَّمات سے بچنا، بقدرِ سَدِّ رَمَق کھانا پینا**
**یہاں تک کہ بحالتِ مَخمصہ، شراب ومُردار کی اجازت دی گئی۔**

اِسی طرح، جان بچانے کی کُل تدبیریں، اور حلال کسبِ معاش کی سَعی وتلاش
جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔''
(التَّحبِیر بِبَابِ التَّقْدِیر ۔ ۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم ۔جلد اُنتیس (۲۹))

**''تلاشِ حَلال وفکرِ مَعاش وتَعاطیِ اَسباب، ہرگز، منافیِ توکُّل نہیں۔**
**بلکہ، عین مرضیِ اِلٰہی ہے کہ، آدمی، تدبیر کرے، اور بھروسہ، تقدیر پر، رکھے۔**
**اِس لئے، جب، ایک صحابی نے عرض کی کہ:**
**اپنی اونٹنی، چھوڑ دوں، اور خدا پر بھروسہ رکھوں۔**
**یا۔اُسے باندھوں، اور خدا پر، توکُّل کروں؟''**
**ارشاد فرمایا۔قَیِّدْ وَ تَوَکَّلْ۔ باندھ دے، اور خدا پر تکیہ کر۔**
برتوکُّل، زَانُوے اُشتر ببند۔'' (التَّحبِیر بِبَابِ التَّقْدِیر ۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم ۔جلد اُنتیس (۲۹))

**''شریعتِ مطہَّرہ میں، طہارت وحِلَّت، اصل ہیں۔**
**اور، ان کا ثبوت، خود، حاصل کہ:**
**اپنے اِثبات میں، کسی دلیل کے محتاج نہیں۔**
**اور حُرمت ونجاست، عارضی، کہ:**
**ان کے ثبوت کو، دَلیلِ خاص، درکار۔**
**اور محض شکوک وظُنون سے، ان کا اِثبات، ناممکن کہ:**
**طہارت وحِلَّت پر، بوجہِ اِصالت، جو یقین تھا، اُس کا زوال بھی**
**اس کے یقین کے مثل ہی سے، متصوَّر۔**
**نِرا، ظَنِّ لاحق، یقینِ سابق کے حکم کو، رَفع نہیں کرتا۔**
**یہ شرع شریف کا، ضابطۂ عظیمہ ہے۔جس پر، ہزار ہا اَحکام، متفرَّع۔**
**یہاں تک کہتے ہیں کہ، تین چوتھائی فقہ سے زائد، اس پر مبتنیٰ۔**
**اور، فی الْوَاقع، جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا**
وہ، صد ہا وَساوِسِ ہائِلہ وفتنہ پردازیِ اَوہامِ باطِلہ ودست اندازیِ ظُنُونِ عاطِلہ سے، امان میں رہا۔
جب، کسی کو، کسی شے پر، انکار ومنع کرتے، اور اسے مکروہ، حرام، ناجائز، کہتے سنو۔

**جان لو کہ، بارِ ثبوت، اس کے ذِمّہ ہے۔**

**جب تک، دلیلِ واضح سے ثابت، نہ کرے، اُس کا دعویٰ، اُسی پر، مَردود۔**

**اور جائز و مُباح کہنے والا، بالکل سبکدوش کہ:**

**اُس کے لئے، تمسُّک بأصل، موجود۔**

**اِحتیاط، اِس میں، نہیں کہ:**

بے تحقیقِ بالغ، وثبوتِ کامل، کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر، شریعتِ مطہّرہ پر، اِفترا کیجیے۔

بلکہ اِحتیاط، اِباحت ماننے میں ہے کہ، وہی اصل متیقّن، اور بے حاجتِ مبین، خود، مبین۔''

(اَلْاَ حُلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطلبَۃِ سُکَّرِرَ وُ سَر۔ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دوم قدیم و فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد چار (۴))

''دیکھو! اگر، آدمی کو، جنگل میں، ایک چھوٹا سا گڈھا، پانی سے بھرا ملے۔

اور اس کے کنارے پر، اَقدامِ وُحوش کا پتہ چلے۔

اور پانی بھی، جانور کے پینے سے کنارے پر گرا، دیکھے۔

بلکہ، فرض کیجیے کہ، جانور بھی جاتا ہوا، نظر پڑے۔

**مگر، بوجہِ بُعد، یا ظلمتِ شب، پہچان میں، نہ آئے۔**

تو، اس سے، خواہی نخواہی یہ ٹھہرا لینا کہ، کوئی درندہ۔ یا۔ خاص، خنزیر ہی تھا۔

اور پانی کو، ناپاک جان کر، اس سے اِحتراز کرنا، ہرگز، حکمِ شرع نہیں۔ بلکہ، وَسْوَسہ ہے۔

مانا کہ، جنگل میں سِباع و خنزیر بھی ہیں۔ مانا کہ، وہ بھی، انھیں پانیوں سے پیتے ہیں۔

**مانا کہ وہ جانور، جو، جاتے دیکھا، ممکن کہ، سؤّر ہو۔**

**مگر، کیا ممکن نہیں کہ، کوئی ماکولُ اللّحم جانور ہو؟''**

(اَلْاَ حُلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطلبَۃِ سُکَّرِرَ وُ سَر، فتاویٰ رضویہ، جلد دوم۔ و مترجَم، جلد چار (۴))

**شُبہات سے بچنا اور مُشتبہ اَشیا سے پرہیز کرنا، الگ بات ہے۔ جو، محمود و مستحسن ہے۔**

**مگر، محض شک و شبہ اور تقشّف و تشدُّد کی بنیاد پر، کسی جائز چیز کو، ناجائز قرار دینا۔**

**اور اسے جائز سمجھنے والوں پر، طَعن و تشنیع کرنا، سخت معیوب و مذموم ہے۔**

**اسی حقیقت کی، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی نے، تشریح و توضیح فرمائی ہے۔**

**اور ایسے حالات و معاملات میں، تقشّف و تشدُّد برتنے والوں کو**

تنبیہ وہدایت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''عَجَب اُس سے کہ، وَرع کا قصد کرے۔ اور محرَّ ماتِ قَطعیہ میں پڑے۔

یہ صرف، تشدُّ د وتعمُّق کا نتیجہ ہے۔ اور واقعی، دین وسُنَّت، صراطِ مستقیم ہیں۔

ان میں، جس طرح، تفریط سے آدمی، مُدَاہِن ہو جاتا ہے

یو ہیں، اِفراط سے، اِس قسم کے آفات میں، اِبتلا پاتا ہے۔

لَمْ یَجْعَلْ لَهٗ عِوَجاً۔ دونوں مذموم۔

بھلا عوام، بے چاروں کی کیا شکایت؟ آج کل، بہت جُہَّال، مُنتسب بنامِ علم وکمال

یہی رَوِش چلتے ہیں۔ مکروہات، بلکہ، مباحات، بلکہ، مستحبات

جنھیں، بزعمِ خود، ممنوع سمجھ لیں، اُن سے، تحذیر وتنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے؟

حتّٰی کہ، نوبت، تابہ اِطلاقِ کفروشرک پہنچانے میں، باک نہیں رکھتے۔

پھر، یہ نہیں کہ، شاید، ایک آدھ جگہ، قلم سے نکل جائے۔

تو، دس جگہ اُس کا تدارُک، عمل میں آئے۔

نہیں نہیں۔ بلکہ، اسے، طرح طرح سے جَمائیں۔ اُلٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔

پھر، جب، مؤاخذہ کیجیے

تو، ہَوا خواہ، بفَحوایِ عذرِ گناہ بدتر از گناہ، تاویل کریں کہ:

بنظرِ تخویف وترہیب، تشدُّ د مقصود ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰہ! اچھا تشدُّ د ہے کہ:

ان سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود، اِرتکاب کر بیٹھے۔

کیا، نہیں جانتے کہ، مسلمان کو، کافر ومشرک بتانا۔

بلکہ، براہِ اِصرار، اسے عقیدہ ٹھہرانا، کتنا شدید وعظیم؟

اور دینِ حنیف، سَہلِ لطیف، سَحِ نظیف میں، یہ سخت گیری، کیسی بدعت وشنیع ووَخیم؟

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْم۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

آسانی کرو، اور دِقَّت میں نہ ڈالو۔ اور خوش خبری دو، اور نفرت میں نہ ڈالو۔

اَحْمَد وَ الْبُخاری وَ مُسلم وَ النَّسائی عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تعَالیٰ

عَنۡہُ مَرۡفُوۡعاً۔ **یَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا، وَ بَشِّرُوا وَلَاتُنَفِّرُوا۔**

وَ لِمُسۡلم وَ اَبی داؤد عَنۡ اَبی موسیٰ اَلۡاَشۡعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہٗ۔
کَانَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم اِذَا بَعَثَ اَحداً مِنۡ اَصحابِہٖ
فی بعضِ اَمرِہٖ۔ قال: **بَشِّرُوا وَ لَاتُنَفِّرُوا وَیَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا۔**

اورفرماتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم:
**تم،آسانی کرنے والے بھیجے گئے،نہ کہ،دشواری میں ڈالنے والے۔''**

اَحۡمَد وَ السِّتَّۃُ ماخَلا مُسۡلِماً عَنۡ ابی ہُریرۃ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہٗ:
عَنِ النَّبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم:
**اِنَّمَا بُعِثۡتُمۡ مُیَسِّرِیۡنَ وَ لَمۡ تُبۡعَثُوا مُعَسِّرِیۡن۔**

اورفرماتے ہیں:صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم: **ہلاک ہوئےغُلو وتشدُّد والے۔''**

اَحۡمَد وَ مُسلم وَابوداؤد عَنۡ ابنِ مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہٗ:
عَنِ النَّبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم: **ہَلَکَ الۡمُتَنَطِّعُوۡنَ۔**

اوروارِد ہوا۔فرماتے ہیں:صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم:
**میں،نرم شریعت پر،باطل سے کنارہ کرنے والی شریعت لے کر بھیجا گیا۔''**
**جو،میرے طریقے کا خلاف،کرے،میرے گروہ سے،نہیں۔''**

اَلۡخَطِیۡب فِی التَّارِیخ عَنۡ جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہٗ۔
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیۡہِ وَسَلَّم:
**بُعِثۡتُ بِالۡحَنِیۡفِیَّۃِ السَّمۡحَاءِ وَ مَنۡ خَالَفَ سُنَّتِی فَلَیۡسَ مِنِّی۔**

اِلیٰ غیرِذلکَ مِنۡ اَحادیث یَطُولُ ذِکرُھا۔ وَالَّتِی ذَکَرۡنَا کافِیَۃٌ وَافِیَۃٌ۔
نَسۡأَلُ اللّٰہَ سُبۡحٰنَہٗ اَلۡعَفوَ وَ الۡعَافِیَۃَ۔ آمین۔

(اَلۡاَ حۡلیٰ مِنَ السُّکَّرِ لِطلبَۃِ سُکَّرِرَ وۡ سَر،مشمولہ فتاویٰ رضویہ،دوم قدیم۔ومترجَم۔جلد چار(۴))

# مقاصدِ شریعت اور اِستنباط و اِستخراجِ اَحکام و مسائل

دینِ اسلام، صالح مُعتقدات ونظریات کا داعی اور شریعتِ اسلامیہ، جامع احکام ومسائلِ حیات کی حامل ہے۔ **اِس دین وشریعت کے اندر، حَرَج وعُسر نہیں۔**

**نہ ہی، تَوَحُّش وتقشُّف اور تنفّر وتنطُّع کو، اس نے، رَوَا رکھا ہے۔**

**تیسیر وتبشیر اور سَماحت وسہولت، شریعتِ اسلامیہ کا اِمتیاز واِختصاص ہے۔**

**اس کے احکام واعمال مبنی بر حکمت ومصلحت ہیں۔ خواہ، ان کا علم، ہمیں ہو۔ یا۔ نہ ہو۔**

**بہر دو صورت، ہم، یہی کہیں گے کہ: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔**

علمِ کتاب وسُنّت اور فقہِ دینِ متین، پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فیض وتاثیرِ صحبت وتربیت سے اَجلّہٗ صحابہ اور ان سے مُستفیدین و مُستفیضین اکابرِ تابعین رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا، شِعار، رہا ہے۔

**تبع تابعین وائمۂ مجتہدین اور ہمارے اَسلاف ومتقدمین**

اِنھیں "اَلرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْم" کے نور سے عہد بہ عہد، مستفید ومستنیر ہوتے چلے آرہے ہیں۔

اِن نفوسِ قدسیہ کو، ہر قدم پر، مندرجہ ذیل نُصوصِ کتاب وسُنّت سے ہدایت ملتی رہی ہے کہ:

**فَلَوْلَا نَفَرَمِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْھُمْ طَائِفَةٌ لِیَتَفَقَّھُوْ ا فِی الدِّیْن** (سورۂ توبہ:۱۲۲)

**تو، کیوں، نہ ہُوا کہ:**

**ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت نکلے کہ، دین کی سمجھ، حاصل کریں۔"**

**مَنْ یُرِدُاللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُفَقِّھْهُ فِی الدِّین وَاِنَّمَااَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِی۔**

**وَلَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی ظَاھِرِیْنَ عَلٰی الْحقِ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُم حَتّٰی یَأْتِی اَمْرُاللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذَالِک۔** (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

معاویہ بن ابوسفیان نے بیان کیا۔

**رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے، ارشاد فرمایا:**

اللہ تعالیٰ، جس شخص کے لئے، خَیر کا ارادہ فرماتا ہے، اُسے دین کی سمجھ، عطا فرما دیتا ہے۔

میں ہی، تقسیم کرنے والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ، عطا فرمانے والا ہے۔

میری اُمَّت کا ایک طبقہ، حق پر قائم رہے گا۔ جسے اس کے مخالف کوئی، ضَرر، نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ، اللہ کا حکم آجائے اور وہ، اسی حال پر باقی رہیں گے۔''

عہدِ صحابہ ٔ کرام کے بعد، فقہِ اسلامی کے اصول وفروع میں، اِجتہادی ملکہ رکھنے والے

**ائمہ ٔ اَربعہ اور ان کے معاصر ائمہ ٔ اِجتہاد و مُجتہدین فی الشَّرع**

**ان کے مُجتہدِین فی الُمَذہب تلامذہ ٔ کِبار، پھر، مجتہدین فی الُمسائل**

اور ان کے بعد، اصحابِ تخریج، پھر، اصحابِ ترجیح، پھر، اصحابِ تمییز نے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اَحکام ومسائلِ شرعیہ کا، ہمیں، ایسا خزانہ عطا فرما کر، اس کا وارث وامین بنا دیا ہے کہ:

**زندگی کے ہر شعبے میں، وہ، ہماری ہدایت ورہنمائی کے لئے، کافی ہیں۔**

**اور، ہمیں، کسی دوسری طرف، نگاہ اٹھا کر، دیکھنے کی بھی، ضرورت نہیں۔**

ذخیرۂ فقہِ اسلامی میں ائمہ ٔ اَحناف کا بیش بہا خزانہ، کتبِ اُصول (ظاھِرُ الرِّوایۃ) وکتبِ نَوادِر وکتبِ واقعات کے وسیع دامن میں پھیلا ہوا ہے۔

اور اس کے جلوے، کتبِ مُتون وکتبِ شُروح وکتبِ فتاویٰ میں، جابجا، بکھرے ہوئے ہیں۔

عالَمِ اسلام میں، عرصۂ دراز سے شروطِ اِجتہاد کی جامع کوئی شخصیت، ہمیں، نظر نہیں آتی۔

**علاَّمہ جلالُ الدِّین سیوطی، شافعی** (وصال ۹۱۱ھ)

اِجتہاد کے لئے مندرجہ ذیل علوم وفنون کے اندر، مہارت وکمال کو، شرط، قرار دیتے ہیں:

(۱) علومِ کتاب اللہ (۲) علومِ سُنَّتِ رسولِ اللہ (۳) علمِ اصولِ فقہ (۴) علمُ اللُّغۃ (۵) علم المعانی الُمفھومۃ مِنْ سِیاقِ الُقرآن (۶) علمِ نَحو (۷) علمِ صَرف (۸) علمِ معانی (۹) علمِ بیان (۱۰) علمِ بدیع (۱۱) علمِ اِجماع وخلاف (۱۲) علمِ حساب (۱۳) فقہُ النَّفس۔

(۱۴) علمِ قواعدِ شریعت (۱۵) علمِ اَخلاق۔

**ایک طرف، اِنفرادی حیثیت سے**

صورتِ حال یہ ہے کہ بِالعموم آج کے عُلَما کا اپنا دائرۂ علمِ کتاب وسُنَّت، محدود۔ مطالعہ ناقص ومنتشر۔ روحانیت، پژمردہ۔ اخلاق، زوال آمادہ۔ امانت ودیانت، رخصت پذیر۔ اور دنیاداری، حاوِی وغالب ہے۔

اور، دوسری طرف، قافلۂ حیات، رَوَاں دَوَاں ہے۔
اوراس کے بے شمار تغیُّرات اور نئے نئے تقاضوں کا، ہجوم ہے۔
فرد، معاشرہ ، ملک اور ساری دنیا، علمی ، فنّی ، تجارتی ، صنعتی ، عسکری، سیاسی ، صحافتی ، تہذیبی اَخلاقی ، معاشرتی شعبوں میں، **تیز رفتار اِنقلابی دَور سے گذر رہی ہے۔**
زندگی کا پیمانہ اور معیارِ حیات بدل رہا ہے۔ لوگوں کے خیالات ونظریات، تہ وبالا ہو رہے ہیں۔
**گویا، نظامِ عالم، دِگرگوں ہو رہا ہے۔**
جس میں صرف شریعتِ اسلامیہ، واحد، ایسی شریعت ہے ، جو، اپنے ماننے والوں کی ہر سَمت اور ہر جہت سے، رہنمائی کر رہی ہے۔ کیوں کہ:
**یہ شریعتِ اسلامیہ، صرف خَاتِمُ الشَّرَائِع ، نہیں**
**بلکہ، ہدایتِ انسانی کے لئے جَامِعُ الشَّرَائِط بھی ہے۔**
**عہدِ حاضر میں، بہتر اور افضل واسلم طریقہ، یہی ہے کہ:**
**پیش آمدہ اہم مسائل کے شرعی حل کے لئے ، اِجتماعی طریقۂ کار، اختیار کیا جائے۔**
**اور ہر ملک کے وسیعُ النَّظر وکثیرُ المطالعہ مستند عُلما وفُقَہا ومفتیانِ کرام کی علمی وفقہی مجالس ومحافل میں غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد**
**متَّفقہ طور سے، یا۔ کثرتِ رائے کے ساتھ، آخری فیصلہ کیا جائے۔**
**اِس موقع پر، عصری اُمور ومعاملات کے کسی گوشہ کی تحقیق کے سلسلے میں یونیورسٹیوں کے قابلِ اعتماد مسلم ماہرین کے علم وفن اوران کے تجربات سے اِستفادہ کی ضرورت، محسوس ہو تو، ان کی خدمات بھی، حاصل کی جائیں۔**
**کتاب وسُنَّت وقیاسِ شرعی واِجماعِ اُمَّت کی روشنی ہی میں**
**اِستنباطِ احکام واِستخراجِ مسائل کا یہ عمل، جائز ہوگا۔**
**اِس سلسلے میں، ضروری تحقیق وتفحُّص اور مقرَّرہ اصول وضوابط کو، نظر انداز کر کے جو فیصلہ بھی کیا جائے گا، وہ، نہ صرف، اِنحراف، بلکہ ضَلالِ مُبین بھی ہوگا۔**
**جس کی فقہِ اسلامی میں، کوئی گنجائش نہیں۔**
جَلَبِ منفعت ودَفعِ مضرَّت کے لئے ضروریات وحاجیات وتحسینات کا تعیُّن اور اِستنباطِ مسائل کے لئے مطلوبہ دینی وعلمی واَخلاقی وعملی اِستعداد وصلاحیت، لازمی ہے۔

**جو، تبحّرِ علم، وُسعتِ مطالعہ، کمالِ فضل، توقُّدِ ذہن، اِصابتِ رائے**
**کثرتِ ممارست اور توفیقِ اِلٰہی کے بغیر، ممکن نہیں۔**
**مقاصدِ شریعت کو، تحقیق وتفصیل سے سمجھنے کے لئے**
**مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ، نہایت ضروری اور مفید ہے:**

(۱) حکیم ترمذی (متوفی ۲۷۵ھ) کی "اَلصَّلوٰۃُ وَمَقَاصِدُهَا" اور "اَلْحَجُّ وَاَسْرَارُہٗ"۔ (۲) امام ابومنصور، ماترِیدی (متوفی ۳۳۳ھ) کی "مَاٰخِذُ الشَّرَائِع" (۳) ابوبکر قفال الشافعی اَلمعروف، بہ قفال (متوفی ۳۶۵ھ) کی مَحَاسِنُ الشَّرِیْعَة (۴) ابوبکر اَبْہرِی (متوفی ۳۷۵ھ) کی مَسْأَلَةُ الْجَوَابِ وَالدَّلَائِلِ وَالْعِلَل۔ (۵) امام باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) کی اَلْمُقْنِعُ فِی اُصُوْلِ الْفِقْه۔ اور۔ اَلْاَحْکَامُ وَالْعِلَل (٦) اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ عَبْدُالْمَلِکْ اَلْجُوَیْنِی (متوفی ۴۷۸ھ) کی اَلْبُرْهَانُ فِی اُصُوْلِ الْفِقْهِ۔ اور۔ غِیَاثُ الْاُمَم۔ (۷) حجۃ الاسلام، امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی اَلْمَنْخُوْلُ مِنْ تَعْلِیْقَاتِ الْاُصُوْل۔ اور۔ اَلْمُسْتَصْفیٰ مِنْ عِلْمِ الْاُصُوْل۔ اور۔ شِفَاءُ الْعَلِیْل (۸) امام فخر الدین، رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کی اَلْمَحْصُوْل۔ (۹) سَیفُ الدِّین آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) کی اَلْاَحْکَامُ فِی اُصُوْلِ الْاَحْکَام۔ (۱۰) امام عِزُّ الدِّین بن عبدالسّلام (متوفی ۶۶۰ھ) کی اَلْقَوَاعِدُ السَّنِیَّةُ فِی الْاَسْرَارِ الْفِقْهِیَّة (۱۲) ابن السُّبکی (متوفی ۷۷۱ھ) کی جَمْعُ الْجَوَامِع (۱۳) امام ابواسحٰق شاطبی، غرناطی، مالکی (متوفی ۷۹۰ھ) کی اَلْمُوَافَقَاتُ فِی اُصُوْلِ الشَّرِیْعَة (۱۴) شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَة۔

ائمۂ مجتہدین وفُقہائے اسلام کے بیان کردہ قولِ صوری وقولِ ضروری کو، جان لیا جائے
**اور اَسبابِ سِتّہ، جو، تغیُّرِ اَحکام کا سبب بنتے ہیں، اُنہیں، اچھی طرح، سمجھ لیا جائے**
**تو، بے شمار لوگوں کا، ذہنی خلجان، دور ہو جائے۔**

اور "تجدید واِجتہاد" اور "فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید" جیسی مُہم، خود بخود، سرد پڑ جائے۔
اِسی طرح، اَحکام ومسائلِ شریعت کے "جُمودِ محض" کا خیال بھی، حرفِ غلط کی طرح، مِٹ جائے۔
ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ
اپنے رسالہ "اَجْلَی الْاِعْلَام اَنَّ الْفَتْویٰ مُطْلَقاً عَلیٰ قَوْلِ الْاِمَام"
(مشمولہ "فتاویٰ رضویہ" جلد اول۔ مطبوعہ ہند وپاک) میں، تحریر فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) ''قولِ صوری، وہ ہے، جو، کسی نے، صراحۃً کہا اور اس سے نقل ہوا۔
اور قولِ ضروری، وہ قول ہے، جسے قائل نے، صراحۃً اور خاص طور پر، نہ کہا ہو۔
مگر، وہ، کسی، ایسے عُموم کے ضِمن میں، اس کا قائل ہو
جس سے، ضروری طور پر، برآمد ہوتا ہے کہ:
اگر، وہ، اس خصوص میں کلام کرتا تو، اُس کا کلام، ایسا ہی ہوتا۔
کبھی، حکمِ ضروری، حکمِ صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے۔
ایسی صورت میں حکمِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری، راجح اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔

**یہاں تک کہ:**
**اب، قولِ صوری پر عمل کرنا، قائل کی مخالفت، شمار ہوتا ہے۔**
**اور حکمِ صوری کو چھوڑ کر حکمِ ضروری کی طرف، رجوع کو، قائل کی موافقت یا۔اُس کی پَیروی کہا جاتا ہے۔مثلاً:**

زید، نیک اور صالح انسان تھا۔اِس لئے عَمرو نے اپنے خادموں کو، کھلے لفظوں میں صراحۃً، حکم دیا کہ، وہ، زید کی تعظیم کیا کریں۔اس نے، اس حکم کا، بار بار، اِعادہ کیا۔
لیکن، اس سے پہلے، وہ، خُدَّام کو، یہ حکمِ عام بھی، دے چکا تھا کہ:
**کسی فاسق کی تعظیم، ہرگز، نہ کریں۔**
**اتفاق ایسا ہوا کہ، زید، فاسقِ مُعلِن ہو گیا۔**
اب، اگر، عَمرو کے خُدَّام، اس کے مکرَّر و ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے **زید کی تعظیم کریں، تو، عَمرو کے نافرمان، شمار ہوں گے۔**
**اور اگر، اس کی تعظیم، تَرک کر دیں گے، تو، اِطاعت گذار، ٹھہریں گے۔**
**ایسا ہی معاملہ، اَقوالِ ائمہ میں بھی، پایا جاتا ہے۔**
(رسالہ ''اَجلیٰ الْاِعلام ۔مشمولہ در آغاز فتاویٰ رضویہ، جلد اول، مطبوعہ ہند و پاک)

**''ائمۂ مذہب کے قولِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری پر عمل ہوتا ہے۔**
**جس کے درج ذیل، چھ(۶) اسباب ہوتے ہیں:**
(۱) ضرورت (۲) حَرَج (۳) عُرف (۴) تعامُل (۵) کوئی اہم مصلحت، جس کی تحصیل مطلوب ہو (۶) کوئی بڑا مفسدہ، جس کا اِزالہ، مطلوب ہو۔

**اِن اَسباب کی بِنا پر،قولِ ضروری پر عمل، اِس لئے ہوتا ہے کہ:**

ضرورتوں کا اِستثنا،حَرج کا دَفعیہ،ایسی دینی مصلحتوں کی پاس داری، جو،اپنے سے زیادہ فساد سے، خالی ہوں۔ مفاسد کو دور کرنا،عُرف کا لحاظ کرنا،اورتعامُل پر کاربند ہونا

**یہ سب،ایسے قواعدِ کلِّیَّہ ہیں، جو،شریعت سے معلوم ہیں۔**

سارے اَئمہ،ان کی جانب، مائل،ان کی پاسداری کے قائل،اوران پر،اِعتماد کرتے ہیں۔

**اب،اگر،کسی مسئلہ میں،امام کا کوئی صریح حکم موجود ہو**

**پھر،حکم،تبدیل کرنے والے مذکورہ اُمور میں سے،کوئی ایک پیدا ہو**

**تو،ہمیں،یہ قطعی یقین ہوگا کہ:**

اگر،یہ صورتِ حال،خود،امامِ مذہب (ابوحنیفہ النُّعمان رَضِی اللہُ عَنہُ ) کے زمانے میں **پیدا ہوتی،تو،اُن کا قول،اس کے تقاضے کے مطابق ہوتا۔**

**اِن حالات سے آنکھیں،موند کر،اس کے برعکس،وہ امام بھی،حکم،نہ دیتے۔**

ایسی صورت میں،امام سے غیر منقول،قولِ ضروری پر عمل کرنا ہی،دراصل،اُن کے قول پر عمل ہے۔

**اب،ان کے سابقہ منقول اَقوالِ صریح پر جَم جانا،ان کی پَیروی،نہ کہلائے گی۔"**

(رسالہ "اَجلیٰ الاِعْلَام ۔مشمولہ درآغاز فتاویٰ رضویہ،جلدِ اول،مطبوعہ ہندوپاک )

صدرُالشَّریعہ،حضرت مولانا محمد امجد علی،اعظمی،رضوی (متوفی ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

ایک سوال کے جواب میں،تحریر فرماتے ہیں:

"اَحکامِ قَطعیہ مَنصُوصہ میں،رَدّوبدل کا کسی کو اختیار نہیں۔ جو،حرام ہیں،حرام ہی رہیں گے۔

اور جو،حلال ہیں،حلال۔اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَاتَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَالۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡم۔

اللہ کے کلمات،بدلے نہیں جاسکتے۔یہی،بڑی کامیابی ہے۔"

اور فرماتا ہے: لَامُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَالسَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡم۔

اس کے کلمے،کوئی بدلنے والا نہیں۔وہ،سننے،جاننے والا ہے۔"

بعض اَحکامِ ظَنِّیَّہ میں مصلحت، یا۔ضرورت، یا۔عُمومِ بَلوٰی وغیرہا، وُجوہ سے عُلماے کرام نے، زِیادت ونَقص وخِلاف کا حکم دیا۔اوراس کے نظائر،کتبِ فقہ میں،کثیر ہیں کہ:

**متقدمین نے،ایک قول پرفتویٰ دیا تھا۔اورمتاخرین نے،اس کے خلاف پر"**

(ص ۱۶۰۔فتاویٰ امجدیہ، جلدِ سوم۔مطبوعہ دَائِرَۃُ الْمَعَارِفِ الْاَمْجَدِیَّۃ۔قصبہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی)

مُرورِزمانہ سے متعدد اَحکام کے مبدَّل ہونے کی مثالیں، پیش کرنے کے بعد، رقم طراز ہیں:

**''یہ کچھ نظائر، بیان میں آئے، جن میں تبدُّلِ زمان سے حکم، مختلف ہوگیا۔**

**اور جس نے، کلماتِ عُلَما کا تتبع کیا، وہ، جانتا ہے کہ:**

**کلامِ عُلَما میں، اس کی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ:**

**زمانۂ سابق میں۔اور حکم تھا اور اب، کچھ اور۔**

**طَحطاوِی کا، یہ جُملہ۔قالُوا: اَلْاَحْکَامُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمان۔**

**اِس مضمون پر، کافی روشنی ڈالتا ہے۔نیز، جواہرِ اَخلاطی میں ہے:**

**هُوَاِنْ کَانَ اِحْدَاثاً فَهُوَبِدْعَةٌ حَسَنَةٌ۔**

**وَکَمْ مِنْ شَیْءٍ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَکَان۔**

**مگر، ان سب صورتوں میں، تبدیلِ اَحکام نہیں**

**بلکہ: اَلضَّرُوْرَاتُ ،تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَات پر، نظر ہے۔**

یا۔اِذَا ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَینِ فَلْیَخْتَرْ اَهْوَنَهُمَا کا لحاظ، ایسے اُمور کی طرف، داعی ہوتا ہے۔

**یا۔اختلافِ زمانہ ومصالحِ مسلمین، ان کی مقتضی ہوتی ہیں کہ:**

**یہ حالت، اگر زمانۂ متقدم میں پائی جاتی**

**تو، اُس وقت، یہی حکم ہوتا، جو، اَب ہے۔**

**اور متقدمین بھی، اسی پر فتویٰ دیتے، جس پر متاخرین نے دیا ہے۔**

**لِهٰذا، سوال کا جواب، یہ ہے کہ:**

**اَحکام، حقیقۃً نہیں بدلتے۔ہاں! بعض اَحکام، صورۃً، متغیّر ہوجاتے ہیں۔'' الخ**

(ص ۱۶۴۔فتاویٰ امجدیہ۔جلد سوم۔مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیۃ۔۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء)

**یہاں، یہ بات، ذہن نشین رہنی، ضروری ہے کہ:**

اَسبابِ سِتّہ میں سے، کسی سبب کی بنیاد پر، حکمِ سابق کو، تبدیل کرنے کا حق اور اختیار

**اُن فُقَہا ومُفتیانِ کرام ہی کو، حاصل ہے**

جو، فقہ واِفتا کی مطلوبہ صلاحیت کے ساتھ، اقوالِ ائمہ ومجتہدین کی تلفیق وتحقیق وتطبیق

**اوران کے محمولات وغیرہ پر، مکمل عبور رکھتے ہوں۔**

**قدیم مسائل، حل کرنے کے جوقواعدوضوابط ہیں**
**وہی، جدید مسائل کے لئے بھی اَساس وبنیاد ہیں۔**

اورنُصوصِ کتاب وسُنَّت وآثار ورِوایاتِ صحابہ وتابعین اور اِرشادات واَقوالِ مجتہدین وفُقہاے اسلام کا اِلتزام، انہیں سے اِستدلال، انہیں سے اِستنباط، انہیں سے اِستخراج، انہیں سے اِستفادہ واِستفاضہ، اورانھیں کی روشنی میں، تحقیقِ احکام ومسائل، ہرحال میں ضروری ہے۔

یہی، وہ محورومرکز ہے، جس پرثابت وقائم رہ کر، مقاصدِ شریعت کی تحصیل وتکمیل ہوسکتی ہے **اورمصالح ومفاداتِ اُمَّت کاتحفظ ودِفاع ہوسکتا ہے۔**

**شریعتِ مطہّرہ، حُرِّیَّتِ مُطلَقہ، نہ ہی جُمود وتعطُّلِ عام کی، اجازت دیتی ہے۔**
**اس کادامن، نہایت، وسیع ہےاوراس کےدامن سے**
**وابستہ رہ کرہی فلاح وکامیابی، میسرآسکتی ہے۔**
**یہ شریعت، یُسر وسَماحت کو، پسنداورحَرَج وتنگی کو، ناپسندکرتی ہے۔**

یہی وجہ ہے کہ، ائمۂ مجتہدین وعلماے اُصول نے اصولِ فقہِ اسلامی کی تدوین وترتیب کے وقت، اِس جہت سے بھی، جوضَوابط وکلّیات، وضع کیے، وہ، نہایت اہم ہیں۔ مثلاً:

**اَلْمَشَقَّةُ تَجلبُ التَّیسِیر۔اَلْاَمْرُاِذا ضَاقَ اتَّسعَ۔اَلضَّرَرُیُزَال۔**
**اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیحُ الْمَحْظُوْرَات۔وغیرہ۔**

حضرت ابوہریرہ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، بیان کرتے ہیں۔
نبی اَکرم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:
**اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ۔وَلَنْ یُشادَّالدِّیْنَ اَحَدٌاِلَّا غَلَبَہٗ۔**
**فَسدِّدُوْاوَقَارِبُوْا وبَشِّرُوْا۔**(صحیح بخاری وسُننِ نسائی)
بےشک! دین آسان ہے۔اوردین میں جو، تشدُّدوتعمق کرے گا
اُس پر، یہ غالب اورسخت ہوجائے گا۔تو، درستی ونرمی اوربشارت کی راہ، اختیارکرو۔’’

حضرت جابر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، بیان کرتے ہیں۔
رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:
**بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ السَّمْحَاءِ وَمَنْ خَالَفَ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی۔**
(رَوَاہُ الْخَطِیبُ فِی تارِیخِہٖ)

مَیں، باطل سے کنارہ کرنے والی نرم شریعت کے ساتھ، بھیجا گیا ہوں۔
جو، میرے طریقے کا خلاف کرے، وہ، میرے گروہ سے نہیں۔"
ابو ہریرہ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ، بیان کرتے ہیں۔
نبیِ اکرم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:
**یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا** (صحیح بخاری و صحیح مسلم)
سہولت و آسانی کرو۔ اور دِقَّت و مشقت میں، نہ ڈالو۔
**اور بشارت و خوش خبری دو۔ اور وحشت و نفرت میں، نہ ڈالو۔"**
اپنے بندوں پر، رحیم و کریم، خالقِ کائنات عَزَّ وَجَلَّ، ارشاد فرماتا ہے:
**وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ**۔ (سورۂ حج: ۷۸)
**اور تم پر، دین میں، کچھ، تنگی، نہ رکھی۔"**
**مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ حَرَجٍ** (سورۂ مائدہ: ۶)
**اللہ، نہیں چاہتا کہ، تم پر کچھ، تنگی رکھے۔"**

# فِقہ و اِجتہاد اور فُقَہا و مجتہدین

فِقہ و اِجتہاد و فُقہا و مجتہدین اور ان کے متعلقہ اَحکام و اُمور کے بارے میں
امامُ الُمحدِّثین، شیخ عبدالحق، حنفی، قادری، محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کی
یہ جامع تحریر، ملاحظہ فرمائیں:
(ترجمہ از عربی) ''رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت کی برکت سے
صحابۂ کرام، رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْھُم کے باطن کے نورِ ایمان سے منوّر ہونے
صفتِ یقین کے سبب، عقیدے کی طہارت، کتاب وسنّت کے انوار کی ضیاپاشی
مواقعِ وَحی وتنزیل کے مشاہدے
نیز، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اَخذ واِکتسابِ علوم
اور واقعات وحوادث میں، آپ کی طرف، رُجوع کی بدولت، قیاس واِجتہاد سے، بے نیاز تھے۔
اور آپ کے وصال کے بعد، ان کے درمیان، صرف چند مسائل میں اِختلاف ہوا۔
**ان میں سے، ہر ایک، نہر، حوض، یا۔ چھوٹی نہر کی مانند تھا۔**
مَرْوِی ہے کہ، وہ ''کَالِاخَاذَات'' تھے۔ (اِخَاذَات، ہمزہ کے نیچے زیر، اس کے بعد
نقطہ والی خاءِ مخفّف، اس کے بعد اَلف، پھر نقطے والا ذال، پھر، اَلف اور آخر میں تاء۔
اِخَاذَۃٌ کی جمع۔ جس کا معنی ہے: تالاب، جوہڑ)
صحابۂ کرام، ہر وقت، نبیِ کریم، صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں، جمع بھی نہیں رہتے تھے۔
**ہمیشہ، آپ کا عمل، نوافل، مستحبات، فضائلِ اَعمال میں، فرائض ووَاجبات کی طرح**
**ایک ہی طریقے پر، نہیں ہوتا تھا۔ تاکہ، یہ عمل، ان کے لئے فرض، نہ ہوجائے۔**
اُمت پر، آپ کے کمالِ شفقت ورحمت میں، توَسُّع کے لئے آپ، ایسا کرتے تھے۔
جس عمل کو، آپ، تسلسل سے کرتے رہتے، اکثر اُس کے وجوب پر، وَحی، نازل ہوجاتی تھی۔
**ہر صحابی نے، آپ سے، وہی رِوَایت کیا، جس کا اُسے علم تھا۔**
**اِس لئے ان کے درمیان، اِختلاف، واقع ہوا۔**
**یہ اِختلاف، اِجتہاد کی بنا پر نہیں، بلکہ رِوَایت کی بنا پر تھا۔**

**ہر صحابی نے اپنے علم کا اِظہار کیا اور اَحادیث، بیان کرتے وقت**
**یہ خیال نہیں کیا کہ وہ، دوسرے صحابہ کے موافق ہیں، یا۔ ان سے مختلف؟**
**جب، صحابۂ کرام، مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیل گئے**
**تو، ان کے ساتھ، ایک ایک جماعت، وَابستہ ہوگئی۔**

جنھوں نے، ان کی صحبت، اِختیار کی اور ان سے علم، حاصل کیا، اُن کو، تابعین کہا جاتا ہے۔
ان میں، عربی بھی تھے اور عجمی بھی۔ زیادہ تعداد، عجمیوں کی تھی۔
اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد:
وَ آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِھِمْ۔ (سورۂ جُمعہ: آیت ۳)
(اور ان میں کچھ دوسرے، جو، اِن کے ساتھ، ابھی، لاحق نہیں ہوئے ہیں)
اِس اِرشاد سے، یہی **تابعین**، مراد ہیں۔ **ان میں، اِجتہاد اور قیاس، عام ہوا۔**
پھر، ایک دوسری جماعت آئی۔ جس نے، تابعین کا زمانہ پایا اور ان سے علم، حاصل کیا۔
انھیں، **تبعِ تابعین** کہا جاتا ہے۔

**یہ تین دَور، اُمتِ مسلمہ کے بہترین دَور ہیں۔ کیوں کہ:**
**رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:**
**بہترین دَور، ہمارا دَور ہے، جس میں، ہم ہیں۔ پھر، ان کے ساتھ متّصل۔**
**پھر، ان کے ساتھ متّصل (دَور ہے)۔ یعنی، صحابۂ کرام وتابعین وتبعِ تابعین۔**
**ان سب کو، اِرشادِ نبوی، اور، یہ فرمانِ اِلٰہی، شامل ہے:**

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ۔ (سورۃُ التَّوبہ: آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے، پہلے مہاجرین اور اَنصار۔ اور وہ، جو، بھلائی کے ساتھ، ان کے پَیروکار ہوئے۔ اللہ، اُن سے راضی، اور، وہ، اللہ سے راضی۔"

**تبعِ تابعین کے دَور میں، حوادث ووَاقعات اور مسائل، بکثرت پیدا ہوئے۔**
**اِجتہاد کی کثرت ہوئی۔ احادیث اور مسائلِ فقہیہ میں، اختلاف، عام ہوا۔**
**اُس وقت، مشہور ائمۂ اَربعہ کے علاوہ، بہت سے مجتہدین تھے۔**
**لیکن! شرق وغرب میں، صرف چار ائمہ کے پَیروکار، باقی رہے۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(ص ۲۰۱ وص ۲۰۲۔ ''**تعارفِ فقہ وتصوف**''۔اردو ترجمہ از مولانا عبد الحکیم شرف، قادری، لاہوری۔
''تَحصِیلُ التَّعَرُّف فِی مَعْرِفَةِ الْفِقهِ وَ التَّصوُّف'' (عربی) مؤلّفہ شیخ عبد الحق ،محدِّث دہلوی۔
مطبوعہ اِعتقاد پبلشنگ ہاؤ۔کوتانہ اسٹریٹ،سوئیوالان۔نئی دہلی)

''عارفِ محقق، ''اَلْاِنْسَانُ الْکَامِل'' کے مصنّف ،امامِ عارف بِاللہ، شیخ عبدالکریم جیلی قادری، اپنی کتاب ''قَابَ قَوْسَینِ وَ مُلْتَقَی النَّامُوسَین فِی مَعْرِفَةِ قَدرِ النَّبِیِّ وَکیفیةِ التعلُّقِ بِجَنابِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّم''،میں فرماتے ہیں:

نبیِ اَکرم،صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیهِ وَسَلَّم کی بارگاہِ اَقدس سے تعلق کی ،دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: **آپ کی کامل اِتّباع پر، اِستقامت۔**

یعنی ،جس قول، فعل اور عقیدے کا، کتاب وسنّت نے حکم دیا، اسے، ہمیشہ، اختیار کرنا۔

**جیسے کہ، چار ائمہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عَنہُم میں سے، کسی ایک کا، طریقہ ہے۔**

**کیوں کہ، عُلمائے محققین کا، اِس اَمر پر، اِجماع ہے کہ:**

**یہ چاروں اَئمہ، اہلِ حق ہیں۔اور، اِنْ شاءَ اللّٰهُ الْعَزِیز، قیامت کے دن یہی فرقۂ ناجیہ (نجات یافتہ جماعت) ہوں گے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(ص ۲۰۵۔ ''**تعارفِ فقہ وتصوف**''۔اردو ترجمہ از مولانا عبد الحکیم شرف، قادری، لاہوری۔
''تَحصِیلُ التَّعَرُّف فِی مَعْرِفَةِ الْفِقهِ وَ التَّصوُّف'' (عربی) مؤلّفہ شیخ عبد الحق ،محدِّث دہلوی۔
مطبوعہ اِعتقاد پبلشنگ ہاؤ۔کوتانہ اسٹریٹ،سوئیوالان۔نئی دہلی)

**علمِ کتاب وسُنّت اور فقہِ دینِ متین، پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّم کے فیض وتاثیرِ صحبت وتربیت سے اَجِلّۂ صحابۂ کرام، اور ان سے مُستفیدین ومُستفیضین واَکابرِ تابعین وتبعِ تابعین، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیهِمْ اَجْمَعِین کا، شِعار، رَہا ہے۔**

ذخیرۂ فقہِ اسلامی میں، ائمۂ اَحناف کا بیش بہا خزانہ، کتبِ اُصول (ظاہرُ الرِّوایۃ) وکتبِ نَوادِر وکتبِ واقعات کے وسیع دامن میں پھیلا ہوا ہے۔

اور اس کے جلوے، کتبِ مُتون وکتبِ شروح وکتبِ فتاویٰ میں، جابجا، بکھرے ہوئے ہیں۔

عہدِ حاضر کے فقیہ ومفتی حضرات، مُقلّدینِ محض اور کتبِ فتاویٰ کے صرف، ناقلینِ جزئیات ہیں۔اور یہ بھی، صحیح ومُصیب کم ہی ہیں۔اور:

**''فِقہ، یہ نہیں کہ کسی جُزئیہ کے متعلق، کتاب سے عبارت نکال کر، اُس کا لفظی ترجمہ**

سمجھ لیا جائے۔ یوں تو، ہر اَعرابی، ہر بَدوِی، فقیہ ہوتا کہ، ان کی مادری زبان، عربی ہے۔
بلکہ، فقہ، بعدِ ملاحظۂ اُصولِ مقرَّرہ وضوابطِ محرَّرہ ووُجوہِ تکلُّم وطُرُقِ تفاھُم وتنقیحِ مَناط ولحاظِ اِنضباط ومَواضعِ یُسر واِحتیاط وتجنُّبِ تفریط واِفراط وفَرقِ رِوایاتِ ظاھِرہ ونادِرہ وتمییزِ دِرایاتِ غامِضہ وظاھِرہ ومنطوق ومفہومِ صریح ومحتمل وقولِ بعض وجمہورومُرسَل ومعلَّل ووَزنِ اَلفاظِ مفتین وسَبرِ مَراتبِ ناقلین وعُرفِ عام وخاص وعاداتِ بلاد واَشخاص وحالِ زمان وَمکان واَحوالِ رعایا وسلطان وحفظِ مصالحِ دین ودَفعِ مفاسدِ مُفسِدین وعلمِ وُجوہِ تجریح وَاَسبابِ ترجیح ومناہجِ توفیق وَمدارِکِ تطبیق وَمسالکِ تخصیص ومناسکِ تقیید وَمشارعِ قیود وشَوارِعِ مقصود وجمعِ کلام ونقدِ مرام وفہمِ مراد کا، نام ہے۔ کہ:
تطلُّعِ تام واِطّلاعِ عام ونظرِ دَقیق وفکرِ عمیق وطُولِ خدمتِ علم وممارَستِ فن وتیقُّظِ وَافی وذہنِ صافی، معتادِ تحقیق، مؤیَّد بتوفیق کا کام ہے۔
اور حقیقۃً، وہ، نہیں، مگر، ایک نور کہ:
رب عَزَّوَجَلَّ، بہ محض کرم، اپنے بندہ کے قلب میں، اِلقا فرماتا ہے۔
وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْم۔ (سورۂ حٰمٓ السَّجدۃ: آیت ۳۵)
(اِبَانَۃُ الْمُتَوَارِی فِی مُصَالَحَۃِ عبدِالْبَارِی (۱۳۳۱ھ) وفتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد سولہ (۱۶) مطبوعہ ہندوپاک)

یہ اِستنباط واِستخراج، مقاصدِ شریعت (تحفظِ دین ونفس وعقل ومال ونسب) کی تکمیل کی نیت سے کیا جاتا رہا ہے۔ اور آج بھی، اُنھیں مقاصدِ شریعت کی تکمیل کی نیت سے، تحقیقِ اَحکام ومسائل کا عمل، جاری ہے، جن کی صراحت، عُلماے اصول، بہت پہلے، اِس طرح کر چکے ہیں:
وَمَقْصُوْدُ الشَّرْعِ مِنَ الْخَلْقِ خَمْسَۃٌ۔
وَھُوَاَنْ یُحْفَظَ عَلَیْھِم دِیْنُھُمْ وَنَفْسُھُمْ وَعَقْلُھُمْ وَنَسْلُھُمْ وَمَالُھُمْ۔
فَکُلُّ مَایَتَضَمَّنُ حِفْظَ ھٰذِہِ الْاُصول الْخَمْسَۃ فَھُوَمَصْلِحَۃٌ
وَکُلُّ مایفوتُ ھٰذِہِ الْاُصُول فَھُوَمفسدۃٌ وَدَفْعُھا مَصلحۃٌ۔
(اَلْمُسْتَصفٰی مِنْ عِلمِ الْاُصولِ لِلْامام محمدالْغزالی۔ اَلْمجلّدُ الْاَوَّل)
اِنَّ الشَّارِعَ قَصَدَ بِالتَّشْرِیعِ اِقامَۃَ الْمَصَالِحِ الْاُخْرَوِیَّۃِ وَالدُّنْیَوِیَّۃ۔
لِاَنَّ اَعْمَالَ الشَّرِیْعَۃِ لَیْسَتْ مَقْصُودَۃً لِاَنفُسِھا
وَاِنَّمَا قُصِدَ بِھَااُمُوْرٌاُخْریٰ ھِیَ مَعَانِیْھَا۔ وَھِیَ الْمَصَالِحُ الَّتِی شُرِعَتْ لِاَجلِھا۔

(اَلْمُوَافقات فِی اُصولِ الشَّریعۃ لِاَبی اسحٰق اَلشَّاطِبی اَلْمَالِکی۔ اَلْمجَلَّدُ الثَّانی)

مقاصد کی اہمیت کا اندازہ، اِن فقہی قواعد واصول سے ہوتا ہے کہ:

اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا۔

(اَلْاَشْبَاہُ وَالنَّظَائِرُ لِاِبْنِ نُجَیم اَلْحنفی)

اَلْمَقَاصِدُ تُغَیِّرُ اَحْکَامَ التَّصرُّفَات۔ (اَلْاَشْبَاہ لِاِبْنِ نُجِیم)

مقاصدِ شریعت واَحوالِ اَقوام واِختلافِ زمان وعُرف وعاداتِ بِلاد وغیرہ کو، پسِ پشت ڈال کر ظاہرِ منقول کا اِعادہ کرتے رہنا، مصلحت نہیں، بلکہ، مفسدہ اور علم نہیں بلکہ، جہْل ہے۔

کیوں کہ، تغیُّرِ اَحوال وفسادِ زمان کی وجہ سے، بعض احکام، بدلتے رہتے ہیں۔

کثیرٌ مِنَ الْاَحْکَامِ تَخْتَلِفُ بِاخِتلافِ الزَّمان لِتَغیُّرِ عُرْفِ اَھلِہٖ اَوْلِحُدُوْثِ ضرُوْرَۃٍ اَوْلِفَسَادِاَھْلِ الزَّمان بِحَیْثُ لَوْبَقِیَ الْحُکمُ عَلٰی مَاکانَ اَوَّلاًلزِمَ مِنْہُ الْمَشَقَّۃُ وَالضَّررُبِالنَّاس۔

وَلَخَالَفَ قَوَاعِدَ الشَّرِیعۃِ الْمَبْنِیۃِ عَلٰی التَّخفِیفِ وَالتَّیسِیرِوَدَفْعِ الْمَضَرَّۃِ وَالْفَسَادِ۔

(نَشْرُالْعَرْفِ فِیمَابُنِی مِنَ الْاَحْکَامِ عَلٰی الْعُرْف، لِاِبْنِ عابِدِین اَلشَّامِی اَلْحَنفی)

فَقَد ظَھَرَلَکَ اَنَّ جُمُودَ الْمُفتی وَالْقَاضِی عَلٰی ظَاھِرِ الْمَنقُولِ مَعَ ترکِ الْعُرْفِ وَالْقَرَائِنِ الْوَاضِحَۃِ وَالْجَھْلِ بِاَحْوَالِ النَّاسِ یَلْزَمُ مِنْہُ تَضْیِیعُ حُقُوقٍ کثِیْرَۃٍ وَظُلْمِ خَلْقٍ کثِیْرٍ۔

(ص ۳۹۳۔ اَلْمجلَّدُ الْاَوَّل مِنَ الْفَتَاویٰ الرَّضویِّۃ
لِلْامام احمدرضا اَلْحنفی اَلْبَرَیْلَوِی۔ مطبوعہ بریلی وبمبئی)

''فقہِ اسلامی'' کے سلسلے میں ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کا
ایک مفید اِقتباس، ملاحظہ فرمائیں:

''یہ ایک زندہ وتابندہ حقیقت ہے کہ:
شریعتِ اِسلامی وفقہِ اِسلامی کی ہدایات وتعلیمات
حیاتِ انسانی کے ہر شعبے کو، حاوِی ومُحیط ہیں۔
کتاب وسُنَّت پر مبنی ''فقہِ اسلامی'' کی حیثیت، ایک موج زَن آبشار کی سی ہے۔

جس کی نَہرِ رَوَاں، ہرزمان ومکان کی انسانی کِشت زارِ حیات کو، سیراب کرتے ہوئے اُسے، سَدا بہار تازگی وشادابی اور رَعنائی وبَرُنائی، عطا کرتی رہتی ہے۔

یہ نَہرِ رَوَاں، اپنے ذخیرۂ آبِ حیات سے، ہرلمحہ، زندگی وتازہ دَمی کا فیضان، حاصل کر کے عُلما وفُقہا ومفتیانِ کرام کے نہاں خانۂ قلب ودماغ کو، قوت بخش غذا، فراہم کرتی رہتی ہے۔
اور قافلۂ حیات کی حوصلہ افزا رَہنمائی وقیادت کے لئے، انھیں، مستعد ومتحرِّک
اور آمادۂ سفر بناتی رہتی ہے۔

یہ نَہرِ رَوَاں، نہ کہیں رُکنے اور تھمنے والی ہے، اور نہ ہی، انسانی قافلۂ حیات، کسی منزل پہ رُکنے اور خیمہ زَن ہونے والا ہے۔ جاوِداں، پیہم دَوَاں، ہردَم، جواں ہے زندگی

یہی وجہ ہے کہ، مسلسل سفر پرآمادہ وکمربستہ رہنے والے قافلۂ حیات کی صحیح اور ہمہ جہت رہنمائی ورہبری کرتے رہنے کے لئے، ربِّ کائنات عَزَّوَجَلَّ کا، یہ ارشادِ واجبُ العَمل ہے کہ:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ ۔ (سورہ توبہ۔ آیت ۱۲۲)

(ترجمہ) اور مسلمانوں سے، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ، سب کے سب نکلیں۔
تو کیوں نہ ہوا کہ، ہرگروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ، دین کی سمجھ، حاصل کریں۔''
(ص ۲۰۸۔ ''**عرفانِ مذہب ومسلک**'' مؤلّفہ یٰسٓ اختر مصباحی۔ مطبوعہ دارُالقلم، دہلی ودارُالاسلام، لاہور۔ ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء)

''فقہِ حنفی'' کے مصدر ومنبع اور اس کی جامعیت واہمیت واِفادیت کے بارے میں ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کی دوسری جامع تحریر بھی، ملاحظہ فرماتے چلیں:

''**فقہِ اسلامی**'' کا جُزوِ اَہم واَعظم ''**فقہِ حنفی**'' ہے۔ جو، امامُ الائمّہ، کاشِفُ الغُمّہ، سیدُنا الاِمام ابوحنیفہ النُّعمان (ولادت ۸۰ھ۔ وصال ۱۵۰ھ) رَضِیَ اللّٰہ تَعالیٰ عَنْہُ کی طرف، منسوب ہے۔

اپنی جامعیت واِفادیت کی وجہ سے یہ، **فقہِ حنفی**، عالَمِ اسلام کے تقریباً، جُملہ بِلاد وامصار میں معروف ومقبول ہے اور کروڑوں مسلمانانِ عالَم
اِسی ''**فقہِ حنفی**'' کے مُقلِّد اور اسی کی ہدایات وتعلیمات کے پابند ہیں۔

مسلم معاشرہ کے اِنفرادی واِجتماعی اُمور ومعاملات سے نظمِ مملکت وحکومت تک کے ہرشعبہ کی کامل رہنمائی میں، یہ ''**فقہِ حنفی**'' اپنی مثال آپ ہے۔

شرائطِ اِجتہاد، آج کے فُقَہا وعُلماے کرام میں، اگر چہ، موجود نہیں ہیں
مگر، مجتہدینِ کرام کے وارث ونائب ، ہونے کی حیثیت سے، موجودہ فُقَہا وعُلماے کرام بھی
اُصولِ مقرَّرہ کی روشنی میں عصرِ حاضر کی رہنمائی کرتے ہوئے حوادث ومسائلِ جدیدہ میں
تحقیقِ اَحکام ومسائل کا فریضہ، بخوبی، انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔
اور، یہ سلسلۂ خیر وبرکت، قیامِ قیامت تک، اِسی طرح باقی اور جاری رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔
**یہ ایک مسلَّمہ حقیقت ہے کہ:**
**''فقہِ اسلامی'' جامِد نہیں، بلکہ متحرِّک اور نمو پذیر ہے۔**
**جس میں، زندگی کی حرارت اور نشو ونما کی بھرپور صلاحیت اور توانائی، موجود ہے۔**
**اِس کے ساتھ ہی، ایک دوسری حقیقت، یہ بھی ہے کہ:**
**فرشِ گیتی پہ وجود پذیر قافلۂ حیات، ہر لمحہ، متحرک اور رَوَاں دَوَاں ہے۔**
**مخلوقات وموجوداتِ عالَم کا، لمحہ بہ لمحہ تغیُّر وتبدُّل، ایک مشاہداتی حقیقت ہے۔**
**اور، یہ سارے حقائق، ہر لمحہ، اِس ضرورت کے متقاضی ہیں کہ:**
**پیدا ہونے والے، ہر نئے مسئلہ کا، شرعی وفقہی حل، پیش کیا جاتا رہے۔**
**اور ہر عہد وعصر میں، اُمَّتِ مسلمہ کی ہمہ جہت، مذہبی وفقہی، رہنمائی کی جاتی رہے۔**
**یہ تقاضاے وقت ہی نہیں، بلکہ تقاضاے فطرتِ انسانی بھی ہے۔**
**جس کی تکمیل، ''فقہِ اسلامی'' کے زندہ ومتحرِّک عمل ہی کے ذریعہ، ممکن ہے۔**
''فقہِ اسلامی'' ایک بحرِ بے کراں ہے اور ''فقہِ حنفی'' اس سے نکلی ہوئی جوے رَواں ہے۔
**یہ جوے رَواں، کسی ایک مقام پر ساکن، اور، نہ کبھی، مُنْجمِد ہو سکتی ہے۔**
اس کی تازگی وپاکیزگی کا مادَّہ اور جوہر، اسے اب تک، متحرِّک اور رَوَاں دَوَاں، رکھتا رہا ہے۔
**اور آئندہ بھی، اِسے اِسی طرح، متحرِّک اور، رَوَاں دَوَاں ہی، رکھتا رہے گا۔**
اس کی حرکت وعمل کی راہ، جو لوگ بھی، مَسدُود کرنا چاہیں گے۔ اور اس کے آبِ رَواں کو، جامِد کر کے
جو لوگ، اسے، مُکَدَّر کرنا چاہیں گے، اُنھیں، ہمیشہ، نُقصان وخُسران سے ہی، دوچار ہونا پڑے گا۔
''**فقہِ اسلامی**'' کے اِس اَٹل ضابطہ، اور ''**فقہِ حنفی**'' کے، اِس نجات دہندہ پیغام کو
وہ سبھی عُلما وفُقَہا ومفتیانِ کرام، اچھی طرح، جانتے اور سمجھتے ہیں، جنھیں، اللہ ربُّ الْعِزَّت نے
عَقل وسمع وبَصر وشعور وادراک اور بصیرت وفراستِ ایمانی سے نوازا، اور مالا مال فرمایا ہے۔''

(ص ۱۰ و ص ۱۱۔ ''عرفانِ مذہب و مسلک'' مؤلّفہ: یٰسٓ اختر مصباحی، مطبوعہ دارُ القلم، دہلی ودارُالاسلام، لاہور۔ ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء)

**فقہ واِجتہاد، کسے کہتے ہیں اور فقیہ و مجتہد کے منصبِ رفیع پر، کون، فائز ہوسکتا ہے؟**

یہ حقیقت، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی پر، بخوبی، واضح تھی۔

چنانچہ، مجتہد کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں، آپ، ارشاد فرماتے ہیں کہ:

**سوال:۔ مجتہد، کس کو کہتے ہیں؟**

**جواب:۔ جو، آیاتِ اَحکام واَحادیثِ اَحکام وطُرُقِ حدیث وشُذُوذ ونَکارت ونَقدِ رِجال واَسبابِ جَرح وتَعدیل وعِللِ غامِضہ ووُجوہِ نَظم وضعف ومَبادیِ ادبیہ واُصولیہ وناسخ ومنسوخ ومَناہجِ ترجیح وتطبیق ومَناشیِ حکم ومَقاصدِ شرع ومَصالحِ امن وعَوائدِ اُمَم ومَظانّ وحِکَمِ اَقاوِیلِ صحابہ ومَواضعِ اِجماع ومَشارعِ خلاف وعِللِ مؤثرہ وجوامعِ معتبرہ ومَنازعِ تعدیہ ومَوارِدِ قصر، وغیرہ جمیع مَوارِدِ وُرود وصُدور کی معرفت میں، دریائے زَخّار، ناپیدا کنار ہو۔ کہ:**

**جُملہ مَالَہٗ وَمَا عَلَیْہِ کے لحاظ سے، مَنصوص ومَسکوت کا حکم، اپنی رائے سے قائم کرسکے۔''**

(ص ۵۸۹۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مطبوعہ، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

**''یہ مذہب کہ، ہر شخص، اپنی سمجھ پر قرآن وحدیث سے مسئلہ لے۔**

**کسی امام کے قول کی سند، نہ مانے، یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔**

**یہ مذہب، نہ زمانۂ رسالت میں تھا، نہ زمانۂ صحابہ، نہ زمانۂ تابعین میں۔**

**بلکہ، نئے متکبّر جاہلوں کے کان میں، شیطان نے، یہ پھونکا کہ:**

**تم، کیا کسی سے کم ہو کہ، جو، صحابہ وائمّہ کی پَیروی کرو؟**

**قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے علم، درکار نہیں۔ ہر جاہل، اپنی گڑھت پر چلے۔''**

(ص ۵۹۳۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مطبوعہ، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

**فِقہ اور تفقّہ کے بارے میں، امام احمد رضا، کی گذشتہ صفحات میں منقول تحریر ذیل میں، مع اضافہ، ملاحظہ فرمائیں:**

**''فِقہ، یہ نہیں کہ، کسی جُزئیہ کے متعلق، کتاب سے عبارت نکال کر، اُس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔**

**یوں تو، ہر اَعرابی، ہر بَدوِی، فقیہ ہوتا کہ، ان کی مادری زبان، عربی ہے۔**

بلکہ، فِقہ، بعد مُلاحظۂ اصولِ مُقرَّرہ وضوابطِ مُحرَّرہ ووُجوہِ تکلُّم وطُرُقِ تفاھُم وتنقیحِ مَناط ولحاظِ اِنضباط ومَوَاضعِ یُسر واِحتیاط وتجنُّبِ تفریط واِفراط وفرقِ روایاتِ ظاہرہ ونادِرہ وتمیزِ دِرایاتِ غامِضہ وظاہرہ ومَنطوق ومَفہومِ صریح ومُحتمل وقولِ بعض وجمہور ومُرسَل ومعلَّل ووَزنِ اَلفاظِ مُفتین وسَبرِ مَراتبِ ناقِلین وعُرفِ عام وخاص وعاداتِ بلاد واَمصار واَشخاص وحالِ زمان ومکان واَحوالِ رعایا وسلطان وحفظِ مَصالحِ دین ومَسالکِ تخصیص ومَناسکِ تقیید ومَشارعِ قیود وَشوارِعِ مَقصود وجَمعِ کلام ونَقدِ مَرام وفہمِ مُراد کا نام ہے۔

کہ، تطلُّعِ تام واِطّلاعِ عام ونظرِ دقیق وفکرِ عمیق وطولِ خدمتِ علم وممارستِ فن وتیقُّظِ وَافی وذِہنِ صافی، مُعتاد بہ تحقیق، مُؤیَّد بہ توفیق کا کام ہے۔

اورحقیقۃً، وہ، نہیں، مگر، ایک نور کہ:

ربِ عَزَّوَجلّ، بہ محض کرم، اپنے بندے کے قلب میں، اِلقا فرماتا ہے۔

وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ۔

صدہا مسائل میں، اِضطرابِ شدید نظر آتا ہے کہ:

ناواقف، دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ مگر، صاحبِ توفیق، جب، ان میں نظر کو جَولان دیتا اور دامنِ ائمۂ کرام، مضبوط تھام کر، راہِ تنقیح لیتا ہے

توفیقِ رَبّانی، ایک سرِرِشتہ، اس کے ہاتھ رکھتی ہے، جو، ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ:

ہر فرع، خود بخود، اپنے مَحمل پر ڈھلتی ہے۔

اور تمام تخالُف کی بدلیاں، چھنٹ کر، اصل مُراد کی صاف وشفاف چاندنی نکلتی ہے۔

اُس وقت، کھُل جاتا ہے کہ:

اَقوال کہ مختلف نظر آتے تھے، حقیقۃً، سب ایک ہی بات، فرماتے تھے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہ فتوائے فقیر میں، اس کی، بہ کثرت نظیریں ملیں گی۔

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ تَحْدِیْثاً بِنِعْمَۃِ اللّٰہِ۔ وَمَاتَوْفِیْقِی اِلَّا بِاللّٰہِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مَنْ اَمَدَّنَا بِعِلْمِہٖ وَاَیَّدَنَا بِنِعَمِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّم۔

آمین! وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین۔

(اِبَانَۃُ الْمُتَوَارِی فِی مُصَالَحَۃِ عَبْدِالْبَارِی۔ (۱۳۳۱ھ) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد سولہ (۱۶))

مطبوعہ ہند و پاک )

ابو حنیفۂ ہند ، امام احمد رضا ، حنفی ، قادری برکاتی ، بریلوی کی فقہی بصیرت کا شاہکار "**فتاویٰ رضویہ**" ہے۔ جس کا، پورا نام ہے: **اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃُ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّۃِ۔**

یہ فتاویٰ رضویہ، بارہ ضخیم مجلّدات پر مشتمل ہے۔ اور، رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی سَعی واِہتمام سے تخریج وترجمہ کے ساتھ تیس (۳۰) جلدوں میں، پاک وہند سے، اس کی طباعت واشاعت ہو چکی ہے۔

**حضرت مولانا محمد حنیف، رضوی، مصباحی، بریلوی (صدر المدرسین، جامعہ نوریہ رضویہ بریلی وبانی، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی) نے بڑی محنت اور کدو کاوش کے ساتھ، فتاویٰ رضویہ کی ساری جلدیں، کمپوزنگ، کرا کے بائیس (۲۲) جلدوں میں اس کی طباعت واشاعت کا چند ماہ پیشتر گراں قدر دینی وعلمی فریضہ، انجام دیا ہے۔**

**فتاویٰ رضویہ، جلدِ اوّل کا خطبہ، آپ کے وُفورِ علم، وُسعتِ مطالعہ، بصیرت وتفقُّہ، قدرتِ زبان اور حُسنِ بیان کا، ایک جامع وبلیغ اور شاہکار نمونہ ہے۔**

**بَرَاعَتِ اِستہلال کا، ایک بے نظیر نمونہ ہے، یہ خطبہ۔**

**جسے پڑھ کر آنکھیں، روشن اور قلوب، لذّتِ علم وعرفان سے، سرشار ہو جائیں۔**

**فتاویٰ رضویہ، جلدِ اوّل کا، روح پرور وبصیرت افروز خطبہ، ابو حنیفۂ ہند، امام احمد رضا حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اِس طرح، تحریر فرماتے ہیں:**

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ھُوَ الْفِقْہُ الاَکبر وَالْجَامِعُ الْکبیر لِزِیَادَاتِ فَیْضِہٖ الْمَبْسُوط الدُّرَرالْغُرَر۔

بِہٖ الْھِدَایَۃ وَمِنْہُ الْبِدَایَۃ وَاِلَیْہِ النِّھَایَۃ۔

بِحَمْدِہٖ الْوِقَایَۃُ وَنِقَایَۃُ الدِّرَایَۃ وَعَیْنُ الْعِنَایَۃ وَحُسْنُ الْکِفَایَۃ۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ لِلرُّسلِ الْکِرام مالِکی وشافِعی احمدالْکِرام۔ یَقُولُ الْحسن بِلَا تَوَقُّفٍ محمدُالْحسن اَبویوسف۔

فَاِنَّہٗ الْاَمَلُ الْمُحِیط لِکُلِّ فَضْلٍ بَسِیطٍ وَوَجِیز وَوَسِیط۔

اَلْبَحر الزَّخَّار وَالدُّرّالْمُختار وَخَزَائِن الْاَسرار وَتنویر الابْصار وَرَدّالْمُحْتَار عَلٰی مِنَحِ الْغَفَّار وَفَتح الْقَدیر وَزَادالْفقیر وَمُلْتَقیٰ الْاَبْحُر وَمَجْمَع الْاَنْھُر

وَ كنز الدَّقائق وَتبيين الْحقائق وَالْبَحر الرَّائِق۔

مِنهُ يستمدُّ كلُّ نَهرٍ فائقٍ فِيهِ الْمُنية وَبِهِ الْغُنية۔

وَمَراقى الْفَلاح وَاِمداد الْفَتّاح وَاِيضاح الْاِصْلاح وَنورالْاِيضاح وَكشف الْمُضْمرات وَحلّ الْمُشْكلات وَالدُّرّ الْمُنْتَقٰى وَينابيع الْمُبْتَغٰى وَتنوير الْبَصائِر وَزَواهِرالْجَواهِر الْبَدائع النَّوادِرالْمُنزّه وُجُوباً عَنِ الْاَشْباه وَالنَّظائِر مُغْنِى السَّائلين وَنِصاب الْمَساكِين اَلْجَامع الْقُدْسِى لِكُلِّ كمالٍ قُدسِى وَاِنْسِى۔

اَلْكَافِى الْوَافِى الشَّافِى الْمُصَفَّى الْمُصْطَفٰى الْمُسْتَصفٰى الْمُجْتَبٰى الْمُنْتَقٰى الصَّافى عدَّة النَّوازِل وَاَنفع الْوَسائِل لِاِسْعافِ السَّائِل لِعُيُوْنِ الْمَسَائِل عُمْدَة الْاَوَاخِر وَخُلاصَة الْاَوَائِل۔

وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَهْلِهٖ وحِزْبِهٖ مَصابِيْح الدُّجٰى وَمَفاتِيْح الْهُدٰى لاسِيَّمَاالشَّيخين الصَّاحِبين الْآخِذَيْن مِنَ الشَّرِيعةِ وَالْحَقيقةِ بِكِلاالطَّرفين وَالْخَتَنَين الْكَرِيمَين كُلٌّ مِنهُمَا نُورُالْعَين وَمَجمَعُ الْبَحْرَين۔

وَعَلٰى مُجتهِدى مِلَّتِهٖ وَاَئِمَّةِ اُمَّتِهٖ خُصوصاًالْاَركان الْاَربعة وَالْاَنْوار اللَّامِعَة۔

وَابنِهِ الْاَكرمِ الْغَوثِ الْاَعظم ذَخِيرة الْاَولِيَاء وَتُحفَة الْفُقَهَاء۔

وَجامع الْفُصُولين فُصول الْحَقائِق وَالشَّرعِ الْمُهذَّب بِكُلِّ زَين۔

وَعَلَيْنا مَعَهم وَبِهِم ولَهُم يَااَرْحَمَ الرَّاحِمين۔آمين۔آمِين۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين ۔

(خطبہ۔جلد اول۔فتاویٰ رضویہ۔مطبوعہ ہندو پاک)

اِس خطبۂ بدیعہ بلیغہ میں، ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی نے
کمالِ بَراعت ومہارت کے ساتھ، مستند ومعتمد کتبِ فقہ کا نام
اِس طرح، ایک لڑی میں، پرودیا ہے کہ:
جلیل القدر علما وفقہا بھی، یہ خطبۂ بلیغہ جامعہ پڑھ کر
ایک طرف، حیران وششدر، رہ جاتے ہیں۔
اور دوسری طرف، ان حضرات کی زبانِ حال سے
اَحْسَنْتَ اور مَرْحَبَاکی صدائیں، بلند ہونے لگتی ہیں۔

**ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی کی فقہی سند**

**مفتیِ اَحناف مکّہ مکرَّمہ، شیخ عبدالرحمٰن سراج بن شیخ عبداللہ سراج۔ مفتیِ مکّہ، شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر۔ شیخ محمد عابد، سندھی، مدنی سے ہوتے ہوئے مُحَقِّقُ عَلَی الْاِطْلَاق، کَمال بن ھُمَام**

**اور پھر، درجہ بدرجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن حَسَن شَیبانی۔ از امامِ اعظم ابوحنیفہ۔**

**اور پھر، سلسلہ بہ سلسلہ، اَفْقَهُ الصَّحابه، حضرت عبداللہ بن مسعود۔**

**اور پھر، آپ کے ذریعہ، مُعَلِّمِ کتاب وحکمت، جناب محمد رسول اللہ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم تک، جا پہنچتی ہے۔** (ص ۵۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اوّل۔ مطبوعہ ہند و پاک)

**خدا داد ذوق وسعادت وتوفیق کے سایۂ رحمت وعنایت میں**

محض، رضائے اِلٰہی ورضائے رسالت پناہی (جَلَّ وَعَلا وَصَلّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم)

اور خدمتِ اسلام ومسلمین کے لئے، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ

**تاحیات، فِقہ واِفتا سے وابستہ رہے اور اپنے فتاویٰ کے ذریعہ**

**اہلِ ایمان واسلام کو، کتاب وسنّت سے مکمل وَابستگی اور اَحکامِ شریعت کی حتَّی المقدور پابندی کی تعلیم، دیتے اور ہدایت فرماتے رہے۔**

فقہ حنفی سے آپ کو خصوصی شغف و اِنہماک تھا، چنانچہ، تین فنون سے اپنی دل چسپی وتعلقِ خاطر کا ذکر، کرتے ہوئے آپ، تحریر فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) میرے وہ فنون، جن کے ساتھ، پوری دل چسپی، حاصل ہے جن کی محبت، عشق وشیفتگی کی حد تک، نصیب ہوئی ہے، تین ہیں۔ اور تینوں، بہت اچھے ہیں:

(۱) سب سے پہلا، سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ، سب سے قیمتی فن، یہ ہے کہ:

رسولوں کے سردار (صلوٰتُ اللّٰہِ وَ سلامُہٗ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِم اَجمَعِین) کی جنابِ پاک کی حمایت کے لئے **اُس وقت، کمربستہ ہوجاتا ہوں**

**جب کوئی کمینہ وہابی، گستاخانہ کلام کے ساتھ، آپ کی شان میں زبان، دراز کرتا ہے۔**

**میرے پروردگار نے اسے قبول فرمالیا تو وہ میرے لئے کافی ہے۔**

مجھے، اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا۔ کیوں کہ اس کا ارشاد ہے کہ:

**میرا بندہ، میری بابت، جو گمان رکھتا ہے، میں، اس کے مطابق**

اس کے ساتھ، معاملہ فرماتا ہوں۔

(۲) پھر، دوسرے نمبر پر، وہابیوں کے علاوہ، ان تمام بدعقیدوں کے عقائدِ باطلہ کا، رد کر کے، انھیں، گزند پہنچاتا ہوں

جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود، دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

(۳) پھر، تیسرے نمبر پر، بقدرِ طاقت، مذہبِ حنفی کے مطابق، فتویٰ تحریر کرتا ہوں۔

وہ مذہبِ حنفی، جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی ہے۔

تو، یہ تینوں، میری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں پر، میرا بھروسا ہے۔

ان کے لئے میرا مستعد رہنا اور ان کا میرے ساتھ، مخصوص ہونا

میرے سینے کو، خوب ٹھنڈا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے۔ وہ بہترین کارساز، بہترین مولیٰ، بہترین والی ہے۔"

(اَلاِجازاتُ المَتنیة لِعُلماءِ بَکَّة وَ المَدینة۔ (۱۳۲۴ھ) مطبوعہ بریلی شریف وغیرہ)

سوال و اِستفتا کی کثرت اور آپ کی مَرجعیَّت کا، یہ عالَم تھا کہ، ایک مقام پر، آپ تحریر فرماتے ہیں:

........"کارِ اِفتا، اِس درجہ، وَافِر ہے کہ: دس (۱۰) مفتیوں کے کام سے، زائد ہے۔

شہر و دیگر بِلاد و اَمصارِ جُملہ اَقطار، ہندوستان و بنگال و پنجاب و مالابار و بَرما و اَرکاٹ و چین و غَزنی و امریکہ و افریقہ، حتّٰی کہ، سرکارِ حَرَمین مُحتَرَمَین سے، اِستفتا آتے ہیں۔

اور، ایک ایک وقت میں، پانچ، پانچ سو (۵۰۰) جمع ہو جاتے ہیں۔"

(ص ۱۴۹۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ چہارم۔ مطبوعہ سُنّی دارُ الاشاعت، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ اتر پردیش، انڈیا)

ایک سائل نے اپنے سوال کے آخر میں لکھ دیا کہ: قیمتِ کاغذ، دی جائے گی۔"

اس کا جواب دینے کے بعد، آپ، اس سائل کو، سخت تنبیہ فرماتے ہیں کہ:

"قیمتِ کاغذ کی نسبت، پہلے آپ کو، لکھ دیا گیا کہ:

یہاں، فتویٰ، اللہ کے لئے دیا جاتا ہے، بیچا نہیں جاتا۔ آئندہ، کبھی، یہ لفظ، نہ لکھیے۔"

(ص ۷۰۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ پنجم۔ مطبوعہ سُنّی دارُ الاشاعت، مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

اِسی طرح کی بات، ایک دوسرے سائل نے لکھ دی

تو، آپ نے اس کے جواب سے پہلے، یہ تحریر فرمایا کہ:

’’یہاں، فتویٰ پر، کوئی خرچ نہیں لیا جاتا۔ نہ، اس کو، اپنے حق میں، رَوا، رکھا جاتا ہے۔‘‘

(ص ۲۶۵۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ پنجم۔ مطبوعہ سُنّی دارُالِا شاعت، مبارک پور)

’’یہاں، فتویٰ پر کوئی اُجرت نہیں لی جاتی۔ نہ پہلے نہ بعد۔ نہ، اپنے لئے اسے رَوا رکھا جاتا ہے۔‘‘

(ص ۱۷۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ششم۔ مطبوعہ سنّی دارالاشاعت، مبارک پور)

ایک ایسے ہی اِستفتا کے جواب کے بعد، اِرشاد فرماتے ہیں:

**یہاں، بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالیٰ، فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔**

بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ، تمام ہندوستان و دیگر مما لک، مثل چین وافریقہ وامریکہ اور خود، عرب شریف اورعراق سے اِستفتا آتے ہیں۔ اور ایک وقت میں، چار چار سو (۴۰۰) فتوے، جمع ہو جاتے ہیں۔

**بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالیٰ، حضرت جَدِّ اَمجَدْ قُدِّسَ سِرُّہٗ کے وقت سے**

**اِس ۱۳۳۷ھ تک، اِس دروازے سے، فتوے جاری ہوتے ہوئے، اِکانوے (۹۱) برس۔**

**اور خود، اِس فقیر غُفِرَ لَہٗ کے قلم سے، فتوے نکلتے ہوئے اِکاوَن (۵۱) برس ہونے آئے۔**

**یعنی، اِس صفر کی ۱۴ر تاریخ کو، پچاس (۵۰) برس، چھ (۶) مہینے گذرے۔.............**

**بِحَمْدِاللّٰہِ تَعَالیٰ، یہاں، کبھی، ایک پیسہ، نہ لیا گیا، نہ لیا جائے گا۔**

**بِعَوْنِہٖ تَعَالیٰ۔ وَلَہُ الْحَمْد۔**

**معلوم نہیں، کون لوگ، ایسے پست فطرت، دَنی ہمت ہیں**

**جنھوں نے یہ صیغہ، کسب کا اختیار کر رکھا ہے۔**

**جس کے باعث، دور دراز کے ناواقف مسلمان کئی بار، پوچھ چکے ہیں کہ، فیس کیا ہوگی؟**

**بھائیو! مَااَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّاعَلیٰ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔**

**میں، تم سے اِس پر کوئی اَجر نہیں مانگتا۔ میرا اَجر، تو، سارے جہان کے پروردگار پر ہے۔**

**اگر، وہ، چاہے۔‘‘** (ص ۲۳۰۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ سوم، مطبوعہ سُنّی دارُالاشاعت۔ مبارک پور)

**’’جَدُّ الْمُمْتَارعَلیٰ رَدِّ الْمُحْتَار‘‘ (عربی) ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی فِقہی تحقیق و تدقیق کا ایسا شاہکار ہے**

**جس کے اندر، آپ کے تبحُّرِ علمی، توقُّدِ ذہن، وُسعتِ مطالعہ اور اِصابتِ فکر وَ اَخْذِ نتائج کے بے شمار نمونے، ورق ورق پہ، درخشندہ اور تابندہ ہیں۔**

اِس ''جَدُّ الْمُمْتَار ''(عربی) کی تبییض وطباعت کا سہرا ''اَلمجمعُ الاسلامی'' مبارک پور کے سر ہے۔اس کے بعد، کراچی سے، اسے شائع کیا گیا۔

اور، اب ''دَارُ الْفَقِیه'' اَبُوظَبی، متحدہ عرب اِمارات سے بھی سات (۷) جلدوں میں، اس کی طباعت و اِشاعت ہو چکی ہے۔

آپ کے فتاویٰ کے اندر، توفیقِ اِلٰہی اور حُسنِ ادب کا ایسا روح پرور اور خوش انجام اِمتزاج ہے کہ، اس نے آپ کی سعادت وعظمت وشہرت کو، درجۂ کمال اور اَوجِ ثریّا تک پہنچا دیا ہے۔

حُسنِ ادب کا پہلو، اُجاگر کرتے ہوئے، برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد، اعظمی، مصباحی (الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور) اپنی ایک علمی و تحقیقی کتاب میں، رقم طراز ہیں:

''جَدُّ الْمُمْتَار '' کے، اِس اِقتباس سے علمِ حدیث میں امام احمد رضا کی وُسعتِ نظر فقہی دَقیقہ سنجی، عِلمی اِستحضار، اور کمالِ اِستدلال، سبھی کچھ، عیاں ہے۔

اِن سب کے باوجود، ذرا حُسنِ ادب بھی، ملاحظہ فرمائیے کہ:

مُحقِّق علیٰ الْاِطْلَاق پر نَقد، اِس طرح، شروع فرمایا ہے، رَحِمَ اللّٰہُ الْمُحقِّقَ وَرَحِمَنَا بِہٖ۔''

اَکابرِ اسلام کی بارگاہ میں، امام احمد رضا کا، یہ احترام و ادب، آپ کو، جا بہ جا، نظر آئے گا۔

وہ، اِظہارِ حق کے لئے اَکابر پر، نَقد وکلام، ضرور کرتے ہیں۔مگر، دَلائل وبراہین کے ساتھ۔

اور اَکابر کی جلالتِ علم وفضل اور، رِفعتِ شان، پوری طرح ملحوظ، رکھ کر۔

''رَدُّ الْمُحتَار ''میں، علّامہ ابنِ عابدین، شامی نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:

''وَلَمْ یَظْهَرْ لِی۔اِس مسئلہ کا حل، مجھ پر، منکشف، نہ ہوا۔''

اس پر، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ''جَدُّ الْمُمْتَار'' میں تحریر فرمایا:

وَظَهَرَ لَنَا بِبَرَکَةِ خِدْمَاتِکُم۔''

اور، ہمیں، آپ حضرات کے کلمات کی خدمت کی برکت سے، اِس کا حل، سمجھ میں آ گیا۔''

آج، ہمارے سامنے، ایسے کتنے لوگوں کی تحریریں ہیں، جنھیں، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قادری، بریلوی، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ کے علوم کا، پچاسواں حصہ بھی، نصیب نہیں۔

مگر، اَکابرِ اسلام اور اَسلافِ عِظام پر، جاہلانہ ''اندھی تنقید'' بڑے فخر وشوق سے کرتے ہیں۔

مزید برآں، اپنے زورِ قلم اور مَرعوب کن طرزِ تحریر سے قاری کے ذہن پر، یہ اثر ڈالنا چاہتے

**ہیں کہ، یہ اکابر، آنجناب کے سامنے، گویا، ''طفلِ مکتب'' کی حیثیت، رکھتے تھے۔**

**وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ شُرُوْرِ الْاَنْفُسِ۔**

مولاے کریم، اور زیادہ عظیم و رفیع کرے، اس امامِ جلیل کا رُتبۂ بلند، جس کا آئینۂ دل، خدا کے فضل و کرم سے، بڑوں کی عظمت، مجروح کر کے اپنی علمی شہرت چمکانے کی ہوس سے، ہمیشہ، پاک رہا۔''

(ص ۳۹ و ص ۴۰۔ ''امام احمد رضا کی فقہی بصیرت! جدُّ الْمُمْتَار کے آئینے میں۔'' مؤلّفہ مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی۔ مطبوعہ اَلمجمع الاسلامی۔ مبارک پور۔ ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء)

اس کے بعد، بعنوان ''اَفضلیتِ سیدُ الانبیا اور افضلیتِ قرآن میں اِختلاف و تطبیق'' برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد، اعظمی، مصباحی، تحریر فرماتے ہیں:

''دُرِّ مُختار'' ''بابُ الْمِیَاہ'' سے، ذرا پہلے، یہ مسئلہ، مذکور ہے:

**وَمَحْوُ بَعضِ الْکِتابِ بِالرِّیقِ یَجُوْزُ ۔وَقَدْوَرَدَ النَّھْیُ فِی مَحْوِ اِسْمِ اللّٰہِ بِالْبُزَاقِ۔**

**وَعَنْہُ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام:**

**اَلْقُرآنُ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ۔''**

**(دُرُّ الْمُخْتَار عَلٰی ھَامِشِ رَدِّ الْمُحْتَار، جلدِ اول)**

کسی تحریر کو، تھوک سے مٹانا، جائز ہے۔ البتّہ، ربِ تعالیٰ کا نام، تھوک سے مٹانے کے بارے میں، ممانعت آئی ہے۔ اور نبیِ کریم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے، مَروی ہے کہ:

قرآن، اللہ تعالیٰ کے نزدیک، آسمانوں اور زمین اور ان سب لوگوں سے افضل ہے، جو، آسمانوں اور زمین میں، ہیں۔'' (اِس سے، اِس بات کی طرف، اِشارہ، مقصود ہے کہ، قرآن کا مٹانا، ممنوع ہے)

اِس حدیث میں، قرآن کو، آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والے، سب سے افضل بتایا گیا ہے۔

**اب، سوال، یہ پیدا ہوتا ہے کہ:**

**کیا قرآن، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بھی، افضل ہے، یا نہیں؟**

**بعض علما، اِثبات کے قائل ہیں۔ اور بعض، نفی کے۔**

**علّامہ ابنِ عابدین، شامی فرماتے ہیں:**

**ظاہرِ حدیث سے، یہی معلوم ہوتا ہے کہ:**

**قرآن، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بھی، افضل ہے۔**

یہ مسئلہ، اِختلافی ہے۔اورزیادہ اِحتیاط، اِس میں ہے کہ،توقُّف کیا جائے۔‘‘

(ص۱۲۰۔ **رَدُّ الْمُحْتَار**، جلدِ اول۔ قلمی)

امام احمد رضاقُدِّس سِرُّہٗ، ’’جَدُّ الْمُمْتَار‘‘ میں ’’اَلاَحْوَط، اَلْوَقْفُ‘‘ کے تحت فرماتے ہیں:

لَاحَاجَۃَ اِلیٰ الْوَقْفِ۔ وَالْمَسْئَلَۃُ وَاضِحَۃُ الْحُکْمِ عِنْدِی بِتَوفِیقِ اللّٰہِ تَعَالیٰ۔

فَاِنَّ الْقُرآن اِنْ اُرِیدُ بِہٖ الْمُصْحَفُ، اَعْنِی الْقِرطَاس وَالْمِدَاد، فَلَاشَکَّ اَنَّہٗ حَادِثٌ، وَکُلُّ حَادِثٍ مَخْلُوقٌ، فَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَفضلُ مِنْہُ۔

وَاِنْ اُرِیْدَبِہٖ کلامُ اللّٰہِ تَعَالیٰ اَلَّذِی ھِیَ صِفَتُہٗ

فَلَاشَکَّ اَنَّ صِفَاتِہٖ تَعالیٰ اَفْضَلُ عَنْ جَمِیْعِ الْمَخْلُوقات۔

وَکَیْفَ یُسَاوِی غیرہٗ مالَیس بِغَیرِہٖ تَعالیٰ۔

وَبِہٖ یَکونُ التَّوفِیقُ بَیْنَ الْقَولَین۔‘‘ (ص۱۲۳۔ جلدِ اوّل۔ **جَدُّ الْمُمْتَار**، قلمی)

(ترجمہ) توقُّف کی کوئی ضرورت نہیں۔

میرے نزدیک، خدا کی توفیق سے مسئلہ کا حکم، واضح ہے۔ اِس لئے کہ:

قرآن سے، اگر، مُصحف، یعنی کاغذ اور، روشنائی، مراد ہے۔

تو، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ:

وہ، حادِث ہے۔ اور ہر حادِث، مخلوق ہے۔

اور جو بھی مخلوق ہے، اُس سے نبیِ کریم **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم**، افضل ہیں۔

اور، اگر، قرآن سے مراد، کلامِ باری تعالیٰ ہے، جو، اُس کی صفت ہے۔

تو، اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ، صفاتِ باری تعالیٰ، جمیع مخلوقات سے افضل ہیں۔

اور مخلوق، جو، غیرِ خدا ہے، بھلا، اس کے (صفت کے) برابر، کیوں کر، ہو، جو، غیرِ ذات نہیں۔ اس کا ذِکر، بلند ہو۔

ہماری اِس توجیہ سے، دونوں مختلف قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی۔‘‘

یعنی، جن علما نے قرآن کو، افضل بتایا، قرآن سے، اُن کی مراد

کلامِ اِلٰہی، صفتِ خداوندی ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ، بلا شبہ، تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

اور، جن علما نے نبیِ کریم، **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم** کو، قرآن سے، افضل بتایا

قرآن سے اُن کی مراد، مُصحف ہے۔ جو، کاغذ، اور، روشنائی کا مجموعہ ہے۔
یقیناً، سیدِ عالم، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّم، اُس سے افضل ہیں۔"
یہ ہے امام احمد رضا کی فُقاہت فی الدِّین اور دِقَّتِ نظر۔
جس سے مسئلہ کا حل بھی ہوگیا اور کلماتِ عُلما میں تطبیق بھی۔ جو، بجائے خود، ایک مشکل فن ہے۔"

(ص ۱۴۰ تا ص ۱۴۱۔ "امام احمد رضا کی فقہی بصیرت! جدُّ الْمُمتَار کے آئینے میں"۔ مؤلّفہ مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی۔ مطبوعہ اَلمجمع الاسلامی۔ مبارک پور۔ ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء)

خداداد، ژَرف نگاہی اور جُزرَسی کا اندازہ، اِس سے کیا جاسکتا ہے کہ:
ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی کے ذہنِ رَسا اور سَیَّال قلم نے پانی کی اَقسام اور اس کے سمندر میں غَوَّاصی کی تو، ایسے تہ نشین اور آب دار گوہر نکالے جنھیں، دیکھ کر جوہر شناس اَربابِ علم و تحقیق اور اَصحابِ فضل و کمال کی آنکھیں، خیرہ ہو کر رہ گئیں۔
اور، ان کی زبانوں سے اَحۡسَنۡتَ اور مَرحبا کی صدائیں، بلند ہونے لگیں۔
"اَقۡسَامِ مَاء" کے بارے میں، خلاصۂ تحقیق، بیان کرتے ہوئے
ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا بریلوی، اِفادہ فرماتے ہیں کہ:
پانی کی،، ایک سو ساٹھ (۱۶۰) قِسمیں ہیں، جن سے وضو، جائز ہے۔
اور، ایک سو پچاس (۱۵۰) قِسمیں، ایسی ہیں، جن سے وضو، جائز نہیں۔
بیس (۲۰) قسمیں، ایسی ہیں،، جن میں، فُقَہا کا اختلاف ہے۔
اور پینتالیس (۴۵) قسمیں، ایسی ہیں
جن سے وضو کے جواز و عدمِ جواز کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔"
یہ مؤخّرُ الذِّکر اَقسام، خالص، تحقیقات و اِفاداتِ رضویہ ہیں۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: بابُ الۡمِیَاہ۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی و لاہور)

ماہیتِ اَشیا کی شناخت اور ان سے کَماحَقُّہٗ واقفیت کے لئے اُس بحث کا، بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا جائے، جہاں، اِمام احمد رضا کا خامۂ تحقیق، زبانِ حال سے بطورِ تحدیثِ نعمت، اِس حقیقت کا، بَرملا اِظہار کررہا ہے کہ:

اِنِّی وَاِنْ کُنْتُ الْاَخِیْرَزَمَانَةً
لَاٰتٍ بِمَالَمْ تَسْتَطِعْهُ الْاَوَائِلُ

پانی کی کتنی قسمیں ہیں؟ ان میں سے کس سے وضو، جائز، کس سے ناجائز ہے؟ اور کس سے وضو کے جواز وعدمِ جواز میں، اضطراب وتردُّد ہے؟ یہ بحث وتحقیق وتدقیق، اپنی جگہ۔

**سب سے ایمان افروز، روح پرور، دل آویز، جاں نواز اور حیات آگیں**
**وہ تصوُّرِ جمال اور مرحلۂ کمال ہے**
**جہاں، امام احمد رضا کا علم، اپنی سرحدِ اِدراک سے آگے بڑھ کر**
**شوق ووارفتگی کی سَعْیِ بلیغ اور قوتِ پرواز کے نتیجے میں، منزلِ عرفان سے ہم کنار ہو جاتا ہے**
**اور عرفان وعشقِ تمام کا پیکر، بن کر، عالَمِ وَجدْ میں، یوں پکار اُٹھتا ہے کہ:**
**''سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل**
**زمزم سے افضل، کوثر سے افضل، وہ پانی ہے کہ:**
**بار ہا، براہِ اِعجاز، حضورِ انور، سیدِ اَطہر، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَنگشتانِ مبارک سے، دریا کی طرح، بہا اور ہزاروں نے پیا۔ اور وضو کیا۔**
**علما، تصریح فرماتے ہیں کہ:**
**وہ پانی، زمزم وکوثر، سب سے افضل ہے۔ مگر، اب، وہ، کہاں نصیب؟ الخ۔**

(ص ۴۵۲۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلدِ دوم۔ مطبوعہ پاک وہند)

**یہی، وہ پُر کیف، روح پرور اور ایمان افروز منظر ہے**
**جس کا اپنے چشمِ تصوُّر سے، مشاہدہ کر کے**
**امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی، پکار اُٹھتے ہیں کہ:**

**اُنگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر**
**ندّیاں، ''پنجابِ رحمت'' کی ہیں جاری، واہ واہ**

مسئلۂ لُمعہ کی سب سے تفصیلی بحث، مدارسِ اسلامیہ میں زیرِ درس فقہی کتاب ''شرحِ وَقایہ'' میں کی گئی ہے۔ اور اس کی کُل، پندرہ (۱۵) صورتیں، بیان کی گئی ہیں۔

**لیکن، یہ محض، فیضانِ الٰہی اور توفیقِ ربّانی ہے کہ:**

**امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، جب، اِس مسئلہ پر قلم اٹھایا**
**تو، تحقیق کا دریا بہادیا اور آپ کی فقہی بصیرت اور کرامت آثار قلم نے**
**تاریخِ فقہِ حنفی میں، بالکل پہلی بار، اس کی، اُٹھانوے (۹۸) صورتیں**
**اَصحابِ علم وفقہ کے سامنے، پیش کیں اور ان کی تحسین وتبریک کے مستحق ہوئے۔**

اس سلسلے میں جو اِعتراضات، پیدا ہوئے، اُن کا حَل بھی پیش کیا اور مدلّل طور پر
ان کا شرعی حکم بھی، واضح کیا۔ ساتھ ہی ایسا ضابطہ بھی بیان فرمادیا
جس سے اِشکالات کا اَز خود، اِزالہ ہوجائے۔ چنانچہ، آپ تحریر فرماتے ہیں:

**''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! کتابِ مُستطاب ''حُسْنُ التَّعُمُّمِ لِبَیَانِ حَدِّ التَّیَمُّم''**
**مسوَّدہٗ فقیر سے اٹھارہ جُز سے، زائد ہیں بہ اَحسنِ وُجوہ، تمام ہوئی۔**
**جس میں، صدہا، وہ اَبحاثِ جلیلہ ہیں کہ:**
**قطعاً، طاقتِ فقیر سے بدر جہا، وَرَا ہیں۔**
**مگر، فیضِ قدیر، عاجز فقیر سے وہ کام لیتا ہے، جسے دیکھ کر**
**انصاف والی نگاہیں، کہ، حَسَد سے پاک ہوں، ناخواستہ، کہہ اُٹھیں:**
**کَمْ تَرَکَ الْاَوَّلُ لِلْآخر۔**
**کتنے مسائلِ جلیلہ، معرکۃُ الآرا، بِحَمْدِہٖ تعالیٰ**
**کیسی خوبی وخوش اسلوبی سے طَے ہوئے۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔**
**کتاب میں، اصل مضمون کے علاوہ، آٹھ (۸) رسائل ہیں۔**
**بہرحال! جو کچھ ہے، میری قدرت سے وَرَا، اور محض فضل، میرے ربِّ کریم**
**پھر، میرے نبی رَؤف ورَحیم کا ہے۔ ملخَّصاً۔** (ص ۸۴۹۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول۔ مطبوعہ بریلی وبمبئی)

امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے تفقُّہ اور آپ کی تحقیقاتِ فقہی کے جواہر پاروں سے
**فتاویٰ رضویہ** (اردو) اور **جدُّ الْمُمْتَار** (عربی) کا ورق ورق، روشن وتابناک ہے۔

آپ کی فقہی بصیرت کے اِعتراف ومدح وتوصیف میں، ہر دَور کے معاصِر ومتأخّر عُلما
وفُقہاے کرام، رَطبُ اللِّسان، رہے ہیں۔

حضرت شیخ سید اسمٰعیل خلیل، محافظِ کتب خانۂ حَرمِ محترم، مکہ مکرَّمہ

آپ کی اِسی طرح کی بصیرت وژَرف نگاہی سے متأثر ہوکر، لکھتے ہیں کہ:

وَاللّٰہِ اَقُوْلُ،وَالْحق اَقُوْلُ:

اِنَّہٗ لَوْرَآھَااَبُوحَنیفۃَ النُّعمان ،لَاَقَرَّتْ عَیْنَہٗ وَلَجَعَلَ مُؤَلِّفَھَامِنْ جُمْلَۃِ الْاَصْحَاب۔

(''اَلْاِجَازاتُ الْمَتِیْنَۃُ لِعُلَمَاءِ بَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃ''مطبوعہ بریلی ولاہور)

**''میں،خدا کی قسم کہتا ہوں۔اور سچ کہتا ہوں کہ:**

**اگر،اِس(رسالہ) کا مطالعہ،امام ابوحنیفہ فرمالیتے ،تو،یہ آپ کی آنکھیں،ٹھنڈی کردیتا اورآپ،اس کے مؤلّف کو،اپنے اَصحاب وتلامذہ میں شامل فرمالیتے۔''**

ابوحنیفۂ ہند،امام احمدرضا کی بارگاہِ علم وفضل میں ایک مدت تک فقہی تربیت،حاصل کرنے کے ایام واوقات اورفقہی مَصادِرومَراجع پر،وُسعتِ نظرواِستحضار

نیز،فقہی بصیرت وتبحُّر اورمحامد ومحاسن وکمالاتِ فِقہیہ کا مشاہدہ وتجربہ

آپ کے تلمیذ وخلیفہ،محدِّثِ اعظمِ ہند،مولانا سید محمد محدِّث،اشرفی، کچھوچھوی (متوفی رجب۱۳۸۱ھ/دسمبر۱۹۶۱ء) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان اِس طرح،بیان فرماتے ہیں کہ:

**''جب،دارُالافتامیں کام کرنے کے سلسلے میں،میرابریلی شریف میں قیام تھا**

**تو،رات دن،ایسے واقعات،سامنے آتے تھے کہ:**

**اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ،حیران ہوجاتے۔**

**ان حاضر جوابیوں میں،حیرت میں ڈال دینے والے واقعات**

**وہ علمی حاضر جوابی،جس کی مثال،سنی بھی نہیں گئی۔مثلاً:**

**اِستفتا،آیا۔دارُالافتامیں کام کرنے والوں نے پڑھا۔اورایسا معلوم ہوا کہ:**

**نئے قسم کا حادثہ،دریافت کیا گیااور جواب،جُزئیہ کی شکل میں،نہ مل سکے گا۔**

**فُقہا کے اصولِ عامّہ سے،اِستنباط کرنا پڑے گا۔**

**اعلیٰ حضرت کی خدمت میں،حاضر ہوئے۔عرض کیا:**

**عجب،نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں۔اب،ہم لوگ،کیا طریقہ،اختیار کریں؟**

**فرمایا: یہ تو،بڑا پُرانا سوال ہے۔ابنِ ھُمَام نے فَتحُ الْقَدِیر کے فلاں صفحہ میں**

**ابنِ عابدِین نے،رَدُّ الْمُحْتَار کی فلاں جلد،فلاں صفحہ پر**

فتاویٰ ہندیہ میں، خیریہ میں، یہ عبارت، صاف صاف، موجود ہے۔
اب، جو کتابوں کو کھولا گیا
تو، صفحہ، سطر، اور بتائی ہوئی عبارت میں، ایک نقطہ کا فرق، نہیں۔
اِس خداداد فضل وکمال نے علما کو، ہمیشہ، حیرت میں رکھا۔''

(ص ۲۵۴ و ص ۲۵۵۔حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

اور ناگ پور (مہاراشٹر، انڈیا) کے ایک اِجلاسِ عام کو، خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''عادتِ کریمہ تھی کہ:
اِستفتا، ایک ایک مفتی کو تقسیم فرمادیتے اور پھر، ہم لوگ، دن بھر محنت کر کے جوابات، مرتّب کرتے۔ پھر، عصر ومغرب کے درمیان، مختصر ساعت میں ہر ایک سے، پہلے اِستفتا، پھر، فتویٰ سماعت فرماتے۔اور بیک وقت، سب کی سنتے۔
اسی وقت، مصنِّفین، اپنی تصنیفیں دکھاتے، زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی کہ، جو، کہنا ہو، کہیں۔اور، جو، سنانا ہو، سنائیں۔
اتنی آواز میں، اِس قدر جُداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو، سب کی طرف توجہ فرمانا جواب کی تصحیح وتصدیق، مصنِّفین کی تائید اور تصحیحِ اَغلاط، زبانی سوالات کے جوابات، عطا ہو رہے ہیں۔
اور فلسفیوں کے اِس خَبط کی کہ ''لَا یَصْدُرُ عَنْ وَاحِدٍ اِلَّا الْوَاحِد'' کی دھجیاں، اُڑ رہی ہیں۔
جس ہنگامۂ سوالات وجوابات میں
بڑے بڑے اَکابرِ علم وفن، سر تھام کر، چُپ ہو جاتے ہیں کہ، کس کی سنیں، کس کی، نہ سنیں؟
وہاں، سب کی سنوائی ہو رہی تھی۔اور سب کی اِصلاح، فرمادی جاتی تھی۔
یہاں تک کہ، ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی تھی، تو، اس کو بھی درست، فرمادیا کرتے تھے۔
یہ چیز، روز، پیش آتی تھی کہ:
تکمیلِ جواب کے لئے جُزئیاتِ فقہ کی تلاش میں، جو لوگ، تھک جاتے، تو، عرض کرتے۔
اُسی وقت، فرمادیتے کہ، رَدُّ الْمُحْتَار، جلد فلاں کے صفحہ فلاں پر، ان الفاظ کے ساتھ یہ جُزئیہ، موجود ہے۔ دُرِّمُختَار کے فلاں صفحہ، فلاں سطر میں، یہ عبارت، موجود ہے۔
عالمگیری میں، بقیدِ جلد وصفحہ وسطر، یہ الفاظ، موجود ہیں۔(یہ سب) ارشاد فرمادیتے۔

**اب، جو، کتابوں میں جا کر دیکھتے، تو، صفحہ، سطر، وہی پاتے، جو، زبانی، اعلیٰ حضرت نے فرمادیا تھا۔‘‘**

(**خطبۂ صدارت۔ یوم رضا**، ناگ پور۔ صوبہ مہاراشٹر۔ ۹-۱۳۷۹ھ۔ مطبوعہ ماہنامہ **تجلیات**، ناگ پور۔ ۱۹۶۲ء)

ابو حنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دوسرے سفرِ حج وزیارتِ حَرمین طیبین (۱۳۲۳ھ) میں، اِسی طرح کے سوالات وجوابات میں، آپ کے عِلمی اِستحضار کی منظر کشی کرتے ہوئے، سید اسمٰعیل خلیل، محافظِ کتب خانۂ حرم مَکّی، تحریر فرماتے ہیں:

**وَالطَّلَبَةُ مِنْ سَائِلٍ مُسْتَفِيدٍ وَمِنْ مُقَدِّمٍ سُؤَالاً لِلْاِسْتِفْسَارِ عَلَىٰ الْقَوْلِ السَّدِيدِ وَمِنْ طَالِبٍ اِجَازَةً وَمِنْ مُنْتَظِرٍ اِشَارَةً۔**

**هٰذَا حَالُهُ وَهُوَ بِمَكَّة** ۔(**اَلدَّولَةُ الْمَكِّيَّة**۔ مطبوعہ بریلی ولاہور)

(ترجمہ) مکّۂ مکرَّمہ میں، عُلما وطالبین کا، یہ حال ہوا کہ:

کوئی اِستفادہ کے لئے سوال کررہا ہے۔ کوئی کچھ پوچھنا چاہ رہا ہے کہ، فلاں مسئلہ میں صحیح کیا ہے؟ کوئی اِجازت کا طالب ہے۔ کوئی، آپ کے اشارے کا منتظر ہے۔‘‘

محافظِ کتبِ حرم، سید اسمٰعیل بن شیخ سید خلیل، آپ کے نام

اپنے ایک مکتوب (محرَّرہ ۱۲/رجب ۱۳۲۴ھ) میں لکھتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ)............’’نوٹ سے متعلق آپ کا رسالہ (**كِفْلُ الْفَقِيهِ الْفَاهِم فِي اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم**) شیخ احمد ابوالخیر کی خدمت میں لے گیا اور اُنھیں کے پاس چھوڑ آیا۔

پھر، تین روز کے بعد، آپ کی خدمت میں گیا۔

تو، اِس رسالہ کے تعلق سے، اُنھیں، بے حد خوش پایا۔ انھوں نے فرمایا کہ:

**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلىٰ وُجُودِ مِثْلِ هٰذَا الشَّيخ ۔فَاِنِّي لَمْ اَرَ مِثْلَهُ فِي الْعِلْمِ وَ الْفَصَاحَةِ وَ سِعَةِ الْبَاعِ مَعَ حُسْنِ سَبْكِ الْعِبَارَةِ۔**

**ثُمَّ قَالَ: يَا وَلَدِي! اِنَّ الشَّيخَ قَدْ نَحَا فِي رِسَالَتِهٖ نَحْوَ الصَّوَابِ بِلَا شَكٍّ وَلَا ارْتِيَابٍ۔ وَ مَنْ طَالَعَهَا لَمْ يَبْقَ لَهُ فِيهَا شُبْهَةٌ وَ لَا مِرْيَةٌ۔**

**وَ سَيِّدِي الشَّيخ صالح كمال، مَامِنْ مَجلِسٍ اِلَّا وَ يَذْكُرُ كَمَا لَاتِكُم۔‘‘**

**بِحَمْدِ الله**، آپ نے، اَرضِ حرم میں، دو عظیمُ الشان ستون، قائم کردیے ہیں:

(۱) **اَلدَّولَةُ الْمَكِّيَّةُ بِالْمَادَّةِ الْغَيبِيَّةِ۔**

(۲) كِفلُ الْفَقِيهِ الْفَاهِم فِي اَحكَامِ قِرطَاسِ الدَّرَاهِم۔

اللہ نے چاہا، تو، آپ کا چرچا، عام ہوگا۔ ہموار و نا ہموار زمین کے باشندے اور دور و نزدیک کے سارے مسلمان، آپ کے فضل و کمال سے آگاہی پائیں گے۔ کیوں کہ:

ہمارا شہر (مکہ مکرَّمہ) تمام شہروں کے لئے، ماں (اصل) ہے۔

اور، ماں، اَولاد کی طرح (ناقدر شناس) نہیں۔

والدِ محترم، سید خلیل آفندی، میرے بھائی، مصطفیٰ خلیل، ومولانا الشیخ عبد الحق، وشیخ صالح کمال، وشیخ اَسعد دَهّان، ان کے بھائی، شیخ عبد الرحمٰن دَهّان، وسید محمد مرزوقی، وشیخ بکر رفیع یہ سبھی حضرات، آپ کی خدمت میں سلام، عرض کرتے ہیں۔

اور آپ سے دعا کے طالب ہیں۔ وَدُمْتُمْ وَالسَّلام۔ ۱۲ / رجب ۱۳۲۴ھ۔

(اَلاِجَازَاتُ الْمَتِينَةُ لِعُلَمَاءِ بَكَّة وَالْمَدِينَة۔ مطبوعہ بریلی ولاہور)

اور حَرَمین شریفین کی آپ کی مجالسِ علم و فضل کے بارے میں، مولانا ابو الحسن علی، ندوی لکھتے ہیں:

وَاَلَّفَ بَعْضَ الْمَسَائِلِ الَّتِي عُرِضَتْ عَلٰى عُلَمَاءِ الْحَرَمَين۔

وَاُعجِبُوا بِغَزَارَةِ عِلمِهٖ وَسِعَةِ اِطِّلَاعِهٖ عَلَى الْمُتُونِ الْفِقهِيَّةِ۔

وَالْمَسَائِلِ الْخِلَافِية وَسُرعَةِ تَحرِيرِهٖ وَذَكَاءِهٖ۔

(۳۹۔ نُزهَةُ الْخَوَاطِر۔ جلدِ ثامن۔ مطبوعہ دائرۃُ الْمَعارفِ الْعُثمانیہ۔ حیدر آباد، دَکن)

**(ترجمہ) عُلمائے حرمین شریفین کے پاس، آئے ہوئے، بعض اہم مسائل کے جوابات لکھے۔ عُلمائے حرمین، فقہی مُتون اور اِختلافی مسائل میں، آپ کے وُفورِ علم، وُسعتِ معلومات، سُرعتِ تحریر اور ذکاوت و فطانت، دیکھ کر، حیران، رہ گئے۔"**

**اِسی سفرِ حج و زیارت (۱۳۲۳ھ) کی بات ہے کہ:**

**شیخ عبد اللہ مِر دَاد اور شیخ حامد احمد محمد، جَدَّاوِی نے، کرنسی نوٹ سے متعلق**

بارہ (۱۲) سوالات پر مشتمل ایک تحریری اِستفتا، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی سے کیا۔

**اِس اِستفتا کی خاص وجہ، یہ تھی کہ:**

مختلف ممالک میں، کرنسی نوٹ کا، ابھی، تازہ تازہ چلَن ہوا تھا۔ اور فُقہا و عُلمائے کرام یہ فیصلہ کرنے میں، سخت متردِّد تھے کہ، **اس کی حیثیت، رسید کی ہے، یا۔ مال کی ہے؟**

اِس اِستفتا کا، آپ نے نہایت تفصیلی و تحقیقی جواب

'' کِفلُ الْفَقِیهِ الْفَاهِم فِی اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم'' کے نام سے تحریر فرمایا۔

اسی سے متعلق ایک نہایت اہم واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ، اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

'' زمانۂ سابق میں، میرے اُستاذُ الْاُستاذ، حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مَکِّی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، مفتیِ حنفیہ تھے۔

ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا، جس کا جواب، آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

''عِلم، عُلما کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے، اس کے جُزئیہ کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم، دوں۔''

ایک دن، مَیں، کتب خانہ (حرم شریف، مکہ مکرَّمہ) میں جاتا اور ایک شاندار صاحب کو دیکھتا ہوں کہ، میرے رسالہ'' کِفلُ الْفَقِیهِ الْفَاهِم'' کا مطالعہ فرما رہے تھے۔

جب، اُس مقام پر پہنچے، جہاں میں نے فَتْحُ الْقَدِیر سے یہ عبارت، نقل کی ہے کہ:

(ترجمہ) ''اگر، کوئی شخص، اپنے کاغذ کا ٹکڑا، ہزار روپیہ کو بیچے، تو، جائز ہے۔ مکروہ، نہیں۔''

وہ، پھڑک اُٹھے۔ اور، ران پر، ہاتھ مار کر بولے:

اَیْنَ جَمَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ هٰذَا النَّصِّ الصَّرِیح۔

حضرت جمال بن عبداللہ، اِس نصِّ صریح سے کہاں، غافل رہے؟

(ص ۴۳۶۔ ۴۳۷، حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

رسالہ کِفلُ الْفَقِیهِ الْفَاهِم فِی اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم (۱۳۲۴ھ)

مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم، سُنّی دارالاشاعت مبارک پور۔ وفتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد سترہ (۱۷))

امام احمد رضا کی وُسعتِ معلومات وَ دِقّتِ نظر اور اِصابتِ رائے ہی کا نتیجہ ہے کہ:

بڑے بڑے عُلما و مشائخ کرام، آپ کے بیان کردہ مسئلہ وحکمِ شرعی پر، بے پناہ اعتماد کیا کرتے تھے۔

چنانچہ، حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حَسَن میاں، قادری برکاتی، مارہروی (وصال ۱۳۴۷ھ) سے، نورُ العَارِفین، سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری میاں، قادری برکاتی، مارہروی (وصال ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) نے، ایک بار، اِرشاد فرمایا:

''بیٹا! اب، اِس وقت، دین داری کی علامت، یہ ہے کہ:

جو شخص، مولانا عبدالقادر صاحب، بدایونی اور مولانا احمد رضا صاحب، بریلوی سے

محبت رکھے، اُسے دیندار جانو۔ اور جو شخص، ان دونوں سے، بُغض رکھے، اُسے سمجھ لو کہ:
بد مذہب ہے۔ یا۔ کسی بد مذہب کے پھیر میں، پھنسا ہوا ہے۔
اور جس مسئلہ میں، ان دونوں کا اتفاق ہے، اُسے جانو کہ، یہ مسئلہ، بہت ہی مُحقَّق ہے۔
اور جس مسئلہ سے، ان دونوں کا اختلاف ہو، اُسے جان لو کہ، یہ غیر مُحقَّق اور غلط ہے۔
اور فرماتے تھے کہ: بیٹا! ہمارا، اَب یہی دستورُ العُمل ہے (اور فقیر کا بھی یہی دستورُ العُمل رہا ہے) کہ، جو مسئلہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بیان فرمایا، اُس پر، دل، فوراً مطمئن ہو گیا۔
اور ان کی اعلیٰ تحقیق اور غور و تدبُّر کے کثیر در کثیر مشاہدات و واقعات نے، یہ حالت کر دی تھی کہ، جو مسئلہ، دریافت کرتا، اُس کی نسبت لکھ دیتا کہ، مسئلہ کا حکم، لکھ دیجیے، دلیل کی ضرورت نہیں۔''

(ص ۱۰۰۴۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

ڈاکٹر سید عابد احمد علی، سابق لکچرر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
ایک علمی مجلس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
''غالباً ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ:
علاَّمہ اقبالؔ، مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں، موجود تھے۔
ایک محفل، جس میں، مَیں بھی موجود تھا
دَورانِ گفتگو، مولانا احمد رضا خاں، بریلوی کا تذکرہ آ گیا۔
علاَّمہ مرحوم نے، مولانا بریلوی کو، خراجِ عقیدت و تحسین، پیش کرتے ہوئے کہا:
''ہندوستان کے دَورِ آخر میں، ان جیسا طَبَّاع و ذہین فقیہ، پیدا نہیں ہوا۔''
سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے، علاَّمہ مرحوم نے فرمایا کہ:
''میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے، یہ رائے، قائم کی ہے۔
اور، ان کے فتاویٰ، ان کی ذِہانت، فَطانت، جُودتِ طبع، کمالِ فُقاہت
اور علومِ دینیہ میں، تبحُّرِ علمی کے، شاہدِ عدل ہیں۔''
نیز فرمایا: مولانا، ایک دفعہ، جو، رائے قائم کر لیتے تھے، اُس پر مضبوطی سے، قائم رہتے تھے۔
یقیناً، وہ، اپنی رائے کا اِظہار، بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔
لِهٰذا، اُنھیں، اپنے شرعی فیصلوں میں

**کبھی، کسی تبدیلی، یا۔ رُجوع کی ضرورت، نہیں پڑی۔'' اِلـــیٰ آخِـــرِہٖ۔**
**عابد احمد علی۔ یکم اگست ۱۹۶۸ء۔**

(ڈاکٹر عابد احمد علی، ڈائِرکٹر، بیتُ القرآن، لاہور کے اِس تحریری بیان کا عکس، ہفت روزہ ''**اُفُق**'' کراچی۔ شمارہ ۲۲ تا ۲۸/جنوری ۱۹۷۹ء میں، شائع ہوچکا ہے)

شاہ معینُ الدّین احمد، ندوی (دارُالمصنفین، اعظم گڑھ، اتر پردیش)

فتاویٰ رضویہ کی ایک جِلد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

**''مولانا احمد رضا خاں مرحوم، صاحبِ علم ونظر عُلمائے مصنِّفین میں تھے۔**

**دینی علوم، خصوصاً، فقہ وحدیث پر، اُن کی گہری نظر تھی۔**

**مولانا نے جس دِقّتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ، عُلما کے اِستفسارات کے جوابات، تحریر فرمائے ہیں اُن سے، اُن کی جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی اِستحضار، ذہانت اور طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔**

**ان کے عالمانہ ومحقّقانہ فتاویٰ، موافق ومخالف، ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔''**

(ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ۔ یوپی۔ شمارہ ستمبر ۱۹۶۹ء)

مولانا شاہ ابوالحسن زید، فاروقی، مجدِّدی، دہلوی (متوفی، دسمبر ۱۹۹۳ء۔ درگاہِ حضرت شاہ ابوالخیر، چتلی قبر۔ دہلی) اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ:

**''مولانا سید محمد میاں صاحب، شیخ الحدیث، مدرسہ اَمینیہ، دہلی**
**اَحیاناً، اِس عاجز کے پاس تشریف لاتے تھے۔**
**ایک دن، انھوں نے فرمایا:**
**''مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاویٰ کے بعض اَجزا، چھپ گئے ہیں۔**
**اگر، وہ اَجزا، آپ کو، دست یاب ہوجائیں تو، میرے واسطے، لے لیں۔''**
**عاجز نے، اُن سے اِستفسار کیا: آپ، کیوں لینا چاہتے ہیں؟**
**فرمایا: اُن کے فتاویٰ میں، کتابوں کے حوالے، بکثرت ہوتے ہیں۔''**

(ص ۶۔ ''امام احمد رضا نمبر'' ہفت روزہ ہجوم۔ ذاکر نگر، نئی دہلی۔ دسمبر ۱۹۸۸ء)

علّامہ زَاہِدُ الکَوثَرِی، عالَمِ عرب کے معروف حنفی عالم ومُحقق ومُصنِّف ہیں۔
جن کے ایک مُقرَّب ومُعتمد، شامی شاگرد، **شیخ عبدالفتّاح ابوغُدّہ** ہیں۔

**شیخ ابو غُدَّہ** نے ہندوستانی حنفی فقیہ، ابوالحسنات، مولانا **محمد عبدالحیٔ، فرنگی محلی، لکھنوی** (متوفی ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) کی کتب ورسائل پر، بڑا وقیع تحقیقی کام کیا ہے۔

اور مولانا محمد عبدالحیٔ ،فرنگی محلی کو عالمِ عرب میں متعارف کرانے میں سب سے نمایاں کردار، ادا کیا ہے۔

اِس شامی حنفی عالم ومُصنّف، شیخ عبدالفتّاح ابو غُدّہ سے لکھنؤ میں، راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کی ایک ملاقات، ۱۹۷۵ء میں ہوئی تھی۔

جس کا واقعہ، راقمِ سطور نے اپنی پہلی کتاب (امام احمد رضا! اَربابِ علم ودانش کی نظر میں) کے طبعِ اول ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء میں تحریر کردیا ہے۔

اسی کتاب سے منقول روداد، اِفادۂ عام کے لئے، یہاں بھی، نذرِ قارئینِ کرام ہے:

''بتاریخ ۲۵ تا ۲۸ رشوال ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء، دارُالعلوم ندوۃُ العُلما لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی (۸۵) سالہ جشنِ تعلیمی منایا۔ سیکڑوں کی تعداد میں مختلف بِلا دوأمصار کے ملکی اور غیرملکی نمائندے، اِس جشن میں شریک ہوئے۔

اخبارات ورسائل، نے اپنی شہ سرخیوں سے، اس کی خوب، تشہیر کی۔

عباسیہ ہال (کتب خانۂ دارُالعلوم، ندوہ، لکھنؤ) کے اندر، تعلیمی نمائش کا انتظام تھا۔

بڑے بڑے طُغروں میں، ہندوستان کی عبقری اورنابغۂ روزگار شخصیتوں کے نام اوران کی اعلیٰ وممتاز ترین تصنیفات، فن وَار، مندرج تھیں۔

عقائدوکلام کے نقشے میں ''خَالِصُ الْاِعْتِقَاد'' اور فقہ کے طُغرے میں ''اَلنَّیِّرَۃُ الْوَضِیَّۃ'' از امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے نام بھی، درج تھے۔

امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا نام پڑھ کر، کئی مشاہیرعرب عُلما ومشائخ، چونک اُٹھے۔ جیسے، عہدِ ماضی کی کوئی بھولی بسری یاد، دَفعۃً، ان کے پردۂ ذہن پر، اُبھرآئی ہو۔

اندازہ ہے کہ، ان کے پیش رَو عُلما نے امام احمد رضا کے علم وفضل کا ذکر کرکے، ان کے دلوں میں، اِحترام وعقیدت کا بیج، بودیا ہو۔ یا۔ خود ہی، کہیں، اُن کی نگاہ سے آپ کی کوئی تصنیف، گذری ہو۔

کئی عُلما نے ''اَیْنَ مَجْمُوْعَۃُ فَتَاوَاہ'' کہہ کر، فتاویٰ رضویہ، دیکھنے کی خواہش، ظاہر کی۔ لیکن، انھیں ''بطریقِ احسن'' کسی دوسری جانب، متوجہ کردیا گیا۔ ساتھ میں کوئی ایسا آدمی، نہ ہوتا، جو، نشان دِہی کرسکتا۔

ایک مشہور شامی عالم، شیخ عبدالفتّاح ابوغُدّہ، پروفیسر کلّیۃ الشّریعۃ، محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض، سعودی عرب) جو، عربی زبان کی پچیسوں کتابوں کے مُصنّف

اور ایک ممتاز و نمایاں دینی و علمی مقام کے مالک ہیں۔ اور اس کا اندازہ آپ، یوں کرسکتے ہیں کہ:

جب، ان کی تقریر کی باری آئی، تو، ناظمِ اِجلاس (مولانا محمد رابع، ندوی) کی بجائے مشہور دیوبندی عالم و مناظِر، مولانا محمد منظور نعمانی، سنبھلی نے

بڑے زوردار انداز میں حاضرین و سامعین کے سامنے، آپ کا تعارف کرایا۔

انھیں شیخ عبدالفتّاح ابوغُدّہ کی نظر، جب، امام احمد رضا، بریلوی کے نام پر پڑی، تو، فوراً بول اٹھے:

**اَیْنَ مَجْمُوعَۃُ فَتَاویٰ الشَّیخ اَحمدرضَا اَلْبَرَیلوِی؟**

شیخ کے ساتھ، ایک تجربہ کار قسم کے "**مولوی**" تھے۔ موقع نازک سمجھ کر

انھوں نے کہہ دیا کہ، **فتاویٰ رضویہ، یہاں، موجود نہیں ہے۔"**

حُسنِ اِتفاق سے، ندوہ میں، زیرِ تعلیم، ایک سُنّی طالبِ علم بھی، ان کے پیچھے تھا۔

جس نے موقع غنیمت، جان کر، شیخ کو، بتا ہی دیا کہ:

**اِنَّھَا تُوجَدُ فِی ھٰذہِ الدَّار** ۔ یعنی، فتاویٰ رضویہ، یہاں، اِس کتب خانہ کے اندر، موجود ہے۔"

یہ سُن کر، وہ مولوی صاحب، آگ بگولہ ہو گئے۔

اور اس طالبِ علم کو، ڈانٹ پلا کر، وہاں سے رخصت کر دیا۔

کچھ دیر بعد ہی، اس طالبِ علم نے، اس واقعہ کی اطلاع، مجھے دی۔

میں نے فوراً، تفصیلی ملاقات کی کوشش کی اور شیخ کی قیام گاہ (روم نمبر ۱۴۰۔ کلارک اَوَدھ ہوٹل۔ لکھنؤ) پر، تقریباً، دو بجے دن میں پہنچ گیا۔ میرے ساتھ، دو طالب علم، اور بھی تھے۔

کانفرنس کا آخری دن تھا۔ تین بجے، ان تمام نمائندوں کو، وہاں سے رخصت ہو کر، ایرپورٹ (اَموسی، لکھنؤ) کے لئے نکلنا تھا۔ اور وہاں سے بذریعۂ ہوائی جہاز، دہلی پہنچنا تھا۔ جہاں صدر جمہوریۂ ہند، جناب فخر الدّین علی احمد کے یہاں، دعوت کے ایک پروگرام میں شریک ہونا تھا۔

شیخ عبدالفتّاح ابوغُدّہ، کوچ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

پھر بھی، بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ماحَضَر سے ضیافت کی، جو، عربوں کی قدیم روایت ہے۔

**دَورانِ گفتگو، مَیں نے، ان سے کہا کہ:**

سَمِعۡتُ اَنَّکَ تَشۡتَاقُ اِلیٰ مُطَالَعَةِ مَجموعةِ الۡفَتَاوىٰ لِلشَّیۡخِ الۡاِمام احمدرضا الۡبَریلوِی؟۔میں نے سنا ہے کہ:

آپ، فتاویٰ رضویہ کا، مطالعہ کرنا چاہتے ہیں؟

نام، سنتے ہی، شیخ کا چہرہ، دَمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں، انھوں نے کہا:

(ترجمہ) ہاں! کیا، آپ کے پاس، موجود ہے؟

میں نے کہا: اِس وقت، تو نہیں مل سکے گی۔ مگر، اِنۡ شَاءَ اللّٰہ

بہت جلد، آپ کو، بذریعۂ ڈاک، اِرسال کردوں گا۔“

میرا، دوسرا سوال تھا: کیفَ عَرَفۡتَ عِلۡمَهٗ وَفَضۡلَهٗ؟

آپ، ان کے علم وفضل سے کیسے متعارف ہوئے؟

اِس سوال سے شیخ کے چہرے پر، تبسم کی لکیریں، اُبھر آئیں۔

فرمایا: عِطر، بہرحال، عِطر ہی ہے۔ کتنا بھی، اسے بند شیشی میں رکھا جائے اس کی بھینی بھینی خوشبو، اہلِ ذوق تک، پہنچ ہی جاتی ہے۔“

.........اس کے بعد، شیخ عبدالۡفتّاح ابوغُدَّہ نے بتایا کہ:

(ترجمہ) میرے ایک دوست، کہیں سفر پر جارہے تھے۔ ان کے پاس، فتاویٰ رضویہ کی ایک جِلد، موجود تھی۔ میں نے، جلدی جلدی میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا۔

عبارت کی رَوانی اور کتاب وسُنَّت واَقوالِ سَلف سے دلائل کا اَنبار، دیکھ کر مَیں، حیران وششدر، رَہ گیا۔

اور، اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد، میں نے، یہ رائے، قائم کرلی کہ:

یہ شخص، کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست، فقیہ ہے۔“ الخ

(ص ۱۶۴ تا ص ۱۶۶۔ ''امام احمد رضا! اَربابِ علم و دانش کی نظر میں''۔ مولّفہ یٰسٓ اختر مصباحی۔ طبعِ دَہُم۔ ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء۔ دارُ القلم، دہلی)

پروفیسر، حازِم محمد احمد عبدُالرَّحیم اَلۡمَحۡفُوظ (کُلّیةُ اللُّغَاتِ وَالتَّرجَمَة۔ جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر) نے، رضویات پر، متعدد علمی وتحقیقی مقالات وکتب (بزبانِ عربی) لکھ کر عالَمِ عرب میں، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی کا مثبت ووقیع تعارف کرانے میں

نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ، آپ کے بارے میں رَقم طراز ہیں کہ:

(ترجمہ) **شیخ امام احمد رضا حنفی، قادری، بریلوی، صحیح معنی میں، فقیہ امام ہیں۔**

**اور علمِ اُصولِ دین وعلومِ شرعیہ کے عرفان وفیضان سے، داعیِ حق وہدایت بھی ہیں۔**

آپ کی تقریباً، ایک ہزار کتابیں ہیں، جن میں سے، اکثر کتب ورسائل، فقہ وفتاویٰ پر مشتمل ہیں۔

آپ نے مسلمانانِ عالم کو، پوری اِستقامت کے ساتھ، صحیح ودرست شاہراہ پر چلانے کا فریضہ انجام دیا۔ صحیح وغلط اور اَوَامر وَنَوَاہی ومحرَّمات ومکروہات کا فرق وامتیاز اور ان کی اصل حیثیت، واضح کی۔

آپ، ایسے امام ہیں، جنھوں نے ہمیشہ، فتاویٰ اور اُمورِ شرعیہ کی خدمت، انجام دی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۴۔ مقدمہ، اَلْمَنْظُومَۃُ السَّلَامِیَّۃ۔ تالیف: اَلدُّکْتُور حَازِم مَحفوظ۔ طبعِ اول ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)

ڈاکٹر، عِمَاد عبدُالسَّلام رَؤف (بغداد۔ عراق) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

(ترجمہ) ''شیخ احمد رضا کو، بہت سے علوم ومعارف، بِالخصوص علومِ شرعیہ میں، اِس حدتک مہارت تھی کہ، تحقیق ودِقّتِ نظر کے اعتبار سے، وہ، اکثر موضوعات میں، مجتہدانہ حیثیت رکھتے تھے۔

اور ان کی تحقیقات واِفادات کو، ایک مستقل ''فقہی دَبستانِ فکر'' کہا جاسکتا ہے، جس کی ضرورت ہر مسلمان کو ہے۔ خواہ، وہ، جس رَنگ ونسل کا ہو، اور جہاں کہیں، جس ماحول وزمانہ سے، اس کا تعلق ہو۔

**شیخ احمد رضا کی تحقیق وکاوش کو، اُن کے نام کی طرف، منسوب کرتے ہوئے ''اَلدِّرَاسَاتُ الرَّضَوِیَّۃ'' (مطالعۂ رضویات) بھی، کہا جانے لگا ہے۔**

**اور اِس موضوعِ تحقیق ومطالعہ (رضویات) کو ''اَلدِّرَاسَاتُ الْاِسْلَامِیۃ'' کے ضمن میں متعدد عرب یونیورسٹیوں، مثلاً:**

**جامعہ ازہر، مصر وغیرہ میں، ایک خاصا مقام بھی، حاصل ہوگیا ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(ص ۲۔ اَللَّآلِی الْمُنْتَثِرۃ۔ اَلْجُزْءُ الْاَوَّل۔ تالیف: ڈاکٹر عِمَاد عبدُالسَّلام رَؤف۔ بغداد۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

اَلدُّکتور، محمد مَجید اَلسَّعِید، اُستاذُ الْجامعۃِ الْاِسلامیۃ، بغداد، لکھتے ہیں کہ:

(ترجمہ) **اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین سال قبل، مجھے ایک عظیم اسلامی شخصیت سے متعارف ہونے کا موقع، عنایت فرمایا۔ جو، اِعتقادی، فقہی، علمی، ادبی تحقیق ومطالعہ کے باب میں نہایت بلند مقام پر، فائز ہے۔**

**ایسی نادر شخصیت کہ، جس کے اندر، بے پناہ اور متنوّع وممتاز علمی اِستعداد وصلاحیت ولیاقت**

ہے۔جس کا ذہن، جس کی ذَ کاوت، اور جس کی فِکر، نہایت، صائب وثاقب اور بے نظیر ہے۔

یہ شخصیت ہے: شیخ امام محمد احمد رضا، بریلوی، برکاتی، ہندی کی۔

جو، ایسے علاّمہ ٔ فہامہ ہیں کہ، زمانہ، کم ہی، ایسے لوگوں کے وجود سے سرفراز ہوتا ہے۔الخ۔

(ص ۱۰۔مقدمہ ’’**شاعِرٌ مِنَ الْھِند**‘‘ تالیف: اَلدُّکتور مَجید اَلسَّعید۔بغداد۔۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

اَلاُسْتاذ، رَشِید عبدُ الرَّحمٰن اَلعُبَیْدِی، بغداد، عراق لکھتے ہیں:

(ترجمہ) **متعدد ومتنوّع علوم ومعارف وفنون میں، امام احمد رضا، بریلوی کی**

**تقریباً ایک ہزار کتب ورسائل کی تعداد سے، پتہ چلتا ہے کہ:**

**امام بریلوی، عالمِ متبحر ہیں۔اوران کی ذات، ایک ’’انسائیکلو پیڈیا‘‘ کی حیثیت رکھتی ہے۔**

**عُلماے اسلام نے اپنے عہدِ عروجِ تہذیب وتمدن میں جن علوم وفنون میں، دَرک ومہارت حاصل کی تھی، انھیں، امام احمد رضا، بریلوی نے بھی، سیکھا اوران میں، درجۂ کمال کو پہنچے۔**

**ان کے اَسرار ورُموز تک، رسائی، حاصل کی۔**

**..........قدیم عُلما میں علاّمہ جلالُ الدِّین سیوطی کی، چارسو (۴۰۰) سے زیادہ کتابیں ہیں۔**

**اِدھر، امام بریلوی نے، اپنی کتابوں کی کثرتِ تعداد سے، یہ ثابت کردیا کہ:**

**اُمَّتِ مسلمہ کا فیضان، مسلسل، جاری ہے۔اور اسلامی عُلما ومفکِّرین کے تسلسل میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا۔وہ، ماضی سے وابستہ، رہ کر، حال کو، علوم ومعارف وفنون کا سرمایہ، بخشتے رہیں گے اوران کے اندر، اپنا مستقبل، روشن کرنے کی صلاحیت وقدرت کا بھی، تسلسل ہے۔الخ۔**

(ص ۱۷۔مقدمہ **شاعِرٌ مِنَ الْھِند**، بقلم: اَلاُستاذ رَشید عبد الرَّحمٰن اَلعُبَیْدِی ’’مُدیرُ البُحُوثِ وَ الدِّرَاسَاتِ الاِسلامیہ، بغداد۔اَلطَّبعَۃُ الاُولیٰ۔۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء۔)

بہت سے فقہی اُصول وضوابط سے، عوام وخواص ہی، نہیں، بلکہ، آج کل کے بیشتر وہ حضرات بھی، عموماً، ناواقف ہوتے ہیں، جنھیں، طبقۂ عُلما میں شمار کیا جاتا ہے۔

فَرعی مسائل کی حیثیت، تحقیقِ مسائلِ جدیدہ، کسی سبب وعِلَّت کی وجہ سے تبدیلیِ اَحکام یہ، وہ **اُمور ومعاملات ہیں، جن سے، ناواقفیت، عام ہے۔**

اِس لئے ذیل میں، اپنی تین کتابوں ’’**پیغامِ عمل**‘‘ و ’’**عرفانِ مذہب ومسلک**‘‘ اور ’’**عرفانِ حقائق**‘‘ کے بعض ضروری حصے، اِفادۂ عام کے لئے، یہاں، نقل کیے جارہے ہیں:

''ائمہ مجتہدین وفقہاے اسلام کے قولِ صوری وقولِ ضروری اور اَسبابِ سِتّہ
جو، تغیُّرِ اَحکام کا سبب، بنتے ہیں، انہیں، اچھی طرح، سمجھ لیا جائے
تو، بے شمار لوگوں کا، ذِہنی خلجان، دور ہو جائے۔
اور ''تجدُّد و اِجتہاد'' اور ''فقہِ اسلامی کی تشکیل'' کی مُہم، خود بخود، سرد پڑ جائے۔
اِسی طرح، احکام ومسائلِ شریعت کے جُمودِ محض کا خیال بھی، حرفِ غلط کی طرح، مِٹ جائے۔
فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، اپنے رسالہ ''اَجلَیٰ الْاِعْلام اَنَّ الْفَتْویٰ مُطلقاً علَیٰ قَولِ الْاِمام (مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد اول) میں تحریر فرماتے ہیں:
(عربی سے ترجمہ) ''قولِ صوری، وہ ہے، جو، کسی نے صراحۃً کہا اور اُس سے نقل ہوا۔
اور قولِ ضروری، وہ قول ہے:
جسے، قائل نے صراحۃً اور خاص طور پر، نہ کہا ہو۔ مگر، وہ، کسی ایسے عُموم کے ضمن میں اس کا، قائل ہو، جس سے، ضروری طور پر، یہ حکم، برآمد ہوتا ہے کہ:
اگر، وہ، اِس خصوص میں، کلام کرتا تو، اُس کا کلام، ایسا ہی ہوتا۔
کبھی، حکمِ ضروری، حکمِ صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے۔
ایسی صورت میں، حکمِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری، راجح اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔
یہاں تک کہ:
اب، قولِ صوری پر عمل کرنا، قائل کی مخالفت، شمار ہوتا ہے۔
اور حکمِ صوری کو چھوڑ کر، حکمِ ضروری کی طرف، رُجوع کرنے کو
قائل کی موافقت، یا۔ اس کی پیروی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:
زید، نیک اور صالح انسان تھا، اِس لئے، عَمرو نے، اپنے خادموں کو، کھلے لفظوں میں صراحۃً، حکم دیا کہ: وہ، زید کی تعظیم کیا کریں۔''
اس نے، اِس حکم کا، بار بار، اِعادہ کیا۔ لیکن، اس سے پہلے
وہ، خُدّام کو، یہ حکمِ عام بھی، دے چکا تھا کہ: کسی فاسق کی تعظیم، ہرگز، نہ کریں۔''
اتفاق، ایسا ہوا کہ: زید، فاسقِ مُعلِن ہو گیا۔
اب، اگر، عَمرو کے خُدّام، اس کے مکرّر ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو، عَمرو کے، نافرمان، شمار ہوں گے۔

**اور، اگر، اس کی تعظیم، ترک کردیں گے تو، اِطاعت گذار ٹھہریں گے۔**

**ایسا ہی معاملہ، اَقوالِ ائمہ میں بھی، پایا جاتا ہے۔**

(ص ۱۰۹۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول، مترجَم۔ مطبوعہ پاک و ہند)

"ائمہٗ مذہب کے قولِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری پر عمل ہوتا ہے۔

**جس کے، درجِ ذیل، چھ اَسباب ہوتے ہیں۔**

(۱) ضرورت (۲) حَرج (۳) عُرف (۴) تعامُل (۵) کوئی اہم مصلحت، جس کی تحصیل مطلوب ہو (۶) کوئی بڑا مفسدہ، جس کا، اِزالہ، مطلوب ہو۔

**اِن اَسباب کی بنا پر، قولِ ضروری پر عمل، اِس لئے ہوتا ہے کہ:**

ضرورتوں کا اِستثنا، حَرج کا دَفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی پاسداری، جو، اپنے سے زیادہ فساد سے خالی ہوں، مَفاسِد کو، دور کرنا، عُرف کا لحاظ کرنا، اور تعامُل پر، کاربند ہونا۔

**یہ سب، ایسے قَواعدِ کُلّیہ ہیں، جو، شریعت سے معلوم ہیں۔**

**سارے اَئمہ، ان کی جانب مائل، ان کی پاسداری کے قائل اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔**

**اب، اگر، کسی مسئلہ میں، امام کا کوئی صریح حکم، موجود ہو۔**

**پھر، حکم، تبدیل کرنے والے مذکورہ اُمور میں سے کوئی ایک پیدا ہو**

**تو، ہمیں، یہ قطعی یقین ہوگا کہ:**

**اگر، یہ صورتِ حال، خود امامِ مذہب (ابوحنیفہ النُّعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ) کے زمانے میں، پیدا ہوتی تو، اُن کا قول، اس کے تقاضے کے مطابق ہوتا۔**

**ان حالات سے آنکھیں، موند کر، اس کے برعکس، وہ امام بھی، حکم، نہ دیتے۔**

**ایسی صورت میں، ان امام سے غیر منقول، قولِ ضروری پر عمل کرنا ہی، دراصل، اُن کے قول پر عمل ہے۔ اب، ان کے سابقہ، منقول اَقوالِ صریح پر جَم جانا، ان کی پَیروی، نہ کہلائے گی۔"**

(ص ۱۱۰۔ فتاویٰ رضویہ، جلد اول مترجَم۔ مطبوعہ پاک و ہند)

صدرُ الشَّریعہ، مولانا محمد امجد علی، اعظمی، رضوی (متوفی ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

**"اَحکامِ قطعیہ مَنصوصہ میں، رَدّوبدل کا، کسی کو، اِختیار نہیں۔**

جو حرام ہیں، حرام ہی، رہیں گے اور جو حلال ہیں، حلال۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ، ارشاد فرماتا ہے:

لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

اللہ کے کلمات، بدلے نہیں جاسکتے۔یہی، بڑی کامیابی ہے۔''

اورفرماتا ہے:لَامُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اس کے کلمات، کوئی بدلنے والا نہیں۔وہ، سننے، جاننے والا ہے۔''

**بعض اَحکامِ ظَنّیہ میں، مصلحت، یا۔ضرورت، یا۔عمومِ بلویٰ وغیرہاوُجوہ سے عُلماے کرام نے زِیادت ونَقص وخِلاف کاحکم دیا۔**

**اور، اس کے نظائر، کتبِ فقہ میں، کثیر ہیں کہ:**

**متقدمین نے، ایک قول پرفتویٰ دیا تھا۔اورمتأخّرین نے، اس کے خلاف پر۔''**

(ص۱۶۰۔فتاویٰ امجدیہ، جلدِ سوم۔مطبوعہ دائرۃ المَعارف الامجدیہ، قصبہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی۔۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء)

مُرُورِزمانہ سے چند اَحکام کے متبدَّل ہونے کی مثالیں، پیش کرنے کے بعد، رَقم طراز ہیں:

**''یہ کچھ نظائر، بیان میں آئے، جن میں، تبدُّلِ زمان سے، حکم، مختلف ہوگیا۔**

**اورجس نے، کلماتِ عُلما کا تَتَبُّع کیا، وہ، جانتا ہے کہ:**

**کلامِ عُلما میں، اس کی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ:**

**زمانۂ سابق میں، اور حکم تھا۔اوراب، کچھ اور۔**

**طَحطَاوِی کا، یہ جملہ ''قالُوا:**

''اَلْاَحْکَامُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَان''اِس مضمون پر، کافی روشنی، ڈالتا ہے۔

نیز، جَواہرِ اَخلاطی میں ہے:ھُوَ اِنْ کَانَ اِحْدَاثاً فَھُوَ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

وَکَمْ مِنْ شَیٍٔ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَکَان۔

مگر، اِن سب صورتوں میں، تبدیلِ اَحکام نہیں۔بلکہ، اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَات پرنظر ہے۔یا۔اِذَا ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْن فَلْیَخْتَرْاَھْوَنَھُمَا کالحاظ، ایسے اُمور کی طرف، داعی ہوتا ہے۔یا۔اِختلافِ زمانہ ومصالحِ مسلمین، ان کی مقتضی ہوتی ہیں کہ:

**یہ حالت، اگر، زمانۂ متقدم میں پائی جاتی تو، اُس وقت بھی، یہی، حکم ہوتا، جو، اَب ہے۔**

**اورمتقدمین بھی، اسی پرفتویٰ دیتے جس پر، متأخّرین نے دیا ہے۔**

**لِھٰذا، سوال کاجواب، یہ ہے کہ:**

**اَحکام، حقیقۃً، نہیں بدلتے۔ہاں!بعض اَحکام، صورۃً، متغیَّر ہوجاتے ہیں۔''الخ**

(ص۱۶۴۔فتاوی امجدیہ ،جلدِسوم۔مطبوعہ دَائرۃُ الْمَعَارفِ الامجدیہ، قصبہ گھوسی ،ضلع مئو۔ اتر پردیش،انڈیا۔۱۹۹۶ء)

یہاں، یہ بات، ذہن نشین رہنی،ضروری ہے کہ:

اَسبابِ سِتَّہ میں سے کسی سبب کے تحقُّق کی بنیاد پر،حکمِ سابق کو،تبدیل کرنے کا حق صرف، اُن فُقہا ومفتیانِ کرام کو، حاصل ہے، جو، فقہ و اِفتا کی مطلوبہ صلاحیت کے ساتھ اَقوال کی تلفیق و تحقیق وتوفیق وتطبیق اوران کے محمولات وغیرہ پر، مکمل عُبُور، رکھتے ہوں۔

قدیم مسائل،حل کرنے کے، جوقواعدوضوابِط ہیں، وہی،جدید مسائل کے لئے بھی، اَساس وبنیاد ہیں ۔اورنُصُوصِ کتاب وسُنَّت و آثار ورِوایاتِ صحابہ وتابعین و اِرشادات واَقوالِ مجتہدین وفُقہاے عِظام کا اِلتزام ،انہیں سے اِستدلال،انہیں سے اِستنباط،انہیں سے اِستخراج اورانہیں سے، ہرحال میں، اِستفادہ واِستفاضہ،اورانھیں کی روشنی میں، تحقیق،ضروری ہے۔

یہی، وہ محور ومرکز ہے جس پر ثابت قدم رہ کر، مقاصِدِ شریعت کی تحصیل و تکمیل اور مصالح ومفاداتِ اُمَّت کا، تحفظ ودِفاع ہوسکتا ہے۔

شریعتِ مُطَھَّرہ، نہ، حُرِّیَّتِ مُطْلَقَہ، نہ ہی جُمود وتَعَطُّلِ عام کی اجازت دیتی ہے۔

اس کا دامن، نہایت، وسیع ہے اوراس کے دامن سے وابستہ رہ کر ہی فلاح وکامیابی میسر آسکتی ہے۔

یہ شریعت، یُسر وسَمَاحت کو، پسند، اورحَرَج وتنگی کو، ناپسند کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ، ائمہ ٔمُجتہدین وعُلمائے اُصول نے، اُصولِ فِقہِ اسلامی کی ترتیب وتدوین کے وقت، اِس جہت سے بھی، جوضوابِط وکلِّیَات، وضع کیے، وہ، نہایت، اہم ہیں۔مثلاً:

اَلْمَشَقَّۃُ تَجْلِبُ التَّیسِیر۔اَلْاَمْرُ اِذَاضَاقَ اتَّسَعَ۔اَلضَّرَرُ یُزَالُ۔ اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیحُ الْمَحْظُوْرَات۔وغیرہ۔

حضرت ابوہریرہ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، بیان کرتے ہیں۔

نبیِ کریم ،صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:

اِنَّ الدِّین یُسْرٌ۔وَلَنْ یُشَادَّالدِّینَ اَحَدٌ اِلَّاغَلَبَہٗ۔فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْاوَبَشِّرُوْا۔

(صحیح بخاری وسُنَنِ نَسائی)

بے شک! دین، آسان ہے ۔اور جو، دین میں تشدُّد وتعمق کرے گا، اُس پر

**یہ، غالب اور سخت ہو جائے گا۔ تو، درستی و نرمی و بشارت کی راہ، اِختیار کرو۔''**

حضرت جابر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ، بیان کرتے ہیں۔

رسول اللہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

**بُعِثۡتُ بِالۡحَنِیۡفِیَّۃِ السَّمۡحَاءِ وَمَنۡ خَالَفَ سُنَّتِی فَلَیۡسَ مِنِّی۔**

(رَوَاہُ الۡخَطِیبُ فِی تَارِیخِہٖ)

**میں، باطل سے کنارہ کرنے والی نرم شریعت کے ساتھ، بھیجا گیا ہوں۔**

**جو، میرے طریقے کا خلاف کرے گا، وہ، میرے گروہ سے نہیں۔''**

ابو ہریرہ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے بیان کیا۔

رسول اللہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثۡتُمۡ مُیَسِّرِیۡنَ وَلَمۡ تُبۡعَثُوۡا مُعَسِّرِیۡنَ۔ (صحیح بخاری و مُسندِ اِمام احمد)

تم، آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو، نا کہ، دشواری میں ڈالنے والے۔''

حضرت اَنس، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے، بیان کیا۔

رسول اللہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

**یَسِّرُوۡا وَلَا تُعَسِّرُوۡا وَبَشِّرُوۡا وَلَا تُنَفِّرُوۡا۔** (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

**سہولت و آسانی کرو۔ اور دِقّت و مشقت میں، نہ ڈالو۔**

**اور بشارت و خوش خبری دو۔ اور وَحشت و نفرت میں، نہ ڈالو۔''**

اپنے بندوں پر، رحیم و کریم، خالقِ کائنات، اِرشاد فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ۔ (سورۂ حج:۷۸)

**اور تم پر، دین میں، کچھ، تنگی، نہ رکھی۔''**

مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ۔ (سورۂ مائدہ:٦)

**اللہ نہیں چاہتا کہ، تم پر، کچھ، تنگی رکھے۔''**

(ص ۱۲۱ تا ص ۱۲۸۔ **پیغامِ عمل**، مؤلّفہ: یٰس اختر مصباحی۔ طبعِ رابع ۲۰۰۸ء و طبعِ خامس ۲۰۰۹ء۔ وص ۲۲۵ تا ص ۲۲۹۔ **عرفانِ مذہب و مسلک**، مؤلّفہ: یٰس اختر مصباحی۔ مطبوعہ دارُ القلم دہلی و دارُ الاسلام، لاہور۔ ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء)

**خیر القرون کے تابعین و تبع تابعین و ائمۂ مجتہدین میں بھی، شرعی و فقہی اَحکام و مسائل کے**

اِجتہاد و اِستنباط و اِستخراج میں، اِختلافات ہوئے ہیں۔

**ائمۂ مذاہبِ اَربعہ کے اُصولِ فقہ میں، بہت سارے اِختلافات ہیں۔ اور احکام و مسائل کے بارے میں، ان کے بیان کردہ فقہی اِختلافات کا تو، کوئی شمار ہی نہیں۔**

**مُقلّد فُقہا و مفتیانِ اہلِ سُنَّت کے درمیان بھی، تحقیقِ مسائل و اَحکام میں، بہت سے اِختلافات ہوتے رہے ہیں۔ اور، یہ تسلسل، آئندہ بھی، باقی اور جاری رہے گا۔**

قارئینِ کرام! یہاں، فقہِ حنفی کی وہ اُصولی دفعات، ملاحظہ فرمائیں جو ''**عرفانِ حقائق**'' مطبوعہ دارُ القلم دہلی ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء میں، مَسطور و مذکور ہیں:

'' اپنے اپنے دَلائل و براہین کی روشنی میں کسی جدید فرعی فقہی مسئلہ میں اِختیار کردہ دو(۲) فقہی موقف میں سے، کسی ایک فقہی موقف کی قوت و ضعف اور اس کی صحت و عدمِ صحت کے بارے میں، **کوئی تجزیہ و محاکمہ، وہی فُقہا و مفتیانِ کرام کرسکتے ہیں**

**جو، فقہ و اِفتا میں، دَرک و کمال اور طویل تجربہ رکھتے ہوں۔**

**مَیں، اِس سلسلے میں، یہاں، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ:**

قواعد و ضوابطِ شرعی و اُصولِ فقہ و اِفتا اور حق و صواب و دِیانت و اِنصاف کی بات، یہ ہے کہ:

(۱) کسی جدید فرعی فقہی مسئلہ میں، ہر مستند و معتمد، صاحبِ بصیرت و مہارت فقیہ و مفتی اور جماعتِ فُقہا و مُفتیانِ کرام کا، یہ فرضِ منصبی ہے کہ:

اپنے علم و تحقیق اور اِخلاص و دیانت کے ساتھ، صحیح نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح موقف، اِختیار کرنے کی، حتی الُمَقدور کوشش کرے۔

(۲) صحیح نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح فیصلہ کرنے میں، کسی حرص و خوف سے اپنے آپ کو، مکمل آزاد رکھے۔ اور کسی خارجی دباؤ کے تحت، کسی تزلزُل و تذبذُب کا، ہرگز، شکار، نہ ہو۔

(۳) فقہی مسائل میں، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے حنفی عُلما و فُقہا و مُفتیانِ کرام کے درمیان، ہزار سال سے ہزاروں مسائل میں، اِجتہاد و اِستنباط و اِستخراج و تحقیقِ مسائل و اَحکام اور کسی ضرورت و حاجت و حرج، اور تبدیلیِ سبب و عِلّت کی وجہ سے حکمِ سابق میں تبدیلی کیے جانے کے الگ الگ، نتائج سامنے آتے رہے ہیں اور نتیجہ و موقف کا اختلاف، رُونما، ہوتا چلا آرہا ہے۔

(۴) چوں کہ، ہر دو (۲) موقف، سُنّی حنفی فُقہا و مفتیانِ کرام ہی کے اِختیار کردہ ہوتے ہیں، اِس لئے **ان میں سے جس موقف پر کوئی سُنّی حنفی مسلمان، عمل کرے**

بِلا نکیر، اس کا، یہ عمل، جائز اور صحیح ہوگا۔

(۵) اُصولِ مقرَّرہ کی روشنی میں آج کے کسی معتمد ومستند فقیہ ومفتی اور جماعتِ فُقَہا ومُفتیانِ کرام کے تحقیقِ مسئلہ، یا۔ضرورت وحاجت وغیرہ کے تحقُّق، یا۔تبدیلیِ سبب وعِلَّت کی صورت میں، کسی حکمِ سابق کی تبدیلیِ حکم میں، کوئی مانعِ شرعی وفقہی نہیں ہے۔

(۶) ضوابِطِ مقرَّرہ کے مطابق کی گئی تحقیق، یا۔تبدیلیِ حکم کی بنیاد پر کسی مُعتمد ومُستند فقیہ ومفتی اور جماعتِ فُقَہا ومفتیانِ کرام کی تجہیل وتفسیق اور بے جا تنقید وکردار کشی عِلم نہیں، بلکہ، جَہْل، بلکہ، خالص نفسانیت ہے۔

(۷) ضرورت وحاجت وغیرہ کے تحقُّق، یا۔عِلَّت کی تبدیلی کی وجہ سے مُعتمد ومستند فقیہ ومفتی اور جماعتِ فُقَہا ومُفتیانِ کرام کی طرف سے کی جانے والی، کسی تبدیلیِ حکم کی

محض، اِس بنیاد پر مخالفت کا، بازار گرم کرنا کہ:

فلاں مجتہد، یا۔فقیہ نے زمانۂ ماضی میں، جوفتویٰ، صادِر کردیا ہے

اُس میں کسی صورت میں، کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

یہ کوئی دلیل نہیں، بلکہ، عدمِ دلیل ہے۔

اور عامَّۂ مسلمین کی سادہ لوحی، ان کی ناواقفیت اوران کے جذباتِ عقیدت سے کھیلنے کی، مذموم کوشش ہے۔

(۸) عدمِ دلیل کی تائید میں، کسی مجتہد، یا۔فقیہ، یا۔کسی قدیم وجدید فقہی کتاب کا حوالہ دیتے رہنا، بالکل، دودو چار کی طرح، خود اُس مجتہد، یا۔فقیہ کے اُصول کے خلاف ہے، جس کا نام، اِس سلسلے میں، استعمال کیا جائے۔

(۹) محض، استاذی شاگردی، یا۔پیری مُریدی، یا۔محض، عقیدت کی بنیاد پر

کسی طرح کی فقہی رائے، قائم کرنے، یا۔اُن میں سے کسی شخصیت کو، فقہی دلیل بنانے کا کوئی ضابطہ، عِلمِ اُصولِ فقہ کی، کسی قدیم وجدید کتاب میں، مذکور نہیں ہے۔

اِس لئے اِس طرح کا، کوئی حربہ آزمانا، حددرجہ، بےاُصولی وبےاِعتدالی اور خالص غیر علمی وغیر فقہی تدبیر اور حقیقت سے چشم پوشی کا، نہایت افسوسناک اور عبرت ناک نمونہ ہے۔

(۱۰) فقہی حکمِ سابق کی تبدیلی کے سلسلے میں

فقہِ حنفی کے عُلمائے اُصول کا بیان کردہ ضابطہ، یہ ہے کہ:

”چھ(۶) باتیں ہیں، جن سے قولِ امام، بدل جاتا ہے۔ لِھٰذا قولِ ظاہر کے خلاف، عمل ہوتا ہے۔

وہ، چھ(۶) باتیں، یہ ہیں: (۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عُرف (۴) تعامُل (۵) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (۶) کسی فسادِ موجود، یا۔ مظنُون، بہ ظَنِّ غالب کا، اِزالہ۔

**اِن سب میں بھی، حقیقۃً، قولِ امام ہی پر، عمل ہے۔“**

(ص ۳۸۵۔ (اَجْلیٰ الْاِعْلَام) فتاویٰ رضویہ۔ جلدِ اول۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی ولاہور)

مندرجہ بالا حقائق واُصول وضوابط اور تفصیلات سے، روزِ روشن کی طرح، واضح ہوگیا کہ:

**(۱) بعض فقہی اَحکام ومسائل میں، اَحوال وظُروف اور اَسباب وعِلَل کی تبدیلی سے ان کے اَحکام میں، صورۃً، تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ اور آئندہ بھی، ہوتی رہے گی۔**

**(۲) کسی بھی مفتی وفقیہ ومجتہد، حتیٰ کہ، امامِ مذہب (ابُوحنیفۃ النُّعْمان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان) کے بیان کردہ فقہی اَحکام ومسائل میں بھی، صورۃً، تبدیلی کا عمل، جاری ہوگا۔**

**(۳) اِس سلسلے میں، کسی فقیہ ومجتہد اور کسی فقہی کتاب ورسالہ کا، کوئی، اِستثنا نہیں۔**

(۴) تحقُّقِ سبب وتبدیلیِ عِلَّت کا فیصلہ، اُصولِ مقرَّرہ وضوابطِ مسلَّمہ ہی کی روشنی میں ہوگا۔

(۵) اپنے عہد وعصر کے معتمد ومستند اور ماہر وتجربہ کار فقیہ ومفتی، یا جماعتِ فُقَہا ومفتیانِ اہلِ سُنَّت ہی کو، تبدیلی کا کوئی فیصلہ اور اس کا نفاذ کرنے کا حق اور اختیار رہے۔

**(۶) تبدیل شدہ صورتِ مسئلہ کو بھی، فقہِ حنفی کا جُز اور حصہ ہی سمجھا جائے گا۔**

(۷) فقہِ حنفی کے اُصول وکُلِّیات، اپنی جگہ، باقی رہیں گے۔

اور حکمِ ضروری میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ صرف، حکمِ صوری میں تبدیلی ہوتی رہے گی۔

(۸) اَسباب وعِلَل اور حکمِ صوری، کسی عہد وعصر میں تبدیل ہوکر، وہ صورت، اختیار کرلیں جو، مَبْنَائے حکمِ اصلی ہیں تو پھر، اس کا تبدیل شدہ حکم، اپنے اصل حکم کی طرف، راجع ہوجائے گا اور حکمِ اصلی کے مطابق ہی، فتویٰ ہوگا۔

**(۹) اُصولِ مقرَّرہ کے مطابق، جب، کوئی مستند ومعتمد فقیہ ومفتی، کسی مسئلے میں کسی تبدیلی کا فیصلہ کردے تو، اس مسئلے میں تبدیلیِ حکم کرنے والے فُقَہا وعلمائے اہلِ سنَّت (اَحناف) کے کسی حکمِ سابق، یا۔ مجتہدین وفُقَہائے متقدمین کے بیان کردہ اس مسئلہ یا۔ ان کی کسی کتاب ورسالہ کا حوالہ دے کر کوئی بحث وتمحیص کرتے رہنا صرف، اصولِ فقہ کے خلاف نہیں**

بلکہ قوَاعدِ فقہ سے بے خبری، یا۔کوئی عِنَاد ومخاصمت، اور محض نفسانیت ہے۔

(۱۰) تبدیلیِ حکم کرنے والے مستند ومعتمد فقیہ ومفتی، یا۔جماعتِ فُقَہا ومفتیانِ کرام کے خلاف طَعْن وتَشنیع اور انھیں، بُرا کہنا، ہرگز، جائز نہیں۔

(۱۱) اُصولِ فقہ میں کہیں، ایسی کوئی شرط وقید، نہیں کہ:

تبدیلیِ حکم کرنے والا مستند ومعتمد فقیہ ومفتی، عہدِ ماضی کے اُس فقیہ ومفتی سے علم وفضل میں مساوِی اور تفقُّہ میں ہم پلّہ، یا۔اُس سے بڑا فقیہ ومفتی ہو

جس کے بیان کردہ فقہی حکم وفتویٰ میں تبدیلی کی گئی ہے۔

(۱۲) شریعتِ مطہَّرہ کی جامعیت اور زندگی وتازگی وشادابی کا تقاضا ہی یہی ہے کہ وہ، ہر عہد وعصر کے حالات وتغیُّرات میں، کامل رہنمائی کرتی رہے۔

چودھویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت امام ومجدِّدِ اہلِ سُنَّت، ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا حنفی، قادری برکاتی، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، مُتَّحِدہ ہندوستان کے ایسے عظیم وجلیل فقیہ ومفتی ہیں کہ:

(۱) مُتَّحِدہ ہندوستان کی تاریخِ فقہِ اسلامی میں، دور دور تک، کوئی ایسا فقیہ ومفتی، نظر نہیں آتا جس کی طرف، شرعی وفقہی سوالات کے حل کے لئے

بحیثیتِ فقیہ ومفتی، اتنا ہمہ گیر وہمہ جہت رُجوعِ عُلما ومشائخ وخواص وعوام، رہا ہو۔

(۲) آپ کے علاوہ، کسی بڑے سے بڑے ہندوستانی فقیہ ومفتی کا

اِنفرادی طور سے بارہ (۱۲) ضخیم جلدوں پر مشتمل، کوئی مجموعۂ فتاویٰ، موجود ومطبوع نہیں۔

(۳) ہزاروں ہزار فتاویٰ پر مشتمل ''فتاویٰ رضویہ'' میں، درجنوں نہیں، بلکہ، سیکڑوں اَحکام ومسائل، ایسے ملیں گے، جن کا تعلق، حالاتِ زمانہ، عُرف وعادت اور اَسباب وعِلَل سے ہے۔

(۴) فتاویٰ رضویہ کے بیشتر فتاویٰ، چودھویں صدی ہجری کے نصفِ اوَّل

(بیسویں صدی عیسوی کے رُبعِ اوَّل) کے ہیں۔

(۵) یہی، وہ، دَور ہے، جب، تیزی کے ساتھ، دنیا بھر میں تحریکات وتغیُّرات واِنقلابات کا ظُہور وشُیوع ہوا۔جن کا سلسلہ، مزید تیز رفتاری کے ساتھ، آج بھی جاری ہے۔

اور اِکیسویں صدی عیسوی کی دنیا میں، نہایت برق رفتاری کے ساتھ

ہمہ جہت تغیُّرات واِنقلابات، رونما ہوتے چلے جارہے ہیں۔

(۶) فتاویٰ رضویہ (بزبانِ اردو) ہی، ہمارے سامنے، وہ مجموعۂ فتاویٰ ہے

جو، ہمارا معتمد ترین فقہی مَرجع وماخذ اور ہر سُنّی دارُالافتا کی زینت ہے۔

(۷) جُملہ قدیم عربی وفارسی کتب ورسائلِ فقہِ حنفی کے ساتھ، اردو زبان میں، **فتاویٰ رضویہ فتاویٰ اَمجدیہ، بہارِ شریعت، فتاویٰ مصطفویہ، فتاویٰ صدرُ الافاضل، فتاویٰ ملک العُلما** وغیرہ کے اُن فتاویٰ میں بھی، اُصولِ مقرَّرہ وضوابطِ مسلَّمہ کے تحت، صورۃً، تبدیلی ہوگی اور ہوتی رہے گی جن کا **تعلق، اَسباب وعِلَل واَحوالِ زمان ومکان وعُرف وعاداتِ بلا دوامصار سے ہے۔**

**(۸) حسبِ ضابطۂ علمِ اُصولِ فقہ** (بیان شدہ، در **فتاویٰ رضویہ**، جلد اول)

ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا **حکمِ ضروری**، یہ ہے کہ:

**میرے فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) میں بھی، فُقہا ومفتیانِ متأخِّرین**

**حسبِ اُصولِ مقرَّرہ، صورۃً، تبدیلیِ حکم کرتے رہیں گے۔**

**(۹) فتاویٰ، جس وقت لکھے گئے، اُس وقت کا حکمِ شرعی، وہی ہے**

**جو، فتاویٰ رضویہ میں مسطور ومذکور ہے۔**

**(۱۰) بعد کے کسی دَور میں، اُصولِ مقرَّرہ کی روشنی میں حکم کی کوئی تبدیلی، فُقہا ومفتیانِ اہلِ سُنَّت نے کی، یا۔ آئندہ کریں تو، اسے ہی، امام احمد رضا کا فتویٰ اور فقہِ حنفی کا حصہ، اور فقہی جُزئیہ سمجھا جائے گا۔**

**(۱۱) اَسبابِ سِتّہ میں سے کسی سبب کے تحقُّق، یا۔ تبدیلیِ عِلَّت کی وجہ سے**

**کسی فقہی حکمِ سابق میں، دَورِ مابعد کے عُلما ومفتیانِ اہلِ سُنَّت**

**جب بھی، کسی تبدیلیِ حکم کا فیصلہ کریں، اُن کا فیصلہ، فتاویٰ رضویہ سے، اِختلاف نہیں بلکہ اِتفاق اور اس کے اُصول کے عین مطابق ہے۔**

(ص ۱۳۸ تا ۱۴۳۔ "عرفانِ حقائق"۔ بقلم: یٰس اختر مصباحی۔ دارُالقلم دہلی۔ ربیعُ النُّور ۱۴۳۶ھ / جنوری ۲۰۱۵ء)

کسی فرعی فِقہی مسئلہ میں، فُقہا ومفتیانِ کرام کے اِختلاف، یا۔ کسی سبب وعِلَّت کی تبدیلی سے **تبدیلیِ حکم کی بِنا پر، طَعن وتشنیع اور برا کہنا، کسی کے لئے ہرگز، جائز نہیں۔ مثلاً:**

کسی فرض وواجب اور ملحق بواجب نماز کا وقت، کسی چلتی ٹرین میں آیا اور اس کا وقت، جاتا ہوا دیکھے تو، جیسے بھی ہو، اُسے پڑھ لے اور بعد میں اس کا اِعادہ کرلے۔

**فتاویٰ رضویہ میں، اس کا صریح فقہی جُزئیہ موجود ہے۔**

**جب کہ، اب، درجنوں مستند ومُعتمد عُلما وفُقہا ومُفتیانِ اہلِ سُنَّت**

**اس کے جواز، بلا اِعادہ کے، قائل ہیں۔**

یہ ایک فرعی فقہی مسئلہ ہے اور مستند ومعتمد عُلما وفُقہا ومفتیانِ اہلِ سنَّت وجماعت کے **ایک بڑے طبقے نے، اپنی تحقیق کے بعد، فیصلۂ جواز کیا اور فتویٰ، جاری کیا ہے۔**

**جو، فتاویٰ رضویہ سے کوئی فقہی اِختلاف نہیں۔**

بلکہ، ایک طویل مدت کے بعد، اَسباب وحالات، بدل جانے کی وجہ سے، تبدیلیِ حکم ہے۔
اِس لئے، صرف تبدیلیِ اَسباب وعِلَل کے تحقُّق، یا۔ عدمِ تحقُّق پر، بحث وگفتگو ہوسکتی ہے۔

**اور جوازمع اِعادہ وبلا اِعادہ، ہردوموقف میں سے کوئی ایک موقف اختیار کرنے کی مکمل فِقہی گنجائش، موجود ہے۔**

**ایسی صورت میں، اب، اگر، کوئی شخص، اس تحقیق وفیصلۂ جواز کی بنیاد پر، زبانی، یا تحریری طور سے یہ کہے۔ یا۔ لکھے، یا۔ کسی طرح، مندرجہ ذیل باتوں کی تائید وتصدیق کرے کہ:**

**نماز بلا اِعادہ کے جواز کا فیصلہ کرنے والے عُلما وَ مفتیانِ کرام**

**(۱) اَحکامِ شرع سے، نابلد ہیں۔**

**(۲) اِس فیصلہ اور فتویٰ سے، رُجوع اور توبہ کریں۔**

**(۳) ناقابلِ اِمامت ہیں۔ جب تک کہ، توبہ ورُجوع، نہ کرلیں۔**

**تو، ظاہر ہے کہ، ہمارے باشعور قارئین، بڑی آسانی کے ساتھ، یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ:**

**ایسا سوچنے سمجھنے کی بنیاد، قِلّتِ علم وعقل ہے۔**

**یا پھر، ایسا کہنے لکھنے کی عِلّت، محض نفسانیت ہے۔**

تقریباً ۱۹۵۰ء کی دہائی میں، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اِقتدا کا مسئلہ، جب، زیر بحث آیا
**تو حضور مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اِقتدا کے عدمِ جواز کا فتویٰ دیا۔**

**اور، اکثر عُلمائے اہلِ سُنَّت نے، اسی فتویٰ اور موقف کی تائید کی۔**

جب کہ، خود، مرکزِ اہلِ سُنَّت (بریلی شریف) سے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے سلسلے میں، انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ آخر میں ہی، اختلافِ موقف وفتویٰ کا آغاز

**اِس طرح ہوا کہ:**

خلیفۂ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مفتی سید افضل حسین، مونگیری، صدرُ المدرسین وصدر مفتی دارُ العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف اور خلیفۂ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا مفتی محمد جہاں گیرخاں اعظمی، رضوی، نائب صدر مدرس ونائب مفتیِ دارُ العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف نے جوازِ اِقتدا کا فتویٰ دے کر، اختلافِ موقف وفتویٰ کا آغاز کیا۔ جو درحقیقت، تحقیق وتفقُّہ کا، اختلاف ہے۔
اور مبلِّغِ اسلام، حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی ومفتیِ آگرہ، حضرت مولانا مفتی

عبد الحفیظ حقانی، خطیب و امام شاہی مسجد آگرہ و حضرت مولانا نورُ اللہ نعیمی، بصیر پوری (پنجاب)
جیسے بعض معروف عُلما و مفتیانِ کرام نے بھی، جوازِ اقتدا کا فتویٰ دیا۔

**اگر، اسے اختلاف کہیں تو، اختلافِ محمود ہے**

**اور اگر، اسے آغاز کہیں تو، آغازِ مستحسن ہے۔**

**اور، ان دونوں کا، سہرا، بریلی شریف ہی کے سَر سجتا ہے۔**

**جسے، اِس اختلاف و آغاز میں، اوّل و اَقدم حیثیت، حاصل ہے۔**

**کسی تبدیلیِ حکم کے سلسلے میں بحث**

**صرف، اِس جہت سے ہوسکتی ہے اور ہونی چاہیے کہ:**

**مذکورہ اسباب میں سے کسی کا تحقُّق، ہوا ہے، یا نہیں؟**

**اور تبدیلی کے فیصلہ کی دلیل، قوی ہے، یا نہیں؟**

**اِس اُصول و ضابطہ اور طرز و طریقہ کو پسِ پشت ڈال کر**
**خواہ مخواہ کی بحث، بیان بازی، شور و غوغا، اِلزام تراشی و بُہتان طرازی**
**اور ذاتیات کو، نشانہ بنانے کا، نارَوا طریقہ اپنانے والا شخص، قطعاً اور یقیناً**
**نہ فقیہ ہے، نہ مفتی اور نہ خداترس عالِمِ دین۔ کیوں کہ، جو عُلماے دین**
**ہوتے ہیں، اُن کا وصفِ خاص ہی ہوتا ہے: خوفِ خداوندی اور خَشِیَّتِ رَبّانی۔**

ہر فقیہ و مفتی کا شرعی و فقہی و اخلاقی فریضہ ہے کہ:

ہر حال میں اُسے صرف رضاے الٰہی، مطلوب ہو اور اخلاص و دیانت و تحقیق و تفحُّص
اور تدبُّر و تفکر کے ساتھ ہی، کوئی حکم اور مسئلہ، بیان کرے۔

کسی بھی مسئلے میں کسی اصول و ضابطۂ شرعی و فقہی کو نظر انداز نہ ہونے دے۔

نہ ہی اپنے پرائے کا کوئی امتیاز کر کے، کسی نفسانیت اور محابت غیر شرعی کا اِرتکاب کرے۔

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، وہ سارے فقہاے اسلام و مفتیانِ کرام
جن کی تحقیقاتِ فقہی پر، موجودہ عُلماے اہلِ سنّت و جماعت کی اپنی تحقیقات کا اِرتکاز ہے
اُن میں چودھویں صدی ہجری کے جس مستند ترین فقیہِ اجل و مفتیِ اَنام و مرجعِ عُلما
و مشائخِ عِظام کا اسمِ گرامی، سرِ فہرست ہے، وہ ہے:

فقیہِ اسلام، ابوحنیفہ ٔ ہند، مجدّدِ ملّت، امامِ اہلِ سنّت، مولانا الشّاہ امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

جن کی ذاتِ گرامی، علم وفضل، تبحّر وتفقّہ، اخلاص ودیانت، زُہد وتقویٰ
اورخوف وخَشِیَّتِ ربّانی کے ساتھ
ایک بے مثال نمونۂ طلبِ رضائے الٰہی وعشق واِتّباعِ رسالت پناہی ہے۔
فَجَزَاہُ اللّٰہُ عَنِ الاسلامِ وَالمُسلمین وَ رَحِمَہٗ وَ جَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ۔ آمِین۔

# فتاویٰ رضویہ سے اتفاق واختلاف

قارئینِ کرام، مندرجہ ذیل، دوحقائق واصولِ فقہ، اچھی طرح سمجھ لیں
تو، انھیں بعض احکام ومسائلِ فقہ اوران کے متعلقات پرغور وفکر کر کے
صحیح نتیجے تک پہنچنے میں، کافی مدد ملے گی:

(ا) مجتہدینِ کرام، کسی غیر مَنصوص اورظَنّی اَمر میں اپنے علم وتحقیق اور تفقُّہ وتدبُّر کے مطابق، کسی نتیجے تک پہنچ کرکوئی حکمِ شرعی، واضح کریں
اوران کا اَخذ کردہ نتیجہ اور بیان کردہ مسئلہ
اگر، صحیح ہے تو وہ حضرات، دواَجر کے مستحق ہوں گے۔
ورنہ ایک اَجر کے بہرحال، وہ، مستحق ہوں گے۔
اِسی طرح، آج کے فُقہا ومفتیانِ اسلام، کسی حادِث وجدید مسئلے میں
اپنے علم وتحقیق اور تفقُّہ وتدبُّر کے مطابق، کوئی حکمِ شرعی، واضح کریں
تو مجتہدینِ کرام کے دینی وعلمی وارِث ونائب ہونے کی حیثیت سے دو، یا ایک اَجر کے مستحق، یہ حضرات بھی ہوں گے۔اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تبارَكَ وَتَعالیٰ۔
مُعتمد ومُستند فُقہاے کرام ومفتیانِ عِظام اپنے علم وعقل، فکر وشعور اور تجربہ ومشاہدہ کی روشنی میں کسی جدید مسئلہ کا جوبھی شرعی حل، پیش کریں اورشرعی مسئلہ بیان فرمائیں، اُن میں، وہ، ہرحال میں، مستحقِ اَجروثواب ہوں گے۔اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔
اَخذ کردہ نتائج اور بیان کردہ مسائل میں، جوبھی اختلاف ہو
مگر، ہر مُعتَمَد ومُستَنَد فقیہ ومفتی، چوں کہ اپنی نیت میں مخلص ہے
اوراس نے صحیح نتیجے تک پہنچنے کے لئے اپنی بھرپور ذہنی وفکری وعِلمی وفِقہی

صلاحیت اور توانائی صَرف کی ہے
اِس لئے وہ، بارگاہِ الٰہی میں اَجر وثواب سے نوازا جائے گا۔
**اور ایسے کسی بھی مستند و معتمد فقیہ و مفتی پر، انگشت نمائی کرنے والا**
**اور اُسے طَعن و تشنیع کے ساتھ، یاد کرنے والا شخص**
اپنی حرکت و اہانت کے انجام کو پہنچے گا اور کَل، بروزِ قیامت اُسے اِس کی عبرت ناک سزا بھی ملے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعَالیٰ۔
(۲) مجتہدینِ کرام نے ہماری سہولت وآسانی کے لئے ہزاروں لاکھوں احکامِ شرع اپنے اپنے دَور میں، پورے اِخلاص و تحقیق کے ساتھ، واضح کر دیے ہیں۔
اِن احکام و مسائل میں، بعض وہ، ہیں
جن کا تعلق، اَحوال وظُروف وتغیُّراتِ زمان ومکان
اور بالفاظِ دیگر، اُن اَسبابِ سِتَّہ سے ہے، جن کا ذِکر، آگے آرہا ہے۔
کبھی، کسی ضرورت وحاجت وغیرہ (اَسبابِ سِتَّہ میں سے، کسی سبب کے تحقُّق) کے تحت اور کبھی کسی عِلَّت کے بدل جانے سے ظاہری طور پر
**بعض احکام و مسائل، بدل جاتے ہیں۔**
**اور مُعتَمد و مُستَنَد عُلما و فُقہا و مفتیانِ کرام، ہر دَور میں**
**اِن تبدیل شدہ احکام و مسائل کو واضح اور بیان کرتے چلے آرہے ہیں۔**
صدیوں سے یہی معمول چلا آرہا ہے۔ اور آج بھی اسی کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ آئندہ بھی، اِسی طرح ہوتا رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعَالیٰ۔
**کسی مسلمان کے لئے ہرگز، یہ رَوا نہیں کہ:**
**وہ، اِس عملِ خیر کو کسی بھی شکل میں نشانہ بنائے۔**
اور اگر، خدانخواستہ، کوئی شخص، ایسا کچھ کرے گا تو اپنی جہالت، یا کسی نفسانیت

کے تحت، وہ خود، اپنا نامۂ اعمال، سیاہ کرے گا۔ جس سے اللہ کی پناہ!

ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

........جہاں، اِختلافاتِ فرعیہ ہوں، جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وَغیرھُما **فِرَقِ اہلِ سُنَّت میں، وہاں، ہرگز، ایک دوسرے کو بُرا کہنا، جائز نہیں۔ اور فحش دُشنام، جس سے، دِہن، آلودہ ہو، کسی کو بھی نہ چاہیے۔"**

(اَلْمَلْفُوظ، حصہ اول۔ مؤلَّفہ مفتیِ اعظم، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی۔ مطبوعہ بریلی ومیرٹھ وبمبئ وغیرہ)

**یہ شدید تنبیہ وہدایت، عام ہے۔ جس کے مطابق، عہدِ ماضی کے کسی بھی مجتہد کے اجتہاد یا۔ عہدِ حاضر کے کسی بھی معتمد ومستند فقیہ ومفتی کے اِستنباط واِستخراج، یا۔ تحقیق پر، یا اس اِستنباط واِستخراج یا تحقیق کی وجہ سے اس کی دینی وعلمی واخلاقی حیثیت کو مَطعون ومجروح کرنا، اور اسے بُرا کہنا، ہرگز جائز نہیں۔ تنبیہ وہدایت کے لئے مندرجہ ذیل "تحقیقات وارشاداتِ رضویہ" بھی قارئینِ کرام، غور سے پڑھیں**

جو، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کے رسالہ "اَجْلَی الْاِعْلام اَنَّ الْفَتْویٰ مُطلقاً عَلٰی قَولِ الْاِمام" (مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول) **سے یہاں، منقول ہیں:**

(عربی سے ترجمہ) قول، دو قسم کے ہیں: صوری اور ضروری۔

قولِ صوری، وہ ہے، جو کسی نے صراحۃً کہا اور اُس سے نقل ہوا۔

اور قولِ ضروری، وہ ہے، جسے قائل نے صراحۃً اور خاص طور پر، نہ کہا ہو۔ مگر وہ، کسی ایسے عُموم کے ضِمن میں اُس کا قائل ہو، جس سے ضروری طور پر یہ حکم برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ، اس خصوص میں کلام کرتا تو اُس کا کلام، ایسا ہی ہوتا۔ کبھی، حکمِ ضروری، حکمِ صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے۔

ایسی صورت میں حکمِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری، اَرجح اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اب، قولِ صوری پر عمل کرنا، قائل کی مخالفت، شمار ہوتا ہے۔

اور حکمِ صوری کو چھوڑ کر، حکمِ ضروری کی طرف، رُجوع کو، قائل کی موافقت

یا۔اس کی پیروی کہا جاتا ہے۔مثلاً:

زید، نیک اور صالح انسان تھا، اِس لئے عَمر و نے خادموں کو کھلے لفظوں میں صراحۃً، حکم دیا کہ:

وہ، زید کی تعظیم کیا کریں۔'' اُس نے اِس حکم کا، بار بار اِعادہ کیا۔

لیکن، اِس سے پہلے، وہ، خُدّام کو، یہ حکمِ عام بھی دے چکا تھا کہ:

**کسی فاسق کی تعظیم، نہ کریں۔''**

**اتفاق ایسا ہوا کہ زید، فاسق ہو گیا۔**

اب، اگر عَمر و کے خُدّام، اُس کے مکرّر و ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے **زید کی تعظیم کریں، تو عَمر و کے نافرمان، شمار ہوں گے۔**

**اور اگر، اُس کی تعظیم، ترک کر دیں گے، تو اِطاعت گذار ٹھہریں گے۔**

**ایسا ہی معاملہ، اَقوالِ ائمہ میں بھی پایا جاتا ہے''**

**.............''ائمہ ٔ مذہب کے قولِ صوری کے خلاف حکمِ ضروری پر عمل ہوتا ہے، جس کے چھ (٦) اسباب ہوتے ہیں:**

(١) ضرورت (٢) حَرج (٣) عُرف (٤) تعامُل (٥) کوئی اہم مصلحت جس کی تحصیل، مطلوب ہو (٦) کوئی بڑا مفسدہ، جس کا اِزالہ، مقصود ہو۔

**اِن اَسباب کی بِنا پر، قولِ ضروری پر عمل، اِس لئے ہوتا ہے کہ:**

ضرورتوں کا اِستثنا، حَرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی پاس داری جو، اپنے سے زیادہ فساد سے خالی ہوں۔

مفاسد کو دور کرنا، عُرف کا لحاظ کرنا، اور تعامُل پر، کاربند ہونا

یہ سب، ایسے قواعدِ کلّیہ ہیں جو، شریعت سے معلوم ہیں۔

سارے ائمہ، اِن کی جانب مائل، اِن کی پاسداری کے قائل

اور اِن پر، اعتماد کرتے ہیں۔

**اب اگر، کسی مسئلے میں، امامِ مذہب کا کوئی صریح حکم، موجود ہو**
**اور حکم، تبدیل کرنے والے مذکورہ اُمور میں سے کوئی ایک پیدا ہو**
**تو ہمیں، یہ قطعی یقین ہوگا کہ:**

**اگر، یہ صورتِ حال، خود امامِ مذہب کے زمانے میں پیدا ہوتی**
**تو اُن کا قول، اُس کے تقاضے کے مطابق ہوتا۔**
**اِن حالات سے آنکھیں موند کر، اُس کے بر عکس، وہ بھی حکم نہ دیتے۔**
**ایسی صورت میں، اُن سے غیر منقول، قولِ ضروری پر عمل کرنا ہی**
**دراصل، اُن کے قول پر عمل ہے۔**
**اب اُن کے سابقہ منقول، اَقوالِ صریح پر جَم جانا**
**اُن کی پَیروی، نہ کہلائے گی۔"**

(رسالہ "**اَجْلَیٰ الْاِعْلام اَنَّ الفتویٰ مُطلقاً عَلٰی قَولِ الْاِمام**"

مشمولہ در آغازِ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی و لاہور)

**مندرجہ ذیل "تحقیقات و اِفاداتِ اَمجدیہ" بھی، قارئین کرام، بغور، ملاحظہ فرمائیں:**

**"بعض اَحکامِ ظنّیہ میں مصلحت، یا۔ ضرورت، یا۔ عُمومِ بلویٰ وغیرہا، وُجوہ سے**
**عُلمائے کرام نے زِیادت و نُقص و خلاف کا حکم دیا ہے۔ اور اِس کے نظائر، کتبِ فقہ میں کثیر ہیں کہ:**
**متقدمین نے ایک قول پر فتویٰ دیا تھا اور متاخرین نے اُس کے خلاف پر۔"**

(ص ۱۶۰۔ **فتاویٰ امجدیہ**، جلدِ سوم۔ بقلم صدرُ الشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی۔

مطبوعہ **دَائِرَۃُ الْمَعَارِفِ الْاَمْجَدِیَّہ**۔ قصبہ گھوسی۔ ضلع مئو۔ اتر پردیش۔ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء)

.........یہ کچھ نظائر، بیان میں آئے، جن میں تبدیلِ زمان سے حکم، مختلف ہوگیا۔ اور جس نے کلماتِ عُلما کا تتبع کیا، وہ، جانتا ہے کہ کلامِ عُلما میں اِس کی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ کسی زمانۂ سابق میں اور حکم تھا اور اب کچھ اور۔

طحطاوی کا، یہ جملہ ۔قَالُوا: اَلْاَحْکَامُ تَخْتَلِفُ بِاِخْتِلافِ الزَّمان ، اِس مضمون پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔

**نیز جَواھِرِ اَخلاطی میں ہے: ھُوَاِنْ کَانَ اِحْدَاثاً فَھُوَ بِدعۃٌ حَسَنَۃٌ۔**

**وَکَمْ مِنْ شَیءٍ یَخْتلِفُ بِاِختلافِ الزَّمانِ والْمَکان۔**

مگر، ان سب صورتوں میں تبدیلِ اَحکام نہیں، بلکہ: اَلضُّرُورَاتُ ،تُبِیحُ الْمَحْذُوْرَات پر نظر ہے۔

**یا۔اِذَا ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَین فَلْیَخْتَرْ اَھْوَنَھُمَا کا لحاظ، ایسے اُمور کی طرف داعی ہوتا ہے۔**

**یا۔ اختلافِ زمانہ و مصالحِ مسلمین، ان کی مقتضی ہوتی ہیں کہ:**

یہ حالت، اگر زمانۂ متقدم میں پائی جاتی تو، اُس وقت یہی حکم ہوتا، جو، اَب ہے۔

اور متقدمین بھی، اسی پر فتویٰ دیتے، جس پر متاخرین نے دیا ہے۔

لِھٰذا۔ سوال کا جواب، یہ ہے کہ اَحکام، حقیقۃً نہیں بدلتے۔

ہاں! بعض اَحکام، صورۃً متغیّر ہو جاتے ہیں۔'' الخ۔

(ص ۱۶۴۔فتاویٰ امجدیہ، جلدِ سوم۔مطبوعہ دائِرَۃُ الْمَعارفِ الْاَمجدیه)

مَفْقُودُ الْخَبَر شوہر کی بیوی کے بارے میں، فقہِ حنفی کے جمہور ائمۂ کرام وفُقہائے عِظام کا

فتویٰ، اِمامِ اعظم ابوحنیفۃ النُّعمان سے، ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ تک، یہی رہا ہے کہ:

شوہر کے مَفْقُودُالْخَبَر ، یعنی غائب اور لاپتہ ہو جانے کے بعد

عادۃً ، اُس کی موت، مَظْنُون ہو۔یا۔اُس کی ولادت سے سَتَّر (۷۰) سال گذر جائیں

**اور اس شوہر کا کچھ بھی سُراغ، نہ لگ سکے کہ، وہ، زندہ ہے، یا۔مرچکا ہے۔**

**ایسے حالات میں قاضی، اُس کی بیوی کے اِستغاثہ کی صورت میں**

اُس گم شدہ اور لاپتہ شوہر کی تلاش وجستجو کی کارروائی اور متعینہ مدتِ وفات کی تکمیل کے بعد

**اُس کی موت کا حکم، صادر کرے گا۔**

**اور زَنِ مَفْقُودُالْخَبَر ، چار ماہ، دس دن کی عِدتِ وفات گذار کر**

**اگر چاہے تو، دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔**

**جب کہ، فقہِ مالکی میں، ایسے مَفقودُ الْخَبر شوہر کے انتظار کی مدت، محض چار سال ہے۔**

مَـعْـدُومَۃُ الـنَّـفـقـہ بیوی کے بارے میں، فقہِ حنفی کے جمہور ائمۂ کرام وفُقہائے عِظام کا

**صدیوں تک، یہی فتویٰ رہا ہے کہ:**

**جو بیوی اپنے شوہر کی طرف سے نَفقہ پانے سے محروم ہو**

خواہ، اس کے شوہر کی غُربت واِفلاس کی وجہ سے، خواہ، اُس کے لا پتہ ہو جانے کی وجہ سے

وہ، مَعْدُومَۃُ النَّفقہ (نان ونَفقہ سے محروم) ہو

ہر دو صورت میں، اُس کی موت، یا طلاق کے بعد ہی، میاں بیوی کے درمیان، تفریق ہو سکتی ہے۔

**فقہِ شافعی میں، غَیْبَتْ (شوہر کے لا پتہ ہونے سے)**

**یا۔ عُسْرَتْ (شوہر کی طرف سے نان ونفقہ نہ ملنے سے)**

**دونوں صورت میں بیوی کی طرف سے، قاضی کے یہاں**

**اِستغاثہ ومطالبۂ تفریق ہونے پر، بعدِ ثبوتِ صحتِ دعویٰ**

**قاضی، ان دونوں (زن وشوہر) کے درمیان، تفریق کر دے گا۔**

**سیدی ومُرشدی، مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی**

وبُرہانِ مِلَّت، مولانا مفتی محمد عبدالباقی بُرہان الحق، رضوی، جبل پوری

اور دیگر اکابر عُلما وفُقہا ومفتیانِ اہلِ سُنَّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن نے

**زوجۂ مَفقودُ الْخَبر اور مَعْدُومَۃُ النَّفقۃ کے بارے میں**

کافی غور وخوض وتبادلۂ خیال وبحث وتمحیص کے بعد، جو فیصلہ فرمایا، اُس کا خلاصہ، یہ ہے:

(۱) ضرورت ومصلحت کے تحت، مَفْقُودُالْخَبر شوہر کے بارے میں

حنفی قاضی بھی، اپنی صواب دید پر، فقہِ مالکی کے مطابق، زَوجَین کے درمیان، تفریق کر سکتا ہے۔

(۲) ضرورت ومصلحت کے تحت، بعدِ صحتِ ثبوتِ دعویٰ

مَعْدُومَۃُ النَّفقہ کے فسخِ نکاح وتفریق کا حکم، فقہِ شافعی کے مطابق

حنفی قاضی بھی، اپنی صواب دید پر، دے سکتا ہے۔

اِسی بات کو، سراجُ الفُقہا، مفتی نظام الدین رضوی مصباحی نے، اِس طرح، تحریر فرمایا ہے:

**..........''حضور مفتیِ اعظمِ ہند اور دوسرے اکابر فقہاے اہلِ سُنَّت نے**

**کم از کم، دو مسائل میں، فقہِ حنفی اور فتاویٰ رضویہ سے عُدول کیا ہے:**

**ایک، مَعدومۃُ النَّفقۃ اور دوسرا، زوجہ ٔ مَفقُودُ الْخَبر۔**

پہلے مسئلے میں، مذہبِ شافعی پر، اور دوسرے مسئلے میں مذہبِ مالکی، پر فیصلے و عمل کی اجازت دی ہے۔

**اور اس کے بہت بعد، ہمارے موجودہ اکابر نے بھی**

متعدد مسائل میں فتاویٰ رضویہ سے عُدول کر کے، دوسرا فیصلہ، صادر کیا ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۷۶۔ **مجلسِ شرعی کے فیصلے**، جلدِ اول۔ مجلسِ شرعی مبارک پور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء)

(تحقیق و تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: **مجلسِ شرعی کے فیصلے**، جلدِ اول

مطبوعہ **مجلسِ شرعی**، اشرفیہ، مبارک پور۔ طبعِ اول ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء)

**اب، مذکورہ دونوں نئے فیصلوں کے بارے میں**

**کوئی شخص، یہ حَرف گیری اور رائے زنی کرے کہ:**

**فقہِ حنفی کا وہ فیصلہ، جس کے مطابق**

**امامِ اعظم ابوحنیفہ، اُن کے تلامذہ ٔ مجتہدین اور ان کے بعد کے مجتہدین**

**وعُلما و فُقہاے اَحناف کا، تقریباً بارہ سو (۱۲۰۰) سال تک، فتویٰ و عمل رہا**

**اس سے اختلاف و انحراف کرتے ہوئے چودہویں صدی ہجری کے عُلما**

**وفُقہا و مفتیانِ اَحناف نے، بالکل نیا فتویٰ، صادر کیا**

**اور امامِ اعظم، ابوحنیفہ سے، ابوحنیفہ ٔ ہند، امام احمد رضا تک**

**جو فقہی حکم، مُتَّفَق عَلَیْہِ و اِجماعی مسئلہ اور فتویٰ تھا، اُسے بدل کر رکھ دیا**

**اور مَعدومۃُ النَّفقہ کے مسئلے میں، مذہب شافعی**

اور مَفقودُ الْخَبر کے مسئلے میں، مذہبِ مالکی کی طرف، عُدول کیا۔

یہ ان دونوں احکام ومسائل میں، فقہِ حنفی سے اختلاف وانحراف ہے۔"

ایسی تنقید وتبصرہ اور طعن وتشنیع کرنے والا مولوی، فقہ وافتا سے قطعاً، نابلد ہے

اور اُسے اتنی واضح ومعروف بات بھی، نہیں معلوم کہ:

فقہِ حنفی کے کسی حکمِ سابق میں، دَورِ مَا بعد کے مَستند عُلما وفُقہاے اَحناف

کسی سبب وعِلّت کی تبدیلی کی وجہ سے کوئی تبدیلیِ حکم کریں

تو اس تبدیل شدہ حکم اور مسئلہ کو بھی، فقہِ حنفی کا جُزو اور اسی کا حصہ مانا جائے گا۔

سراجُ الفُقہا، مفتی محمد نظام الدین، رضوی برکاتی، مصباحی

اپنی ایک نہایت اہم فقہی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ ہے مذہبِ حنفی، جسے اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان نے

اپنے متعدد فتاویٰ میں، بیان فرمایا ہے۔ مثلاً: ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"اور ہمارے مذہب میں عورت پر، انتظار، فرض ہے۔

یہاں تک کہ شوہر کی عمر سے (اس کے وقتِ پیدائش سے) سَتّر (۷۰) برس گذر جائیں۔

اگر، پچاس (۵۰) برس کی عمر میں مفقود ہوا ہے تو، بیس (۲۰) برس، انتظار کرے۔

اور ساٹھ (۶۰) برس کی عمر میں (مفقود ہوا ہے) تو، دس (۱۰) برس کے بعد، اس کی موت کا حکم دیا جائے۔

اور عورت، چار ماہ، دس دن، عِدّت کرے۔ پھر، دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

یہی مذہب، امام شافعی کا ہے۔ اسی طرف انھوں نے رُجوع فرمایا۔

یہی قول، امام احمد کا ہے۔ اور دوسرا قول، مثلِ امام مالک ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡھُمۡ اَجۡمَعِیۡن۔"

(ص ۳۱۸۔ فتاویٰ رضویہ، کتابُ الْمَفْقُود۔ جلدِ ششم۔ سُنّی دارُالاشاعت، مبارک پور)

ایک دوسرے فتویٰ میں، رقم طراز ہیں:

**”مذہبِ ائمۂ حنفیہ وجمہور ائمۂ کرام میں، زَنِ مفقود پر، انتظار، فرض ہے۔**

یہاں تک کہ اتنا زمانہ گذر جائے کہ عادۃً، موتِ مفقود (لا پتہ شوہر کی موت) مَظنُون ہو اور اس کی تقدیر مفتیٰ بہ مویّد بحدیثِ صحیح، یہ ہے کہ:

**روزِ ولادتِ مفقود سے، ستر (۷۰) سال گذر جائیں۔**

**امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ، بھی، دربارۂ مالِ مفقود، یہی حکم دیتے ہیں مگر، دربارۂ زَن، خلاف کرتے ہیں۔“**

(ص ۳۱۹۔ **فتاویٰ رضویہ**۔ ج: ۶۔ سُنّی دارُ الاشاعت، مبارک پور)

اعلیٰ حضرت، عَلَیہِ الرَّحمَۃ، زوجۂ مَفقودُ الخَبر کے بارے میں یہی فرمان جاری کرتے رہے۔ مگر، آپ کے وصال کے ایک عرصہ بعد

اِدارۂ شرعیہ، پٹنہ (صوبہ بہار) کے قیام کے وقت، جب، رئیس القلم، حضرت علّامہ ارشد القادری رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ نے فُقہاے اہلِ سُنّت کی مجلس میں، یہ مسئلہ، پیش کیا

تو، ان حضرات نے بحث ونظر کے بعد، بوجہِ ضرورتِ شرعیہ، زوجۂ مَفقودُ الخَبر کے بارے میں امام مالک رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ کے مذہب پر عمل کی اجازت، اِن الفاظ میں دی:

**”ضرورت ومصلحت کے وقت، مذہبِ امام مالک پر عمل کرتے ہوئے قاضِیِ حنفی بھی تفریق کرسکتا ہے۔ جیسا کہ علّامہ شامی نے رَدُّ المُحتار میں ”مسئلہ مُمتَدَّۃُ الطُّہر“ کے بارے میں فرمایا ہے۔“**

(دارُ القُضاۃ کے فرائض ومسائل ۔ص ۴۔ مرتّبہ مفتی عُبید الرحمٰن، رشیدی، پورنوی۔ صدر مدرس، مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور۔ بہار)

حضرت مولانا مفتی عُبید الرحمٰن رشیدی دَامَ ظِلُّہُ العَالِی، سجادہ نشین خانقاہِ رشیدیہ، جون پور (سابق صدر مدرس، مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور، بہار) کے ذریعہ، معلوم ہوا کہ:

ملکُ العُلما، حضرت مولانا ظفر الدین رضوی، رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ

مدرسہ شمس الھدیٰ ، پٹنہ سے رِٹائرڈ ہوکر ، جب جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم ،عملہ ٹولی، کٹیہار (صوبہ بہار) بحیثیت صدر مدرس، تشریف لے گئے

تو، وہاں، آپ کی خدمت میں ایک زوجہ ٔ مَفقُو دُالخَبر نے اِستغاثہ، پیش کیا۔

**اورآپ نے تحقیق وتفتیش کے بعد، مذہبِ امام مالک پر، فیصلہ، صادر فرمایا۔**

مفتی صاحب ، موصوف نے بتایا کہ: اُس وقت وہ، ہدایۃ النحو کے طالبِ علم تھے۔‘‘

ہاں !اعلیٰ حضرت، عَلَیہِ الرَّحمَۃُ وَالرِّضوَان نے اپنے ایک فتویٰ میں

امام مالک رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیُہِ کا مذہب، نقل کرکے، یہ لکھا ہے کہ:

**’’حنفی، وقتِ تحققِ ضرورتِ صحیحہ، اس پر عمل کرسکتا ہے۔‘‘**

(**فتاویٰ رضویہ**۔ ج:۶۔ ص:۳۲۰۔ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور)

**مگر، آپ کے فتاویٰ سے، یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ:**

**آپ نے اپنے دَور میں ضرورتِ صحیحہ کا تحقُّق مانا۔**

اس کے برخلاف، آپ کے شہزادے، حِبرُ الاُمَّت ، مفتیِ اعظم، حضرت مولانا شاہ، مصطفیٰ رضا نوری ، بریلوی رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ نے اپنے دَور میں **ضرورتِ شرعیہ کا تحقُّق ،تسلیم کیا**

اور فُقہاے اہلِ سُنَّت کے صدرِ اعلیٰ کی حیثیت سے، **مذہبِ امام مالک پر، قاضی کو فیصلے** کی اجازت دی اور اُس وقت سے، عُلَما، اسی کے مطابق ،فتوے اور فیصلے، صادر کرتے ہیں۔

## اب ،مَعدُومَۃُ النَّفقہ کا نکاح، فسخ کرنے کی اجازت۔

عورت کو شوہر کی طرف سے، نان ونفقہ نہ ملے تو اسے ’’مَعدُومَۃُ النَّفقہ‘‘ کہتے ہیں۔ مذہبِ حنفی میں نفقہ سے محرومی کی وجہ سے، اس کا نکاح، شوہر سے فسخ کرنے کی اجازت نہیں۔ لِھٰذا، بغیر شوہر کی موت، یا طلاق کے، میاں، بیوی کے درمیان، تفریق نہیں ہوسکتی۔

فقیہِ بےمثال، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا، عَلَیہِ الرَّحمَۃُ وَالرِّضوَان کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ چنانچہ، آپ اپنے ایک فتویٰ میں، رقم طراز ہیں:

**”بے اِفتراق بموت، یا طلاق، دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا۔**

ہمارے نزدیک، غَیبُت (شوہر کے غائب ہونے) خواہ، عُسرت (شوہر کے مفلس وتنگ دست ہونے) کے سبب، ادائے نفقہ سے شوہر کا عجز، یا تحصیلِ نفقہ سے عورت کی محرومی باعثِ تفریق نہیں۔“ (**فتاویٰ رضویہ**۔ج:۵۔ص:۵۰۱، کتابُ الطَّلاق۔سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور)

**مگر**، اس کے برخلاف، ہمارے بعد کے اکابر عُلماے اہلِ سُنّت **رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تعَالیٰ** نے یہ موقف، اختیار فرمایا کہ:

نفقہ سے عجز کی دونوں صورتوں میں، فسخِ نکاح وتفریق کی اجازت ہے۔**کلمات**، یہ ہیں:

”**مَعْدُومَةُ النَّفقه**: ایسی عورت، جس کو شوہر کی جانب سے نان ونفقہ نہ ملتے ہوں۔

اس کی، دوصورتیں ہیں:

پہلی صورت: شوہر، موجود ہے، مگر، اِفلاس وغربت کی وجہ سے اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے عاجز ہے۔ایسی صورت میں، **اگر عورت، قاضی سے تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی، بعدِ ثبوتِ عجز، زن وشوہر کے درمیان، تفریق کردے۔**

دوسری صورت: شوہر، نان ونفقہ دینے پر قادر ہے، مگر، غائب ہونے کی وجہ سے نان ونفقہ نہیں دے رہاہے اور عورت، شوہر کے مال سے نان ونفقہ وغیرہ حاصل کرنے پر قدرت نہیں رکھتی ہے۔

**ایسی صورت میں، اگر عورت، قاضی سے تفریق کا مطالبہ کرے تو بعدِ ثبوتِ صحتِ دعویٰ، قاضی، زن وشوہر کے درمیان، تفریق کردے۔**

**یہ دونوں صورتیں، حضرت امام شافعی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے مسلک پر ہیں۔**

**مگر، ضرورت ومصلحت کے پیشِ نظر**، ہمارے کچھ عُلمانے، اس پر فتویٰ دیاہے۔

جیسا کہ ”مَجمَعُ الْاَنہُر“میں ہے۔“

کَتَبَهٗ عَبدُهُ الْمُذْنِب محمد عُبیدُ الرحمٰن، غَفَرَ لَهٗ رَبُّهٗ۔

صدر مدرس، مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور۔ ۲۶/ جمادیٰ الآخرہ۔ ۱۳۸۹ھ۔

(۱) صَحَّ الْجوابُ، بِعَونِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ۔

وَالْمُجیبُ العَلَّام، مُصِیبٌ وُمُثَابٌ۔ عبد العزیز عُفِیَ عَنْهُ۔

دارُ العلوم اشرفیہ، مبارک پور۔ (وارِدحال) جامعہ عربیہ انوارُ القرآن، بلرام پور، گونڈہ۔

(۲) اَلْجَوابُ صَحِیحٌ۔ وَاللّٰهُ تَعَالیٰ اَعْلم۔ محمد شریف الحق، امجدی۔

(۳) **فقیر، اِس فتویٰ کی تصدیق وتوثیق کے ساتھ**

**اس کے مُحرِّک ومُرتِّب کے لئے اَجرِ عظیم کی دعا کرتا ہے۔**

فقیر، **عبد الباقی برہان الحق، جبل پوری**۔ ۲۷/ رمضان، یوم لیلۃ القدر۔ ۱۳۸۹ھ۔

''دارُ القُضاۃ'' کے فرائض ومسائل'' مرتَّبہ حضرت مولانا مفتی عُبید الرحمٰن، رشیدی، پورنوی

میں ہے کہ:

''سالِ گذشتہ، دارُ القُضاۃ کے قیام کے سلسلے میں، مشاہیر عُلماے اہلِ سُنَّت سے

ایک اِستفتا کیا گیا، جس کے جواب کا خلاصہ، درجِ ذیل ہے:

(۱) آج کے ہندوستان میں اپنے اُن معاملات کے فیصلے کے لئے

جن میں ''مسلمان حاکم'' ہونے کی شرط ہے، جمہور مسلمین کو شرعاً، یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ

کسی عالمِ باشرع کو اپنا قاضی، مقرَّر کر لیں۔ ایسے قاضی کا فیصلہ، اپنے حُدودِ خاص میں، جائز ونافذ ہوگا۔

(**شامی**۔ جامع الفصولین، فتاویٰ رضویہ، بہارِ شریعت)

(۲) مَفْقُودُ الْخبر، مَعْدُومَۃُ النَّفقہ، عِنِّین، مجنون، معلَّقہ وغیرہا مسائل میں

**ازرُوے شرع، مسلمانوں کا مقرر کردہ قاضی**

**عورت کی درخواست پر، زن وشوہر کے درمیان، تفریق بھی کر سکتا ہے۔**

**اور عندَ الضُّرورَۃِ الشَّدِیدۃ، غائب پر حکم بھی، نافذ کر سکتا ہے۔**

(فتح القدیر، شامی، جامعُ الرُّموز، مجمعُ الانْهُر)

(۳) مسلمانوں کا مقرر کردہ قاضی، بہ شرائطِ مخصوصہ و معہودہ، فریقین کے بیانات سننے کے بعد، اپنی صواب دید پر، مقدمات کا فیصلہ کر سکتا ہے اور شرعاً اس کا فیصلہ، نافذ ہوگا۔ (شامی وغیرہ)

مذکورہ بالا جوابات کی، جن عُلمائے اہلِ سُنَّت نے توثیق فرمائی تھی، اُن کے اَسمائے گرامی، یہ ہیں:

(۱) تاج دارِ اہلِ سُنَّت، حضور مفتیِ اعظمِ ہند، **دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْقُدْسِيَّةُ۔**

(۲) سیدُ العُلما، حضرت مولانا سید شاہ آلِ مصطفیٰ صاحب قبلہ، **دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِي۔**

(۳) استاذُ العُلما، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب قبلہ، **دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِي۔**

(۴) امینِ شریعت، حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ، **دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِي۔**

(۵) مجاہدِ مِلَّت، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، **دَامَتْ بَرَکَاتُهُم۔**

(۶) حضرت علَّامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ، جون پوری، **دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِي۔**

(۷) حضرت علَّامہ الحاج عبدالرشید خان صاحب قبلہ، مفتیِ ناگ پور، **دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِي۔**

(۸) حضرت علَّامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی، مفتیِ اشرفیہ، **دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِي۔**

**وحضرات عُلمائے فیض الرسول، براؤں شریف۔**

(ص: ۱۔ **دارُ القُضاۃ کے فرائض و مسائل**)

**اِن تاریخی فیصلوں کو، امامِ اعظم ابوحنیفہ، نیز، دوسرے فُقہائے حنفیہ**
**اور امام احمد رضا، رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنهُم سے اختلاف نہیں کہا جاسکتا۔**
**تو پھر، آج، اِن بزرگوں کے نقشِ قدم کی پیروی کو بھی "اختلاف" نہیں**
**"اِتِّباع" سمجھنا چاہیے۔"**

(ص ۶۰ تا ص ۶۴۔ "**فقہِ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت! فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے**"

تحقیق و ترتیب:۔ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔

طابع و ناشر:۔ **مجلسِ شرعی**، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ یو پی۔ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء)

حضرت علَّامہ ارشد القادری کے سوالات اور حضرت مفتی عُبید الرحمٰن، رشیدی، پورنوی کے

جوابات، مع تصدیقاتِ حضور مفتیِ اعظمِ ہند و حضرت برہانِ مِلّت جبل پوری

و دیگرا کابر عُلما و فقہاے اہلِ سُنّت کی تفصیلات جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

**ص ۵۰۰ تا ص ۵۰۳۔ مجلسِ شرعی مبارک پور کے فیصلے، جلدِ اول۔**

مطبوعہ مجلسِ شرعی مبارک پور۔ طبعِ اول ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء۔

**لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اِقتدا کے جواز و عدمِ جواز کا مسئلہ،** جس زمانے میں گرم تھا

**حضرت مولانا مشتاق احمد، نظامی، الٰہ آبادی** (متوفی ۲۹/ اکتوبر ۱۹۹۰ء) نے

**''لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہوگی، یا نہیں؟''** کے عنوان سے ایک مختصر مضمون

**نہایت مثبت فکر کے ساتھ، اِس طرح تحریر فرمایا تھا:**

**''برسوں سے یہ مسئلہ، عُلماے اہلِ سُنّت کے درمیان، فکری اور فطری طور پر**

ایک نزاعی شکل، اختیار کر چکا ہے۔ جس سے عوام و خواص، دونوں میں اضطراب و انتشار ہے۔

حضرت مفتیِ آگرہ (مولانا عبدالحفیظ، حقّانی) مرحوم، اللہ، انھیں غریقِ رحمت فرمائے۔

**انھوں نے لاؤڈ اسپیکر پر، جوازِ صلوٰۃ کا فتویٰ، صادر فرمایا تھا۔**

**پھر، ابھی چند مہینے ہوئے، مکرّمی مولانا سید افضل حسین صاحب نے**

**لاؤڈ اسپیکر پر، بلا کراہت جوازِ صلاۃ کا اعلان فرمایا۔**

جس پر، اَسَدُ السُّنَّہ، حضرت مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب قبلہ، خطیب بڑی مسجد، مدن پورہ

بمبئ کا ایک اِستفساریّہ مضمون بھی، شریکِ اشاعت ہے۔

جو اپنے سوالات میں یقیناً، حق بجانب ہیں اور ان کی اس مخلصانہ رائے کو مَشعلِ راہ بنانا چاہیے۔

آج، اگست ۱۹۶۰ء کا ماہنامہ ''سالِک'' راولپنڈی (پنجاب۔ پاکستان) موصول ہوا

جس کو خطیبِ عصر، حضرت مولانا شاہ، عارفُ اللہ صاحب (میرٹھی) کی

اِدارت کا شرف، حاصل ہے۔

اس کے صفحہ بائیس (۲۲) پر ''مُکبّرُ الصَّوت'' کے زیرِ عنوان

حضرت مولانا نورُ اللہ صاحب قبلہ (نعیمی) شیخ الحدیث دارُ العلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور

ضلع منٹگمری (پنجاب۔ پاکستان) کے فتویٰ کی اشاعت ہے۔

جس کی، موصوف (مفتی نورُاللہ نعیمی بصیرپوری) نے سیدنا امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے رسائل سے اِستفادہ فرمانے کے بعد، لاوُڈ اسپیکر پر، جوازِ صلوٰۃ کی تحقیق، فرمائی ہے۔

**اور اس پر عُلمائے پاکستان کی خاموشی کو ''اِجماعِ سکوتی'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔**

**حالاں کہ میرے اپنے علم میں ہے کہ:**

اب سے پہلے، ہندوپاک کے بیشتر سنّی عُلما نے لاوُڈ اسپیکر پر، عدمِ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔''

اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۴۷۔ ماہنامہ ''پاسبان'' الٰہ آباد۔ جلد ۱۳۔ شمارہ ۳ و ۴۔ ماہِ اگست و ستمبر ۱۹۶۰ء)

**فرعی فقہی اَحکام و مسائل میں، فُقہا و مُفتیانِ اہلِ سُنَّت کے اختلافِ رائے کے سلسلے میں**

''**جدید بینک کاری اور اسلام**'' مؤلّفہ مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی کی

**''تقریظِ جلیل'' میں، نائبِ مفتیِ اعظمِ ہند، شارحِ بخاری، مفتی محمد شریف الحق، امجدی (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) ارشاد فرماتے ہیں کہ:**

''مسئلۂ لاوُڈ اسپیکر پر، عزیزِ موصوف نے

جمہوراَ کابر و اَصاغر سے اختلافِ رائے کیا ہے۔

مگر، یہ اختلاف، نیک نیتی، مسلمانوں کی خیر خواہی اور اپنی سمجھ کے مطابق دلائل و براہین کی بنیاد پر کیا ہے، اِس لئے اس میں بھی، وہ، مستحقِ ثواب ہیں۔

پھر، اصل میں ان کی یہ کتاب

عُلمائے مُعتمدین کے لئے لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

میں، خود اس سے متفق نہیں۔ مگر، پھر بھی، موصوف کی تحقیق و تطبیق کی

اور دلائل و براہین کی فراہمی کی جدوجہد پر، تحسین، ضرور پیش کرتا ہوں۔''

(ص ۲۳ و ص ۲۴۔ بقلم: شارحِ بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی۔

مشمولہ ''جدید بینک کاری اور اسلام'' مؤلّفہ مفتی محمد نظام الدین برکاتی مصباحی۔

مکتبہ بُرہانِ مِلّت۔مبارک پور۔ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۲۲ھ/اگست ۲۰۰۱ء)

اِس جد وجہد کی تحسین پر، سراجُ الفُقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی اپنا یہ حاشیہ، درج کرتے ہیں کہ:

”میں، حضرت شارحِ بخاری، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی وُسعتِ نظری
اور ذَرَّہ نوازی پر، تہِ دل سے مشکور ہوں۔
حضرت نے ایک ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے
اِس ناچیز کی طرف، اختلاف کی نسبت فرمائی ہے۔ورنہ، حقیقت، یہ ہے کہ:
اِس بے مایہ نے، نہ اپنے اکابر سے اختلاف کیا ہے
نہ اس کا یہ مَنصب، اور نہ ہی اس کی مجال۔
سچ، یہ ہے کہ، اکابر فُقہائے اہلِ سُنَّت کے درمیان
شروع سے ہی اِس مسئلے میں اختلاف رہا۔
جو، بلاشُبہ، نیک نیتی اور شرعی دلائل پر مبنی ہے۔
راقم نے انھیں میں سے، ایک طبقہ کا دامن، تھام لیا ہے۔
اور ایسے فروعی، غیر منصوص، اختلافی مسائل میں، اس کی اجازت ہے۔
سیکڑوں مسائل میں، امامِ اعظم رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کے خلاف
اُن کے تلامذہ کے قول پر، مقلِّدین عوام وخواص کا عمل ہے۔
مگر، ان مقلِّدین کی طرف، اختلاف کی نسبت نہیں کی جاتی۔
بلکہ کسی کو اختلاف کا، وَہم تک، نہیں ہوتا۔
اِس مسئلہ میں، یہی حال، اِس عاجزِ بے مایہ کا ہے۔“

(حاشیہ ص ۲۴۔ ”جدید بینک کاری اور اسلام۔“ مؤلَّفہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔

مطبوعہ مبارک پور۔۲۰۰۱ء)

یہ بات بالکل بجا اور درست ہے کہ:

ادنیٰ مُلابَسَت کی وجہ سے ''اِختلاف'' کا لفظ، ایسے موقع پر استعمال کر دیا جاتا ہے۔

ورنہ، حقیقت یہی ہے کہ:

کسی مسئلہ کے اِجتہاد میں، مجتہدین کا۔

یا۔ آج کے فُقہا و مفتیانِ کرام کا موقف، کسی تحقیقِ مسئلہ میں مختلف ہوتا رہا ہے

مگر، ان کا مقصد، اختلاف کرنا، کبھی نہیں رہا ہے۔

بلکہ یہ اختلافِ موقف، محض ان حضرات کے علم وفہم اور تحقیق وتفحّص وتفقُّہ کے اختلافِ معیار کی وجہ سے ہے، نہ کہ نیتِ اختلاف کی وجہ سے کبھی ایسا ہوا ہے۔

اور خدانخواستہ، کوئی فقیہ ومفتی، بہ نیتِ اختلاف، ایسا کرے

تو، یہ اُس کی خالص نفسانیت ہو جائے گی

جو شرعاً، نہایت معیوب و مذموم اور قابلِ موٴاخدہ ہے۔

سماع مع مَزامیر اور سجدۂ تعظیمی، ہمارے یہاں، ناجائز وحرام ہے۔

مگر، اپنے بعض اسلافِ کرام کی پیروی کے نام پر، جو لوگ، ان کے جواز کے قائل ہیں

اُن پر حکمِ فسق، عائد کرنے سے حضرت مفتیِ اعظمِ ہند نے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ، ایک فتویٰ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''قوالی مع مزامیر، ہمارے یہاں، ضرور، ناجائز وحرام وگناہ ہے۔

اور سجدۂ تعظیمی بھی، ایسا ہی۔

اِن دونوں مسئلوں میں، بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے۔

اگرچہ، وہ، لائقِ اِلتفات نہیں۔

مگر، اس نے، ان مبتلاؤں کو، حکمِ فسق سے بچادیا ہے

جو، ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر، مُرتکب ہوتے ہیں۔

اگرچہ، شرعاً، ان پر، دوہرا اِلزام ہے۔ ایک، اِرتکابِ حرام کا۔

**دوسرے، اسے جائز سمجھنے، خلافِ قولِ جمہور چلنے کا۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ۔**

(ص ۴۵۶۔ **فتاویٰ مصطفویہ**۔ از مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی۔

مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی۔ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

**فرعی فقہی اختلاف میں، حضور مفتیِ اعظمِ ہند کی رَوِش، اِعتدال وتَوازُن کی تھی۔**

دوسرے کسی سُنّی فقیہ ومفتی کی تحقیق، اگر آپ کی تحقیق کے خلاف ہوتی

**تو آپ اُس سے متعلق کوئی ایسی بات، زبان وقلم سے نہ نکالتے، جس سے اُس کی شخصیت، مجروح ہو۔**

**اِن مسائل واحکام میں ذاتیات کو آپ نے کبھی، نشانہ نہیں بنایا۔ نہ ہی اسے کسی کے لئے رَوا رکھا۔**

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال اور اس کی آواز پر، اِقتدا کا مسئلہ، جب سامنے آیا

تو سیدی ومُرشدی، حضور مفتیِ اعظم ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا، قادری، برکاتی، نوری

بریلوی نے **نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی اِقتدا کو، ناجائز، قرار دیا۔**

اور آپ کے مُریدوخلیفہ، حضرت مفتی سید محمد افضل حسین، رضوی، مونگیری، صدرُ المدرسین

وصدر مفتی دارُ العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف (متوفی ۲۰/رجب ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

بہ مقام سَکھّر۔ صوبہ سندھ) **نے نماز میں اس کی اِقتدا کو، جائز قرار دیا۔**

اور مُریدوخلیفۂ مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا محمد جہاں گیر خاں، اعظمی، رضوی، نائب صدر مدرس

ونائب مفتی دارُ العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف۔

ومفتیِ آگرہ، مولانا محمد عبد الحفیظ حقانی، خطیب وامام شاہی مسجد، آگرہ۔

اور حضرت مولانا نورُ اللہ، نعیمی، بصیر پوری (پنجاب) کا فتویٰ بھی،، جواز کا تھا۔

اسی طرح، مبلغِ اسلام، حضرت مولانا محمد عبد العلیم، صدیقی، میرٹھی

خلیفۂ امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی بھی، جوازِ اِقتدا کے قائل تھے۔

اِس مسئلہ میں عُلمائے اہلِ سُنّت کے درمیان، بڑی بحثیں ہوئیں، زبانی بھی اور تحریری بھی۔

**لیکن، کوئی بھی ایسی زبانی، یا تحریری روایت، میرے علم میں نہیں کہ:**

سیدی و مُرشِدی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند نے حضرت مفتی سید افضل حسین، مونگیری

یا۔کسی عالم و مفتیِ اہلِ سنّت کی اِس تحقیق اور فتویٰ کی بنیاد پر

کسی کی ذات اور اُن کے علم و فہم کو، کبھی نشانہ بنایا ہو۔

ان کے مذہب و مسلک اور ان کی اِقتدا میں نماز ادا کرنے پر کوئی سوالیہ نشان لگایا ہو۔

سفرِ حج وزیارت کے لئے حکومتِ ہند کی طرف سے

جب، فوٹو کا اِستعمال، لازمی قرار دیا گیا، تو حضور مفتیِ اعظمِ ہند نے فتویٰ دیا کہ:

حجِ فرض، ادا کرنے کے لئے بھی تصویر کشی، ناجائز ہے۔‘‘

جب کہ، اجملُ العُلما، حضرت مفتی محمد اجمل نعیمی، سنبھلی (متوفی ۲۸؍ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ؍

۱۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء) نے، حجِ فرض کے لئے تصویر کشی کے جواز کا فتویٰ دیا۔اور ایک رسالہ بھی:

’’فوٹو کا جواز، درحقِ عازمانِ حجاز‘‘ کے نام سے تحریر فرمایا۔

حضرت مفتیِ اعظمِ ہند عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان اپنے فتویٰ پر، قائم رہے۔

اور ہندوستان کے بیشتر عُلمائے اہلِ سُنّت بھی، اسی فتویٰ کے مؤیِّد و حامی رہے۔

گو کہ، اِس فتویٰ پر، اکثر حضرات، عمل نہ کر سکے۔

لیکن، ایسی کوئی زبانی، یا تحریری روایت، میرے علم میں نہیں کہ:

مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی سنبھلی کی تحقیق کی بنیاد پر، حضرت مفتیِ اعظمِ ہند نے

یا۔دیگر اکابر عُلمائے اہلِ سُنّت میں سے کسی نے بھی، انھیں، مَطعُون کیا ہو۔

اور ان کی ذات اور ان کے علم و فہم اور ان کے تفقُّہ کو، کبھی، نشانہ بنایا ہو۔

حضرت مفتی محمد مطیعُ الرحمٰن، مضطرؔ، رضوی، پورنوی، سالہا سال تک

حضرت مفتیِ اعظم کی خدمت میں رہ کر علمی و فقہی اِستفادہ و اِکتسابِ فیض کرتے رہے

ان کے دستخط کے ساتھ، ایک تازہ تحریر، میرے پاس، موجود ہے۔جس میں آپ، تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’سیدی و مُرشِدی، حضور مفتیِ اعظم ہند، عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان نے

لاؤڈاسپیکر کی آواز پر، نماز کی اِقتدا کے عدمِ جواز کا

اور اِسی طرح، حجِ فرض کے لئے بھی، فوٹو کھنچوانے کے عدمِ جواز کا فتویٰ، صادِر فرمایا۔

جب کہ اہلِ سُنَّت کے دو جلیلُ القدر عُلما میں سے

حضرت مفتی سید محمد افضل حُسین، مونگیری، صدرُ المدرسین دارُ العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف

نے **لاؤڈاسپیکر کی آواز پر نماز کے جواز کا**

اور حضرت مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی سنبھلی نے حجِ فرض کے لئے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیا۔

**اِس فرعی فقہی اختلاف کے باوجود، اِن حضرات کے**

**باہمی تعلقاتِ اِخلاص و محبت، حسبِ سابق، باقی و برقرار رہے۔**

**کوئی ادنیٰ روایت بھی، میرے علم میں، ایسی نہیں کہ:**

**اِن حضرات میں سے کسی نے کسی کی شخصیت**

**یا۔ اُن کے علم و فضل پر کوئی انگشت نمائی کی ہو۔**

**حضرت مفتی سید محمد افضل حُسین، مونگیری**

**حضور مفتیِ اعظم کے مُرید و خلیفہ تھے۔ وہ، جب بھی، حضور مفتیِ اعظم سے ملتے ایک مُرید و عقیدت مندہی کی حیثیت سے ملتے۔ دست بوسی کرتے اور نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ، پیش آتے رہے۔**

**اِسی طرح، حضرت مفتی محمد اجمل شاہ، نعیمی، سنبھلی**

**جب بھی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند کی خدمت میں حاضر ہوتے، دست بوسی کرتے اور اپنا بزرگ سمجھ کر، اپنی سابقہ عقیدت و احترام کا مظاہرہ کرتے۔**

**حضور مفتیِ اعظمِ ہند بھی، اِن حضرات کو ہمیشہ، اپنی شفقت و لُطف و مروَّت سے نوازتے رہے۔" فقیر محمد مطیع الرحمٰن، رضوی۔**

مؤرخہ ۱۵؍ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ۔ مطابق ۲۱؍ ستمبر ۲۰۱۳ء۔ بعد نمازِ عشا۔"

**تصویر کشی، ناجائز وحرام ہے۔ یہ مسئلہ عوام وخواص، سب کو معلوم ہے۔**

اس سلسلے میں فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی کا ایک نہایت تحقیقی رسالہ بنام ''عَطایا الُقَدِیر فِی حُکمِ التَّصوِیر'' بار بار، چھپ چکا ہے۔

**حَج کے لئے حکومتِ ہند نے فوٹو کو، جب، لازمی، قرار دیا تو مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا، قادری، برکاتی، نوری، بریلوی نے حجِ فرض کے لئے بھی فوٹو کھنچوانا، گناہ اور ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا۔**

اجملُ العلما، مفتی محمد اجمل شاہ، نعیمی، سنبھلی نے حجِ فرض کے لئے فوٹو کھِنچوانا، جائز قرار دیا اور اس کی تائید وتحقیق میں ایک رسالہ لکھا، بنام **''فوٹو کا جواز درحقِ عازمانِ حجاز''**

حضرت اجملُ العُلما کے خلاف، کسی مستند عالم وفقیہِ اہلِ سُنَّت نے **کبھی، کوئی طَعن وتشنیع کیا، نہ انھیں، حضرت مفتیِ اعظم کا مخالف قرار دیا۔**

مجلسِ شرعی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی کے دوسرے فقہی سمینار، منعقدہ ۱۹ر تا ۲۲ر رجب ۱۴۱۵ھ ر مطابق ۲۳ر تا ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۴ء۔ بہ مقام الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں حقِ رائے دِہی، یعنی الیکشن میں، ووٹ دینے کے سلسلے میں شناختی کارڈ مع فوٹو کے مسئلہ پر کافی بحث وتمحیص کے بعد، ضرورتِ شرعیہ کی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے شناختی کارڈ مع فوٹو کے **جواز کا فیصلہ، مندرجہ الفاظ میں کیا گیا:**

............عند الطَّلب، ضرورتِ مُلجِئہ، یا۔ حاجتِ شدیدہ، متحقق ہوگی۔

لِھٰذا، خاص شناختی کارڈ کے لئے تصویر کھنچانے کی اجازت ہوگی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

اس فیصلہ پر، تصدیقی دستخط کرنے والے چند عُلما وفقہاے اہلِ سُنَّت کے نام، یہ ہیں:

(۱) محمد اختر رضا قادری ازہری (۲) محمد شریف الحق امجدی (۳) ارشد القادری (۴) ضیاء المصطفیٰ قادری (۵) جلال الدین احمد امجدی (۶) خواجہ مظفر حسین رضوی (۷) شبیر حَسَن رضوی۔ وغیرھُم۔

اِس فیصلہ کی اطلاع پاکر، علم وعقل اور فکر وفہم سے عاری، بعض مولویوں

اور کچھ ناواقف عوام نے، چہ می گوئی ونکتہ چینی، شروع کی

تو جانشینِ مفتیِ اعظم، حضرت مفتی محمد اختر رضا، قادری، رضوی ازہری، بریلوی دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی

نے یہ ہدایت نامہ، جاری کر کے بحث کا دروازہ، بند کر دیا:

''ایسے نئے مسائل، جو فی الواقع، فرعیہ عملیہ ہوں اور ان سے متعلق کوئی صریح جُزئیہ نہ مل سکے، تو ہر عالم نہیں، بلکہ ماہر و تجربہ کار مفتی کی طرف، رُجوع کرنا چاہیے۔

اور اس مفتی پر لازم ہے کہ اصولِ شرعی کے پیشِ نظر، اس کا حکم، صادر فرمائے۔ اصولِ شرعی سے ہٹ کر فتویٰ دینا، ہرگز جائز نہیں۔

اگر، اس نے، جسے دلیل قرار دیا اور پھر، واضح ہوا کہ:

یہ دلیل، دلیلِ شرعی نہیں، تو فوراً اُس پر، رُجوع، لازم ہے۔

اور حق کا اعلان کرنا چاہیے۔

کسی حرام شے کے مباح ہونے کا فتویٰ، اُس وقت دیا جائے گا

جب کہ وہاں، یہ ضابطہ، صادق آئے: اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْذُوْرَات۔

اور مفتی کو، تیقُّن ہو جائے کہ:

اس ضرورتِ شرعیہ کے مُعارِض، کوئی دوسرا قاعدۂ شرعیہ نہیں ہے۔'' قلمی فتویٰ۔

(ص ۹۴۔ ''حیاتِ تاج الشریعۃ''۔ مؤلّفہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی بریلوی۔

مطبوعہ اسلامک ریسرچ سنٹر۔۵۸ کسگران۔سوداگران۔بریلی شریف۔طبع دوم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/دسمبر ۲۰۱۲ء)

**عُلماے بریلی و مبارک پور، و دیگر عُلماے اہلِ سُنَّت کے**

**اِس متفقہ فیصلہ کو، اعلیٰ حضرت و مفتیِ اعظم عَلَیْہِمَا الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَانُ**

**کے فتویٰ سے اختلاف و اِنحراف کہہ کر**

**ابھی تک، کوئی بھی قابلِ ذکر مولوی ''تمغۂ جہالت'' حاصل کرنے کے لئے**

**اپنے آپ کو، تیار نہیں کر سکا۔**

**اَلْکُحل ،شراب کو کہتے ہیں۔اور شراب کا ہر قطرہ،حرام اور نجس و ناپاک ہے۔**

علاج و معالجہ کے سلسلے میں کسی طرح کی بھی شراب کے استعمال کا حکم

فقیہِ اسلام،امام احمد رضا،حنفی،قادری برکاتی، بریلوی، اِس طرح تحریر فرماتے ہیں:

**''اور صحیح ،یہ ہے کہ دَوا میں بھی،ان کا استعمال،حرام ہی ہے۔''اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

مجلسِ شرعی ،جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اجلاسِ بنارس (بتاریخ ۴رشعبان ۱۴۱۴ھ/ ۱۶رجنوری ۱۹۹۴ء) میں، **اَلکُحل آمیز دواؤں کے استعمال کے جواز و عدمِ جواز کی بحثیں، سُن کر، فیصل بورڈ کے تین اَرکان**

حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری، از ہری، بریلوی و حضرت علاّمہ ضیاء المصطفیٰ ،قادری و حضرت مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی نے، **یہ تحریری فیصلہ کیا:**

''مجلسِ شرعی، مبارک پور کی ساری اَبحاث اور حضراتِ مفتیانِ کرام کے موصولہ مقالات پر غور کرنے کے بعد، فیصل بورڈ، اِس نتیجے پر پہنچا ہے کہ:

''اِس عہد میں انگریزی دواؤں ،یعنی اِسپرٹ ،الکُحل اور ٹنکچر آمیز دواؤں کا استعمال **عُمومِ بلویٰ کی حد تک پہنچ چکا ہے۔**

**مجدِّدِ اعظم،اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، پُڑیا کی رنگت کے بارے میں عُمومِ بلویٰ اور دَفعِ حرج کی بِنا پر، طہارت اور جواز کا فتویٰ دیا ہے۔**

جیسا کہ **فتاویٰ رضویہ**،جلد دوم،ص ۴۵۔اورص ۵۰۔نیز فتاویٰ رضویہ جلد یازدہُم۔ص ۵۴۔ رسالہ ''اَلْفِقْهُ التَّسْجِیْلِی فِی عَجِیْنِ النَّارْجِیْلِی ''میں ہے۔

**اِس ارشاد کی روشنی میں، فیصل بورڈ کے ارکان، اِس بات پر متفق ہیں کہ:**

**مذکورہ انگریزی دواؤں کے استعمال کی بھی، بوجہ عُمومِ بلویٰ**

**دَفعِ حرج کے لئے، اجازت ہے۔**

البتّہ ،یہ اجازت ،صرف اُنہیں صورتوں کے ساتھ، خاص ہے ،جن میں اِبتلاے عام

اَور حَرَج، متحقق ہو۔''(ص ۳۰۔ جلدِ اول۔ صحیفۂ مجلسِ شرعی، مبارک پور)

علم وعقل سے کچھ واسطہ رکھنے والا کوئی بھی مولوی
اب تک، یہ کہنے اور لکھنے کی جُرأتِ بے جا نہیں کرسکا ہے کہ:

## فیصل بورڈ کا مذکورہ فیصلہ

''فتاویٰ رضویہ کے خلاف اور امام احمد رضا کے تحریر کردہ فتویٰ سے اختلاف و اِنحراف ہے۔''

مِنیٰ و مُزدلفہ کے درمیان، ایک ''وادیِ مُحَسِّر'' ہے۔ یہیں، اَبْرَہَہ کا لشکر، قیام پذیر ہوا تھا۔
جس پر، عذابِ ابابیل، نازل ہوا تھا۔
اِس وادیِ مُحَسِّر کے بارے میں حکم ہے کہ:
حُجاجِ کرام، یہ دعا پڑھتے ہوئے تیزی کے ساتھ، یہاں سے گذر جائیں:
اَللّٰھُمَّ لاتَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلاتُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِکَ۔
جُملہ فُقہاے اَحناف، اِس وادیِ مُحَسِّر میں وقوف کے
ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔
صرف ایک حنفی فقیہ، صاحبِ بَدَائِع، یہاں، وقوف کے
بکراہت جواز کے قائل ہیں۔
شرعی کونسل، بریلی شریف کا فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ:
عُذرِ نا گزیر ہو، تو وادیِ مُحَسِّر میں وقوف کیا جاسکتا ہے۔ فیصلے کے الفاظ، یہ ہیں:
''سمینار کے مندوبین بھی اسی پر متفق ہیں۔
عُذرِ نا گزیر کی صورت میں قولِ بَدَائِع پر، عمل کرسکتا ہے۔''
(ص ۷۷۔ ماہنامہ، سُنّی دنیا، بریلی شریف۔ شمارہ ستمبر ۲۰۰۹ء)
کیا، اِس فیصلے کے بارے میں کوئی، یہ کہے گا کہ:

**چودہ سو سالہ مُتَّفَقُ عَلَیْہ و اِجماعی فتویٰ و عمل کے خلاف**
**شرعی کونسل، بریلی شریف نے فیصلہ کر کے، احادیثِ نبوی اور سارے ائمہ وفقہاے کرام سے کھُلا ہوا اِختلاف و اِنحراف کیا ہے؟**

اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا؟ اور کیا یہ سمجھنا اور کہنا، جائز ہوگا کہ:
اِس فیصلے اور فتویٰ کی تصدیق و توثیق و تائید کرنے والے
سارے عُلما و فقہا، اَحکامِ شرع سے نابلد ہیں؟ ان پر توبہ و رجوع، لازم ہے؟
وہ، اُس وقت تک، نا قابلِ امامت ہیں، جب تک کہ توبہ و رجوع، نہ کر لیں؟

**فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ۱۳۱۴ھ یعنی، آج سے تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) سال قبل، یہ فتویٰ تحریر فرمایا تھا کہ:**
**''انگریزی وضع کے کپڑے پہننا، حرام، سخت حرام، اشد حرام۔**
**اور انھیں، پہن کر نماز، مکروہِ تحریمی، قریب حرام، واجبُ الْاِعادہ، کہ:**
جائز کپڑے پہن کر، نہ پھیرے، تو گنہ گار، مستحقِ عذاب۔ وَالْعِیاذُ بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْغَفَّار۔
(ص ۴۲۲۔ وص ۴۲۳۔ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم۔ سنّی دارُ الاشاعت، مبارک پور)

انسانی آبادی میں رہنے والے عُلما نہیں، بلکہ جنگل میں رہنے والا بھی وہ کون مولوی ہے، جو فتاویٰ رضویہ کا حوالہ دے کر، آج یہ کہہ سکتا ہے کہ:
''انگریزی وضع کے کپڑے پہننا، حرام اور انھیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہِ تحریمی، قریب بہ حرام۔''

لباس کا قومی شِعار، بدل گیا، تو اس کا حکم بھی بدل گیا۔
اب سابقہ حکم کا اِعادہ، عقل و نقل کی صریح خلاف ورزی ہے۔

**امام احمد رضا، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے فتویٰ سے اختلاف و اِنحراف**
**اور فتاویٰ رضویہ سے اختلاف و اِنحراف کی رَٹ لگانے والے**

**اور اس کا، شِدَّت سے پروپگنڈہ کرنے والے افراد کی خدمت میں**

**ایک ایسا فتویٰ، اِس تحریر کے آخر میں پیش کیا جارہا ہے**

**جسے پڑھ کر، وہ، ضرور کچھ نہ کچھ روشنی، حاصل کریں گے۔**

**کامبیکر اسٹریٹ، بمبئی** سے امام احمد رضا کی خدمت میں ایک اِستفتا آیا

جو ۱۶/رجب ۱۳۳۴ھ/ کا تحریر کردہ ہے۔ یعنی، آج سے ایک صدی پیشتر کا، یہ اِستفتا ہے۔

یہ اِستفتا اور اس کا جواب، قارئینِ کرام، فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص ۳۸۳ و ۳۸۴۔

مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

مُستفتی نے، سو (۱۰۰) سال پہلے، بجلی کی روشنی اور بجلی سے چلنے والے پنکھے کے نقصانات

وخطرات کا ذکر کرتے ہوئے، مسجد میں مالِ وقف سے، اس کے استعمال کے بارے میں

**شرعی حکم، دریافت کیا ہے۔**

**یہ نقصانات وخطرات، اُس وقت کے لحاظ سے تھے۔ اور ایسے تھے کہ**

**اُن کی رُو سے بجلی کی روشنی اور بجلی سے چلنے والے پنکھے کا استعمال، ناجائز قرار پاتا تھا۔**

چنانچہ، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا نے بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والے پنکھے کے

استعمال کو، **مختلف نقصانات وخطرات کی وجہ سے ممنوع، ناجائز قرار دیا۔**

صرف مالِ وقف نہیں، بلکہ مالِ غیر موقوف سے بھی۔ اور صرف مسجد نہیں، بلکہ گھر میں بھی

**بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والا پنکھا، ممنوع وناجائز، قرار دیا۔**

**یہ اِستفتا اور اس کا جواب، فتاویٰ رضویہ، جلدِ ششم میں ہے۔**

جسے، حضرت مفتی محمد نظام الدین، رضوی برکاتی، مصباحی نے اپنے تازہ ترین فقہی رسالہ

**''فقہِ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت ! فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے''** (مطبوعہ مجلسِ شرعی

مبارک پور، اعظم گڑھ۔ یوپی۔ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء) میں بھی نقل کردیا ہے۔

نیز، ملاحظہ فرمائیں: **مجلسِ شرعی کے فیصلے**۔ جلدِ اول۔ مجلسِ شرعی مبارک پور ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء۔

قارئینِ کرام، غور کریں کہ:

بجلی کی روشنی اور اس کے پنکھے کے سلسلے میں، مُستفتی کے بیان کردہ نقصانات وخطرات کے پیشِ نظر، امام احمد رضا نے فتویٰ دیا کہ:

مالِ وقف، یا کسی بھی مال سے صرف مسجد نہیں، بلکہ گھروں میں بھی
اس بجلی کی روشنی اور اس کے پنکھے کا استعمال، ممنوع ونا جائز ہے۔
بلکہ، جہاں، اس بجلی اور اس کے پنکھے کا استعمال ہو، وہاں، نماز پڑھنا بھی، مکروہ ہے۔
اور آج، وہ نقصانات وخطرات، معدوم، یا شاذ ہیں
اِس لئے بجلی کی روشنی اور اس کے پنکھے کا استعمال، بِلا کراہت، جائز ہے۔
یعنی، جن اسباب وحالات کی وجہ سے عدمِ جواز کا حکم تھا
وہ اسباب وحالات، بدل گئے اِس لئے اب، جوازِ بلا کراہت کا حکم ہے۔
جو مولوی صاحبان، اِس کے قائل ہیں اور زور وشور کے ساتھ
اس کی تشہیر کرتے رہتے ہیں کہ:

کسی بھی صورت میں فتاویٰ رضویہ کے بیان کردہ کسی فتویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، خواہ، جو بھی ضرورت وحاجت وتبدیلیِ علّت ہو

ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ:

اپنی مسجدوں، اپنی خانقاہوں، اپنے مدرسوں، اپنے کارخانوں
اور اپنے گھروں کا بجلی کنکشن، اپنے موقف کو عملی شکل دینے کے لئے
پہلی فرصت میں کٹوائیں اور مسلمانانِ اہلِ سُنّت و جماعت کو بھی اِس فتویٰ پر عمل کرنے کی ہدایت وتاکید فرمائیں۔

جب، گھروں میں بھی بجلی کی روشنی اور بجلی کا پنکھا استعمال کرنا جائز نہیں رہ جائے گا تو بجلی سے چلنے والی ٹرین

جس کے ڈبّوں اور بوگیوں میں بجلی کی روشنی اور بجلی کے پنکھے چلتے ہیں
ایسی ٹرین سے سفر کرنے کے لئے سیکڑوں ہزاروں روپے کا ٹکٹ خرید کر
اس سے سفر کرنا، کیسے جائز ہوگا؟
اور جب بجلی سے چلنے والی چلتی ٹرین پر سوار ہونا، جائز نہیں رہ جائے گا
تو پھر، چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی، خود بخود، حل ہو جائے گا۔
اِس طرح، اِس مسئلہ سے پیدا ہونے والا اختلاف وانتشار، ایسے افراد
کے موقف کے مطابق عمل کرنے کی صورت میں، اپنے آپ، ختم ہو جائے گا۔
اور ایک خواہ مخواہ کی کشمکش سے مسلمانانِ اہلِ سُنّت، محفوظ و مامون ہو جائیں گے۔
شاید، ایسے ہی کسی موقع پر، کسی دور اندیش اور ظریف شاعر نے کہا تھا کہ:

مگس کو باغ میں، جانے، نہ دینا
کہ ناحق ، خون ، پروانوں کا ہوگا

**فقہی احکام و مسائل میں تبدیلی کے اصول وضوابط اور شرائط و آداب کی تحقیق و تفصیل کے لئے قدیم کتبِ اصول کے علاوہ**
**خاتمۃُ الفقہا، علّامہ ابنِ عابدین، حنفی، شامی کے رسالہ**
**"نَشْرُ الْعَرْفِ فِی بِنَاءِ اَحکامِ الْعُرْف"** (مشمولہ رسائلِ ابن عابدین)
**اور فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی کے رسالہ**
**"اَجلیٰ الْاِعلام اَنَّ الْفَتویٰ مَطلقاً عَلیٰ قَولِ الْاِمام" (مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد اول) اور "اَلْمُنیٰ وَ الدُّرَرُ لِمَنْ عَمَدَ مَنِی آرڈر" (مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم) کی طرف، خصوصیت کے ساتھ، رُجوع کیا جانا چاہیے۔**
**سِرَاجُ الْاُمَّۃ، اِمامُ الْاَئِمَّۃ، ابو حنیفۃ النُّعمان**
**یا۔ آپ کے تلامذۂ عِظام، یا۔ آپ کے بعد کے ائمۂ مجتہدین**

وفُقہاے اسلام کے بیان کردہ کسی شرعی حکم وفتویٰ میں
اُس وقت، تغیُّر اور تبدیلی، واقع ہو جاتی ہے
جب، اسبابِ سِتَّہ (چھ اسباب) میں سے کوئی سبب
کسی دَور میں شرعاً متحقِّق ہو جائے۔
اِس تحقُّقِ سبب کے بعد، شرعی فتویٰ وحکمِ سابق کی تبدیلی کا فیصلہ
ہر زمانہ اور ہر صدی کے وہ فُقہا ومفتیانِ کرام کرتے چلے آرہے ہیں
جو فقہ وافتا کے اندر وسیع علم ومطالعہ، طویل مشق وممارست
اور مہارت وبصیرت کے حامل ہوا کرتے تھے۔
یہی اصول وضابطہ، اِس صدی اور آئندہ صدیوں کے لئے بھی ہے
جس کی صحت ونفاذ میں، حنفی فقہا ومفتیانِ کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔
یہ اختلافِ حکم وفتویٰ، محض ظاہری ہوتا ہے
جس میں قولِ صوری کو، قولِ ضروری میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔
اِس تبدیل شدہ صورتِ مسئلہ کو بھی، فقہِ حنفی کا جُز مانا جاتا ہے۔
اور اِسی کے مطابق، اَحناف کا عمل بھی ہوتا ہے۔
چنانچہ، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی، ارشاد فرماتے ہیں:
"چھ باتیں ہیں، جن کے سبب، قولِ امام، بدل جاتا ہے۔
لِہٰذا، ظاہر قول کے خلاف، عمل ہوتا ہے۔ اور وہ چھ باتیں، یہ ہیں:
ضرورت، حَرج، عُرف، تعامُل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل
کسی فسادِ موجود، یا، مظنُون بظَنِّ غالب کا اِزالہ۔
اِن سب میں بھی، حقیقۃً، قولِ امام ہی پر، عمل ہے۔"
(ص ۳۸۵۔ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول)

ائمہ ومجتہدینِ مذاہبِ اربعہ، بلکہ خود مجتہدین وفُقہاے اَحناف کے درمیان بے شمار فروعی فقہی اختلافات ہوتے چلے آرہے ہیں، جن سے کتبِ فقہ، مَملو ہیں۔

**فُقہاے اَحناف کے درمیان**

فروعی فقہی اختلاف، ہر دَور میں ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

**فقہ واِفتا سے ادنیٰ مَس رکھنے والا ہر شخص**

اِس حقیقت اور اس کے مصداق ومعمول سے، بخوبی، واقف ہے۔

ہاں! ایسے مواقع ومواضع میں، قولِ راجح ومفتیٰ بِہٖ کا اعتبار ولحاظ ضروری ہے۔ لِاَنَّ الْفُتْیَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَھْلٌ وَ خَرْقٌ۔

**عالَمِ اسلام کے متقدم ومتأخر حنفی فُقہا ومفتیانِ کرام اور متحدہ ہندوستان میں تیرہویں، چودہویں صدی ہجری کے اکابر عُلما وفُقہا ومفتیانِ اہلِ سُنَّت، مثلاً:**

**سراج الھند، حضرت شاہ عبد العزیز، محدِّث دہلوی**

**و بحر العلوم، مولانا عبد العلی، فرنگی محلی، لکھنوی**

**وتاج الفحول، مولانا عبد القادر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی**

**وحضرت مفتی ارشاد حسین، مجدِّدی، رام پوری**

**اور فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی**

**نیز، حضرت صدرُ الشریعہ وحضرت صدرُ الافاضل وحضرت حجۃُ الاسلام وحضرت مفتیِ اعظمِ ہند اور دیگر فُقہا وعُلماے اہلِ سُنَّت کا یہی اصولی فقہی موقف ومسلک ہے، جس سے عُدول واِنحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔**

مجلسِ شرعی ،مبارک پور کے اِکیسویں فقہی سیمینار میں، برادرِمکرّم ،مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

(الجامعۃُ الاشرفیہ،مبارک پور) نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ:

’’مَیں، کئی سال پہلے اپنے ایک مضمون میں لکھ چکا ہوں کہ:

اَسبابِ سِتّہ سے متعلق، مذاکرات میں، ایک بار فُقہاے کرام کے ارشاد

’’اَلْحَاجَةُ قَدْتَتَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُورَةِ‘‘ پر، یہ سوال ہوا کہ:

وہ کون سے مواقع ہیں، جہاں، حاجت، بمنزلۂ ضرورت، قرار پاتی ہے؟

بہت سے لوگوں نے جواب دینے کی کوشش کی، مگر، ہر جواب پر اعتراض، وارِد ہوتا رہا۔

کافی دیر کے بعد، نائبِ مفتیِ اعظمِ ہند، شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی

عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے اپنے جچے تُلے، جامع و مانع الفاظ میں، اس کی وضاحت فرمائی۔

اس پر کوئی اعتراض تو نہ ہو سکا، مگر، خاص طور سے

نوجوان مندوبین کی جانب سے، بیک زبان، اِس کا مطالبہ ہونے لگا کہ:

حضرت! اِس پر کوئی حوالہ، پیش فرمائیں۔‘‘

یہ نوجوان عُلما، حضرت شارحِ بخاری کے تلامذہ کی صف میں آتے

تھے اور ان کے علمی پوتوں کی حیثیت رکھتے تھے۔

مگر، وہ، حضرت سے مرعوب ہو کر خاموش، نہ رہے۔

اور نہ حضرت نے اپنی لمبی عمر اور طویل فقہی تجربات کا حوالہ دے کر

انھیں، خاموش کرنے کی کوشش کی۔

بلکہ فرمایا کہ:

’’مجھے، خوشی ہے کہ مجھ سِن رسیدہ سے آپ لوگ، مرعوب نہ ہوئے

اور مجھ سے بھی، حوالہ کا مطالبہ کر دیا۔ اِس سے مجھے امید ہے کہ:

ہمارے بعد بھی آپ، یہ علمی و فقہی کام، پوری تحقیق و تنقیح کے ساتھ

**انجام دیتے رہیں گے اور کسی سے مرعوب ہوکر کوئی بے دلیل بات، قبول، نہ کریں گے۔''**

جوحضرات، مجلسِ شرعی مبارک پور کے سیمناروں میں شریک ہوتے ہیں اُنھیں، بخوبی معلوم ہے کہ آج بھی، وہ رَوِش، برقرار ہے۔ سوالات اوراعتراضات کوسنجیدگی سے سنا جاتا ہے اور شافی حل نکالنے پر، پوری کوشش، صَرف ہوتی ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(خطبۂ صدارت از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی۔ بہ موقع اِکیسویں فقہی سمینار۔ مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ منعقدہ بتاریخ ۱۵/۱۶/۱۷رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ۔ مطابق ۱۹/۲۰/۲۱ر دسمبر ۲۰۱۳ء۔ باہتمام: جامعہ قادریہ۔ پونہ، مہاراشٹر۔ بہ مقام: بے ورلی ہلس ہوٹل۔ پونہ۔ مہاراشٹر)

**چلتی ٹرین میں نماز، ادا ہونے، یا نہ ہونے کے سلسلے میں**

عُلما و مفتیانِ اہلِ سُنَّت و جماعت کے مختلف حلقوں میں چلنے والی بحث (در ۲۰۱۴ء) چلتی ٹرین سے زیادہ، تیز رفتاری کے ساتھ، جاری رہی۔ اور اِس بحث میں، بعض طالع آزما افراد نے حصہ لے کر، نمایاں ہونے یا۔ اسے طول دینے، یا۔ اس پر قبضہ کرنے کے لئے اتنی دل چسپی دکھائی اور اِس طرح، اس کی طرف، لپک کر آگے بڑھے کہ گویا، اُن سے ذرا بھی چوک ہوئی تو نہ صرف یہ کہ ٹرین چھوٹ جائے گی، بلکہ پلیٹ فارم سے بہت آگے نکل جائے گی اور حسرت و یاس کے ساتھ، اسے دیکھتے ہوئے ان کا حال و مآل مندرجہ ذیل شعر کا مصداق ہی نہیں، بلکہ اس کا مرقّع بھی بن جائے گا کہ:

**قہر ہے تھوڑی سی غفلت بھی طریقِ عشق میں**
**آنکھ جھپکی قیس کی اور سامنے محمل، نہ تھا**

**بہر حال! عُلما و فُقَہا و مُفتیانِ کرام نے اپنے اپنے دلائل براہین کی روشنی میں چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلے میں، مندرجہ ذیل، دو مختلف موقف، اختیار کیا:**

**(۱) فرض وواجب اور ملحق بواجب نمازیں، چلتی ٹرین میں، ادا نہیں ہوسکتیں**
**اِس لئے وقت جاتا ہوا دیکھیں، تو جیسے بھی ہو، اِنھیں پڑھ لیں۔**
**اور بعدِ زوالِ مانع، اِن کا اِعادہ کرلیں۔"**
**(۲) مذکورہ نمازیں، اپنے اپنے وقت پر چلتی ٹرین میں بھی، ادا ہوجائیں گی**
**اور بعد میں، اِن کے اِعادہ کی ضرورت، نہیں۔"**

چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ، ایک غیر منصوص اور جدید فرعی فقہی مسئلہ ہے۔

اِور اس طرح کے مسائل میں، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے حنفی فُقَہا ومُفتیانِ کرام کے درمیان، ہزار سال سے، ہزاروں مسائل میں اِستنباط اور اِستخراجِ حکم اور کسی ضرورت وحاجت وحرج، یا تبدیلیِ عِلَّت کی وجہ سے حکمِ سابق میں تبدیلی کیے جانے کے الگ الگ نتائج سامنے آتے رہے ہیں اور موقف کا اختلاف ہوتا چلا آرہا ہے۔

مسئلۂ زیرِ بحث میں، چوں کہ ہر دو موقف، سنّی حنفی فُقہا ومفتیانِ کرام ہی کے اختیار کردہ ہیں، **اِس لئے ان میں سے، جس موقف پر**
**کوئی سُنّی حنفی مسلمان، عمل کرے، بِلا نکیر، اس کا یہ عمل، جائز اور صحیح ہوگا۔**

ضرورت وحاجت وغیرہ کے تحقُّق، یا۔ عِلَّت کی تبدیلی کی وجہ سے
مُعتمد و مستند فقیہ ومفتی اور جماعتِ فُقَہا ومُفتیانِ کرام کی طرف سے کی جانے والی **کسی تبدیلیِ حکم کی محض اِس بنیاد پر مخالفت کا بازار گرم کرنا کہ:**

**فلاں مجتہد، یا فقیہ نے، زمانۂ ماضی میں جو فتویٰ، صادر کردیا ہے**
**اُس میں کسی صورت میں کوئی تبدیلی، نہیں ہوسکتی۔**
**یہ کوئی دلیل نہیں، بلکہ عدمِ دلیل ہے۔**

اور عامّۂ مسلمین کی سادہ لوحی، ان کی ناواقفیت **اور ان کے جذباتِ عقیدت سے کھیلنے کی مذموم کوشش ہے۔**

**فقہی حکمِ سابق کی تبدیلی کے سلسلے میں**

**فقہِ حنفی کے علمائے اصول کا بیان کردہ ضابطہ، یہ ہے کہ:**

''چھ باتیں ہیں، جن سے قولِ امام، بدل جاتا ہے۔ لِھٰذا، قولِ ظاہر کے خلاف، عمل ہوتا ہے۔

وہ چھ باتیں، یہ ہیں: (۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عُرف (۴) تعامُل (۵) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (۶) کسی فسادِ موجود، یا مظنُون بہ ظنِّ غالب کا اِزالہ۔

اِن سب میں بھی، حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔''

(ص ۳۸۵۔ (اَجْلیٰ الْاِعْلَام) فتاویٰ رضویہ۔ جلدِ اول۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی)

**تغیُّرِ احکام وتبدیلیِ مسائل کے سلسلے میں فقہ کے اصول وضوابط کی روشنی میں، واضح ہے کہ:**

**(۱) بعض فقہی اَحکام ومسائل میں، اَحوال وظُروف اور اَسباب وعِلَل کی تبدیلی سے اُن کے اَحکام میں صورۃً، تبدیلی ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔**

**(۲) کسی بھی مفتی وفقیہ ومجتہد، حتی کہ:**

**امامِ مذہب (ابو حنیفۃ النعمان عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان) کے بیان کردہ اَحکام ومسائل میں بھی، صورۃً، تبدیلی کا عمل، جاری ہوگا۔**

**(۳) اِس سلسلے میں کسی فقیہ ومجتہد اور کسی فقہی کتاب ورسالہ کا کوئی اِستثنا نہیں**

**(۴) اصولِ فقہ میں کہیں ایسی کوئی شرط وقید نہیں کہ:**

**تبدیلیِ حکم کرنے والا کوئی مستند ومعتمد فقیہ ومفتی، عہدِ ماضی کے اُس فقیہ ومفتی سے علم وفضل میں مساوی اور تفقُّہ میں ہم پلّہ، یا اس سے بڑا فقیہ ومفتی ہو**

**جس کے بیان کردہ فقہی حکم وفتویٰ میں تبدیلی کی گئی ہے۔**

**بیشتر قارئینِ کرام، اِس حقیقت سے یقیناً، واقف ہوں گے کہ:**

ابو حنیفۂ ہند، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ
متحدہ ہندوستان کے ایسے عظیم وجلیل فقیہ ومفتی ہیں کہ:

(۱) متحدہ ہندوستان کی تاریخِ فقہِ اسلامی میں، دور دور تک
کوئی ایسا فقیہ ومفتی، نظر نہیں آتا، جس کی طرف، شرعی وفقہی سوالات کے
حل کے لئے بحیثیتِ فقیہ ومفتی، اتنا زیادہ، رُجوعِ علما ومشائخ وخواص وعوام رہا ہو۔

(۲) فتاویٰ رضویہ کے بیشتر فتاویٰ، چودھویں صدی ہجری کے
نصفِ اول (بیسویں صدی عیسوی کے رُبعِ اول) کے ہیں۔

(۳) یہی وہ دَور ہے، جب، تیزی کے ساتھ
دنیا بھر میں، تحریکات وتغیُّرات وانقلابات کا ظُہور وشُیوع ہوا۔
جن کا سلسلہ، مزید تیزی کے ساتھ، آج بھی جاری ہے۔
اور اکیسویں صدی عیسوی کی دنیا میں، نہایت برق رفتاری کے ساتھ
ہمہ جہت تغیُّرات وانقلابات، رونما ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

(۴) جُملہ قدیم عربی وفارسی کتب ورسائلِ فقہِ حنفی کے ساتھ
اردو زبان میں، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، بہارِ شریعت، فتاویٰ مصطفویہ
فتاویٰ صدرُ الافاضل، فتاویٰ ملک العُلما وغیرہ کے، اُن فتاویٰ میں بھی
اصولِ مقرَّرہ وضوابطِ مسلَّمہ کے تحت، صورۃً، تبدیلی ہوگی اور ہوتی رہے گی
جن کا تعلق، اسباب وعِلَل واَحوالِ زمان ومکان
وعُرف وعادات بِلا دوَامصار سے ہے۔

(۵) حسبِ ضابطہ علمِ اصولِ فقہ (بیان شدہ، در فتاویٰ رضویہ، جلد اول)
فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کا حکمِ ضروری، یہ ہے کہ:
میرے فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) میں بھی، فُقہا ومفتیانِ متاخرین

حسبِ اصولِ مقرَّرہ، صورۃً، تبدیلیِ حکم کرتے رہیں گے۔

(٦) اسبابِ سِتَّہ میں سے کسی سبب کے تحقق

یا تبدیلیِ عِلَّت کی وجہ سے کسی فقہی حکمِ سابق میں

دَورِ مابعد کے علما ومفتیانِ اہلِ سُنَّت

جب بھی، کسی تبدیلیِ حکم کا فیصلہ کریں، ان کا فیصلہ، فتاویٰ رضویہ سے اختلاف نہیں، بلکہ اتفاق اور اس کے اصول کے عین مطابق ہے۔

مذکورہ اصول وضوابط پڑھنے کے بعد، وہ حضرات، اصولِ فقہ کے آئینے میں، اپنے چہرے دیکھ لیں جو قِلَّتِ علم ومطالعہ، یا فُقدانِ فہم وفکر، یا کسی سازش وبدگمانی، یا کسی بھی نادانی کی وجہ سے ایک تشہیری مُہم (پرپگنڈہ) کا حصہ بن کر، یا۔ شکار ہو کر، یہ اَفواہ پھیلاتے رہتے ہیں کہ:

(١) موجودہ عُلمائے اشرفیہ، مبارک پور، فتاویٰ رضویہ کے خلاف، تحقیقات کر رہے ہیں۔

(٢) اشرفیہ، مبارک پور کے دارُالافتا سے، فتاویٰ رضویہ کے خلاف، فتوے دیے جا رہے ہیں۔

(٣) مجلسِ شرعی، مبارک پور کے فقہی سیمناروں میں

فتاویٰ رضویہ کے خلاف، فیصلے کیے جارہے ہیں۔

(٤) مصباحی حضرات (اشرفیہ کے فارغُ التحصیل عُلما)

اہلِ سُنَّت وجماعت کے درمیان، اختلاف وانتشار کا ماحول پیدا کر رہے ہیں۔

اِس طرح کے الزامات، عائد کرنے والوں کا حال

خدانخواستہ، کہیں، ایسا تو نہیں ہو گیا ہے کہ:

خوفِ خدا، شرمِ نبی، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں؟

یہ الزامات، عائد کرنے والے عناصر وافراد، جن میں، پیش پیش

بعض مولوی حضرات ہیں، اگر چہ، یہ جانتے ہیں، اور اگر نہیں جانتے تو اب جان لیں کہ:

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، یا مفتیِ اعظمِ ہند کے کسی فتویٰ سے اختلاف کا آغاز

**مبارک پورنہیں، بلکہ خود، مرکزِ اہلِ سُنَّت، بریلی شریف سے ازسرِ نَو غور وفکر یا تبدیلیِ حکم کا آغاز ہوا، جس کے دستاویزی ثبوت کا خلاصہ، درجِ ذیل ہے:**

(۱) زَوجۂ مفقودُ الخبر اور (۲) مَعدومۃُ النَّفقہ سے متعلق، فُقہاے اَحناف کے صدیوں قدیم فتویٰ میں تبدیلیِ حکم کا فیصلہ وفتویٰ، گذشتہ صفحات میں مذکور ہو چکا ہے۔

اور یہ سب کچھ، سیدی ومُرشدی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَالرِّضۡوَان کی سرپرستی میں، **آپ کی مکمل تائید وتصدیق کے ساتھ ہوا۔**

**نیز، دیگر اکابر عُلما وفُقہا ومفتیانِ اہلِ سُنَّت نے بھی، اس کی تصدیق وتوثیق فرمائی۔**

(۳) ۲۰۰۳ء میں ''شرعی کونسل، بریلی شریف'' کے قیام کے بعد، اس کے سب سے پہلے فقہی سمینار میں، جو ایک نہایت اہم مسئلہ، زیرِ بحث آیا، وہ ہے: **''چلتی ٹرین میں، نماز کا مسئلہ''**

**اور برسوں بعد ۲۰۰۹ء میں، اس سے متعلق ایک فیصلہ کیا گیا۔**

دیکھیے: **ماہنامہ ''سنّی دنیا'' بریلی شریف، شمارہ ستمبر ۲۰۰۹ء۔**

**(۴) تقریباً ۱۹۵۰ء کی دہائی میں، لاؤڈاسپیکر پر نماز کی اِقتدا کا مسئلہ**

جب، زیرِ بحث آیا، **تو حضور مفتیِ اعظمِ ہند نے اِقتدا کے عدمِ جواز کا فتویٰ دیا**

**اور اکثر عُلماے اہلِ سُنَّت نے، اسی فتویٰ اور موقف کی تائید کی۔**

**جب کہ خود، مرکزِ اہلِ سُنَّت سے اختلافِ موقف وفتویٰ کا آغاز، اِس طرح ہوا کہ:**

خلیفۂ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مفتی سید افضل حسین، مونگیری، صدرالمدرسین وصدر مفتی دارُالعلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف وخلیفۂ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا مفتی محمد جہاں گیر خاں اعظمی، رضوی، نائب صدر مدرس ونائب مفتیِ دارُالعلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف نے

**جوازِ اقتدا کا فتویٰ دے کر، اختلافِ موقف وفتویٰ کا آغاز کیا۔**

اور مفتیِ آگرہ، حضرت مولانا مفتی عبدالحفیظ حقانی، خطیب وامام شاہی مسجد آگرہ وحضرت مولانا نورُاللہ، نعیمی، بصیری پوری (پنجاب) ومبلغِ اسلام، مولانا عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی

جیسے بعض معروف علما و مفتیانِ کرام نے بھی، جوازِ اِقتدا کا فتویٰ دیا۔
اگر، اسے اختلاف کہیں، تو اختلافِ محمود ہے
اور اگر، اسے آغاز کہیں، تو آغازِ مستحسن ہے۔
اور ان دونوں کا سہرا، بریلی شریف ہی کے سَر سجتا ہے۔
جسے، اِس اختلاف و آغاز میں، اول و اَقدم حیثیت، حاصل ہے۔
کسی تبدیلیِ حکم کے سلسلے میں بحث، صرف اِس جہت سے ہوسکتی ہے اور ہونی چاہیے کہ:
مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کا تحقُّق ہوا ہے، یا نہیں؟
اور تبدیلی کے فیصلہ کی دلیل، قوی ہے، یا نہیں؟
اِس اُصول اور طرز و طریقہ کو، پسِ پشت ڈال کر، خواہ مخواہ کی بحث بیان بازی، شور و غوغا، اِلزام تراشی و بُہتان طرازی
اور ذاتیات کو نشانہ بنانے کا، نا رَوا طریقہ اپنانے والا شخص
قطعاً اور یقیناً، نہ فقیہ ہے، نہ مفتی اور نہ خداترس عالمِ دین۔
کیوں کہ، جو عُلماے دین ہوتے ہیں
اُن کا وصفِ خاص، ہی ہوتا ہے: خوفِ خداوندی اور خشیَّتِ رَبَّانی۔
جیسا کہ رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ۔ (سورۂ فاطر: آیت ۲۸)
ترجمہ: ۔اللہ سے اُس کے، وہی بندے، ڈرتے ہیں جو، علم والے ہوتے ہیں۔
بے شک اللہ، بخشنے والا، عزت والا ہے۔"
استاذِ گرامی، حافظِ مِلّت، مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی، محدِّث مبارک پوری
(وصال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَالرِّضۡوَان

اپنے اشرفیہ، مبارک پور کے طلبہ کو، علم وعقل کے بے جا اِستعمال اور اسے اپنی نفسانی خواہشات کا تابع بنانے سے **سخت اِجتناب واِحتراز کی نصیحت فرماتے ہوئے** فارسی زبان کا، یہ شعر، اکثر پڑھا کرتے تھے:

**عِلم را، بر دِل زَنی، یارے بود**
**عِلم را، بر تَن زَنی، مارے بود**

**حفِظَنَا اللّٰہُ تبارَکَ وَتعَالیٰ مِنْ شُرُوْرِ انْفُسِنَا وَسَیِّآتِ اَعْمَالِنَا۔ آمِین۔**

**بِجَاہِ حَبِیْبِکَ وَنَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْن۔**

# ہندوستان! دارُالحرب ہے، یا۔ دارُالاسلام؟

۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں، مرزاعلی بیگ، بدایونی نے تین سوالات پر مشتمل، ایک سوال نامہ بھیجا جس کا پہلا سوال، یہ تھا کہ: **ہندوستان! دارُالحرب ہے۔یا۔دارُالِاسلام؟**

اِس سوال نامہ کے جواب میں، ایک رسالہ، تیار ہوگیا جس کا نام ہے:

**''اِعْلَامُ الْاَعْلَامِ بِاَنَّ ہندوستان دَارُ الْاِسْلَام''۔**

سائل ومستفتی کے پاس، یہ جواب، اپنے وقت پر پہنچ گیا ہوگا۔

مگر، اسے رسالہ کی شکل میں پہلی بار، ۱۹۲۷ء میں، حَسَنی پریس، بریلی سے شائع کیا گیا۔

یعنی، امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) کے چھ سات سال بعد (۱۹۲۷ھ میں) اِس فتویٰ کی بشکلِ رسالہ، طباعت واِشاعت ہوئی۔ بعد میں، اسے فتاویٰ رضویہ میں بھی، شامل کر دیا گیا۔

**فتویٰ کا آغاز، اِن کلمات سے ہوتا ہے:**

''ہمارے امامِ اعظم، رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہ، بلکہ عُلماے ثلٰثہ، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِم کے مذہب پر، **ہندوستان، دارُالاسلام ہے۔ دارُالحرب، ہرگز نہیں ہے۔**'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۰۵۔ **فتاویٰ رضویہ** مترجَم، جلد چودہ۔ مطبوعہ ہندوپاک)

امام احمد رضا کے مُعتمد ومُقرَّب خلیفہ اور فقہی بصیرت کے وارِث، صدرُ الشَّریعہ، مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی (وصال، ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے بھی

بعد کے کسی دَور میں ایک اِستفتا کا جواب، دیتے ہوئے، یہی فتویٰ، جاری کیا کہ:

**''ہندوستان، دارُالاسلام ہے۔** اسے دارُالحرب قرار دینا، غلطی ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۲۹۔ **فتاویٰ امجدیہ**، جلدِ سوم۔ دَائِرَۃُ الْمَعَارِفِ الْاَمْجَدِیہ۔ قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔ اترپردیش)

ابوالحسنات، مولانا محمد عبدالحیٔ، فرنگی محلی لکھنوی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۳۰۴ء/ دسمبر ۱۸۸۶ء) کا بھی، **یہی فتویٰ ہے کہ:**

**''بلادِ ہند، جو، قبضۂ نصاریٰ میں ہیں، دارُالحرب نہیں۔''**

(ص ۳۰۲۔ **فتاویٰ عبدالحیٔ**، جلدِ اول۔ مطبع یوسفی، لکھنؤ)

**مولانا محمد قاسم، نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) لکھتے ہیں:**

''ہجرت کے معاملے میں، دارُالحرب اور سود کے معاملے میں، دارُالاسلام، قرار دینا چاہیے۔

(خلاصۂ مفہوم۔ ص ۳۶۲ وص ۳۷۱۔ از قاسم العلوم، مطبوعہ لاہور)

مولانا رشید احمد، گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) لکھتے ہیں:

''دارُالحرب ہونا، ہندوستان کا مختلف، عُلمائے حال میں ہے۔

اکثر، دارُالاسلام کہتے ہیں۔ اور بعض، دارُالحرب کہتے ہیں۔

بندہ، اس میں، فیصلہ نہیں کرتا۔ فقط۔ وَاللہُ تعَالیٰ اَعْلَم۔

(ص ۷۔ فتاویٰ رشیدیہ، جلدِ اول۔ کتب خانہ رحیمیہ، دہلی۔ وص ۸۔ فتاویٰ رشیدیہ، جلدِ اول۔ کتب خانہ میر محمد، کراچی)

مولانا اشرف علی، تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کے نزدیک

ہندوستان، دارُالحرب نہیں، بلکہ، دارُالاسلام ہی ہے۔

جیسا کہ، وہ، کہتے ہیں کہ:

**''عموماً، دارُالحرب کا معنیٰ، غلطی سے، یہ سمجھا جاتا ہے کہ:**

**جہاں، حَرب، واجب ہو۔ سو، اِس معنیٰ میں تو، ہندوستان، دارُالحرب نہیں۔**

**کیوں کہ، بوجہ معاہدہ کے، یہاں، حرب، درست نہیں۔''**

(ص ۱۴۷۔ بابِ اول۔ ملفوظ ۶۱۴۔ کمالاتِ اشرفیہ۔ مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ۔ تھانہ بھون، ضلع سہارن پور)

**''اور ہندوستان، نہ تو، صاحبین کے قول پر، دارُالحرب ہے۔ کیوں کہ:**

اگر چہ، اَحکام، شرک کے، اس میں، عَلیٰ الْاِعْلَان، جاری ہیں۔ لیکن، اَحکام، اسلام کے بھی، بِلا خوف وخطر، مُشتہر ہیں۔ اور، دونوں کے باقی رہنے سے، دارُالحرب، نہیں ہوتا۔

اور، نہ امام (ابوحنیفہ) صاحب کے قول پر، دارُالحرب ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۸۔ تَحذِیرُ الْاِخْوَان۔ از مولانا تھانوی۔ اشرفُ المطابع، تھانہ بھون، ضلع سہارن پور)

غیر مقلّد عالم ومحدّث، مولانا نذیر حسین، بہاری ثُمَّ دہلوی (متوفی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کا فتویٰ، اُن کے سوانح نگار، مولانا فضلِ حسین، بہاری (متوفی ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء) یہ لکھتے ہیں کہ:

**''انھوں نے ہندوستان کو، کبھی، دارُالحرب، نہ کہا۔''**

(اَلْحَیاۃُ بَعْدَ الْمَمَاۃ۔ مؤلّفہ فضلِ حسین، بہاری۔ مطبوعہ اَلکتاب انٹرنیشنل، مُرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ومکتبہ شعیب، کراچی)

مرکزی خلافت کمیٹی (تاسیس وتشکیل ۱۹۱۹ء) کے بانی وروحِ رواں، حضرت مولانا عبدالباری

فرنگی محلی لکھنوی (وصال، رجب ۱۳۴۴ھ/ جنوری ۱۹۲۶ء) تحریر فرماتے ہیں:

**’’ہم لوگ، ہندوستان کو، دارُ الاسلام سمجھتے ہیں۔**

اور اِعزازِ دین و اِعلاے کلمۃُ الحق کی نیت سے، قیام کیے ہوئے ہیں۔‘‘ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(مکتوبِ مولانا عبد الباری، فرنگی محلی۔ مطبوعہ اخبارِ مشرق، گورکھ پور۔ بحوالہ ص ۱۳۸۔ ’’تحریکِ خلافت‘‘ مؤلّفہ قاضی محمد عدیل عباسی۔ مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو، نئی دہلی۔ طبعِ دوم۔ ۱۹۹۷ء)

قارئین پر، واضح رہے کہ:

انیسویں صدی عیسوی کے پہلے عَشرے میں، سراجُ الہند، شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) نے، بعض ہندوستانی علاقوں اور خطّوں کے دارُ الحرب ہونے کا فتویٰ

اُس وقت دیا تھا، جب ۱۸۰۳ء میں، انگریز فوجی جنرل، لارڈ لیک کی قیادت میں

انگریزی فوج نے دہلی پر حملہ کر کے، اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

اور اُس وقت کے مُغل حکمراں، شاہِ عالَم کو، وظیفہ خوار بادشاہ بنا کر، الہ آباد میں قید کر دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی، اس نے اسلام و مسلمین کو، سخت مظالم و مصائب سے دوچار کر کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات، تنگ کر دیا اور شعائرِ شریعتِ اسلامی کی توہین و تحقیر کے سارے اَبوَاب، کھول دیے تھے۔

مؤرِّخین، شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) کے فتویٰ کے اِجرا کی تاریخ و ماہ و سال، متعین نہیں کر سکے ہیں، مگر، اِس پر، سب کا اتفاق ہے کہ:

**۱۸۰۳ء کے معاً بعد، یا۔ چند سال بعد، یہ فتویٰ، جاری ہوا تھا۔**

**اور جب، حالات، سنبھل گئے اور نَظم و نَسق، بحال ہو گیا**

تو، خود، شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی نے، مولوی عبد الحئی، بڈھانوی (متوفی شعبان ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۸ء) کو، **مفتیِ عدالتِ میرٹھ کا منصب، قبول کرنے کی اجازت، دے دی۔**

**اِس اجازت کا، وَاضح و صریح مطلب، یہ ہے کہ:**

**حالات، بدل گئے۔ اِس لئے، اب سابقہ حکم، باقی نہ رہا۔**

**اور ہندوستان، حسبِ سابق، دارُ الاسلام ہو گیا۔**

**البتّہ، فقہی نقطۂ نظر سے، یہ پہلو، نہایت اہم اور قابلِ غور ہے کہ:**

**جب، دارُ الحرب سے، دارُ الاسلام کی طرف، ہجرت، ضروری ہے۔**

**تو، شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی نے، مسلمانانِ ہند کو، ہجرت کا حکم، کیوں نہیں دیا؟**

دوسری صورت، جہاد کی ہے۔ مگر، اس کا بھی، آپ نے کبھی، کوئی حکم نہیں دیا۔
ایسی کوئی مستند زبانی روایت، یا تحریری سند نہیں ہے، جس سے معلوم ہو کہ:
آپ نے ہجرت، یا۔ جہاد کا حکم، صادر فرمایا ہو۔
اِس کی وجہ، اِس کے سِوا، کوئی اور سمجھ میں نہیں آتی کہ:
ہندوستانی مسلمان، اپنے حالات کے تحت، اُس وقت، ہجرت، یا۔ جہاد کرنے سے معذور تھے۔ اور جب، ہجرت، یا۔ جہاد سے حقیقۃً، مجبوری و معذوری ہو، تو، پھر:
ان میں سے، کسی ایک کا بھی، شرعی حکم نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اور نہ کبھی دیا گیا ہے۔
جہاد، یا۔ ہجرت سے سکوت کی وجہ، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کی نظر میں، غالبًا، یہی رہی ہوگی۔
مجبوری و معذوری کی صورت اور اس کا حکم، امام احمد رضا نے، میاں تاج الدّین، لاہوری کے ایک اِستفتا، مؤرخہ ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔
دیکھیے: ص ۱۰۲ و ص ۱۰۳۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد چودہ۔ مطبوعہ ہندو پاک۔
اِستفتا (محرّرہ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) کا جواب دیتے ہوئے، اپنے فتویٰ، موسوم بہ اِعلامُ الاَعلام بِاَنَّ ہندوستان دَارُ الاِسلام۔ مطبوعہ بریلی ۱۹۲۷ء، و مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۱۴۔ مطبوعہ پاک و ہند میں، امام احمد رضا، بریلوی نے قدیم و مستند اور متداول کتبِ فقہ، مثلاً:
فتاویٰ ہندیہ و سراجِ وہاج و جامعُ الفصولین و شرحِ نقایہ وغیرہ کی
عبارات و حوالہ جات کے ذریعہ، واضح اور ثابت کیا ہے کہ:
جب، کسی دارُالحرب میں، عَلانیہ، اَحکامِ اسلام، جاری ہو جائیں
تو، وہ، دارُالاسلام ہو جاتا ہے۔
اور جب، دارُالاسلام میں، احکام کفر و شرک، اِس طرح، غالب ہو جائیں کہ:
اَحکامِ اسلام، وہاں، جاری، نہ ہو سکیں
تو، وہ، دارُالحرب ہو جاتا ہے۔
یعنی، سبب و عِلّت کے بدلنے کے ساتھ، اس کا حکم بھی، بدلتا رہے گا۔
امام ابو یوسف و امام محمد کا، یہی فتویٰ ہے۔
امامِ اعظم، ابو حنیفہ کے نزدیک، کسی دارُالاسلام کے دارُالحرب ہونے کی تین شرطیں ہیں جن کے پائے جانے کے بعد ہی، کوئی دارُالاسلام، دارُالحرب ہوگا۔

مذکورہ احکام کے سلسلے میں، امام احمد رضا نے فتاویٰ ہندیہ سے، یہ فقہی جزئیات، نقل کیے ہیں:

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ کے نزدیک

دارُالاسلام، تین شرائط سے، دارُالحرب ہوجاتا ہے۔ جن میں سے، ایک، یہ ہے کہ:

کفّار کے اَحکام، عَلانیہ، جاری کیے جائیں۔ اور وہاں، اسلام کا کوئی حکم، جاری، نہ کیا جائے۔

پھر، فرمایا: اور مسئلہ کی صورت، تین طرح ہے:

اہلِ حرب، ہمارے علاقہ پر غلبہ پالیں۔

یا۔ ہمارے کسی علاقہ کے شہری، مُرتد ہوکر، وہاں، غلبہ، پالیں اور کفر کے اَحکام، جاری کردیں۔

یا۔ وہاں، ذِمّی لوگ، عہد توڑ کر، غلبہ، حاصل کرلیں۔

تو، اِن تمام صورتوں میں وہ علاقہ، صرف، تین شرطوں سے، دارُالحرب بنے گا۔

(اَلْفَتَاوىٰ الْهِندیه۔ اَلْبَابُ الْخَامِس)

یہی باتیں، امام احمد رضا کے تلمیذ و خلیفہ، صدرُ الشّریعہ، مولانا امجد علی، اعظمی، رضوی (وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے، وضاحت و اِختصار کے ساتھ، اِس طرح، بیان فرمائی ہیں:

**"جو جگہ، دارُالاسلام ہو، اُس کے دارُالحرب ہونے کے لئے فقط اتنی بات، ناکافی ہے کہ کفّار کی، وہاں، حکومت ہوجائے۔ بلکہ، اس کے ساتھ اور تین چیزوں کی ضرورت ہے:**

**(۱) اہلِ شرک کے احکام، علیٰ الاعلان، جاری ہوں اور اسلامی اَحکام، بالکل، نہ جاری ہوں۔**

**(۲) دارُالحرب سے، اس کا اِتّصال ہوجائے۔**

**(۳) کوئی ذِمّی، اَمانِ اوّل پر، باقی، نہ رہے۔**

**چند فقہی عبارتیں، پیش کرنے کے بعد، لکھتے ہیں:**

**"اِس سے ظاہر ہے کہ:**

**اگر، اَحکامِ مسلمین و اَحکامِ اہلِ شرک، دونوں، جاری ہوں**

**تو، وہ جگہ، دارُالحرب، نہیں ہوگی۔**

**اِسی شرطِ اوّل کو، اگر، دیکھا جائے تو، اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ:**

**ہندوستان، دارُالاسلام ہی ہے، دارُالحرب نہیں۔ کہ:**

**بِحَمْدِهٖ تَعالیٰ، اب بھی، ہندوستان میں، بہت کچھ اَحکامِ اہلِ اسلام، جاری ہیں۔**

**شعائرِ اسلام، باقی ہیں۔ اذانیں ہوتیں، جمعہ و عیدَین ہوتی ہیں۔**

ترکہ ومیراث وغیرہ میں، شریعتِ مطہّرہ کے موافق، فیصلہ ہوتا ہے۔

لِھٰذا، یہاں، اگرچہ، اہلِ شرک کے اَحکام، جاری ہیں

مگر، جب، اہلِ اسلام کے اَحکام بھی، جاری ہیں

تو، بموجب تصریح، علاّمہ ابن عابدین شامی، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ:

ہندوستان، دارُالاسلام ہی ہے۔اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(فتاویٰ امجدیہ، جلدِ سوم۔مطبوعہ دائرۃُ المُعارف الامجدیہ، قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔یوپی)

مذکورہ اُصولی وفقہی حقائق اور اِقتباسات کی روشنی میں

قارئین، اِس حقیقت کو، اچھی طرح، سمجھ چکے ہوں گے کہ:

کسی ملک وعلاقہ کے سلطان وحکمراں اور حکومت وسلطنت کے، بدلنے، نہ بدلنے اور رہنے، نہ رہنے سے، دارُالاسلام اور دارُالحرب کے ہونے، نہ ہونے کا، کوئی بنیادی تعلق، نہیں۔

بلکہ، اَحکامِ شریعت کے، کسی ملک وعلاقہ میں، باقی اور جاری رہنے، نہ رہنے سے ان کا اصل تعلق ہے۔

اور حالات مع شرائط، بدلنے کے ساتھ ہی، کسی ملک وعلاقہ کے

دارُالاسلام، یا۔دارُالحرب ہونے کا فتویٰ اور حکم، صادر کیا جائے گا۔

امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی نے، اپنے فقہی مُوقِف ومُدَّعا کے اِثبات میں دُرَرِغُرَر وَجامعُ الفصولین سے، یہ عبارت، نقل کی ہے:

(ترجمہ) دارُالحرب، اسلامی احکام، جاری کرنے سے، مثلاً:

جمعہ اور عیدَین، وہاں، ادا کرنے پر، دارُالاسلام بن جاتا ہے۔اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (اَلدُّرَرُ الْغُرَر)

''امام صاحب کے نزدیک، دارُالحرب کے علاقہ میں، اسلامی احکام، جاری کرنے سے دارُالاسلام بن جاتا ہے۔

تو، جب تک، وہاں، اِسلامی اَحکام، باقی رہیں گے، وہ علاقہ، دارُالاسلام رہے گا۔

یہ، اِس لئے کہ:

حکم، جب، کسی عِلّت پر مبنی ہو، تو، اس کی بَقا سے، حکم بھی، باقی رہتا ہے۔جیسا کہ معروف ہے۔''

فصولِ عِمادیہ، سے منقول ہے کہ:

دارُالاسلام، جب تک، وہاں، اَحکامِ اسلام، باقی رہیں گے،تو، وہ، دارُالحرب، نہ بنے گا۔ اگر چہ، وہاں، اہلِ اسلام کا غلبہ، ختم ہو جائے۔''

دارُالاسلام، صرف اِسلامی اَحکام، جاری کرنے سے بنتا ہے۔

تو، جب تک، وہاں، اسلام کے متعلقات، باقی رہیں گے

وہاں، اسلام کے پہلو کو ترجیح، دی جائے گی۔''

کوئی علاقہ، اُس وقت تک، دارُالحرب، نہ بنے گا، جب تک، وہاں، کچھ اسلامی اَحکام باقی ہیں۔ کیوں کہ، اسلامی نشانات اور کلمۂ اسلام کے نشانات کو، ہم، ترجیح دیں گے۔'' ........

دارُالحرب میں، بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے، دارُالاسلام بن جاتا ہے۔''

اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (جامعُ الفصولین)

اَحکامِ اسلام اور اَحکامِ شرک، دونوں، کسی ملک میں، جاری ہوں،تو، کیا حکم ہوگا؟

اِس بارے میں، امام احمد رضا، یہ صریح فقہی جُزئیہ، پیش کرتے ہیں:

(ترجمہ) دُرِّ مختار کے حاشیۂ طحطاوی میں ہے:

قَولُہٗ بِاِجْرَاءِ اَحْکَامِ اَھلِ الشِّرْکِ (اس کا قول کہ، اہلِ شرک کے احکام کے اجرا سے، دارُالحرب بن جاتا ہے) **اِس سے مراد، یہ ہے کہ:**

وہاں، علانیہ، اَحکامِ شرک، نافذ کیے جائیں اور اہلِ اسلام کا کوئی بھی حکم، نافذ نہ ہو۔

''ہندیہ'' میں، یوں ہے کہ:

''اِس سے ظاہر ہے کہ، اگر، وہاں، احکامِ شرک اور اَحکامِ اسلام، دونوں، نافذ ہوں تو، دارُالحرب نہ ہوگا۔'' (حاشِیۃُ الطَّحطَاوِی عَلیٰ الدُّرِّ الْمُختَار)

**امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، خالص شرعی وفقہی موقِف، اِختیار کرتے ہوئے متحدہ ہندوستان کے دارُالاسلام ہونے کا فتویٰ دیا۔**

**جس سے آپ کی فقہی بصیرت واصابتِ فکر وموقف، روزِ روشن کی طرح، واضح وعَیاں ہے۔**

**ہندوستان کو، دارُالاسلام کہنے کا، یہ مطلب تھا۔**

**اور آج بھی، اسے دارُالاسلام سمجھنے اور کہنے کا، یہ صاف وصریح مطلب ہے کہ:**

**اپنی اسلامی شناخت کے ساتھ، اپنے اسلامی اُصول واَحکام پر عمل کرتے ہوئے**

**مسلمانانِ ہند، یہاں، کل بھی تھے، آج بھی ہیں، اور کل بھی رہیں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔**

**اپنا وجود، اپنا تشخص اور اپنی شناخت، ہر حال میں، باقی و قائم رکھیں گے۔**

**اس کے چپے چپے اور وادی و کوہ سار پر، ہمارا پورا حق ہے۔**

**اِس لئے، یہ عزم و حوصلہ اور اِس کا اعلانِ عام ہے کہ:**

**کبھی شاخ و سبزہ و بَرگ پر، کبھی غُنچہ و گُل و خار پر**

**مَیں، چمن میں، چاہے جہاں رہوں، مرا حق ہے فصلِ بہار پر**

حضرت شاہ عبد العزیز، محدّث دہلوی کی طرف سے ۱۸۰۳ء کے معاً بعد، یا چند سالوں بعد متحدہ ہندوستان کے بعض علاقوں کے دارُ الحرب ہونے کے جاری شدہ فتویٰ سے

خود، آپ نے بعد کے حالات میں، مولوی عبد الحئی، بڑھانوی (متوفی ۱۸۲۸ء) کو میرٹھ کی ملازمت کی اجازت دے کر، عَملاً اپنے موقف کے اندر، تبدیلی پیدا کر لی۔

**علاوہ اَزیں، اس سے آگے کی تاریخ کا نقشہ، کچھ سے کچھ ہوگیا۔**

جسے، مندرجہ ذیل تحریروں کے آئینے میں، اچھی طرح، دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے:

......... ''اِس گئے گذرے زمانہ میں، مدرسہ عالیہ، دیو بند کا وجود

مسلمانوں کے لئے چشمۂ فیضِ رَبّانی کا، کام دے رہا ہے۔

اور سچ پوچھو، تو، اس کی بنیاد، ایسے مقدّس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی

جنھیں، بجُز اِخلاص، حرکت کرنا، حرام تھا۔

اے کاش! مسلمان، اِس سرچشمہ کے آبِ زُلال سے سَیراب ہونے کی خواہش، ظاہر کریں۔

سالِ گذشتہ میں، وہیں کے سرگرم ممبران کی صوابِ دید سے ''**جَمْعِیَّۃُ الْاَنْصَار**'' کا سلسلہ، جاری ہوا ہے۔ جس کا وجود، اَبرِ رحمت سے، کم نہیں۔

لِہٰذا، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مفصَّل قواعد کی ایک کاپی، مہتمِم مدرسہ سے طلب کر کے ''**جَمْعِیَّۃُ الْاَنْصَار**'' کی ممبری، قبول کریں۔''

ذیل میں، مفصَّل قواعد کے ایک ضمیمہ کی نقل، دی جاتی ہے جس سے بقدرِ ضرورت اِس مجلسِ مبارک کی ضرورت اور عظمت کا، ناظرین کو علم ہو سکتا ہے۔ (ایڈیٹر)

ضمیمۂ قواعد و مقاصد۔ ''**اَلْاَنْصَار**''، دیو بند۔

''جمعیۃ، گورنمنٹ انگلشیہ کی (جس کے ظِلّ عاطفت میں، ہم، نہایت آزادی کے ساتھ، مذہبی فرائض، ادا کرتے ہیں۔ اور مذہبی تعلیم کی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوشش کر سکتے ہیں۔) پوری وفادار، رہے گی۔ اور اَنارکِسٹانہ کوششوں کے قلع وقمع میں اپنے اثر سے پورا کام لے گی۔''

(ص ۳۸۔ مجلّہ اَلھُدیٰ، دیوبند۔ جلد ۷۔ نمبر ۹۔ ماہِ رجبُ المرجّب ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء)

**''بدقسمتی سے ہند میں، مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ، بمب بازی بھی، ترقی پر ہے۔**
**گذشتہ، چند سالوں میں، متعدد وَارداتیں ہوئیں۔ لیکن، ان سب میں**
**زیادہ قابلِ نفرت اور امن پسند قلوب کو، ہلادینے والا، وہ حادثہ ہے**
جس میں، **ہز اِیکسِیلنسی، لارڈ، ہارڈِنگ، جیسے مہربان ورحم دل وَائسَرائے پر**
بوقت شاہی داخلہ، دہلی ۲۳/ دسمبر ۱۹۱۲ء کو (جو تاریخِ ہند کے نئے دَور کا، پہلا دن تھا)
**کسی غیر معلوم شخص نے، بمب پھینکا اور ہز اِیکسِیلنسی، وَائسَرائے، سخت زخمی ہوئے۔**
دارالعلوم (دیوبند) کے اہلِ شوریٰ، اساتذہ، موجودہ طلبہ، پرانے طلبہ (**جَمْعِیَّۃُ الْاَنْصَار**)
**اِس صدمہ کا اثر، محسوس کرتے ہیں۔**

مولانا محمد احمد صاحب، مہتمم دارالعلوم (دیوبند) نے، دارالعلوم کے تمام دوستوں کی طرف سے، اِظہارِ ہمدردی اور غصہ ونفرت کا، تار دیا۔ جس کا جواب، نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔''

(ص ا۔ ماہوار رِسالہ ''**اَلْقَاسِم**'' مدرسہ عربیہ، دیوبند۔ جلد ۳۔ نمبر ۶۔ ماہِ محرمُ الحَرام ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

''اخبار'' ''انجمنِ پنجاب'' لاہور، مجریہ ۱۹/ فروری ۱۸۷۵ء (بہ حوالہ ص ۳۳۲ و ۳۳۴۔ ''تاریخِ صحافتِ اردو'' جلدِ دوم (حصہ اول) مؤلّفہ مولانا امداد صابری، دہلوی، مطبوعہ دہلی) کے حوالہ سے، پروفیسر محمد ایوب، قادری (کراچی) مدرسہ دیوبند کے ایک معائنہ اور رپورٹ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اِس مدرسہ نے، یَومًا فَیومًا ترقی کی۔ ۳۱/ جنوری ۱۸۷۵ء، بروز یک شنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خُفیہ انگریز مُعتمد، مسمّٰی ''**پامر**'' نے، مدرسہ کو، دیکھا
تو، اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معائنہ کی چند سطور، دَرجِ ذَیل ہیں:
''جو کام، بڑے بڑے کالجوں میں، ہزاروں روپیہ کے صَرف سے ہوتا ہے وہ، یہاں، ، کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔
جو کام، پرنسپل، ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر، کرتا ہے

وہ، یہاں، ایکِ مولوی، چالیس روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر، کرتا ہے۔
**یہ مدرسہ، خلافِ سرکار نہیں، بلکہ مُوافقِ سرکار، مُمِد ومُعاوِنِ سرکار ہے۔**'' الخ۔
(ص ۲۱۷۔ کتاب ''**مولانا محمد احسن نانوتوی**'' مولّفہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء)

''قوم ومِلّت و جماعت کی قیادت، بڑا عظیم اور اہم منصب ہے۔
عمومی طور سے کسی بھی رہنمائی کو قیادت کہہ سکتے ہیں، لیکن، خصوصی بلکہ اصطلاحی طور سے قوم ومِلّت و جماعت اور ملک کی صحیح اجتماعی رہنمائی ورہبری کرنے کو قیادت کہتے ہیں۔
کسی بھی اجتماعی مسئلہ میں مِلّت و جماعت اور قوم وملک کے افراد کی جو صحیح رہنمائی کرے یا باشعور و بیدار مغز افراد جس سے رہنمائی ورہبری کے طالب ہوں، وہ قائد کہا جاتا ہے۔ مثلاً:
تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) وتحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) اور تحریکِ ہجرت (۱۹۲۱ء) کے ہنگامہ خیز دَور میں فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی وحجۃُ الاسلام، مولانا حامد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی ومفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا، قادری، برکاتی نوری، بریلوی وعلّامہ سید سلیمان اشرف، علی گڑھی وصدرُ الافاضل، مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی اور دیگر عُلماے اہلِ سُنّت رَحْمَۃُاللّٰہِ تعالیٰ علَیھِم اَجمَعِین نے
اپنی مسلسل تحریر وتقریر کے ذریعہ، جس طرح، قوم ومِلّت کی صحیح اور بروقت رہنمائی ورہبری فرمائی اُسے قیادت کی اعلیٰ مثال، قرار دیا جاسکتا ہے۔
اس کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ:
**قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے؟**
لیکن، یہ صفت، بڑے وسیع علم ومطالعہ وتدبُّر وبصیرت وتجربہ ومشاہدہ ومعاملہ فہمی و مستقبل بینی کے بعد ہی کسی کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اور:
جگر، خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا
اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ: ع **جہاں بانی سے ہے دشوار تر، کارِ جہاں بینی**
(ص ۲۰۶۔ عرفانِ مذہب ومسلک۔ طبعِ اخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

# تحریکِ ندوۃُ العلما

تحریکِ ندوۃُ العلما کے آغاز ہی سے پیدا ہوجانے والے بعض مفاسِد وَمضرّ ات ونقصانات کا امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ اور دیگر علما و مشائخِ اہلِ سُنَّت نے، شرعی مؤاخذہ اور تعاقُب فرمایا۔

ندوۃُ العلما کا آغاز، ایک تحریک اور اجتماعی پلیٹ فارم، مجلسِ علما (نَدِیَّۃُ الْعُلَمَاء) کی شکل میں

**۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں، مدرسہ فیضِ عام، کان پور کے جلسۂ سالانہ کے ذریعہ ہوا۔**

**جس کا اصل نام ''نَدِیَّۃُ الْعُلَمَاء'' تھا۔**

**اُس وقت، اِس کا کوئی مدرسہ اور کوئی دارُ العُلوم، نہ تھا۔**

**۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں، لکھنؤ کے دریائے گومتی کے کنارے**

**دارُ العُلوم، ندوۃُ العلما کا قیام، عمل میں آیا۔**

نَدِیَّۃُ الْعُلَمَاء اور نَدْوَۃُ الْعُلَمَاء کے ماضی اور اس کی تاریخ سے مسلمانانِ ہند و پاک بلکہ، علما بھی، عموماً، ناواقف ہیں۔ اِس لئے نہایت اِختصار کے ساتھ

یہاں، اس کے کچھ حالات، درج کیے جارہے ہیں۔

مجاہدِ انقلابِ ۱۸۵۷ء، **حضرت مفتی عنایت احمد، کاکوروِی**، صدرُ الصُّدُور بریلی

(متولد ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء۔ متوفی ۱۷/شوال ۱۲۷۹ھ/۱۷/اپریل ۱۸۶۳ء)

مؤلّفِ ''تواریخِ حبیبِ اِلٰہ'' (۱۲۶۹ھ) وعلمُ الصِّیغہ (۱۲۷۶ھ) ومُترجمِ **''تَقْوِیمُ الْبُلْدَان''**

جب، جزیرۂ انڈمان و نِکوبار (کالا پانی) سے، رِہا ہوکر، ہندوستان، واپس تشریف لائے

تو، ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں، آپ نے کان پور (صوبہ اتر پردیش، انڈیا) کو

اپنی دینی وعلمی سرگرمی کا مرکز بنایا۔

**اُویسِ زمان، مولانا شاہ فضلِ رحمٰن**، گنج مرادآبادی (ولادت ۲۱/رمضان ۱۲۰۸ھ، سندیلہ۔ وصال ۲۲/ربیعُ الاوّل ۱۳۱۳ھ/ستمبر ۱۸۹۵ء۔ مدفون، گنج مرادآباد۔ ضلع اُنّاؤ۔ اتر پردیش)

تلمیذِ شاہ عبدالعزیز، محدّث دہلوی و مولانا نورُ الحق، فرنگی محلی، لکھنوی

وخلیفۂ حضرت شاہ محمد آفاق نقشبندی، مجدّدی، دہلوی کی ہدایت کے مطابق، تاجرانِ کان پور نے

**آپ کو، کان پور آ کر خدمتِ علمِ دین کی دعوت دی تھی۔**

حضرت **مفتی عنایت احمد، کاکوروِی** (کاکوری، لکھنؤ۔ موجودہ صوبہ اتر پردیش)

۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں کان پور تشریف لے گئے اور اُسی سال "**فیضِ عام**" کے نام سے آپ نے ایک دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اور تعلیم و تدریس کا، باضابطہ آغاز کر دیا۔

۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء میں، مفتی عنایت احمد، کاکوروِی، سفرِ حج و زیارت کے لئے بذریعۂ بحری جہاز، عازمِ حَرمین طیبین ہوئے۔ سمندر میں آپ کا جہاز، ایک پہاڑی سے ٹکرانے کی وجہ سے غرقِ آب ہو گیا۔ حضرت مفتی عنایت احمد، کاکوروِی بھی، غرِیقِ بحرِ رحمتِ الٰہی ہو گئے۔

**رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ رَحْمَةً وَاسِعَةً۔**

اِس سفرِ حج و زیارت ۱۲۷۹ھ سے پہلے، آپ نے "**فیضِ عام**" کو اپنے دو تلامذہ، سید حُسین شاہ، بخاری اور مفتی لطف اللہ، علی گڑھی کے سپرد، فرما دیا تھا۔

**استاذُ العلما، مفتی لطف اللہ، علی گڑھی** (ولادت ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء۔ وصال، ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ/۸/اکتوبر ۱۹۱۶ء) کی تعلیم و تدریس سے، مدرسہ فیضِ عام، کان پور کو، نمایاں ترقی، حاصل ہوئی۔ سات (۷) سال تک، یہاں، آپ، صدر مدرّس کی حیثیت سے، مصروفِ درس و تدریس رہے۔

۱۲۸۵ھ میں، کان پور سے علی گڑھ چلے گئے، جہاں، جامع مسجد، علی گڑھ میں ۱۳۱۲ھ تک، خدمتِ درس و تدریس، انجام، دیتے رہے۔

زندگی کے آخری حصے میں، حیدر آباد، دَکن کی عدالتِ عالیہ کے مفتی کے منصب پر، فائز ہو گئے تھے۔

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے نام، یہ ہیں:

مولانا احمد حَسَن، کان پوری و مولانا سید مہر علی شاہ، گولڑوی، پنجابی و مولانا وصی احمد، محدّث سورتی پیلی بھیتی و مولانا سید احمد اشرف، کچھوچھوی و مولانا سید محمد محدَّث، اشرفی، کچھوچھوی و مولانا حکیم خلیلُ الرحمٰن، پیلی بھیتی و مولانا عبدالحق حقانی، دہلوی و مولانا عبداللہ، ٹونکی و مولانا ابوسعید رحمانی فتح پوری و مولانا ظہورُ الاسلام، فتح پوری و مولانا عبدالغنی، کان پوری و مولانا نور محمد، پنجابی و مولانا محمد علی، کان پوری، ثُمَّ، مونگیری و نواب حبیبُ الرحمٰن خاں، شیروانی، علی گڑھی۔

حضرت مفتی لطف اللہ، علی گڑھی نے، مدرسہ "**فیضِ عام**" کا نائب صدر مدرس

اپنے شاگرد، حضرت مولانا احمد حَسَنؔ، کان پوری کو بنایا
اور کچھ مدت بعد، مولانا احمد حَسَنؔ کان پوری، اِس مدرسہ **فیضِ عام** کے صدر مدرِّس
اور مولانا محمد علی، کان پوری ثم مونگیری، اس کے ناظم، مقرَّر رہو گئے۔

۱۲۸۸ھ میں حضرت مولانا **وصی احمد، محدِّث سورتی** ثُمَّ پیلی بھیتی بھی، مدرسہ فیضِ عام، کان پور کے مدرس و مفتی، مقرر ہو گئے اور تقریباً، آٹھ (۸) سال تک، یہ فریضہ، انجام دیتے رہے۔

۱۳۱۰ھ ۱۸۹۳ء میں، مدرسہ **فیضِ عام**، کان پور کا سالانہ جلسۂ عام، بڑے اِہتمام کے ساتھ منعقد ہوا۔ **جس میں شریک عُلما نے، یہ تجویز پیش کی کہ:**

آئندہ سال، مشاہیرعلما و مشائخ کو، **فیضِ عام** کے سالانہ جلسے میں مدعو کیا جائے اور اِتحاد بین المُسلمین و اِصلاحِ نصابِ تعلیم کے لئے ایک "**مجلسِ علما**" قائم کی جائے۔

اِس تجویز و تحریک کا، ہر طرف سے خیر مقدم ہوا۔
اور اسے پُر جوش تائید و حمایت، ہر حلقے کی جانب سے، حاصل ہوئی۔
چنانچہ، بتاریخ ۱۵؍ تا ۱۷؍ شوال ۱۳۱۱ھ/ ۲۲ تا ۲۴؍ اپریل ۱۸۹۴ء
**مدرسہ فیضِ عام، کان پور کا جلسۂ سالانہ، عظیم الشّان پیمانے پر منعقد ہوا۔**

اس کے اِنعقاد و اِہتمام میں حضرت مفتی لطف اللہ، علی گڑھی (متوفی ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء)
و حضرت مولانا احمد حَسَنؔ، کان پوری (متوفی ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء)
اور مولانا محمد علی، کان پوری ثُمَّ مونگیری (متوفی ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) پیش پیش تھے۔

**کان پور کے، اِس اِجلاسِ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں، مذکورہ حضرات کے علاوہ**
**جو عُلمائے اہلِ سنَّت شریک ہوئے، اُن میں سے، چند معروف حضرات کے نام، یہ ہیں:**
**حضرت مولانا عبد القادر، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی و حضرت مولانا احمد رضا، قادری برکاتی بریلوی و حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی، پیلی بھیتی و حضرت مولانا شاہ محمد عادِل، کان پوری و حضرت مولانا شاہ صوفی محمد حسین، چشتی، الہ آبادی و حضرت مولانا حکیم، مومن سجاد، کان پوری۔**
**رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔**

مدرسہ فیضِ عام، کان پور کے عظیمُ الشَّان جلسۂ سالانہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں، شریک ہونے والے عُلمانے، غور و خوض و تبادلۂ خیال کے بعد، ایک مجلسِ عُلما کی تشکیل کی، جس کا ابتدائی نام "نَدِیَّۃُ الْعُلَمَاء" تھا۔ اِسی اِجلاسِ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں، مذکورہ فہرست کے عُلمائے اہلِ سنَّت نے شرکت فرمائی تھی۔

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اسی ''**مجلسِ علما**'' کے لئے اپنے مقالہ بہ عنوان ''علم اور علما'' کے ساتھ، شریک ہوئے تھے۔

**جس کا، بعد کے ظہور پذیر ''ندوۃُ العلما'' سے کوئی تعلق نہیں۔**

مولانا محمد ظفر الدّین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

کان پور کے پہلے اِجلاس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''شوال ۱۳۱۱ھ میں، پہلا اِجلاس ہوا۔ یہ اِجلاس، اپنی شان اور اِجتماع میں، خود، اپنی نظیر تھا۔

ایک شان، یہ تھی کہ، ہر فرقہ کے صَنا دِید عُلما، شریکِ جلسہ تھے۔

عُلمائے حنفی کے علاوہ، اہلِ حدیث میں سے ابراہیم، آروِی، مولوی محمد حسین، بٹالوِی

شیعہ مجتہدین میں مولوی غلام حُسَنین، کنتوری، شریک تھے۔

اور ظاہر ہے کہ، جب مختلفُ الخیال، مختلف عقیدہ کے لوگ، مدعو ہیں

اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کو، حق جانتا ہے

تو، یقیناً، ہر ایک، وہی بولے گا جس کا وہ، مُعتقِد ہے۔

ایسی صورت میں، عام مسلمانان شُرَکائے جلسہ کو، اس جلسہ سے فائدہ پہنچے گا، یا سراسر نقصان؟

چنانچہ، پہلے ہی جلسہ میں، مولوی غلام حسنین، کنتوری، مجتہدِ رَوافض نے

مولیٰ علی، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کی خلافت، بِلا فصل، بیان کیا۔ اور، یہ کہ:

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے غدیرِ خم کے موقع پر، ان کے سر، عمامۂ خلافت، باندھا۔''

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سُنَّت، مجدِّدِ مِائَۃِ حاضرہ، فاضلِ بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ بھی تشریف فرما تھے۔

آپ نے اَلْاَسَدُ الْاَشَدُّ الْاَرْشَد، حضرت مولانا وصی احمد صاحب، محدّث سورتی کو

**اشارہ سے بلایا اور فرمایا کہ: یہ کیا ہو رہا ہے؟**

اُسی وقت، وہ دونوں حضرات، اُٹھے اور حضرت استاذُ العُلما، مولانا لطفُ اللہ صاحب، علی گڑھی

کی خدمت میں پہنچے اور فرمایا کہ: **یہ کیسا جلسہ ہے؟ اور کیا ہو رہا ہے؟**

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ: **صبح سے، مَیں بھی تو، یہی جھینک رہا ہوں۔''**

چنانچہ، ناظمِ ندوہ، جناب مولانا محمد علی صاحب سے کہا گیا اور اس کی شناعت، ظاہر کی گئی۔

**انھوں نے، یہ عُذر کیا کہ:**

''ہم نے تو، پھیلایا ہے۔سمیٹیں کیوں کر؟ آیندہ سے، اِس کا خیال رکھا جائے گا۔''

**روداد اول، صفحہ ۶۴۔ ملاحظہ ہو۔ اسی بیان کے متعلق لکھا ہے کہ:**

**اِس بیان سے، حاضرینِ جلسہ کو، فی الجُملہ، تکدُّر رہوا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(ص ۱۶۹ و ص ۱۷۰۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ دوم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

خواجہ، رَضی حیدر (کراچی) اپنی کتاب ''**تذکرہ محدّث سورتی**'' میں (بہ حوالہ ''**سُیُوفُ العَنُوَۃ عَلیٰ ذَمَائِمِ النَّدْوَۃ**۔ مؤلّفہ سید امیر احمد، رحمانی۔ مطبوعہ ۱۳۱۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

''اِس اِجلاس کی روداد کے مطابق، علّامہ شبلی نعمانی و غلام حَسنَین، کنتوری اور مولوی ابراہیم آروِی نے، نہ صرف اِس اِجلاس میں تقاریر کیں، بلکہ، بنیادی اَراکینِ ندوہ میں، شامل کیے گئے۔

مولوی ابراہیم، آروِی، جو، عدمِ تقلید کے پرچار میں سرِ فہرست تھے

اپنے رسالہ ''**اِتفاق**'' کو، ندوہ کی کارروائیوں کے لئے، وَقف کر دیا۔

اس رسالے کو، ندوہ نے بھی پاس کیا اور تمام اراکینِ ندوہ، اس کے خریدار، قرار پائے۔

ایک اور غیر مقلِّد، محمد حَسَن، بہاری نے بھی، اپنے رسالہ ''**تحفۂ محمدیہ**'' کو

جو، کان پور سے شائع ہوتا تھا، ندوہ کے لئے وَقف کر دیا۔

اِن دونوں رسالوں میں، مُقلِّدین کی تذلیل کی گئی۔ اور ائمۂ اَربعہ کے

باہمی اِختلافات پر، بحث و مباحثہ کر کے، یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی رہی کہ:

مُقلّدینِ ائمۂ اَربعہ پر، خود، ایک دوسرے کی تکفیر، واجب ہوتی ہے۔''

شیعہ مجتہد، غلام حسین، کنتوری نے بھی، اِس پہلے اِجلاس میں تقریر کی۔

اور عُلماے اہلِ سُنّت کی موجودگی میں، حضرت علی، رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عُنہُ کی خلافت کو بِلا فصل، ثابت کرنے کے سلسلے میں ایسے دلائل دیے، جن سے شیخَین (حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عُنہُمَا) کی توہین، ہوتی تھی۔

جلسے کی روداد اول کے مطابق، غلام حسین، کنتوری کے بیان سے، حاضرینِ جلسہ کو فی الجُملہ، تکدُّر رہوا۔ اور بعض حضرات نے کچھ بولنا چاہا۔ مگر، چوں کہ، یہ بات قرار پا چکی تھی کہ:

مجلس میں کسی قسم کی، رَدّ و قدح، نہ ہو، اِس لئے خاموشی، اختیار کی گئی۔

ندوہ کی کارروائی، اُس وقت ختم ہو گئی تھی، مگر، مجتہد صاحب کا، یہ بیان، تنگیِ وقت کی وجہ سے ختم، نہ ہوا تھا۔ چنانچہ، سہ پہر کو، بھی جلسہ ہوا۔

بیان، ختم ہونے کے بعد، مولوی ابراہیم، آروِی نے بڑے شاندار الفاظ میں مجتہد صاحب کا شکریہ، ادا کیا۔

..............حد تو، یہ ہے کہ، مولانا محمد علی، مونگیری نے بھی، جو، حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی کے مُرید و خلیفہ تھے، اپنا لب و لہجہ بدل لیا اور انھوں نے ندوہ کے ایک دوسرے اجلاس، قیصر باغ لکھنؤ، منعقدہ اپریل ۱۸۹۵ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

مقلِّد و غیر مقلِّد کا اِختلاف، ایسا ہے، جیسا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کا اِختلاف ہے۔"

........"حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی تک بھی، جو، اُن دِنوں شدید اِستغراق کے عالَم میں تھے، ندوہ کی کارروائیاں پہنچیں اور آپ، سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔

چنانچہ، آپ کے صاحبزادے، مولانا احمد میاں، گنج مرادآبادی، جب، دوسرے جلسۂ لکھنؤ میں شرکت کی اجازت لینے، آپ کی خدمت میں پہنچے تو، آپ نے فرمایا کہ:

**"وہ، معاملاتِ نفس ہیں۔ لِھٰذا، وہاں، جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔"**

.........بحیثیتِ خلیفہ، حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی کے لئے ضروری تھا کہ:

آپ، ندوہ سے علیحدگی، اختیار کرنے سے قبل، یا۔ اس کے خلاف
کوئی فتویٰ دینے سے پہلے، اپنے پیر و مُرشِد، حضرت شاہ فضلِ رحمٰن سے، رُجوع کریں۔

چنانچہ، آپ نے لکھنؤ کے اِجلاس ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء کے بعد، گنج مرادآباد، حاضری دی اور تمام روداد، اپنے پیر و مُرشِد کے گوش گذار کی۔

حضرت **شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی** نے مولانا محمد علی، مونگیری کو طلب کیا اور مفاسدِ ندوہ کے سلسلے میں، باز پُرس کی۔ لیکن، ان کے پاس، سِوائے خاموشی کے، اور کوئی جواب، نہ تھا۔

کیوں کہ، ندوہ پر، غیر مقلِّد و رافضی اور نیچری، پوری طرح، قبضہ کر چکے تھے۔

**یہی، وہ مَرحلہ ہے، جہاں سے مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی کو اِذْنِ اِظہارِ حق ملا اور آپ، اِصلاحِ ندوہ میں مصروف ہو گئے۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔**

(ص ۸۸ تا ص ۹۱۔ "تذکرۂ محدِّث سورتی"۔ مؤلّفہ، خواجہ، رضی حیدر (کراچی) طبعِ اول کراچی۔ ۱۹۸۱ء)

**استاذُ العُلما، مفتی لطف اللہ، علی گڑھی** کی صدارت میں، مدرسہ "فیضِ عام" کے منعقدہ سالانہ اِجلاسِ عام، کانپور ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں، چودہ (۱۴) عُلما کی دستار بندی ہوئی۔

فارغُ التّحصیل عُلما کی سَنَدوں پر، مولانا محمد عادل، کانپوری و مولانا عبدالغنی، کانپوری و مولانا عبدالغفار، کانپوری و شاہ سلیمان، پھلواری و مولانا احمد رضا، بریلوی

اور مفتی لطف اللہ، علی گڑھی کے دستخط، ثبت ہیں۔

اور، اِس جلسۂ دستار بندی ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء کے موقع پر، امام احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی بریلوی نے ایک مضمون، بعنوان "عِلم وعُلما" تحریر کیا تھا۔

**جو، ندوہ کے لئے نہیں، بلکہ مجلسِ عُلما کے لئے لکھا گیا تھا۔**

**"مجلسِ عُلما"، کو، ابتدا میں "نَدِیَّۃُ الْعُلَمَاء" سے موسوم کیا گیا**

**اور کچھ دنوں بعد اسے "نَدْوَۃُ الْعُلَمَاء" کے نام سے مشہور کر دیا گیا۔**

**اِجلاسِ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء کان پور میں، شیعہ مجتہد، غلام حسین، کنتوری (قصبہ کنتور، ضلع بارہ بنکی صوبہ اتر پردیش) نے، اپنی تقریر میں، جب حضرت علی مرتضٰی کی خلافت، بلا فصل کے ساتھ غدیرِ خم کے موقع پر "عمامۂ خلافت" باندھنے کا، ذکر کیا**

**تو، اس بیان کو سنتے ہی، امام احمد رضا، بریلوی، اپنے ساتھ، حضرت مولانا وصی احمد محدِّث سورتی کو لے کر حضرت مفتی محمد لطف اللہ، علی گڑھی کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ:**

**اِس اِجلاس میں، یہ کیا اور کیسا بیان ہو رہا ہے؟**

**مفتی صاحب نے بھی، اپنی شدید ناراضی کا اِظہار کیا اور مولانا محمد علی، کان پوری ثُمَّ مونگیری کو، بلا کر، باز پُرس کرتے ہوئے اِس بیان کی قباحت وشناعت، بیان کی۔**

**مولانا محمد علی، کان پوری ثُمَّ مونگیری (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء) نے، اپنا عُذر، بیان کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ، آئندہ ایسا کوئی بیان، نہیں ہوگا۔**

**اِس احتجاج وناراضی کا ذِکر، ص ۶۴۔ رودادِ اول، نَدِیَّۃُ الْعُلَمَاء، کان پور میں، مسطور ومذکور ہے۔**

حضرت مولانا محمود احمد، قادری، رَفاقتی، مظفر پوری، اِس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

**"دعویٰ اور اِعلان کیا گیا تھا کہ:**

یہ مجلس، رَفعِ نزاعِ باہمی کے لئے قائم کی جا رہی ہے۔ مگر، معاملہ، اس کے برعکس ہوا۔ ارکانِ مجلس، اپنے ہی عُلما ومشائخ کے سَوادِ اعظم سے کٹ گئے اور انھیں سے ارکانِ مجلس کی نزاع، ٹھن گئی **اور سب نے ارکانِ نَدِیَّۃُ الْعُلَمَاء کو، تنقید کا ہدف بنایا۔**

**سَوادِ اعظم اَحنافِ اہلِ سُنَّت، الگ ہوئے۔**

**علی گڑھ کی نیچری پارٹی وغیر مقلِّد وہابی، اور، رَوافض سے، وِداد کی ٹھہری۔**

**امر تسر (پنجاب) کے اجلاس میں، قادیانی بھی شریک کیے گئے۔**

بِنائے دارُ العلوم کے موقع پر، مرزا بشیر الدِّین، خلیفۂ قادیان

اور کمالُ الدِّین، لاہوری پارٹی نے شرکت کی۔

استاذِ نظامِ دَکن، مولانا مسیحُ الزماں، شاہ جہاں پوری، اِختلافِ مذہب کی وجہ سے ''نَدوَۃُ العُلَمَاء'' کی نظامت سے، مُستعفی ہوئے۔

اِجلاسِ ہشتم، پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ کے بعد، مجلس کے صدرِ دوم، امامِ اہلِ سُنَّت، استاذِ زَمَن مولانا شاہ احمد حَسَن، کان پوری، قُدِّسَ سِرُّہٗ بھی، آزردہ خاطر ہوکر، الگ ہوگئے۔

اِجلاسِ نہم، کلکتہ کے صدر، استاذُ العُلما، مولانا غلام رسول، امرتسری، الگ ہوئے۔

اجلاسِ دہم، مدراس کے صدر، اَمیرِ مِلَّت، حضرت سید جماعت علی شاہ، محدِّث علی پوری سیالکوٹی نے، صدارت قبول کرنے کے بعد، صدارت سے انکار کر دیا۔

**یہ سب، ریکارڈ پر محفوظ و موجود ہیں۔**

**''نَدوَۃُ العُلَمَاء'' کے اِجلاسِ ۱۳۱۱ھ (کان پور) کے موقع پر بھی**

**اور بعد میں بھی، یہ صَدا، گشت کرتی رہی کہ:**

**مدرسۂ فیضِ عام (کان پور) کو، اس کی عام، فیض رسانی کی بِنا پر**

**• مرکزی دارُ العلوم کی حیثیت، دی جائے۔**

چند برسوں بعد، جب، حضرت استاذِ زَمَن (مولانا احمد حَسَن، کان پوری) نے، ناراض ہوکر مدرسہ فیضِ عام چھوڑا، اور مسجد رنگیان، بکرمنڈی (کان پور) میں، مشہورِ عالَم، دارُ العلوم قائم فرمایا تو، اس کے بعد بھی، **برسوں تک تجویز و تحریک کا، یہ سلسلہ، جاری رہا کہ:**

**دارُ العلوم، کان پور کو، ہندوستان کا، مرکزی دارُ العلوم بنایا جائے۔**

اِس تحریک کا، دارُ المصنِّفین، اعظم گڑھ کے ترجمان، ماہنامہ ''معارف'' میں، بار بار، ذکر ملتا ہے۔''

(ص ۲۰۲۔ بابِ پنجم۔ ''سَوَانحِ رَفَاقتی'' مؤلَّفہ مولانا محمود احمد، قادری، رَفاقتی۔ '' کاروانِ رفاقت''، امینِ شریعت ٹرسٹ۔ اسلام آباد، ضلع مظفر پور، بہار۔ ۱۴۳۱ھ/نومبر ۲۰۱۰ء)

''اِس انجمن (نَدوَۃُ العُلَمَاء) میں، مدرسۃُ العلوم، علی گڑھ کے پروفیسر، شِبلی نعمانی کی شرکت، کیسے ہوگئی؟ یہ ایک مُعَمّا ہے۔ جس کا راز، ابھی تک نہیں کُھلا۔

بہر حال! جب، آئندہ سال، شوالُ المکرم ۱۳۱۱ھ میں مدرسہ فیض عام، کان پور کا جلسۂ دستار بندی ہوا۔ اور چودہ (۱۴) عُلما، فارغ ہوئے۔ مدرسہ فیضِ عام، سنِ حال کی مشترکہ روداد، ہمارے پیشِ نظر ہے

اس میں عطا کی ہوئی سند، نقل ہے۔

اس پر مولانا شاہ محمد عادل صاحب ، کان پوری، استاذِ زَمَن (مولانا احمد حَسَن ، کان پوری) مولانا عبد الغنی صاحب، مولانا عبد الغفار، کان پوری، شاہ سلیمان، پُھلواری اور امامِ اہلِ سنّت ، مولانا احمد رضا خاں، رئیسِ بریلی، اور صدرِ جلسہ، استاذُ العلما، حضرت علی گڑھی کے دستخط، ثبت ہیں۔

اِس جلسۂ دستارِ فضیلت کے لئے حضرت مولانا احمد رضا خاں، بریلوی ''فضیلتِ عِلم و عُلما'' پر مضمون لکھ کر لے گئے تھے، جسے شبلی نعمانی نے بلطائفُ الحِیَل ٹال دیا کہ:

**یہ تحریر، مجلسِ علما میں پیش کی جائے گی۔''**

ندوۃُ العُلما کے دار العلوم کے اہلِ قلم ، اِس طرف ، بَرسوں سے تاریخ نگاری کے بجائے تاریخ سازی کر رہے ہیں۔ فاضلِ بریلوی کے اِس مضمون کا حوالہ، ندوۃُ العلما کے حوالے سے بار بار، دُہرایا جارہا ہے۔ حالاں کہ، وہ، **مدرسۂ فیضِ عام** (کان پور) کی دستار بندی کے جلسے کے لئے لکھا گیا تھا۔ **اور اسی کی روداد میں مطبوع بھی ہے۔''**

(ص ۲۰۱۔ سوانحِ رَفاقتی۔ مؤلّفہ مولانا محمود احمد، قادری، رَفاقتی ،مظفر پوری۔ مطبوعہ نومبر ۲۰۱۰ء۔)

لکھنؤ میں دریائے گومتی کے کنارے، جب، ندوۃُ العلما کے دارُ العلوم کا سنگِ بنیاد انگریز لِفٹِنِنٹ گورنر نے رکھا، تو، مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) نے **بڑی مسرت اور فخر و مباہات کے ساتھ، لکھا کہ:**

''یہ، پہلا ہی موقع تھا کہ، تُرکی ٹوپیاں اور عمامے، دوش بدوش، نظر آ رہے تھے۔

یہ، پہلا ہی موقع تھا کہ، مقدس عُلما، عیسائی فرماں رَوا کے سامنے

دِلی شکر گذاری کے ساتھ، ادب سے خَم ہو رہے تھے۔

یہ، پہلا ہی موقع تھا کہ، شیعہ، سنّی ، ایک مذہبی درس گاہ کی رسم، ادا کرنے میں، برابر کے شریک تھے۔

یہ، پہلا ہی موقع تھا کہ، ایک مذہبی درس گاہ کا، سنگِ بنیاد

ایک غیر مذہب کے ہاتھ سے رکھا جارہا تھا۔

غرض! یہ پہلا ہی موقع تھا کہ، ایک مذہبی سَقف کے نیچے

نصرانی ، مسلمان ، شیعہ ، سنّی ، حنفی ، وہابی ، رِند ، زاہد ، صوفی ، واعظ ، خرقہ پوش اور کج کلاہ، سب، جمع تھے۔'' (ص ۱۴۰۔ شبلی نامہ۔ مرتّبہ شیخ محمد اِکرام)

**کسی نے امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ:**

ندوہ کے متعلق، مسلمانوں کا کیا خیال ہونا چاہیے اور اہلِ ندوہ کو، کیسا سمجھنا چاہیے؟

اِس سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"ندوہ، کھچڑی ہے۔ پہلے، بعض عُلمائے اہلِ سُنَّت بھی، دھوکے سے، اس میں شامل ہو گئے تھے۔ جیسے، مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی و مولوی احمد حَسَنؔ، کان پوری اور مولوی عبدالوہاب صاحب (فرنگی محلی) لکھنوی۔ اس کی شناعتوں پر، اِطلاع پاکر، یہ لوگ، علیحدہ ہو گئے۔

مولانا احمد حَسَنؔ صاحب (کان پوری) مرحوم، ندوۂ عظیم آباد (پٹنہ) کے بعد بریلی، تشریف لائے۔ شعبان کا اَخیر عشرہ تھا۔ مَیں، اپنی مسجد میں، مُعتکِف تھا۔

میں نے خبر، سن کر، ان کو خط لکھا۔ جس میں القاب، یہ تھے:

اَحۡمَدُ السِّیۡرَۃ، حَسَنُ السَّرِیۡرَۃ، غَیۡرُ شِرۡکَۃِ النَّدۡوَۃِ الۡمُبِیۡرَۃ۔"

اس میں، احمد حَسَنؔ، ان کا نام بھی نکلا۔ اور معنی، یہ ہوئے کہ:

آپ کی خصلت، محمود۔ اور طینت، مسعود۔ مگر، ندوۂ تباہ کن کی شرکت، مردود۔"

میری، ان کی دوستی تھی۔ اِن اَلقاب کو، دیکھ کر، بہت ہنسے۔

میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"میں نے اس سے، توبہ کر لی ہے۔ اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی، ناظم سے، یہ کہہ کر، اُٹھا ہوں کہ:

"مولوی صاحب! آپ، اِس مجمع کو، دیکھتے ہیں؟

یہ سب، جہنم میں جائے گا۔ اور ان کے آگے، مَیں اور آپ ہوں گے۔

یہ نہیں جانتا کہ، پہلے، آپ جائیں گے، یا پہلے، مَیں؟۔"

لکھنؤ کے جلسے میں، ابراہیم آروِی نے اپنے لکچر میں، صرف لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر، مدارِ نجات رکھا۔ مولوی عبدالوہاب صاحب (فرنگی محلی، لکھنوی۔ مولانا عبدالباری، فرنگی محلی کے والدِ ماجد) مع ہمراہیان، یہ فرما کر، اُٹھ آئے کہ: یہاں تو، رسالت بھی، تشریف لے گئی۔"

## .........ندوہ کا عقیدہ ہے کہ:

نیچری، وہابی، قادیانی، رافضی، سنّی، سب، اہلِ قبلہ ہیں۔

لِھٰذا، سب، مسلمان ہیں۔ اہلِ قبلہ کی تکفیر، جائز نہیں۔

خدا، سب کو، ایک نظر سے دیکھتا ہے، جیسے برٹش گورنمنٹ۔ کہ:

اسے اس کی رَعیت کے، سب مذہب والے، ایک سے۔

ہم، ایسے عقیدہ وَا ہِیہ سے، اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔کوئی مسلمان، ایسا نہیں کہہ سکتا۔"

..........صدیقِ اکبر وفاروقِ اعظم پر،، رَافضی، تبرّ ا، بکتے ہیں۔

ندوی کہتے ہیں کہ: سنّی اور شیعہ کا قَطعِیَّات میں، اتفاق ہے۔

صرف ظَنِّیات میں، اختلاف ہے۔ ذرا ذراسی، بات کو، پہاڑ بنا کر، کہاں تک، نوبت پہنچائی ہے؟

تو، نہ اب صدیق وفاروق کی صحابیت، قطعی ٹھہری، نہ صدیق وفاروق کی خلافتِ راشدہ قطعی ہوئی، نہ صدیق وفاروق کا جنّتی ہونا، قطعی رہا۔ سب، ظَنِّیات ہو گئے۔

رَوافض کا تبرّ ا بکنا، صدیق وفاروق کو گالیاں دینا، ایک ذراسی بات ہوئی۔

وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیم۔"

(ص ۵۷ وص ۶۷۔ الملفوظ، حصہ دوم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

ندوہ سے اختلاف کا اصل سبب، بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا، بریلوی فرماتے ہیں کہ:

"جن عُلمانے، میرے علم میں، ندوہ قائم کیا۔ جیسے مولانا لطف اللہ صاحب، علی گڑھی ومولانا سید محمد علی صاحب، کان پوری اور مولانا شاہ محمد حسین صاحب، الہ آبادی، مرحوم ومغفور۔

اور، اِسی طرح، اکثر شُرکا، ہرگز ہرگز، معاذَاللہ، کافر، نہ تھے، نہ انھیں کافر کہا گیا۔

ان سے، اِس بات پر، نزاع تھی کہ:

بدمذہبوں کو، اپنی مجلس کا رُکن، نہ بناؤ۔ نہ ان سے وعظ کہلواؤ۔"

(ص ۶۵۳۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور)

بہر حال! ندوۃُ العلما، ایک مذہبی پلیٹ فارم اور تحریک کی صورت میں اُبھرا، اَور اس کی کانفرنسیں، ملک کے مختلف بڑے شہروں سے ہوتی ہوئی ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۲ء میں، مدراس پہنچیں اور وہاں جا کر، اِس کانفرنس نے دَم توڑ دیا اور ندوہ کی کانفرنسوں کا، یہ سلسلہ، ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

اب، ارکانِ ندوہ کی ساری توجہ، اپنے قائم کردہ "دارُالعلوم، ندوۃُ العلماء" لکھنؤ کی طرف، مبذول ہو گئی۔ اوران کی سرگرمیوں کا مرکز، یہی ندوہ، باقی رہ گیا، جو، تعلیمی ادارہ کے طور پر، اب بھی، باقی ہے۔

لیکن، اب اسے، رَفعِ نزاعِ باہمی اور اِصلاحِ نصاب کی تحریک سے کوئی دل چسپی، بلکہ، کوئی تعلق نہیں۔

اور مذہب ومسلک کے لحاظ سے

یہ دارالعلوم، ندوۃُ العلما، لکھنؤ، اب، دارُالعلوم، دیوبند کی

ایک بڑی شاخ، اور اس کا ایک ذیلی ادارہ، بن کر، رہ گیا ہے۔

تحریکِ ندوہ کا، ایک طرف، عُلماے اہلِ سُنّت نے مقاطعہ کیا۔

اور دوسری طرف، بعض اکابر عُلماے دیو بند نے بھی، اسے سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

چنانچہ، مشہور دیو بندی عالم و مؤرخ، مولانا عاشق اِلٰہی، میرٹھی (متولد ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء۔ متوفی ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) لکھتے ہیں:

"جن دِنوں، ندوۃُ العُلما، اپنی ابتدائی شان و شوکت کا، دل آویز لباس، پہن کر اُٹھا۔

اور اہلِ اسلام نے عموماً اور بہتیرے مخلصین، اللہ والوں نے خصوصاً، اس کی ضرورت کا اِستحسان اور اس کی خوبیاں تسلیم کر کے، شمولیت، اختیار کر لی تھی

حضرت امامِ ربّانی (مولانا رشید احمد، گنگوہی) نے موافقت، نہیں فرمائی۔

ہر چند کہ، آپ کی صدارت و سرپرستی پر، زور دیا گیا۔

خود، مولانا محمد علی (کان پوری ثُمَّ مونگیری) ناظمِ ندوہ، یہ درخواست لے کر منظوری کی سَعی فرمانے کے لئے، عازِمِ گنگوہ ہوئے۔ مگر، جب، دیو بند پہنچے

تو، حضرت (مولانا گنگوہی) نے کہلا بھیجا کہ:

"گنگوہ کا قصد، نہ فرمائیں۔ کیوں کہ، میں، ہرگز شامل، نہ ہوں گا۔"

آخر، حضرت ناظم صاحب کو، سہارن پور سے واپس ہونا پڑا۔

اور حضرت، یا۔ آپ کے متعلقین، شامل، نہ ہوئے۔

حضرت کے بعض واقفین نے عرض بھی کیا کہ:

"صاحب زادہ اور حضرت مولانا (محمود حسن) دیو بندی کو اجازت فرما دیں کہ شریکِ جلسۂ سالانہ، ہو جائیں۔"

مگر، بذریعۂ تحریر، آپ نے، ان کو آگاہ فرمایا:

"مجھے، معلوم کرایا گیا ہے کہ:

انجام، اس کا، بخیر نہیں۔ اِس واسطے، مَیں اپنی طرف سے کسی کو اجازت، نہیں دے سکتا۔"

کسی کو، کیا خبر تھی کہ:

بہتیرے کام، اِبتدا میں، حَسین بن کر، ابھرتے ہیں اور چند روز بعد، متغیَّر و مُنکَر ہو کر، بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اس کا اِدراک، بہت ہی دَقیق بصیرت کا منصب ہے۔

**یا۔ کشف و اِلہام کے ساتھ، وابستہ ہے۔............**

**اہلِ اسلام نے، دیکھ لیا کہ:**

**جس خاص مضمون کے تحت، سب مسلمانوں کے قلوب**
**ندوہ کی جانب کھنچتے تھے، وہ، بات، اس میں، نہ رہی۔''**

(ص ۲۰۵۔ تذکرۃُ الرشید، حصہ دوم، مطبوعہ میرٹھ)

سرسید احمد خاں (متوفی مارچ ۱۸۹۸ء) کی علی گڑھ تحریک اور سرسید کی قائم کردہ ''ایسوسی ایشن'' (اگست ۱۸۸۸ء) کے سلسلے میں بھی، مولانا رشید احمد، گنگوہی کا، یہی خیال اور موقف تھا کہ:

**اس کا حال بھی، ندوہ ہی، جیسا ہے۔**

چنانچہ، مفتی محمد شفیع، دیوبندی، سابق مفتیِ دارُالعلوم دیوبند (متوفی ۱۳۹۶ھ / اکتوبر ۱۹۷۶ء۔ کراچی) اپنی ایک کتاب میں، مولانا گنگوہی کا، یہ فتویٰ، مطبوعہ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء نقل کرتے ہیں کہ:

**''اگر، ہندو مسلمان، باہم شرکت، بیع وشرا اور تجارت میں، کرلیویں**
**اِس طرح کہ کوئی نقصان، دین میں، یا۔ خلافِ شرع معاملہ کرنا**
**اور سود و بیعِ فاسد کا قضیہ، پیش، نہ آوے، جائز ہے اور مباح ہے۔**
**مگر، سرسید سے تعلق رکھنا نہیں چاہیے۔**
**اگرچہ، وہ، خیر خواہیِ قوم کا نام لیتا ہے۔ یا۔ واقع میں، خیر خواہ ہو۔**
**مگر، اس کی شرکت، مآلِ کار، اسلام اور مسلمانوں کو، سمِ قاتل ہے۔**
**ایسا میٹھا زہر، پلاتا ہے کہ، آدمی، ہرگز نہیں بچتا۔**
**پس، اس کے شریک، مَتْ ہونا۔ اور ہنود سے شرکتِ معاملہ کرلینا۔**

اور اگر، ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی، کوئی خلافِ شرع امر، لازم آتا ہو۔ یا۔ مسلمانوں کی ذِلّت و اِہانت، یا ترقیِ ہنود ہوتی ہو، وہ کام بھی، حرام ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا، اِس طرح پر ہے۔ اور بَس۔'' فقط۔ بندہ رشید احمد، گنگوہی، عُفِیَ عَنْہُ۔

ص ۱۴۰ و ص ۱۴۱ ''مسلم لیگ اور کانگریس کے متعلق، شرعی فیصلہ''۔ مؤلَّفہ مفتی محمد شفیع، دیوبندی۔ مطبوعہ دیوبند۔ ۱۳۶۵ھ۔

(بہ حوالہ ص ۵۰۔ ''برِّ صغیر پاک و ہند کی سیاست میں، عُلما کا کردار'' مؤلَّفہ، ڈاکٹر، ایچ، بی خان۔ مطبوعہ قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت، اسلام آباد۔ پاکستان۔ ۱۹۸۵ء)

# تحریکِ خلافت وتَرکِ موالات

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی نے اپنے اِخلاص ولِلّٰھیت اور علم وفضل کے ذریعہ، مسلمانانِ متحدہ ہند کی اعتقادی، فقہی، فکری، علمی، ہر طرح، خدمت ورہنمائی کا

**قائدانہ و ذِمَّہ دارانہ فریضہ، نہایت حسن وخوبی کے ساتھ، انجام دیا ہے۔**

چنانچہ، ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے، جب، طرَابلس پر حملہ کر کے مسلمانانِ طرَابلس کے خلاف قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا اور مسلمانانِ متحدہ ہند، سخت مضطرب اور بے چین ہوئے اُس ہنگامی وبُحرانی دَور میں بھی، آپ نے مسلمانانِ ہند کی صحیح فکری اور شرعی رہنمائی فرمائی۔

امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ہدایت کے مطابق

آپ کے مخلصین ومحبین ومتعلقین نے، مسجد بی بی جی، محلّہ بہاری پور، بریلی میں ایک جلسۂ عام، منعقد کیا۔

جس میں، مولانا سید سلیمان اشرف (وصال ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی، ایک پُر مَغز واُصولی اور حکیمانہ وفاضلانہ تقریر ہوئی۔

**امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کی طرف سے**

**تُرک مسلمانوں کی حمایت واِعانت کا، اِس جلسۂ عام میں، اِعلان ہوا۔**

**تُرکوں کی مالی اِمداد واِعانت کے لئے امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اپنی جانب سے پانچ سو (۵۰۰) روپے، عنایت فرمائے۔**

**اور اِس جلسۂ عام میں، کُل، تیرہ ہزار روپے (۱۳۰۰۰) جمع ہوئے جنھیں، تُرک مسلمانوں تک پہنچا دیا گیا۔**

**۱۹۱۲ء میں، بلقان کے عیسائیوں نے، تُرک مسلمانوں کے خلاف علمِ بغاوت، بلند کیا اور ان کے خلاف، اعلانِ جنگ کر دیا۔**

**اس موقع پر بھی، امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے تُرک مسلمانوں کے عَملی تعاون کی طرف، مسلمانانِ ہند کو، متوجہ فرمایا۔**

اس کے بعد کے حالات ومعاملات میں بھی، آپ کا، یہ عَمل اور، یہ طریقہ، جاری رہا۔

**ملاحظہ فرمائیں:**

ص ۴۳۴ تا ص ۴۳۶ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**''، مؤلّفہ مولانا محمد ظفر الدین، قادری، رضوی عظیم آبادی۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور۔ و ''**تدبیرِ فلاح ونجات واِصلاح**'' از امام احمد رضا۔ مطبوعہ بریلی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء۔ و ''**برکاتِ مارہرہ ومہمانانِ بدایوں**'' از سید محمد میاں، برکاتی، مارہروی، مطبوعہ حسنی پریس، بریلی۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء۔ وماہنامہ ''**اَلسَّوَادُ الْاَعْظَم**'' مرادآباد۔ شمارہ، شعبان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء۔ وہفت روزہ ''**دبدبۂ سکندری**''، رام پور۔ مئی ۱۹۲۱ء اور **علی گڑھ میگزین**، علی گڑھ۔ وغیرہ۔

جنگِ بَلقان ۱۹۱۲ء کے نازک حالات میں، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مسلمانانِ متحدہ ہند کو، حمایت واِعانتِ تُرک کا، یہ نہایت صحیح وقابلِ عمل اور مفید ومؤثر طریقہ بتایا کہ:

**''جُملہ مسلمان، اپنی ایک ماہ کی آمدنی، جمع کر کے، اسے تُرکوں تک، معتبر ذرائع سے پہنچائیں۔ اِس ایک ماہ کی تنخواہ کے ذریعہ، لاکھوں پونڈ، جمع ہوجائیں گے۔**

**اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے، گیارہ ماہ کی تنخواہ سے بارہ ماہ، گذارہ کرلینا کچھ مشکل اور دشوار گذار کام، نہ ہوگا۔''**

(رسالہ ''تدبیرِ فلاح ونجات واِصلاح'' از امام احمد رضا، مطبوعہ، بریلی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء۔ مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۱۵۔ مطبوعہ پاک وہند)

**علاوہ اَزیں، آپ نے، یہ چار ہدایات اور چار طریقے، ایسے تحریر فرمائے جو، مسلمانانِ متحدہ ہند کے لئے، جس طرح ۱۹۱۲ء میں مفید تھے اُسی طرح، آج (۲۰۱۵ء میں) بھی، مفید ہیں۔ خلاصۂ ہدایات، یہ ہے:**

**''بہتر ہے کہ مسلمان، سلامت رَوِی پر، قائم رہیں اور کسی شریر قوم کی چال میں، نہ آئیں۔**

**(۱) مسلمان، اپنے سارے معاملات، اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور، باستثنا اُن معاملات کے، جن میں حکومت کا، دَخل ہے، مقدمات، خود، حل کریں۔ تاکہ، ان کے اَموَال، ضائع نہ ہوں، اور گھر کے گھر، تباہ نہ ہوں۔**

**(۲) خرید وفروخت، آپس میں کر کے، اپنی قوم کو، فائدہ پہنچائیں۔ حرفت وتجارت کو، ترقی دے کر، خود کفیل بنیں۔**

**(۳) بمبئی، کلکتہ، رَنگون، مدراس، حیدرآباد کے توَنگر مسلمان، اپنے بینک قائم کریں۔ اَرزاں فروشی وغیرہ کے تجارتی اصول اپنائیں۔**

اور تجارت سے متعلق شرعی اَحکام ومسائل سے واقفیت، حاصل کرکے اُن کے مطابق عمل کریں۔

(۴) علمِ دین سے آراستہ ہوکر، اس کے مطابق، زندگی گذاریں۔

(ملخصاً از رسالہ ’’تدبیر نجات وفلاح واِصلاح‘‘ بقلم امام احمد رضا، بریلوی۔ مطبوعہ بریلی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء۔ مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد ۱۵۔ مطبوعہ پاک وہند)

جنگِ بَلقان ۱۹۱۲ء کے موقع پر، مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) نے ایک مضمون لکھا، جو، اُس وقت کے متعدد اخبارات ورسائل میں، شائع ہوا۔

اس مضمون میں، مولانا شبلی نعمانی نے مسلمانوں کو، ہدایت دیتے ہوئے، یہ گذارش کی کہ:

’’عیدُ الاَضحیٰ کے موقع پر قربانی، نہ کرکے، اس کی قیمت، تُرکوں کو، بھیج دی جائے۔‘‘

یہ خیال وتجویز، حکمِ شریعت کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ کیوں کہ:

قربانی میں، اِرَاقَۃُ الدَّم (یعنی، جانور کی قربانی) واجب ہے۔

مال کا تصدُّق، محض، مستحب ہے۔ جس سے قربانی کا، وُجوب، ہرگز، ساقط نہیں ہوگا۔

۱۹۱۳ء میں، مسجد، مچھلی بازار، کان پور کے ایک حصے کی شہادت کا حادثہ ہوا۔

جس میں مسجد کا وضوخانہ، مُنہدم کردیا گیا۔ اس کے بعد، مسلمانانِ کان پور کے سخت اِحتجاج کے نتیجے میں، مسلمانوں کے اوپر، پولیس نے گولی چلادی۔

متعدد مسلمان، شہید اور بہت سے مسلمان، زخمی ہوگئے۔

اِس حادثہ کے بعد، جب، مصالحتی گفتگو ہوئی۔ اور مولانا عبدالباری، فرنگی محلی اور سَر، علی امام وغیرہ نے، حکومت کے اِس مصالحتی فارمولہ سے اتفاق کرلیا کہ:

’’مسلم گرفتار شدگان کو، حکومت، رِہا کردے۔ ملزموں سے مقدمہ اٹھالیا جائے۔ اور شکستہ وضوخانہ، سڑک کے لئے چھوڑ دیا جائے۔‘‘

اُس وقت، امام احمد رضا، بریلوی نے، اِس مصالحتی فارمولہ کو خلافِ شریعت، قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

وضوخانہ، چوں کہ، مسجد کا حصہ ہے، اِس لئے کسی حال میں اس سے، دست برداری، جائز نہیں۔

تفصیل وتحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ ’’اِبَانَۃُ الْمُتَوَارِی فِی مُصَالَحَۃِ عَبْدِالْبَارِی۔‘‘ مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد سولہ (۱۶) مطبوعہ پاک وہند

حادثۂ مسجد، مچھلی بازار، کان پور ۱۹۱۳ء کے پہلے مَرحلے میں، اپنی ایک نظم میں مولانا شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء) نے کہا تھا کہ:

**مایۂ بحث، اگر، ہے تو، فقط مسجد ہے**
**دِیَتِ قتلِ شہیدانِ جواں میر نہیں**

لیکن، مصالحتی فارمولہ کے بعد، اُن کا رَنگ، اچانک بدل گیا اور ایک دوسری نظم میں کہا کہ:

**اے ہُمایوں گہر وافسرِ اَورَنگِ شہی**
**وہ کیا تو نے، جو آئینِ جہاں بانی ہے**
**تو نے اِک آن میں، گرتا ہوا گھر، تھام لیا**
**بازوؤں میں، یہ ترے، زورِ جہاں بانی ہے**
**تیرے دربار میں پہنچیں گے، جو اَوراقِ سپاس**
**اُن میں، یہ "پیش کشِ شبلیِ نعمانی" ہے**

**۱۹۱۹ء میں، تحریکِ خلافت اور ۱۹۲۰ء میں، تحریکِ تَرکِ موالات، شروع ہوئی۔**
**اِن دونوں تحریکات نے، ہندوستان بھر میں، ایک ہیجانی ماحول، پیدا کر دیا۔**
**جس کا، سب سے حیرت انگیز اور نہایت افسوسناک پہلو، یہ ہے کہ:**
**کچھ عُلَما اور مسلم قائدین بھی، حالات کی رَو میں بہتے چلے گئے۔**
**اور بعض شرعی اَحکام کی علانیہ خلاف وَرزی کا، اِرتکاب ہوتا رہا۔**
**امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، اِس دَورِ اِفراط وتفرِیط میں بھی مسلمانانِ متحدہ ہند کی صحیح شرعی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ، انجام دیا۔**
**اور اپنے فتاویٰ کے ذریعہ، شرعی اصول وضوابط کی پابندی کی تلقین وتاکید فرماتے رہے۔**

اِس سلسلے میں ۱۹۲۰ء ہی میں، آپ نے "**دَوَامُ الْعَیْشِ فِی الْاَئِمَّةِ مِنْ قُرَیْش**" (مطبوعہ بریلی۔ ومشمولہ **فتاویٰ رضویہ**، مترجَم، جلد ۱۴۔ مطبوعہ پاک وہند)

اور "**اَلْمَحَجَّةُ الْمُؤْتَمَنَةُ فِی آیَةِ الْمُمْتَحِنَة**" (مطبوعہ بریلی۔ ومشمولہ **فتاویٰ رضویہ** مترجَم، جلد ۱۴۔ مطبوعہ پاک وہند) جیسی گراں قدر تحریروں کے ذریعہ، اسلامی اصول وضوابط اور شرعی اَحکام ومسائل کو، روزِ روشن کی طرح، واضح ومدلَّل فرمایا۔ چنانچہ، تحریر فرماتے ہیں:

**"سلطنتِ علِیَّہ عُثمانیہ، اَیَّدَھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ، نہ صرف عُثمانیہ ہر سلطنت، نہ صرف سلطنت**

ہر جماعتِ اسلام، نہ صرف جماعت، ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی، ہر مسلمان پر فرض ہے۔
اس میں، شرطِ قرشیت کیا معنیٰ؟

دل سے خیر خواہی، مطلقاً، فرضِ عین ہے۔اور وقتِ حاجت، دُعا سے اِمداد و اِعانت بھی ہر مسلمان کو چاہیے۔کہ، اِس سے کوئی عاجز نہیں۔

اور مال، یا۔اعمال سے اِعانت، فرضِ کفایہ ہے۔
اور ہر فرض، بقدرِ ضرورت۔ ہر حکم بشرطِ اِستطاعت۔
قَالَ اللّٰہُ تعَالیٰ :لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا۔
وَقَالَ تعَالیٰ:فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَااسْتَطَعْتُمْ۔
مُفلِس پر، اِعانتِ مال نہیں۔بے دست و پا پر، اِعانتِ اَعمال نہیں۔
وَلِھٰذا: مسلمانانِ ہند پر، حکمِ جہاد و قتال نہیں۔
بادشاہِ اسلام، اگر چہ، غیر قرشی ہو، اگر چہ، کوئی غلامِ حبشی ہو
اُمورِ جائزہ میں، اُس کی اِطاعت، تمام رَعیَّت پر
اور وقتِ حاجت، اس کی اِعانت، بقدرِ اِستطاعت، سب اہلِ کفایت پر، لازم ہے۔

البتّہ، اہلِ سُنَّت کے مذہب میں، خلافتِ شرعیہ کے لئے ضروری شرط، قرشیت ہے۔
اِس بارے میں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے متوَاتر حدیثیں، منقول ہیں۔
اسی پر، صحابہ کا اِجماع، تابعین کا اِجماع، اہلِ سُنَّت کا اِجماع ہے۔
اس میں، مخالف نہیں، مگر، خارِجی، یا۔کچھ معتزِلی۔
کتبِ حدیث و کتبِ فقہ، اِس سے مالا مال ہیں۔
بادشاہِ غیر قرشی کو، سلطان، امام، امیر، والی، مَلِک کہیں گے۔
مگر، شرعاً، خلیفہ، یا۔اَمیرُ الْمُومنین کہ، عُرفاً، یہ بھی اس کا، مُرادِف ہے
بادشاہِ قرشی کو نہیں کہہ سکتے۔سِوَا، اُس کے
جو، ساتوں شرطِ خلافت، اسلام، بلوغ، عقل، حُرِّیت، ذُکورت، قدرت، قرشیت۔
سب کا جامع ہو کر، تمام مسلمانوں کا، فرماں رَوَاے اعظم ہو۔"

(ص ۱۵۔دَوَامُ الْعَیْشِ فِی الْاَئِمَّۃِ مِنْ قُرَیْش۔(۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) از امام احمد رضا، بریلوی۔
حَسَنی پریس، بریلی۔وص ۱۷۴ و ۱۷۵۔فتاویٰ رضویہ مترجَم، جلد ۱۴۔مطبوعہ پاک و ہند)

**حُجَّةُ الْاِسْلَام، امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) اپنی کتاب ''اَلْاِقْتِصَادُ فِی مَسَائِلِ الْجِهَاد'' میں، حضرت علّامہ جلالُ الدّین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) اپنی کتاب، ''تارِیخُ الْخُلَفَاء'' میں اور حضرت شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اپنی کتاب ''اِزَالَةُ الْخَفَاء عَنْ خِلَافَةِ الْخُلَفَاء'' میں، اہلِ سُنَّت و جماعت کا، یہی موقف، تحریر فرماتے ہیں کہ:**

**''خلیفۂ شرعی کے لئے، قریشی ہونا، شرط ہے۔''**

گاندھی کی قیادت میں چلنے والی تحریکِ خلافت کا اصل مقصد، واضح کرتے ہوئے امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، اپنے طویل تحقیقی فتویٰ، موسوم و مطبوع، بنام ''دَوَامُ الْعَیْشِ فِی الْاَئِمَّةِ مِنْ قُرَیْش۔ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

**''تُرکوں کی حمایت تو محض، دھوکے کی ٹٹّی ہے۔ اصل مقصود، بغلامیِ ہنود سوَرَاج کی چکّی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے، جس کی تصریح کر دی ہے۔**

**بھاری بھرکم خلافت کا نام لو۔ عوام، بپھریں، چندہ، خوب ملے۔**

**اور گنگا و جمنا کی ''مقدس زمین'' آزاد کرانے کا، کام چلے۔**

اے پَس رَوِ مُشرِکاں، بہ مُزَم نہ رَسی

کیں رَہ کہ تو، می رَوِی، بہ گنگ و جمن ست

(ص: ۲۲۵۔ جلد ۱۴۔ فتاویٰ رضویہ مترجَم۔ مطبوعہ پاک و ہند)

**بہرحال! مجموعی طور سے تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) جس رُخ پر جارہی تھی اور تحریکِ تَرکِ موالات (۱۹۲۰ء) نے جو رُخ اور رَنگ اختیار کر لیا تھا اُس میں مخلوط مذہبی و سیاسی جوش و جذبہ نے اتنا ہیجانی ماحول پیدا کر دیا تھا کہ: ہوش و حواس اور مستقبل بینی سے، قائدینِ تحریک، عام طور سے غافل اور بے نیاز ہو گئے تھے۔**

شرعی اصول و ضوابط سے بے پَروا ہو کر، طرح طرح کی جذباتی باتیں کہی جارہی تھیں۔

**انگریز دشمنی کے ساتھ، مشرک دوستی کے نظارے، عام تھے۔**

**سیاسی عزائم کے سامنے، بہت کچھ جائز کر دیا گیا تھا۔**

جس کا قصہ، طویل اور اُس وقت کے اخبارات و رسائل میں، مسطور و مذکور ہے۔

**کچھ اَحوال و وَقائع و حقائق کی معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:**

''**عُلمائے اہلِ سنّت کی بصیرت و قیادت**'' مؤلَّفہ یٰسٓ اختر مصباحی۔ مطبوعہ مجلسِ فکرِ رضا۔

لودھیانہ، پنجاب، انڈیا۔ ۱۴۳۳ھ/2012ء۔

حضرت مولانا محمد نعیمُ الدّین، مراد آبادی (متوفی، ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

خلیفۂ امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی، اپنی ایک تحریر میں سلطنتِ اسلامیہ کی اِعانت وحمایت اور خادمُ الحرمین کی اِمداد ونُصرت، **مسلمانوں پر، فرض، قرار دینے کے ساتھ**

تحریکِ خلافت کے ایک نہایت اہم پہلو کی نشان دِہی کرتے ہوئے، تحریر فرماتے ہیں کہ:

**''مسلمانوں نے، ان مساعی میں کامیابی، حاصل کرنے کے لئے ضروری سمجھا کہ:**

**ہندوؤں کو، اپنے ساتھ، شریک کریں۔ اور اپنا، ہم آواز بنائیں۔**

**تا کہ، ان کی صدا میں زور آئے اور سلطنت، ان کی درخواست، کان لگا کر۔ سُنے۔**

**مذہب کا فتویٰ، اس کو ممنوع اور ناجائز نہیں قرار دیتا۔**

**اور اِس قدر، جدوجہد، جواز میں رہتی۔ لیکن، صورتِ حال، کچھ، اور ہے۔**

ہندو، ''امام'' بنے ہوئے، آگے آگے ہیں۔

**اور مسلمان، ''آمین'' کہنے والے کی طرح، ان کی ہر صدا کے ساتھ، موافقت کر رہے ہیں۔**

پہلے ''مہاتما گاندھی'' کا حکم ہوتا ہے۔ اُس کے پیچھے، مولوی عبدالباری کا فتویٰ مُقلّد کی طرح، سرِ نیاز خَم کرتا چلا جاتا ہے۔

**پہلے تو، ہندوؤں نے سُود کے پھندوں سے مسلمانوں کی دولتیں اور جاگیریں لے لیں**

**اب، وہ، مفلس ہو گئے اور کچھ پاس، نہ رہا**

**تو، مقاماتِ مقدسہ اور سلطنتِ اِسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی، بے دخل کرنا شروع کر دیا۔''** (ص ۱۵ و ص ۱۶۔ ماہنامہ **اَلسَّوَادُ الْاَعْظَم**، مراد آباد۔ شمارہ شوالُ المکرّم۔ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

**''سلطنتِ اسلامیہ کی اِعانت اور مقاماتِ مقدسہ کی حمایت وحفاظت کے لئے مسلمان، ہر ممکن تدبیر، عمل میں لائیں۔ لیکن، اپنے دین ومذہب کو، محفوظ، رکھیں۔**

**اپنے آپ کو، ہندوؤں کے ہاتھوں میں، نہ دے ڈالیں۔**

**اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ اپنی عقل وحواس کو معطّل، نہ کریں۔ اپنے ہوش وخرد کو کام میں لائیں۔ نہایت فرزانگی کے ساتھ، اپنے نیک وبد انجامِ اَعمال پر، نظر ڈالیں۔**

**ایسی بے رَائی کہ، ہر بات میں، گاندھی پر نظر ہے، کچھ کام نہیں آسکتی۔**

**فرض کرو کہ آج، گاندھی، تمہارے موافق ہیں۔ اور تم، ہر مشورے میں ان کی رائے کے محتاج ہو**

**گل، اگر، گاندھی کا، رَنگ بدل جائے، تم، کیا کرو گے؟**

(ماہنامہ **اَلسَّوَادُ الْاَعْظَم**، مرادآباد۔ شمارہ شوالُ المکرّم ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

**''تُرکی سلطنت کی بقا کے لئے مسلمان، کفر کرنے لگیں؟ شعائرِ اسلام کو، میٹ دیں؟**

**لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔**

**اسلام ہی کے صدقے میں تو، اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے۔**

**ورنہ، ہم سے، اور تُرکوں سے کیا واسطہ؟....**

**مطلب، یہ ہے کہ، جو کوشش کی جائے، اپنا دین، محفوظ رکھ کر، کی جائے۔''**

(ص ۱۷۔ ماہنامہ **اَلسَّوَادُ الاعظم**، مرادآباد۔ شوال المکرّم ۔۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

**ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی**

اور ان جذباتی و ہنگامی حالات میں، آپ کے صحیح موقف کے ہم خیال و ہم نَوا علماے کرام کا

**قائدینِ تحریکِ خلافت و تَرکِ مولات سے، سارا، اِختلاف، یہ تھا کہ:**

**مسئلۂ خلافت و مسئلۂ موالات، جو، خالصِ شرعی مسائل ہیں**

**انھیں، استعمال کرنے اور، ان کی صورت، مسخ کرنے کی کوشش، کیوں کی جارہی ہے؟**

**شریعت مخالف عمل اور بیان کا سلسلہ، کیوں، جاری کیا گیا ہے؟**

**سیاسی جذبات کی رَو میں، اُصولِ شریعت کو پامال، کیوں کیا جارہا ہے؟**

**اور کسی شرعی مسئلہ کی باگ ڈور، کسی کافر و مشرک**

**یا۔ کسی یہودی و نصرانی کے ہاتھ میں دینا، کیوں کر، جائز ہوسکتا ہے؟**

تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) و تحریکِ تَرکِ موالات (۱۹۲۰ء) کے جذباتی دَور میں ہونے والی بے اُصولیوں، بے اِعتدالیوں، اور غیر شرعی حرکتوں، نیز مسلم زُعَما وَ قائدین کے بارے میں حلقۂ دیوبند کے مولانا اشرف علی، تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کا تاَثُّر و تبصرہ، یہ ہے کہ:

**''اور، اِن لیڈروں کی، کیا شکایت کی جاوے؟**

**بعض مولوی، ایسے بدحواس ہوئے کہ:**

**نہ، ان کو، دنیا کی خبر رہی، نہ دین کی۔ ایمان تک، قربان اور نثار کرنے کو، تیار ہوگئے۔**

**اور ایک مولوی صاحب نے گاندھی کے عشق میں، اپنے ایمان اور دین اور اس میں گذری ہوئی عمر، کو، اس پر نثار کرنے کا، اِس شعر میں اقرار کرلیا ہے:**

عُمرے کہ بآیات و اَحادیث گذشت
رفتی و نثارِ بت پرستے کردی

ایک لیڈر صاحب نے، یہ کہا کہ:
اگر، نبوّت، ختم نہ ہوئی ہوتی، تو، گاندھی، مستحقِ نبوّت تھا۔"
حیرت ہے کہ، ایسا کم فہم، نبی ہوتا؟
اگر، فہیم ہوتا تو، پہلے، آخرت پر ایمان لاتا۔"

(ص ١٢٥۔ اَلْاِفَاضاتُ الْیَومِیہ، حصہ پنجم۔ مطبوعہ کراچی)

"یہ، پہلے ہی، اسلام اور ایمان کو، ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں۔
اوپر سے "طاغوت" کا سہارا مل گیا۔ سب کچھ، اس کی نذر کر دیا۔
ماتھے پر قشقے لگوائے۔ جَے کے نعرے بلند کیے۔ ہندوؤں کی، اَرتھیوں کو، کاندھا دیا۔"
اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ٨١۔ اَلْاِفَاضَاتُ الْیَومِیہ، جلد ہشتم۔ مطبوعہ تھانہ بھون، ضلع سہارن پور)

مولانا خلیل احمد، انبیٹھوی، سہارن پوری (متوفی ١٣٤٦ھ / ١٩٢٨ء) کے سوانح نگار مولانا عاشق الٰہی، میرٹھی (متوفی ١٣٦٠ھ / ١٩٤١ء) لکھتے ہیں:

"ایک بار، آپ نے افسوس کے ساتھ، فرمایا:
"مسلمان، اِس شورش میں، ہلاک ہو جائیں گے کہ:
لیڈران کو، کر لیا آگے، اور مولوی، ہو لیے، اُن کے پیچھے۔"

(ص ٢١٨۔ تَذْکِرَۃُ الْخَلِیل۔ مؤلّفہ مولانا عاشق الٰہی، میرٹھی۔ مطبوعہ میرٹھ)

مولانا شبیر احمد عثمانی (متوفی ١٣٦٩ھ / دسمبر ١٩٤٩ء) سابق صدر مہتمم دار العلوم، دیوبند کہتے ہیں:

"بہت سے خیر خواہان، "ہندو مسلم اِتفاق" کے عَوَاقِب اور عوامُ النَّاس اور بعض لیڈروں کی اُن غلط کاریوں پر، متنبّہ فرما رہے ہیں، جو، اِس اِتفاق کے جوش و خروش سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً:
قربانیِ گاؤ میں، بعض جگہ، تشدُّد و مزاحمت کیا جانا۔
یا۔ قربانی کے جانور کر سجا کو، رضا کارانِ خلافت کا، گئوشالہ پہنچانا۔
یا۔ قشقہ لگانا، یا۔ ہندوؤں کی اَرتھیوں کے ساتھ، خصوصاً "رام رام سَتّیہ ہے" کہتے ہوئے جانا۔
یا۔ یہ کہنا کہ: امام مَہدی کی جگہ، امام گاندھی، تشریف لائے ہیں۔
یا۔ یہ کہ: اگر، نبوّت، ختم نہ ہو گئی ہوتی تو، مہاتما گاندھی، نبی ہوتے۔

یا۔قرآن وحدیث میں،بَسر کی ہوئی عمر کو،نثارِ بت پرستی کرنا......
بِلا شبہ!مَیں بھی،جب،اپنی قوم کے بڑے سر برآوردہ لوگوں کو،سنتا ہوں کہ:
وہ،اِس قسم کے محرَّمات،یا۔کفریات کے مُرتکب ہوتے ہیں۔
اور وہ،باتیں،زبان سے،بے دَھڑک نکال دیتے ہیں،جس کو،سن کر
ایک مسلمان کے رونگٹے،کھڑے ہوجاتے ہیں۔
تو،میرا دل،پاش پاش ہوجاتا ہے۔''الخ۔

(ص ۷۴۔''علّامہ شبیر احمد عثمانی''،مؤلّفہ ڈاکٹر علی ارشد۔مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی،لاہور)

شاعرِ مشرق،ڈاکٹر اقبالؔ (متوفی ۱۹۳۸ء) نے،تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) کے بَطن سے پیدا ہونے والے خطرات کا،پہلے ہی مرحلہ میں،اِدراک کرلیا تھا۔

اِسی لئے''پنجاب خلافت کمیٹی''کی سکریٹری شِپ سے فروری ۱۹۲۰ء ہی میں،اِستعفا دے دیا اور خلافت کمیٹی کی سرگرمیوں اور اُن کے نتائج کو
مسلمانانِ ہند کے لئے سخت نقصان دِہ اور خطرناک بتاتے ہوئے لکھا کہ:
''سنا ہے،وہ،مجھ پر،ناراض ہیں کہ:
میں نے،خلافت کمیٹی سے کیوں،اِستعفا دیا؟
وہ،لاہور آئیں تو،انہیں،حالات سے آگاہ کروں۔
جس طرح،یہ کمیٹی،قائم کی گئی ہے اور،جو کچھ،اس کے بعض ممبران کا مقصد تھا
اس کے اعتبار سے،تو،اس کمیٹی کا وجود،میری رائے میں
مسلمانوں کے لئے خطرناک تھا۔''الخ۔۱۱رفروری ۱۹۲۰۔

(ص ۲۷۔''مکاتیبِ اقبالؔ''بنام نیازُ الدّین خاں۔مطبوعہ بزمِ اقبالؔ،لاہور ۱۹۵۴ء)

ڈاکٹر اقبالؔ کے فرزند،ڈاکٹر،جسٹس،جاوید اقبال (متوفی،ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ/اکتوبر ۲۰۱۵ء) نے اپنی مشہور کتاب''زندہ رَوْد''میں،تحریکِ خلافت وغیرہ سے،ڈاکٹر اقبالؔ کے اِختلاف کا بھی،ذکر کیا ہے۔

امام احمد رضا،حنفی،قادری،برکاتی،بریلوی بریلوی،قُدِّسَ سِرُّہٗ کی
دینی وعلمی اور مِلّی واِجتماعی خدمات کو،خراجِ تحسین،پیش کرتے ہوئے
خواجہ حسن نظامی،دہلوی (متوفی ۱۹۵۴ء) بڑی صراحت و وَضاحت کے ساتھ ۱۹۱۵ء ہی میں لکھتے ہیں کہ:

''بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب، جن کو، اُن کے معتقد ''مُجَدِّدِ مِأةِ حَاضِرَة ''
کہتے ہیں، درحقیقت، حلقۂ صوفیۂ کرام میں، بہ اعتبار علمی حیثیت کے، منصبِ مجدّد کے مستحق ہیں۔
انھوں نے، اُن اختلافی مسائل پر، معرکے کی کتابیں لکھی ہیں۔
جو، سالہا سال سے فرقۂ وہابیہ کے زیرِ تحریر و تقریر تھیں۔
اور ان کے جوابات، گروہِ صوفیہ کی طرف سے، کافی وشافی نہیں دیے گئے تھے۔
یہ کتابیں، بہت زیادہ تعداد میں ہیں، اور ایسی مدلّل ہیں کہ:
جن کو، دیکھ کر، لکھنے والے کے تبحرِ علمی کا، جیّد سے جیّد مخالف کو، اِقرار کرنا پڑے گا۔
مولانا احمد رضا خاں صاحب، جو، کہتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔
اور، یہ، ایسی خصلت ہے، جس کی، ہم سب کو پیَروی کرنی چاہیے۔
ان کے مخالف، یہ اِعتراض کرتے ہیں کہ:
مولانا کی تحریروں میں سختی، بہت ہے۔ اور بہت جلد، دوسروں پر، کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔
مگر، شاید، ان لوگوں کو، معلوم نہیں کہ:
مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کے حَواریوں کی دل آزار کتابیں، نہیں پڑھیں۔
جن کو، سالہا سال تک، صوفیۂ کرام، برداشت کرتے رہے۔
ان کتابوں میں، جیسی سختی برتی گئی ہے، اُس کے مقابلے میں
جہاں تک، میرا خیال ہے، مولانا احمد رضا خاں نے، بہت کم لکھا ہے۔
جماعتِ صوفیہ، علمی حیثیت سے
مولانا کو، اپنا بہادر، صف شکن، سَیفُ اللہ سمجھتی ہے۔
اور انصاف، یہ ہے کہ، بالکل، جائز، سمجھتی ہے۔
جس طرح، دیوبند کے تذکرے میں، میں نے قومی کارناموں کا ذکر کیا ہے
اِس موقع پر بھی، نہایت فخر کے ساتھ
حضرت مولانا بریلوی کی، اُس خدمتِ قومی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں
جو، انھوں نے، جنگِ طرابلس وبلقان (۱۲-۱۹۱۱ء) وکان پور (۱۹۱۳ء) میں، کی۔
میرے نزدیک، مولانا بریلوی کی جرأت ودلیری
عُلمائے دیوبند، فرنگی محل، لکھنؤ اور تمام لیڈرانِ سرد وگرم سے بڑھ کر ہے۔

**انھوں نے، جو کام کیا، وہ، ایک سے بھی، نہ ہو سکا۔**
**اور، وہ، اُن کے بے باکانہ فتاویٰ ہیں، جو، اِن مواقع پر، انھوں نے لکھے۔**
**اور باطل کے مقابلے میں، حق کی حمایت کی۔"**

(ہفت روزہ "خطیب" دہلی۔ جلد ۱۔ شمارہ ۱۱۔ مورخہ ۲۲/ مارچ ۱۹۱۵ء)

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، بہاری، علی گڑھی (وصال ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء)

خلیفۂ امام احمد رضا، بریلوی، ایک عرصہ تک، صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی حیثیت سے اپنے علم و فضل کے ذریعہ، **علی گڑھ کی مذہبی و علمی فضا پر چھائے رہے۔**

آپ، مذکورہ تحریکات کے دَور میں، اپنے ہر موقف پہ جبلِ مستقیم کی طرح، قائم اور سر بلند و سر فراز رہے۔ امام احمد رضا اور آپ کی فکر اور موقف میں، مکمل یگانگت اور ہم آہنگی تھی۔

مولانا سید سلیمان اشرف نے "اَلرَّشَاد"، اور "اَلنُّوْر" کے نام سے، دو تحقیقی کتابیں بھی لکھیں جو، مطبع انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ کالج، علی گڑھ سے باہتمام محمد مقتدیٰ خاں، شیروانی، ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں شائع ہو کر، حلقۂ اہلِ علم و تحقیق میں، ایک عرصہ تک، موضوعِ بحث، بنی رہیں۔

اور، اَلرَّشَاد و اَلنُّوْر کا علمی و تحقیقی وزن اور اثر، ہر مذہبی و علمی حلقے میں، محسوس کیا گیا۔

**"اَلْمُبِین"، "اَلْاَنْھَار" اور "اَلْحَج" بھی، مولانا سید سلیمان اشرف کی نہایت علمی اور گراں قدر کتابیں ہیں۔**

اردو زبان و ادب کے شہرۂ آفاق اور صاحبِ طرز ادیب، پروفیسر رشید احمد صدیقی (متوفی ۱۹۷۷ء۔ علی گڑھ) مولانا سید سلیمان اشرف کے ہونہار شاگرد اور بارگاہِ سلیمانی کے مستقل حاضر باش تھے۔ وہ، اپنے مخصوص انداز میں لکھتے ہیں کہ:

**"کیسا، مَرد تھا اور کتنا، بڑا اسردار تھا، جو، ہم سے چھین لیا گیا۔**
**مرحوم (سید سلیمان اشرف) میں، سرداری کی بڑی بڑی باتیں تھیں۔**
**تحقیقاتی کمیٹی کا زمانہ، کوئی معمولی زمانہ، نہ تھا۔**
**صرف، مرحوم کی ذات، ایسی تھی، جو اپنی جگہ، پہاڑ کی طرح، قائم تھی۔**
**مجھے، یقین ہے کہ:**
**مرحوم، زندہ ہوتے اور ان کی تاریخی دو منزلہ عمارت پر**
**دشمن کے ہوائی جہاز، بم برساتے ہوتے، تو بھی، ان کے معمولات میں کوئی فرق، نہ آتا۔**

۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے۔ ''نان کوآپریشن'' کا سیلاب، اپنی پوری طاقت پر ہے۔ ''گائے کی قربانی'' اور ''موالات'' پر بڑے بڑے جیّد اور مُستند لوگوں نے، اپنے اپنے خیالات کا اِظہار کر دیا ہے۔

اُس زمانے کے اخبارات، تقاریر، تصانیف اور رُجحانات کا

اب، اندازہ کرتا ہوں، تو، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ، کیا سے کیا ہو گیا؟

اُس وقت، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ:

جو، کچھ ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ، کہا جا رہا ہے، وہی، سب کچھ ہے۔

یہی باتیں، ٹھیک ہیں، ان کے علاوہ، کوئی اور بات، ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔

کالج (علی گڑھ) میں، عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

مرحوم (سید سلیمان اشرف) مَطعون ہو رہے تھے۔

مگر، چہرے پر کوئی اثر تھا، اور، نہ معمولات میں، کوئی فرق۔

.........وہ، کہتے تھے: رشید! دیکھو!

**عُلما، کس طرح، لیڈروں کا کھلونا، بنے ہوئے ہیں۔**

**اور لیڈروں نے مذہبی اُصول اور، فقہی مسائل کو، کیسا گھروندا، بنا رکھا ہے؟**

میری سمجھ میں، اُس وقت، ساری باتیں، نہ آتی تھیں۔

اور، نہ میں، ان تفصیلات میں پڑنا چاہتا تھا۔ لیکن، مرحوم پر ایک خاص کیفیت، طاری رہتی تھی۔

وہ، رَہ رَہ کر، ان ہی باتوں کو، چھیڑتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ:

مَیں، جھگڑا، مول لینا نہیں چاہتا۔ اور، نہ، یہ چاہتا ہوں کہ:

کالج (علی گڑھ) اِس قسم کے مناقشوں کا مرکز بنے۔

لیکن، کیا کروں؟ خدا کو، تو، بعد میں، مُنہ دکھانے کا موقع ملے گا۔

اِس دنیا کے پڑھے لکھے لوگ، کیا کہیں گے؟

بِالآخِر، مولانا نے قلم اٹھایا اور دن رات، قلم برداشتہ لکھتے رہے۔

.........سیلاب گذر گیا۔ جو کچھ ہونے والا تھا، وہ، بھی ہوا۔

لیکن، مرحوم نے، اُس عہدِ سراسیمگی میں جو کچھ، لکھ دیا تھا

بعد میں معلوم ہوا کہ:

حقیقت، وہی تھی۔ اس کا، ایک ایک حرف، صحیح تھا۔

آ ج تک، اُس کی سچائی، اپنی جگہ قائم ہے۔
سارے عُلما، سیلاب کی زد میں آ گئے تھے۔ صرف، مرحوم، اپنی جگہ، قائم تھے۔"
(ص ۲۵۔ گنج ہائے گراں مایہ۔ مؤلّفہ: پروفیسر رشید احمد صدیقی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، جامعہ نگر، نئ دہلی۔ ۲۵)

نواب مشتاق احمد خاں، حیدر آبادی، فرزندِ نواب فخر یار جنگ، وزیر مالیات، حیدر آباد، دَکن نے، حضرت مولانا سید سلیمان اشرف پر لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں، اپنا، یہ مشاہدہ، بیان کیا ہے کہ:

"تحریکِ عدم تعاون کا زمانہ تھا۔ کالج (علی گڑھ) میں، عُلماے کرام اور سیاست دانوں کی یلغار تھی۔ ذہنی خلجان اور افراتفری کا عالَم تھا۔
چھوٹے بڑے، نتائج سے بے پَروا، اسی رَو میں بَہے جا رہے تھے۔
مولانا (سید سلیمان اشرف) اُن مَعدودے چند بزرگوں میں تھے
جِنھیں، اِس تحریک سے اِختلاف تھا۔
ان کی نظر میں، بعض مُضمرات، مسلمانوں کے عقائد اور مفاد کے منافی تھے۔ مثلاً:
شردھانند جیسے کٹّر ہندو کو، تقریر کے لئے مسجد میں لانا، ایک ناقابلِ برداشت، جسارت تھی۔
مولانا (سید سلیمان اشرف) اپنے خیالات کا اظہار
کُھلّم کھلّا اور لگی لپٹی کے بغیر کر دیتے تھے۔
رَو میں بَہہ جانے والے لوگوں نے خاص کر، بعض عُلماے کرام نے
اُنھیں، بہت کچھ، بُرا بھلا کہا۔ اور اخباروں اور رسالوں میں لَعن طَعن ہوتی رہی۔
مگر، وہ، ٹَس سے مَس، نہ ہوئے۔
ایک دن، جب، وہ، تفسیر کا درس دے رہے تھے
مولانا محمد علی جوہر، جنھوں نے اس زمانہ میں اپنا مستقر، علی گڑھ بنا لیا تھا
طلبہ کے ایک گروہ کے ساتھ، مسجد (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) میں تشریف لائے۔
اور قریب آ کر، مولانا پر، ایک فقرہ چُست کیا۔
اُس کے بعد، میں نے جو، کچھ دیکھا اور سنا
مولانا (سید سلیمان اشرف) کی اعلیٰ شخصیت اور کردار کی بلندی کا، واضح ثبوت مل گیا۔
وہ، نہ صرف، اپنے موقف پر، ڈَٹے رہے۔ بلکہ، اس گرما گرم بحث میں
مولانا محمد علی جوہر، جیسے شخص کو، نیچا دکھا دیا۔

اُس دن، میں نے مولانا کو، بڑے جلال میں دیکھا۔

ان کی، یہ بات، مَیں، کبھی نہیں بھول سکتا کہ:

"آپ لوگوں نے مذہبی اُصول اور فِقہی مسائل کو، تماشا بنا دیا ہے۔

مَیں، زندہ رہا تو، دیکھوں گا کہ، کون، حق پر ہے؟"

(ص ۹۲۔ ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور، شمارہ جون ۱۹۷۷ء)

مندرجہ بالا تأثرات، بظاہر، صرف مولانا سید سلیمان اشرف کے بارے میں ہیں۔

مگر، ان کا مکمل اِنطباق، آپ کے مُرشدِ اِجازت وخلافت

امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ پر بھی ہوتا ہے۔

کیوں کہ، آپ، اپنے اَفکار وخیالات میں، امام احمد رضا کا عکس اور آئینہ ہیں۔

جیسا کہ، آپ کے ایک شاگرد، ڈاکٹر سید عابد احمد علی، سابق لکچرر، شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ وسابق ڈائرکٹر، بیتُ القرآن، لاہور، اپنا مشاہدہ وتجربہ، بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"استاذِ محترم، سید سلیمان اشرف پر، حضرت مولانا بریلوی کا، اتنا اثر تھا کہ:

میں نے، مولانا احمد رضا بریلوی، قُدِّسَ سِرَّہ، کی عظیم شخصیت کا اندازہ

دراصل، استاذِ محترم کی شخصیت سے ہی لگایا۔

مجھے، مولانا سلیمان اشرف سے شرفِ تلمذ کے علاوہ، اُن کا، اِنتہائی قُرب بھی، حاصل رہا۔

اور مَیں، دیکھتا کہ:

اکثر، مولانا بریلوی کا ذکر، چھیڑ دیتے۔ اور، یوں محسوس ہوتا کہ:

اکثر، اُن کے ہی، تصور میں، مگن رہتے ہیں۔

حتیٰ کہ، استاذِ محترم کی طبیعت، ان کے ہی، رَنگ میں رَنگ گئی تھی۔

اور اپنے مُعتقدات واِیمانیات میں منطقی اِستدلال اور علومِ عقلیہ میں خوش کلامی اور قوتِ بیان میں، مولانا بریلوی کے انداز اور کیفیات کو، اپنا چکے تھے۔

غیر اسلامی شعائر کی مذمّت میں شدّت، کانگریس اور ہندوؤں کی ہم نوائی کرنے والے لیڈروں اور عالموں کے متعلق، سخت گیر رَوَیّہ۔

مشرکین کو، نجس سمجھنا اور ان کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت، رَوَا، نہ رکھنا۔

یہ سب، صفات، دونوں بزرگوں میں، مشترک تھیں۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

**عابد احمد علی ۔ یکم اگست ۱۹۶۸ء۔**

(اِس پورے تحریری بیان کا عکس، ہفت روزہ ''اُفق'' کراچی ۔شمارہ ۲۳ تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء میں، مطبوع وموجود ہے)

نواب مشتاق احمد، حیدر آبادی، فرزندِ نواب وزیر جنگ، وزیر مالیات، حیدر آباد، دَکن نے

تحریکِ خلافت وتَرکِ موالات وہجرت کے بارے میں

اپنے مشاہدات وتجربات کا خلاصہ، اِس طرح، تحریر کیا ہے:

**''اِن ہنگاموں کے بعد، مسلمان، عام طور پر محسوس کرنے لگے کہ:**

**انھوں نے، جذبات کی رَو میں بَہ کر، اپنا ہی نقصان کیا ہے۔**

**علی گڑھ میں، تعلیم کی بربادی ہوئی۔ نظم وضبط، متأثر ہوا۔**

**اور، اِس سارے دَور میں، بنارس ہندو یونیورسٹی پر کوئی آنچ نہیں آئی۔**

**علی گڑھ کو، قربانی کا بکرا بنایا گیا۔''** الخ۔

(ص ۸۸۔ کاروانِ حیات، بقلم، نواب مشتاق احمد۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۴ء)

مولانا محمد ادریس، کاندھلوی ومولانا امین احسن، اصلاحی کے شاگرد

مولانا کوثر نیازی (وفات مارچ ۱۹۹۴ء) سابق مرکزی وزیر مذہبی اُمور حکومتِ پاکستان

لکھتے ہیں کہ:

**''تحریکِ خلافت، تحریکِ تَرکِ موالات، تحریکِ ہجرت**

**اور ایک بحث کہ،، ہندوستان، دارُ الاسلام ہے، یا دارُ الحرب؟**

**اِن سارے موضوعات پر، امام احمد رضا کا، جو نقطۂ نظر تھا**

**ہر چند کہ**

**اُس پر، گرد، اُڑائی جاتی ہے۔**

**لیکن، علمی سیاست کے تقاضوں سے جس قدر ہم آہنگ**

**اور دینی اَقدَار کی ترجمانی سے جس قدر نزدیک**

**اور مبنی بر حقیقت، اُن کا موقف ہے، کسی اور کا نہیں۔''**

(ص ۳۷۔ سال نامہ ''معارفِ رضا'' کراچی ۔ ۱۹۹۰ء)

# وعظ و بیان اور تردید و اِبطالِ باطل

رَبِّ کائنات نے کم وبیش، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاومُرسلین عَلَیْھِمُ الصَّلوٰۃُ وَ التَّسْلِیم کو، بنی نوعِ انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے، مبعوث فرمایا۔

جس عہد وعصر اور جس علاقے وخطے کی قوم کے درمیان، انھیں بھیجا گیا

وہاں کے ماحول و معاشرہ اوراس قوم کے نمایاں اَوصاف و اِمتیازات وکمالات کی رِعایت سے، انھیں، معجزات بھی، عطا فرمائے گئے کہ:

وہ، ان کے ذریعہ، دعوت وتبلیغ اور اِحقاقِ حق واِبطالِ باطل کا فریضہ، انجام دیں۔

سارے انبیاومُرسلین عَلَیْھِمُ الصَّلوٰۃُ وَ التَّسْلِیم کا مقصدِ بعثت، محض دعوت اِلیٰ اللّٰہ ہے۔ لیکن، دعوت وتبلیغ کے طُرُق واَسالیب اور پھر، منکرین ومُعاندین کو، عاجز ومبہوت کرنے

**یعنی، ان کی تردید واِبطال کے طریقے، عموماً، جُدا جُدا ہیں۔**

عہدِ رِسالت (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم) اورعہدِ صحابۂ کرام وتابعین وتبع تابعین (رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِم اَجْمَعِین) میں بھی، وارِثین ونائبینِ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم کے درمیان، یہی روایت، جاری رہی کہ:

**دعوت وتبلیغ اور تردید واِبطال کے طریقے، متعدد ومختلف رہے۔**

جہاں، جس طرز وطریقہ کی ضرورت واِفادیت، محسوس کی گئی، اُسی کے مطابق، کام کیا گیا۔

**دعوت وتبلیغ کو، یا۔ تردید واِبطال کو، عُلمائے کرام ودُعاۃِ اسلام وفُقَہا ومَشائخِ عِظام نے کبھی، اورکسی دَور میں، ایک دو طرز وطریقہ میں، محدود ومحصور، نہیں سمجھا۔**

**اور، ایسا، وہ، سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ کیوں کہ:**

**قرآنِ کریم اوراَحادیثِ نبوی سے، اُنھیں، جو ہدایات ملتی رہی ہیں**

**وہ، وہی ہیں، جن کا اوپر، ذکر گذرا۔**

ابوحنیفۂ ہند، امامِ اہلِ سنّت، مولانا الشّاہ محمد احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان، **وعظ وبیان سے، بہت، اِحتراز فرماتے تھے۔**

**کبھی، کوئی اہم موقع اوراہم دینی ضرورت ومنفعت، پیشِ نظر ہوتی**

**تو، وعظ و بیان فرماتے۔**

ورنہ عموماً، سال بھر میں، صرف، مندرجہ ذیل، تین تقریبات میں آپ کا وعظ و بیان ہوا کرتا تھا:

(۱) جلسۂ دستار بندی (طلبۂ مدرسہ اہلِ سُنّت و جماعت، منظرِ اسلام، بمقام مسجد بی بی محلّہ بہاری پوری، بریلی) (۲) محفلِ میلادُ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم، اپنے آبائی مکان میں (۳) عرسِ حضرت خاتم الاکابر، مارہروی، اپنے مکان میں۔

اِن تینوں مواقع پر، آپ کا نہایت ایمان افروز اور مؤثر وعظ و بیان ہوا کرتا تھا۔

(دیکھیے: ص ۳۵۶ و ۳۵۷۔ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**''، حصہ اول، مؤلّفہ: مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی، عظیم آبادی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ و ص ۱۷۶۔ ''**حیاتِ اعلیٰ حضرت**'' مکمل۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

''حضرت سید اسمٰعیل حَسَن میاں صاحب، مارہروی نے فرمایا کہ:

جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب، وعظ، بیان فرمانے سے، بہت، اِحتراز فرماتے تھے۔

ایک بار، جامع مسجد، سیتاپور (اَوَدھ) میں، ایک صاحب نے

بِلا اِجازت و علم مولانا کے، وعظ کا، اِعلان کر دیا۔ لوگ، رُک گئے۔

مولانا کو، اِعلان کرنا، بہت، ناگوار گذرا۔ مگر (تاجُ الفُحُول) مولانا عبد القادر، بدایونی نے فرمایا:

**مولانا! لوگ، رُکے ہوئے ہیں۔ کچھ، بیان فرما دیجیے۔''**

سُنَن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد، جدید وضو کر کے، سورۂ اَعلیٰ کا نہایت ہی اَعلیٰ بیان فرمایا۔

جامع حالات، فقیر محمد ظفر الدین، قادری رضوی، عظیم آبادی غَفَرَ لَہُ الْمَوْلیٰ الْقَوِی کہتا ہے کہ:

اِسی قسم کا ایک واقعہ، جامع مسجد شمسی، بدایوں میں پیش آیا اور غالباً، یہ واقعہ، سیتاپور سے پہلے کا ہے۔

حضرت مولانا عبد القیوم (شہید) بدایونی، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے بغیر علم و اِطلاع مؤذّن سے کہہ دیا کہ، جمعہ کی نماز کے بعد، جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا۔

انھوں نے، فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی، کھڑے ہو کر، اِعلان کر دیا کہ:

سب حضرات، سُنَن و نَوافل کے بعد، تشریف رکھیں۔

اعلیٰ حضرت، مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب، بریلوی کا وعظ ہوگا۔

جب، اعلیٰ حضرت، سُنَن و نَوافل سے فارغ ہوئے، دیکھا کہ:

سب لوگ، انتظار میں، بہ ہزار شوق، بیٹھے ہوئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے، عُذر فرمایا کہ: **میں تو، وعظ نہیں کہا کرتا۔''**

مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا: **تو، آج، یہیں سے، وعظ کی اِبتدا ہو۔''**

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: **آپ نے، مجھے، پہلے سے اِطلاع نہیں دی۔''**

مولانا نے فرمایا کہ: **آپ کے لئے، اِس کی کوئی ضرورت نہیں۔''**

**اعلیٰ حضرت، حسبِ اِصرار، منبر پر تشریف لے گئے۔**

**اور، دو گھنٹے کامل، نہایت ہی، پُر اثر، زبردست وعظ فرمایا۔**

مولانا عبدالقیوم صاحب (شہید، بدایونی) نے، بعد ختمِ وعظ، مصافحہ کیا اور فرمایا کہ:

**''کوئی عالم، کتابیں دیکھ کر آنے کے بعد بھی، ایسے، اور پُر از معلومات، پُراثر بیان سے حاضرین کو، محظوظ نہیں کر سکتا۔ یہ وُسعتِ معلومات، جناب ہی کا، حصہ ہے۔''**

حضرت سید اسمٰعیل حَسَن میاں صاحب، مارہروی کا بیان ہے کہ:

**''۱۳۱۸ھ میں، ندوہ کا جلسہ، پٹنہ میں ہوا تھا۔**

جناب قاضی عبدالوَحید، فردوسی صاحب، رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، رئیسِ اعظم، عظیم آباد محلّہ لودی کٹرہ نے، مُصلحینِ ندوہ، اہلِ سنّت و جماعت کا جلسہ بھی، وہیں، منعقد کیا تھا۔

**اس میں، اکثر و بیشتر عُلمائے اہلِ سنّت و جماعت، تشریف فرما تھے۔**

جب، مولانا احمد رضا خاں صاحب کا، بیان شروع ہوا، شب کا، وقت تھا۔

مَیں، اور مولانا عبدالقادر صاحب (بدایونی) جلسے میں، نہ تھے، قیام گاہ پر تھے۔

**مَیں، سونے کو، لیٹ گیا تھا۔**

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب (بدایونی) نے **مجھے، جگا کر فرمایا کہ:**

**میاں! مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان ہو رہا ہے۔**

**اور سنا ہے کہ:**

**ندویوں کے سرغنہ بھی، آئے ہوئے ہیں۔**

**اِس وقت، ''ہمارے پٹھان'' کے وَار، دیکھنے کے قابل ہیں۔ چلیے۔**

ہم سب بھی، جلسے میں، جا پہنچے۔ بہت زوردار بیان، مولانا، فرما رہے تھے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۷۲ و ص ۱۷۳۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

''حضرت سید شاہ اسمٰعیل حَسَن میاں صاحب، مارہروی کا بیان ہے کہ:

حضرت جدِّ اَمجد، سیدنا شاہ برکتُ اللہ صاحب، قُدِّسَ سِرُّہٗ کا عرس شریف، ایک زمانے میں، میرے والد صاحب، قُدِّسَ سِرُّہٗ، نہایت اِہتمام و اِنتظام اور اَعلیٰ پیمانے پر کیا کرتے تھے۔

اس میں، بارہا، حضرت مولانا (احمد رضا، بریلوی) بھی تشریف لائے

اور میرے اِصرار سے بیان بھی فرمایا۔ مگر، اِس طرح کہ، حاضرینِ مجلس سے فرماتے ہیں:

**''ابھی، مَیں، اپنے نفس کو، وعظ نہیں کہہ پایا، دوسروں کو، وعظ کے، کیا لائق ہوں۔''**

**آپ حضرات، مجھ سے، مسائلِ شرعیہ، دریافت فرمائیں۔**

**ان کے بارے میں، جو حکمِ شرعی، میرے علم میں ہوگا، چوں کہ، بعدِ سوال**

**اسے، ظاہر کردینا، حکمِ شریعت ہے، مَیں، ظاہر کردوں گا۔''**

فقیر قادری، غُفِرَ لَہٗ عرض کرتا ہے:

**اتنا سُن کر، حاضرین میں سے کوئی صاحب، حسبِ حال، سوال کردیتے**

**حضور پُر نور، اپنی تقریر دل پذیر سے ایک مؤثر بیان، اس مسئلہ پر فرمادیتے۔**

حضرت سید صاحب موصوف، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا کہ:

ایک بار، میرے اِصرار سے مولانا (بریلوی) نے، مزارِ صاحبُ البرکات قُدِّسَ سِرُّہٗ پر اپنے والدِ ماجد (مولانا نقی علی، بریلوی) صاحب قبلہ کا مؤلَّفہ مولود شریف

(سُرُورُ الْقُلوب فِی ذِکرِ الْمَحبوب) بھی، پڑھا ہے۔

جامعِ حالات، غُفِرَ لَہٗ کہتا ہے:

**تَواضُع و اِنکسار کی، یہ، حد ہے۔ اِس لئے کہ:**

**کتاب، دیکھ کر مجلس میں، ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا، پسند نہیں کرتا۔**

**بلکہ، اس کو، لوگ، شانِ علم کے خلاف، سمجھتے ہیں۔**

**میں نے، بہتیروں کو، دیکھا ہے کہ:**

**مَبلَغِ علم، اُن کا، اردو میں میلاد کی چند کتابیں ہیں۔**

**مگر، ان کو دیکھ کر، نہیں پڑھا کرتے۔ بلکہ، ایک مسلسل مضمون، یاد کرلیا۔**

**اور اسی کو، جابہ جا، زبانی، پڑھا کرتے ہیں۔''**

(ص ۱۰۶ و ص ۱۰۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

وعظ و بیان، عالم ہی کا فریضہ ہے۔اور غیر عالم کے لئے وعظ کہنا، جائز نہیں۔

اِس سلسلے میں، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ ، ارشاد فرماتے ہیں:

**''غیر عالم کو، وعظ کہنا، حرام ہے۔''** (ص۵۔اَلْمَلْفُوظ، حصہ اول۔مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

**''عالم کی تعریف، یہ ہے کہ:**

**عقائد سے، پورے طور پر، آگاہ ہو، اور مُستقل ہو۔اور ضروریات کو، کتاب سے نکال سکے۔ بغیر کسی کی مدد کے۔''** (ص۶۔اَلْمَلْفُوظ، حصہ اول۔مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

**واعظ وخطیب کے لئے ضروری ہے کہ:**

**اس کے اندر، یہ چار شرطیں، پائی جائیں۔ورنہ، اسے وعظ کہنا، اسے واعظ بنانا یہاں تک کہ، اُسے واعظ کہنا بھی، ناجائز ہے:**

**(۱) مسلمان ہو (۲) سنّی ہو (۳) عالم ہو (۴) فاسق، نہ ہو۔**

**مندرجہ بالا چار شرطیں، ذکر کرنے کے بعد**

**فقیہِ اسلام، امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:**

**''اور جب، یہ شرائط، مجتمع ہوں، سنّی صحیحُ العقیدہ عالمِ دین، متقی، وعظ فرمائے تو، عوام کو، اس کے وعظ میں دخل، دینے کی اجازت نہیں۔وہ، ضرور، مصالحِ شرعیہ کا لحاظ، رکھے گا۔ ہاں! اگر، کسی جگہ، کوئی خاص مصلحت ہو، جس پر، اُسے اِطلاع نہیں تو، پیش اَز وعظ، مطلع کر دیا جائے کہ، یہاں، یہ حالت ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعلم۔**

(ص۷۱۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد۲۹۔مطبوعہ پاک و ہند)

**''جاہل کی وعظ گوئی بھی، گناہ ہے۔''** الخ۔

(ص۷۲۷۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد۲۳۔مطبوعہ ہند و پاک)

**''یوہیں، بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا، سننا، حرام و گناہ ہے۔''**

(ص۷۳۲۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد۲۳۔مطبوعہ ہند و پاک)

مسئلہ ۳۷۰۔۱۸/ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین، اِس مسئلہ میں کہ:

**اِس زمانہ میں بہت لوگ، اِس قسم کے ہیں کہ:**

**تفسیر و حدیث، بے خواندہ و بے اجازتِ اساتذہ، برسرِ بازار و مسجد، وغیرہ**

**بطورِ وَعظ وَ نصائح کے، بیان کرتے ہیں۔**

**حالاں کہ، معنی و مطلب سے کچھ مَس نہیں۔فقط، اردو کی کتابیں، دیکھ کر کہتے ہیں۔**

**یہ کہنا اور بیان کرنا، ان لوگوں کے لئے شرعاً، جائز ہے، یا نہیں؟**

بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔(بیان فرمائیے، اَجر پائیے۔ت)

**اَلْجَوَاب: حرام ہے۔اور ایسا وعظ، سننا بھی، حرام ہے۔" الخ۔**

(ص ۳۳۷۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۲۳۔مطبوعہ ہند و پاک)

فاسق کی میلا دخوانی اور تنہا، یا دو چار آدمیوں کے ساتھ، رِوایاتِ موضوعہ پڑھنا اسے، تنبیہ کرنے پر، اِستہزاو مذاق کرنا، ایسے شخص سے مولود پڑھوانا، یا۔اِس کو پڑھنا یا۔منبر وَ مسند پر، تعظیماً بیٹھنا، بیٹھانا، وغیرہ، کیسا ہے؟ (خلاصہَ اِستفتا)

**اِس اِستفتا کے جواب میں، تحریر فرماتے ہیں:**

**"افعالِ مذکورہ، سخت کبائر ہیں اور ان کا مُرتکب، اشد فاسق و فاجر مستحقِ عذابِ یزدَاں وَغضبِ رحمٰن۔اور دنیا میں مستوجبِ ہزاراں ذِلّت وھوَان۔**

**خوش آوازی، خواہ، کسی عِلّتِ نفسانی کے باعث، اُسے منبر و مسند پر۔کہ، حقیقۃً، مسندِ حضور پُر نور سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم ہے، تعظیماً بٹھانا، اُس سے مجلس پڑھوانا، حرام ہے۔**

**............"رِوایاتِ موضوعہ پڑھنا بھی حرام، سننا بھی حرام۔**

**ایسی مجالس، اور ان کا پڑھنے والا۔اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والا سب، مستحقِ غضبِ اِلٰہی ہیں۔**

**یہ جتنے حاضرین ہیں، سب، وَبالِ شدید میں، جُدا جُدا، گرفتار ہیں۔" الخ۔**

(ص ۳۴۷۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۲۳۔مطبوعہ ہند و پاک)

**"اور جاہل کو، وعظ کہنے کی اِجازت، نہیں۔وہ، جتنا سنوارے گا، اُس سے زیادہ بگاڑے گا۔**

**وَاللّٰہُ تَعالیٰ اَعلم۔"** (ص ۷۱۷۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۲۳۔مطبوعہ پاک و ہند)

**"جو، کافی علم، نہ رکھتا ہو، اُسے واعظ کہنا، حرام ہے۔اور اُس کا وعظ سننا، جائز نہیں۔**

**اور اگر، کوئی معاذَ اللّٰہ، بدمذہب ہے۔تو وہ، نائبِ شیطان ہے۔"**

(ص ۳۷۸۔فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۲۳۔مطبوعہ ہند و پاک)

**"منبر، مسندِ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم ہے۔**

جاہل اردو خواں، اگر، اپنی طرف سے کچھ، نہ کہے، بلکہ، **عالم کی تصنیف**، سنائے
**تو، اس میں حرج نہیں۔**

جب کہ وہ جاہل، فاسق مثلاً: داڑھی مُنڈا وغیرہ، نہ ہو۔ کہ اس وقت، وہ، سفیرِ محض ہے۔

**اور اگر، ایسا نہیں، بلکہ جاہل، خود بیان کرنے بیٹھے، تو اُسے وعظ کہنا، حرام ہے۔**

**اور اس کا وعظ سننا، حرام ہے۔ اور مسلمانوں کا حق ہے، بلکہ مسلمانوں پر، حق ہے کہ:**

**اسے منبر سے اُتار دیں۔ کہ، اس میں نَھْی عَنِ الْمُنْکَر ہے اور نَھْیِ مُنْکَر، واجب۔**

**وَاللّٰہُ تعالٰی اَعلم۔''** (ص ۴۰۹۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد ۲۳۔ مطبوعہ ہند و پاک)

امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ، رسالہ ''ھُدَیٰ الْحَیْرَان فِی نَفْیِ الْفَئِیِ عَنْ سَیِّدِ الْاَکْوَان'' (۱۲۹۹ھ) میں، تحریر فرماتے ہیں:

(فارسی سے ترجمہ) **بات، دراصل، یہ ہے کہ:**

**قصہ گو واعظوں اور جاہل مؤرِّخوں نے مجمع بڑھانے اور فساد پھیلانے کے لئے اپنی کتابوں میں، بے سر و پا حکایات اور فتنہ انگیز افسانے، درج کر دیے۔**

**اصل شکنی اور منقولات کی خلاف ورزی سے کچھ خوف، نہ کیا۔**

**کبھی اوریا کا افسانہ، زلیخا کی داستان، زہرہ کا قصہ اور شجرہ کا تذکرہ، اِس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ معاذَ اللہ عصمتِ انبیاے کرام و دیگر معصومین کو، عیب آلود کرتے ہیں۔**

**اور، کبھی جنگِ جَمل کا حادثہ، صِفِّین کا واقعہ، صحابہٴ کرام کا اِختلاف**

**اور اُمَّھَاتُ الْمُؤْمِنِین کا باہمی مکالمہ، ایسے طریقے سے نمایاں کرتے ہیں کہ:**

**معاذَ اللہ، نفوسِ قُدسیہ کے مقامِ واجباتُ الاحترام کی تنقیص کا پہلو، نمایاں ہوتا ہے۔**

**اسی وجہ سے، ائمہٴ دین، جن کو اللہ تعالٰی نے سُنَن کی حمایت و نگرانی، اور فساد و فِتَن کے مَحو و سرکوبی کا عظیم منصب، عطا فرمایا ہے**

**مقامِ تفصیل میں، اِن ناشائستہ اَقوال کا ضعف و عیب، ثابت کرتے ہیں۔**

**اور محلِ اِجمال میں اصول اور منقولاتِ صحیحہ کو، مضبوط پکڑنے اور غیر ذِمہ دارانہ نکتہ چینیوں کی مَن گڑھت حکایات سے اِجتناب کا حکم، فرماتے ہیں کہ:**

**دَعْ مَا یُرِیبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیبُکَ۔''** (ص ۲۷۵، جلدِ اول، **صحیح بُخاری** کتابُ الْبُیُوع۔ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ ترجمہ: جو، تمھارے دل میں کھٹکے، اُسے چھوڑ دو

اور، جو، نہ کھٹکے، اُسے اختیار کرو)            (ص ۶۲۳۷۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم، جلد ۳۰۔ مطبوعہ پاک وہند)

**”جاہل کی وعظ گوئی بھی، گناہ ہے۔**
**وعظ میں، قرآن مجید کی تفسیر ہوگی۔ یا۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سلَّم کی حدیث۔ یا۔ شریعت کا مسئلہ۔**
**اور، جاہل کو، ان کی کسی چیز کا بیان، جائز نہیں۔“ الخ۔**

(ص ۹۶۔ فتاویٰ رضویہ، جلد نہم۔ رضا اکیڈمی، بمبئی)

**اس سے آگے بڑھ کر، رَدّو مناظرہ کا فن، نہایت، پُر پیچ، پُر خطر، اور مشکل فن ہے۔**
**جو، ہر عالم کے بَس کی بات نہیں۔ اور گمراہوں و بدمذہبوں کی کتب و رسائل و تحریرات کا مطالعہ بھی، بڑا حسّاس و سنگین اور پُر خطر عمل ہے۔**

اِس سلسلے میں، امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے چند ہدایت آمیز اِرشادات، ملاحظہ فرمائیں:

**جاہل واعظوں اور پیشہ وَر خطیبوں کے بارے میں، ارشاد فرماتے ہیں:**
**”اگر، واعظ، اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح، کہ جاہل و ناعاقل، بے باک و نا قابل ہوتے ہیں۔**
**مَبْلَغِ علم، کچھ اَشعار خوانی، یا۔ بے سروپا کہانی، یا۔ تفسیرِ مصنوع، یا۔ تحدیثِ موضوع۔**
**نہ عقائد کا پاس، نہ مسائل کا، اِحتفاظ۔ نہ خدا سے شرم، نہ رسول کا لحاظ۔**
**غایتِ مقصود، پسندِ عوام۔ اور نہایتِ مُراد، جمعِ حُطام۔**
**یا۔ ذاکر، ایسے ہی ذاکرین، غافلین، مُبطلین، کہ:**
**رسائل، پڑھیں تو، جُہّالِ مغرور کے، اشعار گائیں تو، شُعَراے بے شعور کے۔**
**اَنبیا کی توہین، خدا پر اِتہام، اور نعت و منقبت کا نام، بدنام۔**
**جب تو، جانا بھی گناہ، بھیجنا بھی، حرام۔ اور اپنے یہاں، اِنعقاد، مجمعِ آثام۔**
**آج کل، اکثر مواعظ و مجالسِ عوام کا، یہی حالِ پُر ملال۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔**

(ص ۲۳۱۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم جلد ۲۲۔ مطبوعہ ہند و پاک)

رائجُ الوَقت وعظ و بیان اور تقریر و خطابت، اور جلسوں میں، عموماً جس جہالت و بے شعوری اور، بے اِعتدالی و غیر ذِمہ داری کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے، اُس کے پیشِ نظر
”**عرفانِ مذہب و مسلک**“ کا، مندرجہ ذیل اِقتباس، قابلِ مطالعہ اور سبق آموز ہے:
”تقریروں میں، جوش و جذبہ کے ساتھ، محض نعرۂ مسلک لگوانے سے نہیں
بلکہ تقویت و اِستحکامِ مذہبِ اہلِ سُنَّت کے لئے، عِلمی و فکری و عَملی خدمات کے

ذ ریعہ کچھ فائدہ اور بھلا کیا جا سکتا ہے۔

عوام کے عقیدت مندانہ جذبات کو، مُشتعل کر کے، گرمیِ محفل پیدا کرنا، اور اَگلے پروگرام کا اِنتظام کرنا، یہ ایک ایسی عَملی حقیقت ہے، جس سے اکثر باشعور مسلمانانِ اہلِ سُنَّت اچھی طرح، واقف ہیں۔

## ریشہ ریشہ، اُدھیڑ کر دیکھو
## "روشنی" کس جگہ سے "کالی" ہے

دہلی میں ایک بار، حضرت علاَّمہ ارشدالقادری (متوفی ۱۵/صفر ۱۴۲۳ھ/۲۱/اپریل ۲۰۰۲ء)
عَلَیْہِ الرَّحْمَہ سے جلسوں اور اُن میں ہونے والی تقاریر وغیرہ کے موضوع پر
راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کی گفتگو ہو رہی تھی۔
دَورانِ گفتگو، آپ نے، یہ بڑا ہی جامع و بلیغ تبصرہ کیا
جس سے جلسوں اور اُن کی تقریروں کا، نَفع وضَرر، بخوبی، واضح ہو جاتا ہے:
"اِن جلسوں نے، ہمیں، جلایا بھی ہے اور مارا بھی ہے۔" (روایت، ختم شد)
اب، اِن جلسوں کا، کیا حال ہوتا جا رہا ہے؟ یہ سب پر، عیاں ہے۔
اِس لئے ضرورت ہے کہ "اِصلاحِ جلسہ" کی باضابطہ مُہم، شروع کی جائے۔
اور خواص وعوام کو بتایا جائے کہ، نافع ومفید چیزوں کو اِختیار کیا جائے۔
اور، مُضر ونقصان دِہ چیزوں کو، تَرک کر دیا جائے۔
۲۰۱۲ء میں، گوہاٹی، صوبہ آسام (انڈیا) کے مسلمانانِ اہلِ سُنَّت نے
محض، کچھ مشورہ وتبادلۂ خیال کے لئے، راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کو، مدعو کیا تھا۔
گوہاٹی، پہنچنے کے بعد، رَاقمِ سطور نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک منتخب طبقہ سے ایک ہال کے اندر، گفتگو کی۔
دیگر باتوں کے علاوہ، اِصلاحِ جلسہ کی طرف، میں نے، انھیں، توجہ دلائی۔
**مجھے، ایسا محسوس ہوا کہ، یہ سب، اُن کے دل کی باتیں ہیں۔**
حاضرین کے چہرے کی مسرت آمیز لکیریں، اِس حقیقت کی واضح نشان دِہی کر رہی تھیں۔

میں نے گوہاٹی، صوبہ آسام کے اہلِ سُنّت کے لئے ایک ہدایت نامہ بھی تیار کیا۔

اِس ہدایت نامہ کے، دوتین نِکات، جو، اِصلاحِ جلسہ سے متعلق ہیں، انھیں، ذیل میں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے جلسوں میں، اُنھیں خُطَبا ومقرِّرین کو، مدعو کیا جائے، جو، صاحبِ علم ہونے کے ساتھ، صاحبِ عمل بھی ہوں۔

اور مقامی مسلمانوں کی دینی ضرورت وحاجت کے مطابق، تقریریں کریں۔

اپنی تقریر وخطابت کے دَوران، وہ، نہ کوئی غیر مستند بات کہیں، نہ کوئی غیر سنجیدہ اور نمائشی طریقہ، اِختیار کریں۔

(۲) نمازِ عشا کے بعد، جلسے، شروع کردیے جائیں اور صلوٰۃ وسلام ودُعا کے ساتھ، بارہ بجے سے پہلے، یہ جلسے، ختم کردیے جائیں۔

(۳) تقریر وخطابت کے لئے معتقدات وعبادات ومعاملات میں سے کسی اَہم اور توجّہ طلب موضوع کا، اِنتخاب کیا جائے۔

(۴) فضائل ومسائل کے ساتھ، مسلمانوں کے معاشرتی اُمور ومعاملات کی طرف، خصوصی توجہ، دی جائے۔

(۵) مسلمانوں کو، تعلیم وتجارت کی طرف، مائل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

**اور اِس کا، بہر حال اِلتزام کیا جائے کہ:**

مقامی مسلمانوں سے تبادلۂ خیال کے بعد، جن باتوں میں، ان کی دینی رہنمائی کی ضرورت ہو، اُنھیں، موضوعِ تقریر وخطاب بنایا جائے۔" (تحریر شدہ ۱۳؍ مئی ۲۰۱۲ء)

مولانا منظور احمد، مصباحی، آسامی کے ایک مضمون کے ساتھ
مذکورہ بالا نِکات کئی سُنّی ماہناموں میں، شائع ہوچکے ہیں۔"

(ص ۱۱۹ تا ص ۱۲۱۔ "**عرفانِ مذہب ومسلک**" مؤلّفہ یٰسٓ اختر مصباحی۔ مطبوعہ دارُ القلم دہلی۔
جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ مارچ ۲۰۱۴ء۔ ومطبوعہ دارُ الاسلام، لاہور)

مسئلہ:۔ "وعظ کہنے میں، بے اصل باتیں، بیان کردینا، مثلاً:

احادیث میں، اپنی طرف سے کچھ جملے مِلا دینا، یا۔ ان میں کچھ، ایسی کمی کر دینا، جس سے حدیث کا معنی، کچھ سے کچھ ہو جائے۔ جیسا کہ، اِس زمانے کے اکثر مقررین کی تقریروں میں ایسی باتیں، بکثرت پائی جاتی ہیں کہ، مجمع پر، اثر ڈالنے کے لئے ایسی حرکتیں کرڈالتے ہیں۔

**ایسی وعظ گوئی، ممنوع ہے۔**

اسی طرح، یہ بھی ممنوع ہے کہ، دوسروں کو نصیحت کرتا ہے اور خود، انھیں باتوں میں آلودہ ہے۔''

(ص ۲۳۰ وص ۲۳۱۔ بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم)

۵/ اکتوبر ۱۹۷۱ء کی ایک مجلس میں، مؤلِّفِ ''جاءَ الحق'' حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی (متوفی ۲۴/ اکتوبر ۱۹۷۱ء) سے ایک موقع پر عرض کیا گیا:

**''جاہل اور طالع آزما مقرروں اور واعظوں نے، قوم کا مذاق بگاڑ دیا ہے۔ اب، ہمارے یہاں، علمی نِکات تو، درکنار، سیدھے سادھے الفاظ میں آیت، یا۔ حدیث کا مفہوم، بیان کیا جائے تو، اس کی پذیرائی، نہیں ہوتی۔ روایت و حکایت اور شعر و لطیفہ کی لَت پڑ چکی ہے۔''**

**ان معروضات سے مکمل طور پر، اتفاق فرمایا اور اپنے دو اشعار، پڑھ کر سنائے۔**

جن میں، یہی مضمون، بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک مصرع، یہ ہے: **مالِ سُنّی، بہرِ قوالی و عرس۔**

یہ اشعار، آپ کے مطبوعہ دیوان (آخری صفحۂ دیوانِ سالک۔ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات، صوبہ پنجاب، پاکستان) کے آخر میں، موجود ہیں۔

**اس کے بعد، اسی انداز کے ایک مقرر کی باتیں، سنانے لگے۔**

**فرمایا: ''فلاں مقرر صاحب، اپنی تقریر میں کہہ گئے:**

یا اللہ! مَیں، تیرا شریک ہوں۔ تو بھی، کملی والے کا چاہنے والا اور میں بھی، اسے چاہنے والا۔

اور معراج کی تقریر میں، قَابَ قَوْسَیْن کا مقام، یوں، بیان فرمایا:

رب کہتا تھا: اوپر، میرے پاس آجاؤ۔ کملی والا کہتا تھا: تھوڑا سا، تو، نیچے اُتر آ۔

**آخر، رب کو ہی، ماننا پڑا۔'' اَلْعِیَاذُ بِاللّٰه۔**

**فرمایا: یہ سب، کفر ہے۔**

جنھوں نے،، یہ سن کر، نعرے لگائے، انھوں نے، اِرتکابِ کفر کیا۔ کیوں کہ:

وہ، کفر پر، راضی ہوئے۔'' (ص ۱۱۲۔حیاتِ سالک۔ رضا اکیڈمی، دائرۃ المصنفین، لاہور)

آج کل، کچھ لوگ ''**اعلیٰ حضرت**'' اور ''**مسلکِ اعلیٰ حضرت**'' کا نام

**اپنی مطلب برآری کے لئے، کس طرح استعمال کر رہے ہیں؟**

**اور مسلمانانِ اہلِ سُنَّت کے جذبات سے کس طرح کھیل رہے ہیں؟**

**یہ اب، کوئی ڈھکی چھپی بات، نہیں، رہ گئی ہے۔**

**ضِد، حَسد، عِناد، نفسانیت کا بُخار،** بعض افراد کے اوپر، اتنا سوار ہے کہ:

**وہ، اپنوں ہی کے خلاف، اَفواہ بازی وخامہ فرسائی کرتے رہنے کو**

**گویا، سب سے بڑا کارِ ثواب، سمجھ بیٹھے ہیں۔**

**اور اپنے خیال کے مطابق، ایسے ہی کاموں میں، مصروف رہنا**

**''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی عظیم خدمت، تصور کرنے لگے ہیں۔**

**ایسے کرم فرماؤں کی، اِس طرح کی مسلسل آنے والی تحریریں، پڑھ کر**

**اور اُن کی تقریریں، سُن کر کچھ، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ:**

**وہ، مثبت اور تعمیری انداز کی سوچ اور صلاحیت ہی سے، یکسر محروم ہیں۔**

**اُن کی بیشتر تحریر، یا۔ تقریر، اِسی حقیقت کا اِظہار واعلان کر رہی ہے۔**

بعض افراد ''**اعلیٰ حضرت**'' اور ''**مسلکِ اعلیٰ حضرت**'' کا، اپنی تحریر وتقریر میں

**بڑے پُر جوش اور جذباتی انداز میں، بار بار، ذکر کر کے**

اہلِ سُنَّت ہی کے بعض افراد، اداروں، تنظیموں، خانقاہوں پر، جارِحانہ حملے کر کے

اُن کی سُنِّیت کو، کمزور، یا۔ مشکوک ٹھہرانے کی مسلسل خدمت، انجام دے رہے ہیں۔

**جب کہ، ایسے افراد کے عزائم، خود، مشکوک ومشتبہ ہیں۔**

**اور ظاہر، ایسا ہوتا ہے کہ، وہ، اپنے اِس طرزِ عمل سے**

ایک طرف، خود کو، نہایت صحیح العقیدہ سُنّی کی حیثیت سے عوامِ اہلِ سُنَّت کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اور دوسری طرف، عوام کے درمیان، اپنی شہرت میں اضافہ کر کے، ان کی نظر میں مقبول ہونا، اور ''ظاہری فیوض وبرکات'' سے مالا مال ہو کر، اپنی دنیا، سنوارنا چاہتے ہیں۔

اِس کوشش اور لپک میں، اُن سے طرح طرح کی حرکتیں، صادر ہو رہی ہیں۔
جن سے، مذہب و مسلک کا وقار اور عُلما کا اعتبار، مسلسل، مجروح ہوتا جا رہا ہے۔
''اِصلاحِ جلسہ'' سے متعلق ''عرفانِ حقائق'' کی، یہ تجزیاتی و اِصلاحی تحریر بھی، ملاحظہ فرمائیں:

**''رائجُ الوَقت جلسوں اور ان میں ہونے والی تقریروں کا حالِ پُر ملال**

سب پر، عیاں ہے۔ بمبئ میں، اِنتظامیہ کی جانب سے، دس بجے رات کے بعد، لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر، پابندی، عائد ہو جانے کی وجہ سے، پیشہ وَرانہ تقریروں کی گرم بازاری
کافی حد تک کم ہو چکی ہے۔ مگر، اتر پردیش، بہار، جھارکھنڈ، بنگال وغیرہ کے جلسے
اور ان کے اندر ہونے والی بیشتر پیشہ وَرانہ تقریروں کا حال، پہلے جیسا ہی ہے۔

**متحدہ ہندوستان کے اندر، پیشہ وَرانہ تقریروں کے روَاج کی مدت**

تقریباً، سو (۱۰۰) سال اور پیشہ وَرانہ نعت خوانی کے، رواج کی مدت، ساٹھ، ستر سال ہے۔
**اس سے پہلے، ایسا کوئی رواج نہیں تھا۔**

ہر مذہب، ہر زبان، ہر قوم اور ہر ملک کے اندر، تقریر و خطابت کا سلسلہ، ہزاروں سال پُرانا ہے۔ اسی طرح، اہلِ اسلام و ایمان کے درمیان، عہدِ رسالت کی نعت خوانی
حضرت حسّان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن زُہیر سے شروع ہوئی۔
مگر، یہاں، ہماری گفتگو کا دائرہ، مذہبی جلسوں میں پیشہ وَرانہ تقریر و خطابت
اور پیشہ وَرانہ نعت خوانی تک، محدود ہے۔ اور یہی ہماری گفتگو کا مرکز و محور ہے۔
یہ ساری گفتگو، اُن پیشہ وَر مقررین اور اُن کی تقریروں اور پیشہ وَر نعت خوانوں اور ان کی نعت خوانی سے متعلق ہے، جو، رائج الوَقت مذہبی جلسوں میں عُموماً، دور دور سے
مدعو کیے جاتے ہیں۔ اور ان جلسوں میں، انھیں کی، گرم بازاری ہوتی ہے۔
یوپی، بہار، بنگال وغیرہ میں، یہ مذہبی جلسے، نمازِ عشا کے بعد، عموماً، تاخیر سے شروع ہو کر دو تین بجے رات میں، ختم ہوتے ہیں۔
اکثر خُطَبا و مقرّرین، اپنے سامعین و حاضرین کی مقامی دینی ضرورت سے بے نیاز ہو کر اپنی مخصوص تقریریں کرتے رہتے ہیں۔

بعض مقرِّرین، سارے ملکی و مِلّی و جماعتی حالات و معاملات سے بے نیاز ہو کر
اپنے مخصوص اور پسندیدہ موضوع پر، نہایت جذباتی تقریریں کرتے ہیں۔
اِسی طرح، غلط سلط روایات اور بے صفحہ، سطر کی چیزیں بھی
بعض مقرِّرین، سناتے رہتے ہیں، جن کی، روک تھام نہیں ہو پاتی۔
اور کوئی مخلص و ذِمّہ دار عالم، جرأت کر کے، بہ نیتِ اِصلاح، کچھ روک ٹوک کرتا ہے
تو، اس کی اِہانت و آزار کے، درپے ہو جاتے ہیں۔
بعض پیشہ وَر نعت خواں، کس انداز سے نعت خوانی کر کے
اس کا تقدُّس، پامال کرنے لگے ہیں، اس کا، حال بھی، روز بہ روز، ناگفتہ بہ، ہوتا جارہا ہے۔
یہی، وہ حالات واسباب ہیں، جن کی وجہ سے
اِن جلسوں کے، شُرکا میں، تعلیم یافتہ طبقہ، تاجر پیشہ افراد، حکومتی محکموں اور دفاتر کے اَعلیٰ
واَدنیٰ ملازمین، اسکول و کالج و یونیورسٹی کے طلبہ واساتذہ، اور اِس طرح کے دوسرے حضرات کی
تعداد، صِفر، یا۔ برائے نام، ہوتی چلی گئی۔
دو تین بجے رات میں، ختم ہونے والے جلسوں کے نقصانات، واضح ہیں کہ:
(۱) نمازِ فجر کی ادائگی، خطرے میں، پڑ جاتی ہے۔
(۲) اسکول و کالج و یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ اور مختلف شعبوں اور دفاتر وغیرہ سے
وابستہ، تعلیم یافتہ اَفراد، شریکِ جلسہ، نہیں ہوتے۔
(۳) رات بھر، جاگنے کے نتیجے میں، دوسرے روز، یا۔ تو، سوئیں اور اپنا کام نہ کریں
یا۔ دن بھر، اُونگھتے ہوئے، کوئی کام کریں۔
جو، غیر ذِمہ داری کے ساتھ، کام کے اندر ہونے والے نقص وخرابی اور غلطی کا، پیش خیمہ ہے۔
اِس طرح کی، مزید خرابیاں اور نقصانات ہیں۔
قارئینِ کرام، اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر، سوچیں کہ:
کیا، اِس طرح کے جلسے اور تقریریں، اِصلاح طلب، نہیں؟
صوبہ بہار اور صوبہ جھارکھنڈ (انڈیا) کے بعض لوگوں نے بتایا کہ:

وہاں، منتظمینِ جلسہ، کسی مشہور، پیشہ ور نعت خواں کی تاریخ، پہلے، طے کر لیتے ہیں۔
اُس کے بعد، مقرّرین کی تاریخیں، طے کرتے ہیں۔
اس صورتِ حال کا نتیجہ، ظاہر ہے۔
شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)
عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان، فرمایا کرتے تھے کہ:
ایک بار، عرسِ رضوی، بریلی شریف کے جلسے میں، ایک خوش گلو نعت خواں
بہت، لہک لہک کر، نعت شریف پڑھ رہے تھے
جو، بعد میں، مذہبی اسٹیجوں کے مشہور نعت خواں ہوئے۔
میں نے، دَورانِ نعت خوانی، اُنھیں، بڑی داد، دی۔
اسٹیج پر بعض مشاہیر علما کے ساتھ، حضرت محدّثِ اعظمِ ہند، کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۱ھ/دسمبر ۱۹۶۱ء) بھی، تشریف فرما تھے۔ وہ، یہ منظر، دیکھ رہے تھے۔
جلسہ، ختم ہونے کے بعد، جب، قیام گاہ پر، واپسی ہوئی
تو، انھوں نے، مجھے، مخاطَب کرتے ہوئے فرمایا:
''بڑے سخن فہم، معلوم ہوتے ہیں؟ بہت، چہک چہک کر، داد، دے رہے تھے۔
ایک دن، وہ آئے گا کہ، سر پر ہاتھ رکھ کر، روئیں گے۔'' (ختم شد روایتِ حضرت شارحِ بخاری)
میں، سمجھتا ہوں کہ، حضرت محدّثِ اعظمِ ہند کی پیش گوئی، سچ ثابت ہوئی۔
اور، وہ، دن آ چکا ہے۔ کم از کم، صوبہ بہار اور صوبہ جھارکھنڈ میں تو، آ ہی چکا ہے۔
کیا، یہ صورتِ حال، خود مقرّرین کے لئے، لمحۂ فکریہ نہیں ہے؟۔

(ص ۲۴۳ و ص ۲۴۴۔ عرفانِ حقائق، مؤلّفہ یٰسٓ اختر مصباحی۔ مطبوعہ دارُالقلم دہلی۔

ربیع النّور ۱۴۳۶ھ/جنوری ۲۰۱۵ء)

''عرفانِ مذہب و مسلک'' کی، یہ تنبیہ اور تبصرہ بھی، لائقِ مطالعہ
اور، نہایت سبق آموز ہے:
''خُطَبَا وَ شُعَرا، اور اہلِ جلسہ ''اِصلاحِ جلسہ'' کی طرف، جلد تر توجہ فرمائیں

**تو، مذہب و مِلّت و جماعت پر، اُن کا خصوصی کرم ہوگا۔**

**خدانخواستہ، ہمارے جلسوں کے حالات اور ان کے شب و روز، یہی رہے**

اور مندرجہ ذیل تبصرہ اور تحریر کی طرح، دیگر تبصروں اور تحریروں کی بھر مار ہونے کے بعد اگر، وہ، ہوش میں آئے تو، کچھ اچھی بات، نہ ہوگی:

''۱۹۷۸ء کے اَواخرِ دسمبر کی، کوئی سَر د ترین رات تھی۔ تیلنی پاڑہ کی نِسبتہً تنگ گلی، بیریل گراؤنڈ لین میں، تبلیغِ سیرت (کلکتہ) کے زیرِ اِہتمام، ایک جلسہ تھا۔

اُن دِنوں جلسوں، کانفرنسوں کے، بڑے بڑے نام نہیں ملتے تھے۔

نہ آج کی طرح، پیشہ وَر نقیب ہوتے تھے، نہ اپنے پورے جسم کے ساتھ، کلام پڑھنے والے نعت خواں اور نہ ہی نعت کے تقدس کو پامال کرنے والے تھرڈ گریڈ، اَشعار، پڑھے جاتے تھے۔

آج کی طرح، آدھی رات تک، نعت شریف پڑھنے کا سلسلہ بھی، نہ تھا۔

نہ تو، یہ سِسٹم کہ اِستراحت فرما کر، مقرِّرین، باری باری سے آئیں اور پھر، اُن کی آمد پر زوردار نعرے لگیں اور مدحتِ سرکار کی نعت، پیش کرنے والا، سرکار (**صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم**) کی نعت چھوڑ کر، **مقرِّرِ ذیشان کے لئے نعرے، لگانے لگے**۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۹۔ مضمون، بعنوان ''**مردِ حق آگاہ**'' بقلم: شاہد اختر حبیبی۔ مشمولۂ کتاب بنام ''**اِحسانِ کامل**'' مرتّبہ محمد شاہنواز خاں، اِحسانی۔ ہوڑہ، بنگال۔ طبعِ اول ۱۴۳۴ھ / جون ۲۰۱۳ء)

**مُخلِصین کے بارے میں، ہمارا کوئی تبصرہ نہیں ہے۔**

**اُن کا جذبۂ خیر و صلاح و سعادت، باقی اور اُن کا نعرۂ مستانہ، جاری رہے۔**

مگر، بعض مذہبی افراد، ایسے ضرور ہیں، جنھوں نے، اپنی جوشیلی جذباتی تقریروں اور نعروں کو ''**فیضانِ باطنی**'' کا نہیں، بلکہ ''**فیضانِ ظاہری**'' کا ذریعہ، بنا رکھا ہے۔

اور، یہ ''**فیضانِ ظاہری**'' بھی، صرف، اپنے لئے، اپنی شہرت کے لئے اور اپنے مادّی و معاشی اِستحکام کے لئے ہوا کرتا ہے۔

**دنیا، دیکھتی سنتی اور جانتی ہے کہ:**

**اجمیر شریف کے بہت سے خُدّام، صبح و شام، نہ جانے کتنی بار**

**یا خواجہ، یا خواجہ**، اور، **یا غریب نواز، یا غریب نواز**، کہتے رہتے ہیں۔

اِن سبھی خُدّام کے بارے میں، شک وشبہ اور انگشت نمائی کرنا، بالکل غلط ہوگا۔

لیکن، بعض خُدّام، ایسے ضرور ہیں، جو، بہت سے زائرین کے مشاہدات وتجربات کے مطابق اُسی ''**فیضانِ ظاہری**'' کے لئے اِس مقدس نام کا وظیفہ، پڑھتے ہیں، جس کا ذکر، اوپر گذرا۔

مسلم معاشرہ کے عَملی حقائق کا، بنظرِ غائر، مطالعہ ومشاہدہ کریں تو، سمجھ میں آجائے گا کہ:

مذہبی لبادے میں ملبوس، بعض وہ اَفراد، جن کا اوڑھنا بچھونا، مذہب ہی ہوتا ہے

اُن کی صفوں میں، ایسے بہت سے، افراد مل جائیں گے، جن کی تگ ودَو کا حاصل **عام طور سے طلبِ مال وزَر ہوا کرتا ہے۔ اِسی مقصدِ حقیر کے حصول میں**

**وہ، شب وروز، غلطاں وپیچاں رہتے ہیں۔**

**اور زَرق بَرق دنیاوی زندگی کو، وہ، اپنی معراج سمجھتے ہیں۔**

**جب، جیب میں پیسے بجتے ہیں، جب، پیٹ میں روٹی ہوتی ہے**

**اُس وقت، یہ ذَرَّہ، ہیرا ہے، اُس وقت، یہ شبنم، موتی ہے**

(ص ۱۲۱ وص ۱۲۲۔ ''**عرفانِ مذہب ومسلک**''، بقلم یٰس اختر مصباحی۔ مطبوعہ دارُ القلم دہلی۔ ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء۔ ومطبوعہ دارُالاِسلام، لاہور۔)

وعظ وبیان، تقریر وخطابت اور نعت خوانی کو اپنا پیشہ بنا کر، ان کے ذریعہ، اُجرت حاصل کرنے والے حضرات، مندرجہ ذیل فتاویٰ کا، بغور مطالعہ فرمائیں:

''اصل یہ ہے کہ طاعات وعبادات پر، اُجرت لینا دینا (سِوائے تعلیمِ قرآنِ عظیم وعلومِ دین واذان وامامت وغیرھا، مَعدودے چند اَشیا کہ جن پر اِجارہ کرنا، متأخرین نے بہ ناچاری ومجبوری بہ نظرِ حالِ زمانہ، جائز رکھا) **مطلقاً حرام ہے۔**

اور تلاوتِ قرآنِ عظیم، بہ غرضِ ایصالِ ثواب وذکر شریف میلادِ پاک سیدِ عالم ﷺ **ضرور مِن جُملہ عبادات وطاعات ہیں۔**

**تو، ان پر، اِجارہ بھی، ضرور حرام ومحذور۔**

**.....اور اِجارہ، جس طرح، صریح عَقدِ زبان سے ہوتا ہے**

**عُرفاً، شرطِ معروف ومعہود سے بھی ہوجاتا ہے۔ مثلاً:**

پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ مگر جانتے ہیں کہ:
دینا ہوگا۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا۔
انھوں نے اس طور پر پڑھا۔
انھوں نے اس نیت سے پڑھوایا۔ اِجارہ ہوگا۔
اور اب، دو وجہ سے حرام ہوا:
ایک تو، طاعت پر اِجارہ، یہ خود، حرام۔ دوسرے، اُجرت اگر عُرفاً، معیَّن نہیں
تو، اس کی جہالت سے اِجارہ فاسد۔ یہ دوسرا حرام۔
......پس! اگر قرارداد کچھ نہ ہو۔ نہ وہاں لین دین، معہود ہوتا ہو
تو، بعد کو، بطورِ صِلہ وحُسنِ سلوک، کچھ دینا، جائز، بلکہ حَسَن ہے۔
هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان۔ (القرآن الکریم۔ ۶۰/۵۵)
ترجمہ: احسان کی جزا، صرف احسان ہے۔"
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينْ۔ (القرآن الکریم۔ ۱۴۳/۳)
ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ، احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"
اِلیٰ آخرِ الْفتویٰ۔
(ص ۴۸۶ و ص ۴۸۷۔ فتاویٰ رضویہ، مترجَم۔ جلد، انیس (۱۹) مطبوعہ پاک و ہند)
"زید نے جو اپنی مجلس خوانی، خصوصاً، راگ سے پڑھنے کی اُجرت، مقرر کر رکھی ہے
ناجائز و حرام ہے۔
اس کا لینا، اُسے ہرگز، جائز نہیں، اُس کا کھانا، صراحۃً، حرام کھانا ہے۔
اُس پر واجب ہے کہ، جن جن سے فیس لی ہے، یاد کر کے سب کو، واپس دے۔
وہ، نہ رہے ہوں تو، ان کے وارثوں کو، پھیرے۔
پتہ نہ چلے تو، اتنا مال، فقیروں پر تصدُّق کرے۔
اور آئندہ، اِس حرام خوری سے توبہ کرے۔ تو، گناہ سے پاک ہوا۔
اول تو، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ پاک، خود عمدہ طاعات و اَجلِّ عبادات سے ہے۔
اور طاعت و عبادت پر، فیس لینی، حرام۔
مبسوط، پھر خلاصہ، پھر، عالمگیری میں ہے:

**لایَجُوزُ الِاستیجارُ علیٰ الطَّاعاتِ، کالتَّذْکِیرِ وَ لَایَجِبُ الَاجر۔اھ ملخصا۔**

(کتابُ الِاجَارَہ،اَلبابُ السَّادس عشر، اَلفتاویٰ الھندیہ۔۴/۴۴۸۔نورانی کتب خانہ، پشاور)

......ثانیاً: بیانِ سائل سے ظاہر ہے کہ:

وہ، اپنی شعرخوانی وزمزمہ سنجی کی فیس لیتا ہے۔ یہ بھی، محض حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا تَجُوزُ الِاجَارَۃ عَلیٰ شَیءٍ مِنَ الغِناءِ وَ قَرأَۃِ الشِّعر وَ لَااَجرَ فِی ذالك

وَ ھذا کُلُّہ قولُ ابی حنیفۃ وَ ابی یوسف وَ محمد رَحِمَھُم اللہُ تَعالیٰ۔

کذا فِی غایۃِ البیان۔ اہ مختصراً۔

(کتاب الاجارہ،اَلفتاویٰ الھندیۃ۔نورانی کتب خانہ۔پشاور)

گانا اور اشعار پڑھنا (ایسے اعمال میں) ان میں سے کسی پر اُجرت لینا، جائز نہیں۔
اور نہ ان میں اجرت ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رَحِمَھُم اللہُ تَعالیٰ، تینوں کا یہ قول اور فتویٰ ہے۔

چنانچہ، غایۃُ البیان میں یوں ہی مذکور ہے۔اھ۔مختصراً (ت) اِلیٰ آخِرِ الفتویٰ۔

(ص ۲۴۷ وص ۲۵۷۔فتاویٰ رضویہ مترجَم۔جلد بست وسوم (۲۳) مطبوعہ پاک وہند)

"(میلادشریف) پڑھنے کے عوض، کھانا کھلاتا ہے

تو، یہ کھانا، نہ کھلانا چاہیے، نہ کھانا چاہیے۔

اور اگر کھائے گا تو، یہی کھانا، اُس کا ثواب ہوگیا۔اور ثواب کیا چاہتا ہے؟

بلکہ، جاہلوں میں، جو، یہ دستور ہے کہ:

پڑھنے والوں کو، عام حصوں سے دونا، دیتے ہیں۔

اور بعض احمق پڑھنے والے، اگر ان کو دونا، نہ دیا جائے تو، اس پر جھگڑتے ہیں۔

یہ زیادہ لینا دینا بھی منع ہے۔اور یہی اس کا ثواب ہوگیا۔

**قالَ اللّٰہُ تَعالیٰ: لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِی ثَمَناً قَلِیْلاً۔ (القرآن الکریم ۲/۴۱)**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

**(لوگو!) میری آیتوں کے بدلے، تھوڑے دام، نہ لو۔"**

وَ اللہُ تَعالیٰ اَعلَم۔(ص ۶۶۳۔فتاویٰ رضویہ، جلد اکیس (۲۱) مطبوعہ پاک وہند)

تبدیلیِ حالات اور رائجُ الوقت جلسوں کے سلسلے میں مفتیانِ اہلِ سنّت سے
یہ حکمِ شرعی معلوم کیا جانا چاہیے کہ:
منتظمینِ جلسہ، از خود، بطورِ صلہ و انعام، جو نذرانہ، پیش کریں
موجودہ حالات میں، صرف اُسی کا جواز ہے؟
یا مندرجہ ذیل صورتیں بھی، جائز ہیں؟

(۱) منتظمینِ جلسہ، یا۔ ان کا کوئی نمائندہ شخص، کسی خطیب و واعظ، یا نعت خواں سے تاریخِ جلسہ، طے کرتے وقت، اس کا وعدہ کرے کہ آپ کی خدمت میں اتنا نذرانہ، پیش کیا جائے گا۔

(۲) خطیب و واعظ، یا نعت خواں، تاریخِ جلسہ، طے کرتے وقت، اپنا نذرانہ بتائے اور تاریخ لینے والی کوئی انجمن، یا کوئی ذمہ دار شخص اسے قبول کرے
اور جلسے میں شرکت و خطاب کے بعد اسے مقررہ نذرانہ، پیش کر دیا جائے۔

(۳) تاریخ طے کرتے وقت ہی کوئی خطیب، یا نعت خواں، اپنے نذرانے کا کچھ حصہ یا نصف حصہ، حاصل کر لے اور باقی ماندہ نذرانہ، بعد شرکت و خطاب، اسے پیش کیا جائے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں، جواز و عدمِ جواز کا حکمِ شرعی، عوام و خواص کو ضرور معلوم ہونا چاہیے۔
تا کہ حُدودِ شرع میں رہ کر ہی، یہ جلسے کیے جائیں اور نا جائز صورتوں کا، سَدِّ باب ہو سکے۔

موجودہ صورتِ حال کی اَبتری پر، اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے
اور خطابات و تقاریر کے ایک افسوسناک طرز و طریق کی نشان دہی کرتے ہوئے
مولانا محمد اشتیاق القادری، رضوی، بریلوی لکھتے ہیں کہ:
"وہ لوگ، سخت غلطی کا شکار ہیں، جو، اپنی نادانی کی وجہ سے
اہلِ سنّت و جماعت کے علاقائی تشخُّصات و اِمتیازات میں، جَبر و تشدُّد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
بلکہ، باشعور عُلمائے اہلِ سنّت پر بھی، نازیبا الفاظ کی بارش کرتے ہیں۔
اِس قسم کے نادانوں اور شریعت سے جاہل، دین کے ٹھیکہ داروں سے
بعض مقامات پر، سُنّیّت کو، سخت نقصان، پہنچ رہا ہے۔
اِسی طرح، بعض پیشہ ور مقرِّرین، اپنی تقریروں میں، حد درجہ، شِدَّت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
جسے مسلمانوں کا سنجیدہ طبقہ، قطعاً، پسند نہیں کرتا۔
اور نہ اسلام، اِس طرح کی دھاندلی بازی کی اجازت دیتا ہے۔

اہلِ سنّت و جماعت کے پاس، اپنے عقائد کے اِثبات میں
دلائل وشواہد کا، ناقابلِ شکست ذخیرہ ہے۔

اگر، پُرتشدُّد دلب ولہجہ، تَرک کرکے، قرآن وسُنَّت اور اِجماعِ اُمَّت کے مستحکم دَلائل پیش کیے جائیں تو، اِصلاحِ فکرواعتقاد کی وسیع راہیں، کُشادہ ہوسکتی ہیں۔

دعوت وتبلیغ میں، حکمت وموعظت کو، کلیدی حیثیت، حاصل ہے۔

ایک سچے داعی کا، مرکزی نقطۂ نظر، یہ ہونا چاہیے کہ:
اس کے ہم خیالوں کی تعداد میں، اضافہ ہو۔
نہ، یہ کہ جو، پہلے سے جماعت کے سرگرم اور پُرعزم سپاہی ہیں
اُنھیں بھی، جماعت سے خارج کرنے کی مُہم چلائی جائے۔

دین میں تصلُّب اور اِصلاح وتذکیر کا مقصد، اندھیری رات کے مسافروں کو صبحِ درخشاں کی طرف لے جانا ہے، نہ کہ، راستے سے اٹھاکر، کھائی میں ڈال دینا۔

یہ، فکروشعور کا دَور ہے۔ انتہائی پیچیدہ مسائل کو بھی، ناخنِ تدبیر سے حَل کیا جاسکتا ہے۔

آج، پوری دنیا، جدید ذرائع، استعمال کرکے فکری ہم نَوائی کی جدو جہد کررہی ہے۔

لیکن، ''خاکِ ہند کے چندرہبر نما مولوی''، ''دین سے کِھلواڑ کرنے والے جاہل خطیب'' ''بدعمل اور خلافِ شرع پیر''، اور ''اسلام وسُنّیت کو، روزی روٹی کا ذریعہ بنالینے والے نام نہاد قائدین''
جس قسم کی سُنّیّت، متعارف کرانے میں لگے ہوئے ہیں
وہ، اُس سُنّیّت سے، بالکل مختلف ہے، جس کے اُصُول وقوَاعِد اور مَعمولات ومَراسم ہمارے اَکابر نے، اپنی تصنیفات میں، درج کیے ہیں۔'' الخ۔

(ص ۲۰۸۔ وص ۲۰۹۔ ''دین میں اِفراط وتفریط''۔ مولّفہ: مولانا محمد اِشتیاق القادری، رضوی، بریلوی مطبوعہ خواجہ بک ڈپو۔ اردو مارکیٹ۔ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔ ۲۰۱۵ء)

''غالبًا، اسلامی تاریخ کا، یہ سب سے افسوسناک اَلمیَّہ ہے کہ:
کئی ذِمَّہ دار کہے جانے والے بے توفیق مسند نشینوں کے کردار وعمل سے ظاہر ہے کہ انھیں، اسلام کی بالا دَستی اور مسلمانوں کی شوکت، پھوٹی آنکھ نہیں بھاتی۔

جب دیکھیے تو، نفرت وعداوت اور اِنتشار و اِختلاف کے مَسموم تیر، کسی شخصیت یا۔ کسی جماعت کو، لہولہان کرنے کے لئے، پوری قوت کے ساتھ، چلائے جارہے ہوتے ہیں۔

جب، جی میں آتا ہے، کسی نہ کسی شخصیت کی بساط، لپیٹ کر
اُس کو ''دین بدری'' اور ''جلاوطنی'' کا، راستہ، دکھایا جاتا ہے۔
منبر و محراب سے، ایسے بیانات، دیے جاتے ہیں کہ، سامنے والوں کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔
اتفاق واتحاد اور محبت واُخوت، نام کی، کوئی چیز، دور دور تک، نظر نہیں آتی۔
بلکہ، رعونت و کبر یائی کا حال، یہ ہے کہ:
کسی کو، صفائی دینے کا موقع تک، فراہم نہیں کیا جاتا ہے۔
اور کہتر و مہتر، کفر و اِرتداد کے احکام، صادر کرنے میں
ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے، میدان میں، کود پڑتے ہیں۔'' الخ۔

(ص ۱۰۔ ''دین میں اِفراط وتفریط''۔ مولّفہ: مولانا محمد اِشتیاق القادری، رضوی، بریلوی
مطبوعہ خواجہ بک ڈپو۔ اردو مارکیٹ۔ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۲۰۱۵ء)

باطل فرقوں کا رَدّ و اِبطال کرنے کے لئے بد مذہبوں اور گمراہوں کی کتب ورسائل کا مطالعہ بھی کرنا پڑے گا۔ جو، بڑا مشکل اور خطرناک مرحلہ ہے۔
امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ سے، کسی نے سوال کیا کہ:
متصلّب سنّی کو، اِعتراض کی نظر سے، بد مذہبوں کی کتابیں دیکھنا، جائز ہے، یا۔ نہیں؟
اِس سوال کا جواب، دیتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:
''فقط، متصلّب ہونا، کافی نہیں۔ بلکہ، عالم ہو، پورا ماہر ہو، وسیع نظر ہو۔
اس کے ساتھ، متصلّب سنّی بھی ہو۔
کیا، اِعتماد رکھتا ہے اپنے نفس پر؟ اور جو اپنے نفس پر اِعتماد کرے
اُس نے، بڑے کذّاب پر اِعتماد کیا۔'' الخ۔ (ص ۱۸۔ الملفوظ، حصہ چہارم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی)
رَدِّ فِرَقِ باطلہ کے فن کا عالم اور اس کا ماہر ہونا، کوئی آسان بات نہیں۔
امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، اِرشاد فرماتے ہیں:
''رَدِّ وہابیہ، اور اِفتا۔ یہ دونوں، ایسے فن ہیں کہ:
طِبّ کی طرح، یہ بھی، صرف پڑھنے سے، نہیں آتے۔
ان میں بھی، طبیبِ حاذق کے مَطَبّ میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔
مَیں بھی، ایک طبیبِ حاذق کے مَطَبّ میں، سات (۷) برس تک بیٹھا۔'' الخ۔

(ص ۴۷۔ اَلملفوظ، حصہ اول، مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

**کوئی بھی مناظرہ، فروع میں نہیں، بلکہ اصول میں ہونا چاہیے۔**

**اور شاطِر و چَرب زبان مناظرینِ فریقِ مخالف کے ساتھ، زبانی نہیں**

**بلکہ، تحریری مناظرہ ہونا چاہیے۔**

اس کی سخت تاکید و ہدایت دیتے ہوئے امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ، ارشاد فرماتے ہیں کہ:

**''سخت غلطی ہے کہ، ایسوں سے زبانی، بات چیت ہو۔**

**اس کا حاصل، یہی ہوتا ہے کہ:**

**وہ، کچھ نہ کچھ بکے جائے گا۔ جس سے، لوگ جانیں گے کہ:**

**بڑا مقرّ رہے۔ برابر، جواب دے رہا ہے۔**

**انسان میں، یہ قوت نہیں کہ، زبان، بند کردے۔**

**بے حیا کُفّار، اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے حضور، نہ چوکیں گے۔**

**وہاں بھی زبان، چلی ہی جائے گی۔ یہاں تک کہ، منہ پر مُہر، فرمائی جائے گی۔**

**........تو، ایسوں سے ہمیشہ، تحریری گفتگو ہونا چاہیے کہ:**

**مُکرنے، بدلنے، بچلنے کی گلی، نہ رہے۔**

**بہت دھوکہ ہوتا ہے کہ، وہابیہ وغیرہ سے، فرعی مسائل میں، گفتگو، کر بیٹھتے ہیں۔'' الخ۔**

(ص ٦٩۔ اَلملفوظ، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

**بلا ضرورت، نہ بد مذہبوں کا کلام، سنا جائے، نہ ان کی تحریریں، پڑھی جائیں۔**

اِس سلسلے میں، دو واقعات کا ذکر کر کے ایک حدیثِ نبوی سے فرضیتِ تردید و اِبطالِ باطل ثابت کرنے کے بعد، **بعض جاہلوں کو، تنبیہ و ہدایت، دیتے ہوئے**

**امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، ارشاد فرماتے ہیں:**

**''اَکابر کی تو، یہ حالت ہے۔ اور اب، یہ حالت ہے کہ:**

**جاہل سا جاہل، جُٹا پڑتا ہے، آریوں سے اور وہابیوں سے۔ اور کچھ خوف، نہیں کرتا۔**

**جو، تمام فنون کا ماہر ہو۔ تمام پیچ جانتا ہو۔ پوری طاقت رکھتا ہو۔ تمام ہتھیار، پاس ہوں۔**

**اُس کو بھی، کیا ضرور کہ:**

**خواہ مخواہ، بھیڑیوں کے جنگل میں جائے؟**

ہاں! اَگر ضرورت، آ ہی پڑے تو، مجبوری ہے۔
اللہ پر، تَوَکُّل کر کے، ان ہتھیاروں سے کام لے۔"
(ص ٣۔ اَلملفوظ، حصہ چہارم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی)

عصرِ حاضر کے اُسلوبِ دعوت و تبلیغ و طرز و طریقۂ وعظ و بیان اور سامع و مخاطَب کے مزاج و معیار کی رِعایت و لحاظ و اِہتمام و اِلتزام کے جَلوے

اگر، کسی واعظ و خطیب کو دیکھنے ہوں
تو، بطورِ مثال، صرف، ایک مختصر مجموعۂ خطاب و بیان کی نشان دِہی کی جاتی ہے۔
جس سے، بخوبی، سمجھ میں آجائے گا کہ:
سامعین و حاضرین کے مزاج و معیار و ماحول کو سمجھ کر
دعوت و تبلیغ اور وعظ و بیان و خطاب کا حق، کس طرح، ادا کیا جاتا ہے؟
اور لوگوں کے قلوب و اَذہان کو، مطمئن و مسَخّر کر کے
کس طرح، انھیں، دینِ حق سے قریب اور اس کا گرویدہ، بنایا جاتا ہے؟
صرف، ایک سو گیارہ (١١١) صفحات پر مشتمل، یہ مجموعۂ خطاب ہے: "تبلیغِ اسلام کے اصول"
(مطبوعہ اَلدَّارُ السُّنِّیَّة" وحید مارکیٹ، مٹیا محل، دہلی۔٦)
مبلِّغِ اسلام، حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم، صدیقی، میرٹھی (متولد ١٥/رمضان ١٣١٠ھ/٣/اپریل ١٨٩٢ء۔ میرٹھ۔ متوفی ١٢/ذوالحجہ ١٣٧٤ھ/٢٢/اگست ١٩٥٤ء۔ مدفون جنتُ البَقیع، مدینہ منوَّرہ) کے چند، انگریزی خطابات کا، یہ مختصر سا مجموعہ (انگریزی سے اردو، بقلم پروفیسر خورشید احمد سعیدی۔ اسلام آباد، پاکستان) اُن خُطَبا و مقرِّرین کے سامنے، وسیع آفاق، روشن کر دے گا
جو، اِخلاصِ نیت کے ساتھ، فریضۂ دعوت و تبلیغ ادا کرنا اور قوم و مِلَّت و جماعت کی صحیح دینی ہدایت و رہنمائی کا فریضہ، انجام دینا چاہتے ہیں۔
ہاں! آج کا کوئی جاہل واعظ، یا۔ پیشہ وَر خطیب، جو، مطلوبہ علم و مطالعہ اور عقل و شعور کے بغیر رَدِّ وہابیہ کرتا ہُوا، یہ بھی، سمجھ بیٹھے کہ:
کسی ایک دو ہی طرز و طریقے میں، رَدِّ فرقۂ باطلہ و رَدِّ وہابیہ، محدود و محصور ہے
تو، یقیناً، یہ اُس کی نہایت، کم علمی و بے بصیرتی و بے شعوری ہی، نہیں
بلکہ، اس کی، حد درجہ غیر ذِمّہ داری اور عَملاً، مذہب و مسلک کو

بازیچۂ اُطفال سمجھنے کے مترادِف ہے۔

''عرفانِ مذہب ومسلک''(طبع اول ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء) میں

یہی حقیقت، میں نے، اِس طرح، بیان کی ہے:

''رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا مطلب ہے: اِحقاقِ حق وَ اِبطالِ باطل۔

اپنے موقف ونظریہ اور فکر وخیال کے اِثبات کے، بہت سے طُرُق واَسالیب ہوا کرتے ہیں۔جنھیں، مسئلہ کی نوعیت، موقع ومحل کی مناسبت، سامع ومخاطب کے مزاج ومعیار کو مدِّ نظر، رکھ کر، اپنا موقف ومسلک، واضح وثابت کیا جاتا ہے۔

اور غلط موقف ومسلک کو، مضبوط دلائل کے ساتھ، غلط اور باطل، ٹھہرایا جاتا ہے۔

آج کل کے، جو لوگ، قِلّتِ علم ومطالعہ اور ناقص تجربہ ومشاہدہ کی وجہ سے، یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ:

''جب تک، اپنے بیان وخطاب کے ذریعہ، کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کو، بار بار خبیث، مردود، کافر، مُرتد، نہ کہا جائے

اُس وقت تک، رَدِّ فرقۂ باطلہ کا حق، ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔''

ایسے حضرات کو، اپنی غلط فہمی، دور کر کے رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا

وہ صحیح اور مفید ومناسب طرز وطریقہ اِختیار کرنا چاہیے، جس سے:

اہلِ سنَّت کے مسلک وموقف کی صداقت وحقانیت، واضح وثابت ہو سکے۔

اور اہلِ باطل کے مسلک ونظریہ کا بُطلان، اَظہر مِنَ الشّمس ہو جائے۔

اِسی طرح، وعظ وبیان کا مطلب ہے:

مسلمانوں کو، اُن کے عقائد وعبادات ومعاملات اور اَحکامِ صحیحہ سے واقف کر کے اُن کے مطابق، زندگی گذارنے کی ہدایت، دینا۔

اب، یہ وعظ وبیان سننے والے مسلمان، جس مزاج ومعیار کے ہوں اور جن مسائل میں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہو، اُس کے مطابق وموافق، وعظ وبیان، ہونا چاہیے۔

اس کے برعکس، ان ساری چیزوں کو، نظر انداز کرتے ہوئے

اگر، کوئی خطیب وواعظ، اپنے وعظ وخطاب کا مظاہرہ کرتا ہے

تو، اُسے، وعظ وبیان نہیں، بلکہ ''پیشہ وَرانہ خطاب'' کہا جائے گا۔

جس کا مقصد، محض طلبِ شہرت اور جلبِ منفعت ہے۔

یہ طریقہ، نہایت افسوسناک اور باعثِ شرم ہے کہ:

حاضرین وسامعین کی صحیح دینی رہنمائی اور جن مقامی مسائل کے پیشِ نظر
اُنھیں، ضروری، ہدایت، درکار ہے، اُن سے بے اِعتنائی برتتے ہوئے
کوئی شخص، اپنی، رَٹی رَٹائی تقریریں
ہندوستان کے ہر صوبے وضلع وشہر میں سُناتا پھرے۔
یہ پیشہ وَرانہ وتاجرانہ طریقہ، جس نے بھی، اپنا رکھا ہو
اُسے، جلد از جلد، اپنی اِصلاح کر لینی چاہیے۔
تاکہ، اہلِ سنّت و جماعت، اِس پیشہ وَرانہ خطابت
اور تاجِرانہ ذِہنیت سے جلد از جلد نجات پاسکیں۔''

(ص ۱۱ وص ۱۲۔ **عرفانِ مذہب ومسلک**۔ بقلم: یٰس اختر مصباحی۔ طبعِ اول۔ دارُالقلم، دہلی اور بعض دیگر ادارے۔ شعبان ۱۴۳۴ھ/جون ۲۰۱۳ء۔ وص ۹۲ تا ۹۴۔ طبعِ جدید مع اِضافۂ مفید۔ مطبوعہ دارُالقلم دہلی وغیرہ۔ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ/ستمبر ۲۰۱۳ء۔ وص ۱۵۰۔ وص ۱۵۵۔ طبعِ جدید مع اِضافۂ مفید۔ مطبوعہ دارُالقلم، دہلی ودارُالاسلام، لاہور۔ جمادیٰ الاولیٰ۔ ۱۴۳۵ھ/مارچ ۲۰۱۴ء)

حیف صد حیف کہ، بعض یارانِ طریقت نے، تقریراً وتحریراً
بڑے زور وشور کے ساتھ، ایک مُہم کی شکل میں، یہ پروپگنڈہ کیا کہ:
''عرفانِ مذہب ومسلک'' کی مندرجہ بالا عبارت میں:

(۱) ''پیشہ وَرانہ خطابت'' لِکھ کر، اہلِ سنّت کے خُطَبا ومقرِّرین کی توہین کی گئی ہے۔

(۲) رَدِّ فرقۂ باطِلہ سے منع کیا گیا ہے۔

(۳) فرقۂ باطِلہ کے اَساطین کو، کافر ومرتد کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۴) رَد کرنے اور کافر ومرتد کہنے والے عُلما کو، قِلّت علم ومطالعہ اور ناقص تجربہ ومشاہدہ کا، طَعْنَہ دیا گیا ہے۔

(۵) صلحِ کُلِّیَّت کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۶) مذہبِ اہلِ سُنَّت وتصریحاتِ اعلیٰ حضرت کے خلاف ہے۔

(۷) عرفانِ ندوِیَّت وصلحِ کلِّیَّت ودیوبندیت ہے۔

(۸) گمراہ کن کتاب ہے۔

(۹) اہلِ سنّت کے درمیان، اختلاف وانتشار پیدا کرنے کی کوشش ہے۔

(۱۰) اس سے بچنا اور پرہیز کرنا، لازم ہے۔

اِس مذموم و شر انگیز پروپگنڈہ کے بارے میں، اِس کے سِوَا، اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

**وہ بات، جس کا، حقیقت میں، کوئی ذکر نہ تھا**

**وہ بات، اُن کو، بہت ناگوار گذری ہے**

فَاِلَی اللہِ الْمُشْتکیٰ۔

وعظ و بیان اور تقریر و خطابت کا نہایت صحیح و مفید و مؤثر ترین طریقہ، یہ ہے کہ:

جس خطے و علاقے میں جلسہ ہو رہا ہے، وہاں کے مشاہیر عُلما و مشائخ کا بھی ذِکر کیا جائے اور ان کی تحریرات و ملفوظات، پیش کر کے، اُن کی روشنی میں

**عقائد و معمولاتِ اہلِ سنّت و جماعت کو، واضح اور ثابت کیا جائے۔ مثلاً:**

دہلی میں جلسہ ہو رہا ہے تو، قطبُ الاقطاب، حضرت خواجہ قطبُ الدّین، بختیار کاکی وسلطانُ المشائخ، محبوبِ اِلٰہی، حضرت خواجہ نظامُ الدّین اَولیا، دہلوی و حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی و حضرت خواجہ محمد عبد الباقی، باقی بِاللہ، نقشبندی، دہلوی و حضرت خواجہ رُکنُ الدّین فردوسی، دہلوی و حضرت شیخ عبد الحق، محدِّث دہلوی و حضرت شاہ عبد العزیز، محدِّث دہلوی و حضرت شاہ غلام علی، نقشبندی، مجدِّدی، دہلوی و حضرت شاہ احمد سعید، مجدِّدی، دہلوی جیسے مستند و مشاہیر عُلما و صوفیہ کی تحریرات و ملفوظات کے حوالے، دے کر، اپنا مدَّعا، ثابت کیا جائے۔

**لکھنؤ اور اَوَدھ میں، کہیں جلسہ ہو رہا ہے**

تو، حضرت مخدوم شاہ محمد، مینا، لکھنوی و مخدوم سعدُ الدّین، خیر آبادی و مخدوم شاہ احمد عبد الحق رُودولوی، و بحر العلوم، مولانا عبد العلی، فرنگی محلی، لکھنوی و مولانا جمالُ الدّین، فرنگی محلی، و مولانا عبد الحلیم، فرنگی محلی، لکھنوی، و مولانا شاہ عبد الرَّزاق، فرنگی محلی جیسے معروف و مستند صوفیہ و مشائخ و عُلمائے کرام کی تحریرات و ملفوظات کے حوالے دے کر، اپنا مدَّعا، ثابت کیا جائے۔

**پانچ چھ سال پہلے کی بات ہے کہ:**

**حیدر آباد، دَکن (آندھرا پردیش) میں، ایک فقہی سیمینار ہوا۔**

جس میں، شمالی ہند سے حضرت مفتی محمد ایوب، نعیمی (جامعہ نعیمیہ، مراد آباد) و حضرت مفتی محمد نظامُ الدّین، رضوی، مصباحی (الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی) اور، راقِم سطور یٰسین اختر مصباحی (بانی و صدر دارُ القلم، دہلی) مدعو تھے۔

**سیمینار ختم ہونے کے بعد، مکّہ مسجد، حیدر آباد میں، جلسۂ عام ہوا۔**

جلسہ سے، ایک روز پہلے، میں نے حضرت مفتی محمد نظامُ الدّین صاحب کو مشورہ دیا کہ جنوبی ہند کے سُنّی مسلمان، چوں کہ، شیخ الاسلام، حضرت مولانا اَنوارُ اللہ، فاروقی، حیدر آبادی بانیِ جامعہ نظامیہ، حیدر آباد کے بے حد عقیدت مند ہیں، اِس لئے بہتر، یہ ہے کہ:

آپ، ان کی چند کتابوں کا، سرسری مطالعہ کر کے

عقائد و معمولاتِ اہلِ سُنّت سے متعلق، بعض فوائد و نِکات، ذہن نشین کر لیں۔

اور جن مسائل کا بھی، اپنی تقریر میں آپ، ذِکر کریں، بعض اَکابر و اَسلاف کا حوالہ دیتے ہوئے، ہر مسئلہ کے آخر میں، یہ بتائیں کہ:

یہی بات، حضرت مولانا انوارُ اللہ، فاروقی نے، اپنی فلاں کتاب میں

اور اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا، بریلوی نے، اپنی فلاں کتاب میں، تحریر فرمائی ہے۔

آپ، مَـا شَـاءَ اللہ، عوامی خطاب بھی اچھا کر لیتے ہیں اور مَیں، یہ خدمت انجام نہیں دے پاتا، اِس لئے آپ ہی، بہتر طریقے سے ایسا خطاب کر سکتے ہیں۔

چنانچہ، حضرت مولانا انوارُ اللہ، فاروقی صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کی کچھ کتب و رسائل ایک صاحب کے ذریعہ، حاصل کر کے، مفتی صاحب نے ان پر سرسری نظر ڈال کر کچھ باتیں، ذہن نشین کر لیں۔

**اپنے سابقہ مطالعہ کے ساتھ، اِس تازہ مطالعہ کی آمیزش سے**

مفتی صاحب نے مکّہ مسجد (حیدر آباد) میں، نہایت مدلّل و مؤثر خطاب فرمایا **جسے حاضرین و سامعین نے، بے حد پسند کیا۔**

اِختتامِ جلسہ کے بعد، قیام گاہ پر، بعض معزّز و باشعور حیدر آبادی حضرات نے **اپنا تأثر، اِس طرح، بیان کیا کہ:**

**''ایسی تقریر، کبھی نہیں سنی گئی۔**

**شمالی ہند سے، رضویاں، آتے اور خالی، اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کرتے۔''**

**تقریباً، تین سال پہلے کی بات ہے کہ**

**سری نگر (کشمیر) میں ''امامِ اعظم کانفرنس'' ہوئی۔**

سری نگر کے، ایک مشہور کالج کے بڑے ہال میں نہایت اِہتمام کے ساتھ، یہ کانفرنس، منعقد

ہوئی۔ کشمیری عُلما و مشائخ اور دانشوروں، صحافیوں، پروفیسروں کی اچھی خاصی تعداد، کانفرنس میں موجود تھی۔ حاضرین و سامعین کی کثرت سے، پورا ہال، بھرا ہوا تھا۔

حکومتِ کشمیر کے بعض ذِمّہ داران اور اعلیٰ آفیسران بھی، شریکِ کانفرنس تھے۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کشمیر کی متعدد معروف شخصیات نے

امامِ اعظم، ابو حنیفہ سے متعلق اپنے مطالعہ کی روشنی میں، اپنے خیالات و تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے، اِتحادِ اُمّت اور اِتحاد بینَ المسلمین کی ضرورت پر بھی، کافی زور دیا۔

غیر کشمیری عُلما میں، دہلی سے حضرت مولانا مفتی محمد مکرَّم احمد، نقشبندی، مجدِّدی، مظہری اور مجھے بھی، مدعو کیا گیا تھا۔

کانفرنس کے آخری مرحلے میں، جب، مجھے، خطاب کی دعوت دی گئی

تو، حمد و صلوٰۃ کے بعد، میں نے، امامِ اعظم، ابو حنیفہ کے علم و فضل، بِالخصوص حفظ و روایتِ اَحادیث اور اَخذ و اِستنباط و اِستخراجِ اَحکام و مسائل از اَحادیثِ نبوی پر

**اپنے مطالعہ کا خلاصہ، پیش کرنے کے بعد**

**اِتحادِ اُمّت اور اتحاد بینَ المُسلمین پر، اپنے پیش رَو مقرِّرین سے**

کچھ زیادہ ہی، زور دیتے ہوئے میں نے، اس کا قابلِ عمل اور نہایت مؤثر طریقہ بتایا کہ:

حضرت سید عبد الرحمٰن، عُرف بُلبل شاہ، ترکستانی، کشمیری۔ و امیرِ کبیر، سید علی، ہمدانی کشمیری۔ و میر سید محمد، ہمدانی، کشمیری۔ و شاہ نورُ الدِّین ولی نورانی، عُرف رِشی، چرار شریف۔ و سید حسین، سمنانی، کشمیری۔ و سید میرک، اندرابی، کشمیری۔ و محبوبُ العالَم، شیخ حمزہ، کشمیری۔ و غَیرھُم

**صدیوں قدیم، اَکابر صوفیہ و مشائخِ کشمیر کے مذہب و مسلک پر**

**سارے کشمیری مسلمان، عمل پیَرا ہو جائیں۔**

اِس طرح، اِتحادِ امّت اور اِتحاد بینَ المُسلمین کا خواب، خود بخود، شرمندۂ تعبیر ہو جائے گا۔

**اور کشمیر کی وادی و کوہسار میں، ہر طرف، اِتحاد کے جلوے، نظر آنے لگیں گے۔"**

یہ سننا تھا کہ، سارے حاضرین و سامعین کے درمیان، خوشی و مسرت اور جوش و جذبہ کا ایک پُر کیف روحانی ماحول پیدا ہو گیا۔ اور:

**سارے کشمیری سامعین و حاضرین، اپنے کشمیری بزرگوں کا نام، سن کر خوشی سے جھومنے لگے۔**

اب، قارئینِ کرام! مندرجہ ذیل، دو تین پیرا گراف، نہایت غور سے، دوبارہ پڑھیں:

**’’رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا مطلب ہے: اِحقاقِ حق و اِبطالِ باطل۔**

اپنے موقف و نظریہ اور فکر و خیال کے اِثبات کے، بہت سے طُرُق و اَسالیب ہوا کرتے ہیں۔ اور مسئلہ کی نوعیت، موقع و محل کی مناسبت، سامع و مخاطَب کے مزاج و معیار کو مَدِّ نظر رکھ کر **اپنا موقف و مسلک، واضح و ثابت کیا جاتا ہے۔**

**اِسی طرح، غلط موقف و مسلک کو، واضح بیان اور مضبوط دلائل کے ساتھ غلط اور باطل ٹھہرایا جاتا ہے۔**

آج کل کے جو لوگ، قِلّتِ عِلم و مطالعہ اور ناقص تجربہ و مشاہدہ کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ، جب تک، اپنے بیان و خطاب کے ذریعہ، کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کو، بار بار خبیث، مردود، کافر، مُرتد، نہ کہا جائے، اُس وقت تک، **رَدِّ فرقۂ باطلہ کا حق، ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔**

**ایسے حضرات کو، اپنی غلط فہمی، دور کر کے، رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا صحیح اور مفید و مناسب طرز و طریقہ، اختیار کرنا چاہیے**

جس سے اہلِ سُنَّت کے مسلک و موقف کی صداقت و حقانیت، واضح و ثابت ہو سکے اور اہلِ باطل کے مسلک و نظریہ کا بُطلان، اَظْھَرُ مِنَ الشَّمْس ہو جائے۔‘‘

(ص ۱۱۔ **عرفانِ مذہب و مسلک**۔ طبعِ اول جون ۲۰۱۳ء۔ و ص ۹۲ و ص ۹۳۔ عرفانِ مذہب و مسلک۔ اِضافہ شدہ ایڈیشن۔ ستمبر ۲۰۱۳ء)

مندرجہ بالا عبارت میں، جو باتیں کہی گئی ہیں، اُن کا خُلاصہ، کچھ اِس طرح ہے:

(۱) اپنے موقف و مسلک کے اِثبات و تائید کے، اور کسی کے غلط موقِف و مَسلک کے اِبطال و تَردید کے، ایک دو نہیں، بلکہ، **بہت سے طُرق و اَسالیب ہوا کرتے ہیں۔**

(۲) نوعیتِ مسئلہ، مناسبتِ موقع و محل، رِعایتِ مزاج و معیارِ حاضرین و سامعین **ان سب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مضبوط دلائل کے ساتھ صحیح موقف کا اِثبات اور غلط موقف کا اِبطال کیا جاتا ہے اور کیا جانا چاہیے۔**

(۳) یہ سمجھ بیٹھنا کہ، بعض اَساطینِ فرقۂ باطلہ کو، بار بار خبیث، مردود، کافر، مرتد کہے بغیر **رَدِّ فرقۂ باطِلہ کا حق، ادا ہو ہی نہیں سکتا**

**اور، اسی ایک طرز و طریقہ میں، رَدِّ فرقۂ باطِلہ کو محصور و محدود سمجھ لینا**

**یہ قِلّتِ علم ومطالعہ اور ناقص تجربہ ومشاہدہ کا نتیجہ ہے۔**

**(۴) اِحقاقِ حق و اِبطالِ باطِل کا، جو طَرز و طَریقہ**

**جہاں، مُناسِب و مُفید ہو، وہاں، وہی طَرز وطریقہ، اِختیار کرنا چاہیے۔**

مندرجہ بالا عبارت میں، کہیں بھی، اور کسی طرح بھی، کسی فرقۂ باطلہ کے رَدّ و اِبطال یا۔ اُس کے اَساطین کے کفر و اِلتزامِ کفر کی بنیاد پر، اُنہیں، کافر، مُرتد کہنے سے، روکا نہیں گیا ہے۔

**بلکہ، صرف، یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ:**

بار بار خبیث، مردود اور کافر، مرتد کہنے میں، رَدِّ باطل کو محصور سمجھ لینا، درست نہیں۔

دوسرے بھی طریقے ہیں، جو، اِشاعتِ حق اور رَدِّ باطل کی راہ میں، کارآمد اور مفید ہیں۔

**انھیں، حسبِ موقع عمل میں لایا جائے تو، بہتر نتائج، برآمد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً:**

بعض لوگ خبیث، مردود اور کافر، مرتد کی تکرار پر مشتمل، پوری تقریر ختم کر دیتے ہیں اور، یہ نہیں بتاتے کہ، **فلاں فلاں نے، کن ضروریاتِ دین کا انکار کیا ہے؟**

**خدا اور سول کی شان میں، کیا، گستاخیاں کی ہیں؟**

**اور کس طرح، مسلمانوں کا دین و ایمان، خراب کیا ہے؟**

**کچھ لوگ، اِن اہلِ باطل کا ظاہری کردار و عمل دیکھ کر**

**اور ان کی چکنی چکنی باتیں، سن کر، ان کے مَدّاح اور گرویدہ ہو جاتے ہیں۔**

**اور عُلمائے اہلِ سنّت سے، بدظن ہوتے ہیں کہ:**

**ایسے اچھے لوگوں کو، یہ عُلما ومقررین، خبیث، مردود، اور کافر، مرتد، کیوں کہتے ہیں؟**

**کیا، ایسے لوگوں کے سامنے، اہلِ باطل کی خلافِ اسلام باتوں کا اِظہار**

**اور ان کے کفریات کی توضیح وتفصیل کی ضرورت نہیں؟**

**تجربہ، شاہد ہے کہ، ان سے دیرینہ عقیدت رکھنے والے**

**بعض اَفراد پر، جب، اُن کی اندرونی حالت، منکشف ہوئی**

**تو، وہ، اُن سے دور ونفور اور اہل حق کے حلقہ بگوش ہو گئے۔**

**مزید وضاحت کے ساتھ، یہ بات، اِس طرح بھی، سمجھی جا سکتی ہے کہ:**

**(۱) کسی کافر، مُرتد کو، بعدِ اِطلاعِ تام وفہمِ کامل، کافر، مُرتد سمجھنا**

**اور حسبِ موقع، اس کا اِظہار و اِعلان کرنا، نہایت ضروری ہے۔**

(۲) یہ سمجھنا کہ، فرقۂ باطلہ کے کسی کافر، مُرتد کو، اپنی ہر تحریر وتقریر میں کافر، مُرتد کہے بغیر
**اُس کی تردید کا حق، ادا ہو ہی نہیں سکتا۔**

اور تردید کا، بَس، یہی ایک طرز وطریقہ ہے، جس میں، رَدّ واِبطال، محدود ومحصور ہے۔

**یہ خیالِ خام ہے، جس کی بنیاد، قِلّتِ علم وعقل اور عدمِ تدبُّر وبصیرت ہے۔**

**البتّہ، جہاں، ضرورت واِفادیت ہو، وہاں، کسی بھی، باطل کا بُطلان**
**دلائل سے عیاں کرنا، اہلِ علم کی مَنصبی ذمہ داری ہے۔**

اور جہاں، کافر، مُرتد کہنے کی ضرورت ہے اور اِس سلسلے میں کوئی سوال کیا جارہا ہے
وہاں، کافر، مُرتد کو، کافر، مُرتد، نہ کہنا، کِتمانِ حق ہے۔ مداہنَت ہے۔ صلحِ کُلّیّت ہے۔

(۳) حق کو سمجھانے، پھیلانے اور دل نشیں کرنے کے، بہت سے طریقے ہوسکتے ہیں
**جہاں، جو طریقہ، مفید ہو، وہی، اپنانا چاہیے۔**

قرآنِ کریم نے، اِثباتِ حق اور رَدِّ باطل کے لئے گوناگوں طریقے اپنائے ہیں
اور مخاطَبین کے اَحوال اور فہم ولیاقت کا پورا لحاظ، رکھا ہے۔ اس سے بھی، یہی درس ملتا ہے کہ:

**حسبِ حال، مناسب طریقہ اپنانا، عین تقاضاے حکمت ہے۔**

**بے لحاظِ مواقع، صرف ایک طریقے میں مقیّد رہنا محدودیت کی نشانی**
**اور حکمت سے دوری ہے۔**

**صدرُ الشَّریعہ، حضرت مولانا محمد امجد علی، اعظمی، رضوی**

(وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) **قُدِّسَ سِرُّہٗ**، اِس سلسلے میں، تحریر فرماتے ہیں کہ:

**''اِس زمانہ میں، بعض لوگ، یہ کہتے ہیں کہ:**

**میاں! جتنی دیر، اُسے کافر کہو گے، اُتنی دیر، اللہ اللہ کرو کہ، یہ ثواب کی بات ہے۔''**

**اِس کا جواب، یہ ہے کہ:**

ہم، کب کہتے ہیں کہ: **کافر کافر کا وظیفہ کرلو۔''**

**مقصود، یہ ہے کہ:**

**اسے، کافر جانو۔ اور پوچھا جائے تو، قطعاً، اُسے کافر کہو۔**

**نہ، یہ کہ، اپنی صلحِ کل سے، اُس کے کفر پر، پردہ ڈالو۔''**

(ص ۵۵۔ **بہارِ شریعت**، حصہ اوّل، مؤلّفہ صدرُ الشَّریعہ، مولانا محمد امجد علی، اعظمی، رضوی

مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو۔مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی )

واضح رہے کہ، مذکورہ بالا عبارت کو، فقیہِ اسلام، حضرت مولانا الشّاہ مفتی محمد احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کی مکمّل تائید، حاصل ہے۔کیوں کہ:

**بہارِشریعت**، حصہ اوّل تا حصہ ششم کا مطالعہ فرما کر، آپ نے اسے اپنی تصدیق وتوثیق سے مزیّن فرمایا ہے۔**فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِک**۔

**...................."اُس وقت تک، رَدِّفرقۂ باطلہ کا حق، ادا ہو ہی نہیں سکتا۔" الخ۔**

(ص ۱۱۔**عرفانِ مذہب ومسلک**۔طبعِ اول ۱۴۳۴ھ/جون ۲۰۱۳ء۔واضافہ شدہ ایڈیشن۔ص ۹۳۔ستمبر ۲۰۱۳ء)

**یہ جُملہ، حصر کا ہے۔جو، اِس مفہوم کی، دو دو چار کی طرح، تعیین کرتا ہے کہ:**

**"جو شخص، یہ سمجھے کہ، ہر تحریر وتقریر میں کافر، مرتد کہے بغیر رَدِّ فرقۂ باطلہ کا حق ادا ہو ہی، نہیں سکتا ہے۔**

**ایسے شخص کو، اپنی غلط فہمی، دور کر کے، اپنے خیال کی اِصلاح کر لینی چاہیے کہ:**

**تردید وابطال کے دوسرے طُرُق واَسالیب بھی ہیں۔**

**اور، وہ، کسی ایک ہی طرز وطریقہ میں، محصور ومحدود نہیں۔**

**اِس لئے صرف، بوقتِ ضرورت وحاجت ومصلحتِ شرعی اپنی تحریر وتقریر میں کسی کافر، مرتد کو، کافر، مرتد کہنا چاہیے۔**

**نہ، یہ کہ، بغیر کسی فائدے کے، کافر کافر کہنے، کو ایک وظیفہ بنالیا جائے۔**

**یہی صحیح اور یہی تقاضائے شرعی ہے۔جو، ص ۵۵، بہارِشریعت، حصہ اوّل کی عبارت اور فقہی جُزئیہ سے بھی، ظاہر وباہر ہے۔**

**اور "عرفانِ مذہب ومسلک" میں، واضح اور صریح الفاظ میں، تردید وابطالِ باطل کی ترغیب، اِس طرح، دی گئی ہے کہ:**

**"موقع ومحل کی مناسبت، سامع ومخاطَب کے مزاج ومعیار کو، مدِّنظر رکھ کر اپنا موقف ومسلک، واضح وثابت کیا جاتا ہے۔**

**اِسی طرح، غلط موقف ومسلک کو، واضح بیان اور مضبوط دلائل کے ساتھ غلط اور باطل ٹھہرایا جاتا ہے۔"**

**اس کے باوجود، کوئی شخص، موقع ومحل اور سامع ومخاطَب کی رعایت، نہ کرنے**

اسی طرح، رَدِّ فرقۂ باطلہ کو، کسی دو ایک خاص طرز وطریقہ میں، محدود ومحصور سمجھنے پر، آمادہ وَمُصِر ہی نہیں، بلکہ، کمربستہ ہوکر، حواس باختہ ہوجائے

تو، کسی طبیبِ حاذِق کے پاس بھی، اس کا، کیا علاج ہے؟

معزَّ ز قارئین! ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کی مندرجہ بالا عبارت کا صحیح مفہوم اور بہارِ شریعت وفتاویٰ رضویہ کے مذکورہ مسائل وحقائق پڑھنے کے بعد، اچھی طرح، سمجھ گئے ہوں گے کہ:

''عرفانِ مذہب ومسلک'' میں، مَسطور ومَنقول و مذکور جُملہ حقائق واَحکام ومسائل شریعتِ مُطہَّرہ اور عقلِ سلیم کے عین مطابق ہیں۔

جن سے، مذہب ومسلکِ سَوادِ اعظم اہلِ سنَّت و جماعت کی صحیح ترجمانی اور عالمانہ ودانشورانہ نمائندگی ہوتی ہے۔

اور آج کے مذہبی ماحول اور موجودہ حالات ومعاملات میں، خصوصیت کے ساتھ اِس ترجمانی اور نمائندگی کی شدید ضرورت ہے۔

تا کہ، عُلمائے اہلِ سنَّت و جماعت کے ہدایت آمیز وعظ وتقریر اور فکر انگیز بیان وخطاب کے ذریعہ، سَوادِ اعظم کی ہمہ جہت اور نتیجہ خیز رہنمائی کی جاسکے۔

اور دیگر مذاہب وطبقات کے سامنے بھی، سَوادِ اعظم اہلِ سنَّت کا مذہب ومسلک بہتر سے بہتر شکل میں، پیش کیا جاسکے۔

اِس معقول ومثبت ذہن وفکر پر، قدغن لگاتے ہوئے

آج، اگر، کوئی مولوی، یہ کہنے اور اہلِ سنَّت و جماعت کے درمیان انتشار واختلاف اور شر وفساد پھیلانے لگے کہ:

ایسا سمجھنا، کہنا اور لکھنا تو، بالکل غلط ہے۔

اور اس سے، آگے بڑھ کر، یہ شرعی الزامات بھی، عائد کرنے لگے کہ، اِس فکر وخیال میں (۱) ندوِیَّت وصلحِ کلِّیَّت (۲) ضلالت وگمراہی (۳) مخالفتِ مذہب ومسلکِ اہلِ سنَّت، ہے۔

تو، باشعور اور حقیقت آگاہ قارئین کے لئے مذکورہ عبارات وحقائق سمجھ لینے کے بعد یہ فیصلہ، بطورِ خود، کرلینا، بہت آسان ہے کہ:

ان شرعی اَلزامات کا مصدر ومنبع اور سرچشمہ، مندرجہ ذیل اَسباب میں سے، کون سا سبب ہے؟

(۱) جہالت وبے شعوری (۲) سطحیت وجذباتیت (۳) نفسانیت وشرارت۔

یا۔اِن سب کا مَعجونِ مرکَّب ؟یا۔کچھ اور؟

اور قارئینِ کرام کے لئے ، یہ نتیجہ،اَخذ کرنا اور فیصلہ کرنا بھی ، کچھ مشکل نہیں کہ:

کسی بھی سنّی پر، شرعی اِلزام ، عائد کر دینے کے بعد، اس کا شرعی ثبوت ، پیش کرنا

یا۔شرعی ثبوت ، نہ پیش کرسکنے کی صورت میں

شرعی توبہ ورُجوع کرنا ''مذہبِ اہلِ سنّت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت'' ہے۔

مگر، بار بار، مطالبہ وتقاضا واِصرار کے باوجود، اپنے شرعی الزام کا

کوئی ثبوتِ شرعی پیش کرنا، نہ ہی ،توبہ ورُجوعِ شرعی کرنا

یہ کون سا، مذہب ومسلک ہے؟

(ا)مسلکِ جہالت (۲)مسلکِ نفسانیت (۳)مسلکِ تجارت۔

یا۔ان سب کا معجونِ مرَکّب۔یا۔کچھ،اور؟

اور چار چھ مُستند ومُعتمد عُلما ومفتیانِ اہلِ سنّت کی ''خصوصی نشست'' میں،شریک ہوکر

ان کے سامنے بھی،ثبوتِ شرعی، پیش کرنے سے گریز اور فرار کی وجہ، کیا ہوسکتی ہے؟

بات، بالکل واضح ہے کہ:شرعی اِلزام، عائد کرنے والوں کو، یقین ہے کہ:

عُلما ومفتیانِ اہلِ سنّت کی، کسی ''خصوصی نشست'' میں شریک ہوکر

کوئی ثبوتِ شرعی، پیش نہ کرسکے (اور یقیناً، پیش نہیں کرسکیں گے)

تو،خود، انھیں ہی، اسی محفل میں، توبہ ورُجوعِ شرعی کرنا پڑے گا۔

ایسا ہوگا اور یقیناً، ایسا ہی ہوگا کہ:

شرعی اِلزامات، عائد کرنے والوں ہی کو، توبہ ورُجوعِ شرعی کرنا پڑے گا۔اِنْ شَاءَ اللہ تَعالیٰ۔

اب، آگے کا نتیجہ، شرعی الزامات، عائد کرنے والوں پر منحصر ہے کہ:

وہ، شرعی توبہ ورُجوع کر کے، اپنے دین ودنیا کی بھلائی چاہتے ہیں؟

یا۔شرعی توبہ ورُجوع سے گریز واِنکار اور راہِ فرار، اِختیار کر کے

اپنے دین ودنیا کی ذِلّت ورُسوائی کو، ترجیح دیتے ہیں؟

ایک تازہ ترین کتاب کی ''تقریب وتمہید'' کا مندرجہ ذیل حصہ پڑھ کر

میرے دماغ کے تار جھنجھنا اُٹھے اور میں، سکتہ میں آ گیا کہ:

بارِ اِلٰہا! آخر، یہ سب کیا ہو رہا ہے اور بات، کہاں سے کہاں تک پہنچ رہی ہے، یا پہنچ چکی ہے؟

’’تقریب وتمہید‘‘ کا یہ حصہ آپ بھی، ملاحظہ فرمائیں:

’’ایسا محسوس ہوتا ہے کہ:

ایک آوارہ روح، یا۔ بدآسیب، زمین سے فضا تک، بڑی تیزی کے ساتھ، تیر رہا ہے

جہاں، کسی کو، صَنا دِیدِ قوم کے قاہِر فرمودات سے سرِ مُو، مُنحرف پاتا ہے

اُس کو، اپنا شکار بنانے کے لئے قلم کی اَنی، زبان کی نوک، اور اسباب ووسائل کی قوتوں کے ساتھ، تعاقُب میں لگ جاتا ہے۔

**اگر ’’باغی‘‘ ذرا بھی، کمزور پڑ جائے تو، سرِ عام، تختۂ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے۔**

**اِتمام حجت کا موقع دینا تو، دور کی بات ہے۔**

**اُس کی لب کشائی بھی، نا قابلِ معافی جُرم سمجھی جاتی ہے۔**

**ان حالات میں، کوئی کہے تو، کیا کہے؟ لکھے تو، کیا لکھے؟**

**بلکہ، سوچے تو، کیا سوچے؟**

بس! یہی کہ ’’**مابدولت**‘‘ کی ’’**اَبُروے چشم کی جنبش**‘‘ سے، اپنے تنفُّس کو، بھی پیوستہ کر دے۔

’’**عرفانِ و فیضان**‘‘ کی ساری امیدیں، اُسی ’’**دَرِ رحمت**‘‘ سے وابستہ رکھے

**جہاں ابرِ کرم، جیبوں کا وزن، دیکھ کر، جَھما جھم برستا ہے۔**

اور دین دینا کی سرفرازی، حاصل کرنے کے لئے، حقائق سے شپّرہ چشمی کرتے ہوئے

**اُسی ’’ناخُدا اے مِلّت‘‘ کا، بندۂ بے دام، بن جائے**

جو، پدرانہ سلطنت کے تحفظ کی خاطر، **کسی بھی حد تک، جانے کے لئے، کمر، کس چکا ہے۔**

**خواہ، اِس کے لئے، اُسے شریعت کا خون ہی، کیوں، نہ کرنا پڑے۔**

اگر، بات یہی ہے کہ، آج، مَزعومہ برکت ورحمت اور موہومہ خیر ونعمت کے تمام راستے

**اَحکام شریعت کی پروا کیے بغیر، مخصوص اِجارہ داروں اور عَلَم بَرداروں کی**

**’’ہاں میں ہاں‘‘ مِلانے اور ان کی خواہشات ونفسانیت کو تسکین، بَہم پہنچانے سے کھلتے ہیں**

**تو، ہم، کھلے بندوں، اعلان کرتے ہیں کہ:**

**راستہ تو، صرف، اسلام کا ہے۔** جو، امامُ المُرسلین **صَلَّی اللہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ**

**اپنے رب کی جانب سے لے کر تشریف لائے۔..........**

**غالبًا، اسلامی تاریخ کا، یہ سب سے افسوسناک اَلمِیَّہ ہے کہ:**

کئی ذِمَّہ دار کہے جانے والے بے توفیق مسند نشینوں کے کردار و عمل سے ظاہر ہے کہ:

انھیں، اسلام کی بالا دستی، اور مسلمانوں کی شوکت، پھوٹی آنکھ نہیں بھاتی۔

جب دیکھیے تو، نفرت و عداوت اور اِنتشار و اِختلاف کے مَسموم تیر، کسی شخصیت یا۔کسی جماعت کو، لہولہان کرنے کے لئے پوری قوت سے، چلائے جارہے ہوتے ہیں۔

**جب، جی میں آتا ہے، کسی نہ کسی شخصیت کی بساط، لپیٹ کر**

اُس کو "**دین بدری**" اور "**جلاوطنی**" کا راستہ دکھادیا جاتا ہے۔

منبرومحراب سے، ایسے بیانات دیے جاتے ہیں کہ، سامنے والوں کے ہوش، اُڑ جاتے ہیں۔

اتفاق واتحاد اور محبت واخوت، نام کی کوئی چیز، دور دور تک، نظر نہیں آتی۔

**کسی کو، صفائی دینے کا موقع تک، فراہم نہیں کیا جاتا۔**

**اور کہتر و مہتر، کفر و اِرتداد کے اَحکام، صادر کرنے میں**

**ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے میدان میں، کود پڑتے ہیں۔" الخ**

(ص ۹ وص ۱۰۔ "**دین میں اِفراط وتفریط**"۔مؤلّفہ مولانا محمد اِشتیاق القادری، رضوی، بریلوی

مطبوعہ: خواجہ بک ڈپو۔اردو مارکیٹ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۲۰۱۵ء)

**اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔**

متحدہ ہندوستان کی صدیوں پر مشتمل دینی و علمی تاریخ میں، اپنی بے مثال علمی شوکت وحشمت اور سَطْوَتْ وصَولَتْ کا سِکَّہ جَمانے والے خانوادۂ فرنگی محل لکھنؤ کے بارِ اِحسان سے برِصغیر متحدہ ہندوستان (ہندو پاک و بنگلہ دیش) کے بیشتر معروف دینی وعلمی خانوادے، سرخمیدہ ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کے رُبع اوّل میں اِسی خانوادۂ فرنگی محل (لکھنؤ) کے جلیلُ القدر اور عظیمُ المرتبت عالمِ اہلِ سنّت وشیخِ طریقت، حضرت مولانا محمد قیامُ الدین عبد الباری، فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۹۵ھ/ اپریل ۱۸۷۸ء۔ وصال رجب ۱۳۴۴ھ/ جنوری ۱۹۲۶ء) کے ساتھ، فقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سنّت، مولانا الشاہ محمد احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۲۵/ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۱ء) کی طویل مکاتبت ومراسلت ہوئی۔

**رَحِمَہُمَا اللہُ تَبارکَ وَ تعالیٰ وَ جَعَلَ الجنَّۃَ مَثْوَاھُمَا۔**

اِن مکاتیب ومراسلات کو جمع کرکے، سیدی ومُرشدی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشّاہ

مصطفیٰ رضا، قادری، برکاتی، نوری، بریلوی (وصال ۱۴/محرمُ الحرام ۱۴۰۲ھ/نومبر ۱۹۸۱ء) نے
تین حصوں میں، بریلی سے ۱۹۲۱ء میں ہی، بنام ''**اَلطَّارِیُّ الدَّارِی**'' شائع، فرمادیا ہے۔

کچھ شرعی لغزشوں، خطاؤں پر، تنبیہ و ہدایت اور مطالبۂ رُجوع و توبہ کرتے ہوئے
بڑی دردمندی و دل سوزی اور اِخلاص و لِلّٰھیت کے ساتھ، امام احمد رضا، بریلوی، **قُدِّسَ سِرُّہٗ**
نے، حضرت مولانا عبد الباری، فرنگی محلی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے نام، درجنوں خطوط، لکھے ہیں۔

خط لکھتے وقت، جہاں کہیں، ذوقِ شعری نے مُہمیز کیا ہے، نوکِ قلم سے عربی و فارسی زبان کے
**بیش بہا اَشعار، صفحاتِ قرطاس پہ، موتیوں کی طرح، بکھر گئے ہیں۔**

سَعادتِ لوح و قلم، حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد، مجدِّدی، مظہری، دہلوی (وصال ۲۱/ربیعُ الآخر
۱۴۲۹ھ/۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء۔ کراچی) **عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ وَ الرِّضْوَان** نے
بڑی محنت و عرق ریزی کے ساتھ، ان خطوط و مکتوبات کے سیکڑوں اَشعار، جمع کر کے
تین سو بتیس (۳۳۲) صفحات پر مشتمل ایک تاریخی کتاب، تیار کر دی۔

جو ''**مکتوباتِ امام احمد رضا، مع تنقیدات و تعاقبات**'' کے نام سے
۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء میں، **مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور** سے شائع، ہو چکی ہے۔

یہاں، بطورِ نمونہ، عربی کے تین اَشعار اور فارسی کا، ایک شعر، ملاحظہ فرمائیں:

**بَــــازِی سَــطَــــا فَلَا تَــــرىٰ**
**فِــــی اَیْــکَةٍ مِــنْ صَــافِــرٖ**

ترجمہ: باز (شکاری پرندہ) نے جھپٹ کر حملہ کیا۔ اس کے بعد، درختوں کے جُھنڈ میں
تمھیں، کوئی چہچہانے والا پرند، نظر نہ آئے گا۔

وَ لِــی حِــصَــانٌ رَاكِضٌ
لِــحِــفْــظِ نُــورٍ سَــافِــرٖ
اِذَا عَلَا رَاسَ بَــــغِــــی
یــر مِــنُّــهٗ بِــحَــافِــرٖ

ترجمہ: میرا، ایک تیز رفتار گھوڑا ہے۔ جو، چمکتی ہوئی روشنی کی پاسبانی کرتا ہے۔
کوئی سرکش، جب سرکشی کرتا ہے تو، یہ گھوڑا، اپنی ٹاپوں سے، اس کا، سر، رَوند کر، کچل، ڈالتا ہے۔

**شیر اَفگنم، و شِکار، می باید کرد**
**صد شیر، بہ نعرہ ،زار، می باید کرد**

ترجمہ: میں، شیر کو پچھاڑ، دینے والا ہوں۔اور شکار کرنا ہی چاہیے( کہ، شکار کی طاقت، رکھتا ہوں اِس لئے مجھے، شکار کرتے رہنا چاہیے) **اپنے ایک نعرۂ مستانہ اور چنگھاڑ سے**
**مَیں ،سینکڑوں شیروں کا پِتّہ، پانی کر کے، انھیں، بَھگا سکتا ہوں۔‘‘**

امام احمد رضا، بریلوی قُــدِّسَ سِـــرُّہٗ کی اِس حق شِعاری وحق پسندی اور جرأتِ اِظہارِ حق **اور سَطوَت وصَولَتِ علمی کے عکوس ونقوش سے**
**آج کے عُلما وفُقہا ومفتیانِ سَوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کی**
**زندگی بھی روشن وتابناک رہنی چاہیے۔**

اور اَکابر واَسلافِ کرام کے وارِث ونائب کی حیثیت اور عظیم منصب کا تحفظ **اوراس کے وقار کا پورا پورا خیال ولحاظ واحترام کرتے ہوئے**
یہ وراثت وامانت، اگلی نسل کی طرف، منتقل کرنے کی، بھرپور کوشش کرتے رہنا چاہیے۔
**اَلسَّعْیُ مِنَّا وَ الْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔**

# رَدِّ بِدعات ومنکرات

اللہ ربُّ العزت، قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً۔ (سورۂ مائدہ)

**آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین، مکمل کردیا**
**اورتم پر اپنی نعمت، تمام کردی اور تمہارے لئے اسلام، دین کو پسند کیا۔''**

حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
ربِّ کائنات نے اس اِتمامِ نعمت اور تکمیلِ دینِ اسلام کی بشارتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا
اور صحابۂ کرام نے بشارتِ نعمت کے یادگار تاریخی موقع ومقام کو
اپنے نہاں خانۂ قلب میں محفوظ کرلیا۔

امیر المؤمنین، فاروقِ اعظم، عمر بن خطاب کی خدمت میں
ایک بار، ایک یہودی، حاضر ہوکر کہنے لگا کہ:
اے امیر المومنین! آپ کے قرآن میں ایک آیت ایسی ہے کہ
اگر وہ، ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو اس کے یومِ نزول کو ہم، اپنا یومِ عید بنا لیتے۔
آپ نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟
اس یہودی نے کہا: وہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ہے۔
عمر فاروق نے فرمایا: مجھے وہ دن اور مقام، اچھی طرح، یاد ہے
**جہاں، اس آیت کا نزول ہوا تھا۔ وہ مقام، عرفات اور دن، جمعہ ہے۔** (بخاری ومسلم)
سید المفسرین، عبد اللہ بن عباس سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا
تو آپ نے فرمایا: جس دن یہ آیت، نازل ہوئی، اُس دن ہمارے لئے دو عیدیں تھیں۔

**ایک جمعہ اور دوسرے عرفہ۔** (ترمذی وخازن)

یہ دینِ اسلام، کامل ومکمل شکل میں آج تک، موجود ہے اور قیامت تک، محفوظ رہے گا۔

اس کا بدل ڈھونڈھنے، یا اس کے اندر کسی ترمیم واصلاح، کسی حذف واضافہ اور کسی پیوندکاری وجدیدکاری کی، نہ پہلے کوئی گنجائش تھی، نہ ہی آج کسی قسم کی گنجائش ہے۔

صاف وصریح الفاظ میں ایسے کسی خیال وفکر اور کسی ضرورت وکوشش کو

قرآن حکیم کے اندر، اِس طرح، مسترد کیا جاچکا ہے:

**وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَام دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہٗ۔** (سورۂ آلِ عمران)

**جس نے اسلام کے سوا، کوئی دین چاہا اس کا کچھ قبول نہ ہوگا۔"**

یہ چاہنے والا شخص، اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا دین، چاہے

یا اسلام ہی کے اندر کسی طرح کی ترمیم واِلحاق وقطع وبرید کرنا، چاہے

ہر حال میں اس کی یہ خواہش وعمل، معیوب ومذموم ومبغوض ومردود ہے۔

اسلامی معتقدات ومبادی کے اندر کسی طرح کی آمیزش کے خلاف، احادیث کریمہ میں سخت وشدید وعیدیں آئی ہیں۔ ایسے لوگ، عنایت ورحمتِ الٰہی سے محروم ہوکر، بددین وبدمذہب وگمراہ ہوجاتے ہیں۔ سنت نبوی کا نور، ان کے سینہ سے نکل جاتا ہے۔ ان سے کسی طرح کا قلبی تعلق مسلمانوں کے لئے زہرِ قاتل ہے۔ اور ان کی تعظیم وتکریم، اسلام کی بے حرمتی کا سبب ہے۔

شریعتِ محمدی عَلیٰ صَاحِبِھَا الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کی تعلیمات وہدایات اور اس کے اصول وضوابط، مقرر ومتعین ہیں۔

اس شریعت اور اس کے جملہ احکام ومسائل پر عمل اور ان کی پیروی واِتّباع وتقلید، ہر مسلمان کے اوپر، لازم ہے۔

اور اس سے ذرا بھی اِنحراف وکج روی، باعثِ ضلالت وہلاکت ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ وتابعین ومفسرین ومحدِّثین وائمۂ مجتہدین وعُلماے متقدمین کے ارشادات وفرمودات کا ذخیرہ، ان کا مذہب ومسلک اور ان کا طرزِ فکر وعمل

ہر دور میں رہبری ورہنمائی کا روشن مینار، ثابت ہوا ہے اور آج بھی مسلمانانِ عالم اسی صراطِ مستقیم پہ گامزن ہیں۔

جس شخص اور جس گروہ نے بھی اِلتزام شریعت کا قلادہ اپنی گردن سے اُتار کر راہِ سَوادِ اعظم سے علیحدگی اختیار کی، وہ، یقیناً اپنا سرمایۂ شریعت لٹا بیٹھا اور خسرانِ مُبین کا شکار ہوا۔

عبادات و معاملات کی بے شمار تفصیلات، قرآن و حدیث کی روشنی میں مدوّن و مرتّب ہو چکی ہیں۔ انسانی زندگی کے نوع بہ نوع تغیُّرات میں صحیح رہنمائی کے لئے

فقہِ اسلامی کے قواعد و ضوابط، ہر دور کے لئے کافی ہیں۔ اخلاقی، معاشرتی، تجارتی، سیاسی سبھی مسائل کو، ان کے دائرہ کے اندر، رہ کر حل کیا جاتا ہے اور حل کیا جاتا رہے گا۔

اس تغیر پذیر زندگی کا ہر گوشہ، دائرۂ شریعت ہی کے اندر، رہ کر فلاح و سعادت سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔ احوال و وقائع، حوادث و ظروف، ایجادات و اختراعات

اور ہر نئی بات کو شریعتِ اسلامی کے معیار و مقیاس کے سامنے رکھ کر پرکھا جاتا ہے۔

اگر وہ، صحیح ہے، تو صحیح ہے اور غلط ہے، تو غلط ہے۔ جائز ہے، تو جائز ہے اور ناجائز ہے، تو ناجائز ہے۔ اس کے اندر ثواب ہے، تو ثواب ہے اور عذاب ہے، تو عذاب ہے۔

اصولِ شریعت، مزاجِ شریعت اور مفادِ شریعت کے مطابق ہے، تو وہ، مقبول، ورنہ مردود ہے۔

کوئی بھی نئی بات، اسی وقت، قابل قبول ہے، جب وہ، شریعت، روحِ شریعت اور علوم شریعت سے ہم آہنگ اور اجتماعی مسلم مفادات کے لئے مفید ہے، ورنہ، مخذول و مطرد ہے۔

ردو قبول کا معیار جاننے کے لئے، یہ دو احادیثِ کریمہ، ہمارے لئے بہترین ہادی و رہنما ہیں۔

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔ (ترمذی)

میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ اصحاب کی سنت کی پیروی تمہارے لئے لازم و ضروری ہے۔''

فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحمدٍ وَشَرَّالْاُمُوْرِ مُحدثاتُها وَ كُلُّ بِدعةٍ ضَلَالَةٌ۔ (صحیح مسلم)

سب سے بہتر کلام، کتاب اللہ اور سب سے بہتر راہ، جادۂ محمدی ہے۔

اور بدتر چیز وہ ہے، جو نئی ہو، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

امام، بدرالدین محمود بن احمد العینی (وصال ۸۵۵ھ) محدثات کی تشریح کرتے ہوئے **عمدۃ القاری شرح بخاری** میں فرماتے ہیں:

مُحدَثَاتُهَا جَمعُ مُحدَثةٍ۔ وَ الُمرَادُ مَا اُحدِثَ وَ لَیسَ لَہٗ اَصلٌ فِی الشَّرعِ۔ وَ سُمِّی فِی عُرفِ الشَّرعِ بِدعَۃٌ۔

وَ مَاکَانَ لَہٗ اَصلٌ یَدُلُّ عَلَیہِ الشَّرعُ فَلَیسَ بِدعَۃٌ۔

محدثات، محدثۃ کی جمع ہے۔ جس سے مراد، ہر وہ چیز ہے جونئی ہو اور شریعت میں اس کی اصل نہ ہو۔ اسے عرفِ شریعت میں بدعت کہا جاتا ہے۔

اور جس نئی چیز کے لئے شریعت میں کوئی اصل موجود ہو، وہ، بدعت نہیں ہے۔"

علاّمہ جلال الدین سیوطی (وصال ۹۱۱ھ)

کُلُّ بِدعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کے تحت، سنن نسائی، جلد دوم کے حاشیہ میں یوں فرماتے ہیں:

ھٰذا عَامٌ مَخصُوصٌ، اَلُمرَادُ بِہٖ الُمحدَثَاتُ الَّتِی لَیسَ فِی الشَّرِیعَۃِ مَا یَشھُدُلَھَا بِالصِّحۃِ فَھِیَ الُمرَادُ بِالُبِدعَۃِ۔

کُلُّ بِدعَۃٍ ضَلَالَۃٌ، یہ عام مخصوص ہے۔ اس سے مراد، ہر وہ نئی چیز ہے جس کی صحت، شریعت سے ثابت نہ ہو۔ یہاں، بدعت سے یہی مراد ہے۔

اور صاحبِ نیلُ الاوطار، محمد بن علی شوکانی

اپنے رسالہ اَلُقَولُ الُمُفید فِی اَدِلَّۃ الِاجتھادِ وَ التَّقلید میں بیان کرتے ہیں:

وَ قَالَ الشَّافِعِی فِی تَفسیرِ الُبِدعَۃِ الُمذکُورۃِ فِی الُحَدِیثِ الثَّابِتِ فِی الصَّحِیح مِن قَولِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم خَیرالحدیث کتابُ اللّٰہِ۔ اِلیٰ آخرہٖ۔

اِنَّ الُمُحَدّثات مِنَ الُاُمُورِ ضَربان:

اَحَدُھُمَا: مَا اُحدِثَ یُخَالفَ کِتاباً اَوُ سُنَّۃً او اَثراً اَوُ اِجمَاعاً **فَھٰذِہٖ الُبِدعَۃُ الضَّلَالَۃُ۔**

وَالثَّانیَۃُ: مَااُحدِثَ مِنَ الُخَیر، لَاخِلَافَ فِیہِ لِوَاحِدٍ مِنُ ھٰذِہٖ الُاُمَّۃ۔ وَ ھٰذِہٖ مُحدَثَۃٌ غَیرُ مَذمُومَۃٍ۔

امام محمد بن ادریس شافعی، حدیثِ مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں:

نئی چیزوں کی دو قسمیں ہیں۔
ایک وہ، جو کتاب، یا سنت، یا اثر، یا اِجماع کے خلاف ہو
تو اسے، بدعتِ ضلالت کہا جاتا ہے۔
اور دوسری قسم وہ ہے، جو خیر کے لئے ایجاد کی گئی ہو۔
ایسی بدعت مذموم نہیں ہے اور اس بارے میں امت کے درمیان کسی طرح
کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

حضرت عمر فاروق کے قول، نعمتِ البِدعۃُ ھٰذِہٖ کی شرح کرتے ہوئے
علاّمہ ابن حجر عسقلانی (وصال ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:
اصل بدعت، یہ ہے کہ مثالِ سابق کے بغیر، کوئی چیز ایجاد کی جائے
اور شریعت میں سنت کے بِالمقابل، بدعت کا اطلاق ہوتا ہے، جو مذموم وناپسندیدہ ہوتی ہے۔
اور تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت، شریعت کے کسی امرِ مستحسن کے تحت، داخل ہے، تو حسنہ ہے
اور اگر شریعت کے خلاف کسی امرِ مذموم کے تحت ہے، تو قبیحہ ہے۔ ورنہ مباح کے قبیل سے ہے۔
(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد چہارم)

ابن رجب، حنبلی، دمشقی (وصال ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:
بدعت سے مراد، ایسی بدعت ہے، جس کی، شریعت میں کوئی اصل ودلیل نہ ہو
اور جس کی دلیل، شریعت سے ہو، اسے شریعت میں بدعت نہیں کہا جاتا
اگرچہ، لغت میں بدعت ہو۔ (جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی)

امام، عزُّ الدین بن عبدالسلام، دمشقی (وصال ۶۶۰ھ) فرماتے ہیں:
طریقہ یہ ہے کہ بدعت، شریعت کے قوانین پر پیش کی جائے۔
اب اگر وہ، قواعدِ ایجاب میں داخل ہو، تو واجب ہے، یا قواعدِ تحریم میں داخل ہو، تو حرام
یا استحباب میں ہو، تو مستحب ہے، یا مکروہ میں ہو، تو مکروہ ہے، یا مباح میں ہو، تو مباح ہے۔
نیز، فرماتے ہیں:— ایسی ایجاد، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو
تو، اسے شریعت کے عُرف میں بدعت سے موسوم کیا جاتا ہے۔
اور جس کی کوئی اصل ہو، جس پر شریعت دلالت کررہی ہو، تو وہ، بدعت نہیں ہے۔

(قواعد الاحکام فی مصالح الانام، جلد دوم۔ از عزالدین بن عبدالسلام)

مذکورہ حضرات اور دیگر اسلاف نے اس امتیاز کو، بدعتِ حسنہ و بدعتِ سیئہ سے تعبیر کیا ہے۔ جن میں ان کے علاوہ، امام نووی شافعی، امام محمد غزالی، شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی محمد بن عبدالباقی، زرقانی، علاّمہ ابن عابدین، شامی جیسے اکابرِ امت، شامل ہیں۔

رِفض و اِعتزال، خروج و تشیع، تفلسف و توہّب وغیرہ کے ذریعہ

اعتقادی و عملی، دونوں طرح کی بدعتوں کا رواج ہوا

جن کی عُلمائے عصر نے اپنے اپنے انداز سے بیخ کنی کی۔ مثلاً:

ہندوستان کے اندر، عہدِ اکبری و جہاں گیری میں کئی سنگین اِعتقادی و عملی بدعتوں نے جنم لیا اور مسلم معاشرہ، ان کے فتنے میں مبتلا ہوا تو شیخ عبدالحق، محدّث دہلوی نے درسِ حبِّ نبوی و نشرِ علمِ حدیث اور مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی نے اپنے مکتوبات کے ذریعہ، ان کی سرکوبی کی۔ اور امتِ مسلمہ کی صحیح و بروقت رہنمائی کرکے، انہیں منجدھار سے باہر نکالا۔

قرآنِ حکیم پر، عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ میں اِعراب (زیر، زبر، پیش) اور نقطہ نہیں تھا۔

جو بعد میں لگایا گیا۔

اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، اصولِ فقہ کی بعد کے اَدوار میں تدوین ہوئی۔

عربی قواعد یعنی نحو و صرف کا عہدِ رسالت میں کوئی وجود نہیں تھا۔

یہ سب چیزیں، نئی ہونے کے باوجود، جائز اور مسلمانوں میں مقبول اور رائج ہوئیں۔

کیوں کہ ان کی وضع و تشکیل، سنّت و شریعت سے کسی طرح متصادم نہیں۔

ہاں! خلافِ سنّت و شریعت کوئی چیز، ان میں شامل ہو، تو وہ، یقیناً، قبیح و شنیع ہے۔

اور اس سے دور رہنا، مسلمانوں کے لئے لازم ہے۔

امامِ اہلِ سنّت، مولانا احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی نے بھی

اپنے اسلافِ کرام کی طرح، ردِّ بدعات و منکرات میں سعیِ بلیغ فرمائی۔

کیوں کہ آپ ایک عاشقِ رسول و فقیہِ اسلام اور عالمِ متبحر تھے۔ سنّت و شریعت کے متبع تھے۔ اسرار و رموزِ دین سے واقف تھے۔

بدعات و منکرات کے خلاف، شمشیر برہنہ تھے۔ قلم کی سطوت و صولت سے

ان کے تار و پود بکھیرنے میں آپ نے نمایاں کردار، ادا کیا۔

ہاں! آپ کے یہاں، افراط وتفریط، نہیں، بلکہ اعتدال وتوازن ہے۔

یہ افراط نہیں کہ، بدعت کو شرک، گناہ کو کفر اور مکروہِ تنزیہی کو حرام لکھ دیں۔

نہ یہ تفریط ہے کہ، مکروہ کو مستحب، منکر کو معروف اور بدعت کو سنّت لکھ دیں۔

تحقیق و تفحص کے بعد جو چیز جیسی تھی، اسے وہی بتایا۔ حق و باطل کے امتیاز کے ساتھ، ان کی صحیح تشخیص و تعیین کی۔ اپنے کسی فتویٰ اور کسی مسئلہ کے اظہار میں عجلت اور اِفراط وتفریط کے کبھی شکار نہیں ہوئے۔

## فتاویٰ رضویہ اور آپ کی دیگر تحریروں کو، سامنے رکھ کر

آج (۲۰۱۵ء) سے تقریباً چالیس (۴۰) سال پہلے، میں نے ''امام احمد رضا اور ردِّ بدعات ومنکرات'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی تھی جس کے متعدد ایڈیشن ہند و پاک سے نکل چکے ہیں۔

اس کتاب نے بے شمار لوگوں کی بدگمانیاں و غلط فہمیاں، دور کی ہیں۔ ان کی آنکھیں کھول کر، انہیں حقائق کے اُجالے میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ جنھیں، تفصیل، درکار ہو، وہ، اس کا مطالعہ کریں۔

اس مختصر تحریر میں صرف چند اشارے، درج کر کے، انہیں، قارئین کرام تک پہنچا رہا ہوں۔

اِعتقادی بدعات کے خلاف، امام احمد رضا کے بہت سے فتاویٰ، مطبوع و موجود ہیں۔

یہاں، صرف دو اقتباسات، پیش کیے جا رہے ہیں۔

ایک شخص کہتا ہے کہ شریعت، صرف چند احکام کا نام ہے۔

ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ نماز میں قرآن، دل سے پڑھنا، کافی ہے زبان سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ان دونوں اعتقادی بدعات کا جواب، بِالترتیب، ملاحظہ فرمائیں۔

آنے والے سبھی حوالے امام احمد رضا کی کتابوں کے ہیں۔

(۱) عَمرو کا قول کہ شریعت، صرف چند احکامِ فرض و واجب وحلال وحرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔

شریعت، تمام احکامِ جسم وجان وروح وقلب وجُملہ علوم الٰہیہ ومعارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے۔

جن میں سے ایک ٹکڑا کا نام، طریقت ومعرفت ہے۔

وَلِھٰذا باجماعِ قطعی جملہ اولیاے کرام، تمام حقائق کو، شریعت پر، عرض (پیش) کرنا فرض ہے۔
اگر شریعت کے مطابق ہوں، حق ومقبول ہیں۔ ورنہ، مردود ومخذول۔
تو یقیناً قطعاً، شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت ہی محک ومعیار ہے۔

شریعت، راہ کو کہتے ہیں۔ اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صَاحِبِھَا اَفْضَلُ الصَّلوٰۃُ والتَّحیۃ کا ترجمہ، محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ۔

یہ قطعاً، عام ومطلق ہے، نہ کہ صرف چند احکامِ جسمانی سے خاص۔ یہی، وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت، بلکہ ہر نماز، بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا، اس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر، واجب فرمایا ہے کہ؛

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم ہم کو محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی راہ چلا۔ ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ الخ۔ (ص ۲، مقالِ عُرَفا بِاِعزازِ شرع و عُلَما، مطبوعہ میرٹھ)

(۲) زید نے شریعت پر، اِفترا کیا۔ صوفیۂ کرام پر، اِفترا کیا۔
اپنی نمازیں، سب برباد کیں۔ اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی، نہ اس کے پیچھے، دوسروں کی ہوئی۔
اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں، سب کی قضا کرے
اور جتنی نمازیں، اوروں نے پڑھی ہیں، ان پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔
قرآن کریم، حضور ﷺ کے قلب مبارک پر ضرور، نازل ہوا، مگر پڑھنے کے لئے۔ الخ۔
(ص ۶۸۔ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، مطبوعہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

عَملی بدعات کے رَدّ و اِنکار اور ان کے اِستیصال کے لئے امام احمد رضا نے جو فتاویٰ تحریر کیے ان کے نمونے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

**(۱) غیرِ خدا کے لئے سجدۂ عبادت کے شرک اور سجدۂ تحیۃ وتعظیم کی حرمت کے بارے میں لکھتے ہیں۔**

**مسلمان! اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابع فرمان!**

جان اور یقین جان کہ سجدہ، حضرت عزت عَزَّ جَلَالُہٗ کے سوا، کسی کے لئے نہیں۔
اس کے غیر کے لئے سجدۂ عبادت، یقیناً اِجماعاً شرکِ مہین وکفرِ مبین۔

اور سجدۂ تحیت، حرام و گناہِ کبیرہ، بالیقین۔الخ۔

(ص۵، الزُّبدَۃُ الزَّکِیَّۃ لِتَحرِیمِ سُجُودِ التَّحیَّۃ۔مطبوعہ میرٹھ)

(۲) مزارات پر عورتوں کی حاضری کے بارے میں لکھتے ہیں:

**غُنیہ میں ہے۔ یہ نہ پوچھو کہ مزارات پر عورتوں کا جانا، جائز ہے یا نہیں۔**

بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر، لعنت ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی طرف سے۔

جس وقت وہ، گھر سے ارادہ کرتی ہے، لعنت، شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ، لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سِوائے روضۂ انور کے، کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ الخ۔ (ص۱۰۷، **الملفوظ حصہ دوم**، مطبوعہ میرٹھ)

(۳) مزامیر کے ساتھ، قوالی کے بارے میں لکھتے ہیں:

**مزامیر یعنی آلاتِ لہو ولعب، بروجہ لعب، بلاشبہ، حرام ہیں۔**

جن کی حرمت، اولیا و عُلما، دونوں فریقِ مقتدیٰ کے کلمات عالیہ میں مصرّح۔

ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعدِ اِصرار، کبیرہ ہے۔الخ۔

(ص۵۴، فتاویٰ رضویہ، جلدِ دہم۔مطبوعہ پیلی بھیت۔یوپی)

ایسی قوالی، حرام ہے۔ حاضرین، سب گنہگار ہیں۔ اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں پر، اور قوالوں پر ہے۔الخ۔

(ص۲۲۔**احکامِ شریعت، حصہ اول**۔مطبوعہ میرٹھ)

(۴) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت، فلاں طاق پر، شہید مرد ہیں۔

وہاں، فاتحہ دلاتے ہیں لوبان سلگاتے ہیں، ہارڈ لتے ہیں، اس کے بارے میں آپ لکھتے ہیں۔

**یہ سب، واہیات وخرافات، جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں۔**

ان کا اِزالہ، لازم۔الخ (ص۱۴، احکامِ شریعت، حصہ اول۔مطبوعہ میرٹھ)

(۵) تبرک کے طور پر، بزرگوں کی تصاویر رکھنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کعبۂ معظّمہ میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل و حضرت مریم کی تصاویر یہ ہی تھیں کہ یہ متبرک ہیں۔ **ناجائز فعل تھا۔**

حضور اقدس صَلیَ اللہ علیہ وسلم نے خود، دست مبارک سے انہیں دھویا۔

(ص ۸۷، الملفوظ دوم۔ مطبوعہ میرٹھ)

اللہ عَزَّ وَ جَلَّ پناہ دے ابلیس کے مکائد سے سخت ترکید (فریب) یہ ہے کہ:

آدمی سے حسنات کے دھوکہ کے میں سیئات کراتا ہے۔ اور شہد کے بہانے، زہر پلاتا ہے۔

وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ۔ الخ (ص ۳۔ شفاءُ الوالِہ۔ مطبوعہ بریلی)

(۶) فرضی قبروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

فرضی مزار بنانا، اور اس کے ساتھ، اصل کا سا معاملہ کرنا، **ناجائز و بدعت ہے۔**

اور خواب کی بات، خلاف شرع اُمور میں مسموع نہیں ہوسکتی۔" الخ۔

(ص ۱۱۵۔ **فتاویٰ رضویہ چہارم**۔ مطبوعہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی)

جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے، یا کافر کی؟ اس کی زیارت کرنی اس پر فاتحہ دینا، ہرگز جائز نہیں۔ الخ۔ (ص ۱۴۱، فتاویٰ رضویہ، چہارم، مطبوعہ مبارکپور)

(۷) قبر پر، یا قبر کی طرف، نماز پڑھنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

قبر پر نماز پڑھنا، حرام، قبر کی طرف نماز پڑھنا، حرام، اور مسلمان کی قبر پر قدم رکھنا، حرام قبروں پر مسجد بنانا، یا زراعت وغیرہ کرنا، حرام۔ الخ (ص ۲، عرفانِ شریعت، حصہ دوم۔ مطبوعہ بریلی)

(۸) طواف و بوسۂ قبر کے بارے میں لکھتے ہیں:

بِلا شبہ، غیر کعبہ کا طوافِ تعظیمی، ناجائز ہے۔ اور غیرِ خدا کو سجدہ، ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسۂ قبر میں، عُلما کو اختلاف ہے۔ اور اَحوط (زیادہ احتیاط) منع ہے۔

(ص ۷۷۔ **فتاویٰ رضویہ دہم**، مطبوعہ پیلی بھیت)

(۹) کسی کے مرنے کے روز سے جمع ہوکر، دعوتوں کا جو سلسلہ، شروع ہوتا ہے اور اہلِ میت دعوت دے کر، زیر بار ہوتے ہیں، اس کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

سُبحٰنَ اللّٰہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے، یا کیا؟
یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔" الخ۔ (ص ۱۲۸، **فتاویٰ رضویہ۔ جلدِ** چہارم، مطبوعہ مبارک پور)

(۱۰) تعزیہ اور تعزیہ داری کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہر جگہ، نئی تراش خراش، نئی گڑھت، جسے اس اصل (روضۂ امام حسین) سے
نہ کچھ علاقہ نہ کوئی نسبت، پھر، کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق
پھر، کوچہ بہ کوچہ، دشت بہ دشت، اِشاعتِ غم کے لئے ان کا گشت، اور اس کے گرد، سینہ زنی
و ماتم داری کی شور افگنی، حرام مرثیوں سے نوحہ کنی، عقل و نقل سے کٹی چھنی
کوئی، ان پھپھیوں کو، جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے
کوئی اس مایۂ بدعات کو، معاذَ اللّٰہ جلوہ گاہِ امامِ عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں
مانگ رہا ہے۔ منّتیں مانتا ہے۔ عرضیاں باندھتا ہے۔ حاجت رَوا سمجھتا ہے۔

پھر، باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل
اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل، اس پر طُرَّہ ہیں۔
تعزیہ داری کہ اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے، قطعاً، بدعت و ناجائز و حرام ہے۔
تعزیہ، جس طرح، رائج ہے۔ **یہ ایک بدعت، بلکہ مجمعِ بدعات ہے۔" الخ**

(اقتباس، ص ۴۶۔ **بدرُ الانوار**، مطبوعہ مبارک پور۔ ص ۴۷۱۔ **فتاوٰی رضویہ دہم**، مطبوعہ پیلی بھیت)

**(۱۱) جاہل واعظین و ذاکرین و نعت خواں**

اور جلسہ میں عورتوں کی شرکت کے بارے میں لکھتے ہیں:
اگر، واعظ کہ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح، جاہل و ناعاقل و بے باک و نا قابل ہوتے ہیں۔
مبلغِ علم، کچھ اشعار خوانی، یا بے سروپا کہانی، یا تفسیرِ مصنوع، یا تحدیثِ موضوع
نہ عقائد کا پاس، نہ مسائل کا، اِحتفاظ، نہ خدا سے شرم، نہ رسول کا لحاظ
غایتِ مقصود، پسندِ عوام اور نہایتِ مراد، جمعِ حطام
یا۔ ذاکر، ایسے ہی ذاکرین، غافلین، مبطلین کہ:
رسائل پڑھیں تو جہالِ مغرور کے، اشعار گائیں تو شعَراے بے شعور کے
**انبیاء کی توہین، خدا پر اِتہام، اور نعت و منقبت کا نام بدنام**
**جب تو جانا بھی گناہ، بھیجنا بھی حرام، اور اپنے یہاں، انعقادِ مجمعِ آثام۔**
**آج کل، اکثر مواعظ و مجالس کا یہی حال پُر ملال**
اسی طرح، اگر عادتِ نساء سے معلوم و مظنون کہ، بنامِ وعظ و ذکرِ اقدس جائیں

اورسنیں نہ سنائیں، بلکہ عین وقتِ ذکر، اپنی کچریاں پکائیں۔ جیسا کہ غالب احوالِ زنانِ زماں
تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے۔ کہ، یہ جانا، اگر چہ، بنام خیر ہے، مگر، بروجہِ غیر ہے۔
ذکر وتذکیر کے وقت، لغو ولغط، شرعاً ممنوع وغلط۔" الخ۔

(ص ۴۲۔ **فتاویٰ رضویہ دہم**، مطبوعہ پیلی بھیت)

(۱۲) شادی بیاہ کے رسم ورواج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آتش بازی، جس طرح، شادیوں اور شبِ برأت میں رائج ہے
بے شک! حرام اور پورا جرم ہے کہ تضییعِ مال ہے۔
اسی طرح، یہ گانے باجے کہ، ان بلاد میں معمول ورائج ہیں، بِلا شبہ، ممنوع وناجائز ہیں۔
جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں۔" الخ۔

(ص ۲۔۳۔ **ہادی الناس**۔ مطبوعہ بریلی)

(۱۳) چھتوں اور کوٹھوں سے شربت کے آبخورے اور روٹیاں لُٹانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"**یہ خیرات نہیں، شرور وسیئات ہے**، نہ ارادۂ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے۔
بلکہ ناموری اور دکھاوے کی۔ اور وہ، حرام ہے اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا
جداگانہ ہے۔ (ص ۶۶، احکام شریعت، حصہ اول۔ مطبوعہ میرٹھ)

(۱۴) آیات اور سورتوں کو معکوس کر کے پڑھنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

**حرام، اشد حرام، کبیرہ اور سخت کبیرہ، قریب کفر ہے**۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۲، **الملفوظ**، مطبوعہ میرٹھ)

(۱۵) بے علم صوفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

**"صوفی جاہل، شیطان کا مسخرہ ہے۔ بے علم مجاہدہ والوں کو، شیطان
انگلیوں پر نچاتا ہے۔ منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر، جدھر چاہتا ہے
لیے پھرتا ہے۔ الخ**۔ (ص ۱۶، **مقالِ عُرفا**۔ مطبوعہ میرٹھ)

(۱۶) عورتوں کے روزۂ مشکل کشا، علی مرتضیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روزہ، خاص، اللہ عزَّ وَ جَلَّ کے لئے ہے۔ اگر، اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب، علی مرتضیٰ
کی نذر کریں، تو حرج نہیں۔ مگر، اس میں یہ کرتی ہیں کہ:

روزہ، آدھی رات کا رکھتی ہیں۔ شام کو افطار نہیں کرتیں۔ آدھی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں۔ اُس وقت، روزہ افطار کرتی ہیں۔ **یہ شیطانی رسم ہے۔**

(۶۶۰، **فتاویٰ رضویہ**، جلدِ چہارم، مطبوعہ مبارک پور)

(۱۷) **آخری بدھ کے غسلِ صحت** کے بارے میں لکھتے ہیں:

**یہ محض، بے اصل ہے۔** (ص ۳۷۰، عرفانِ شریعت، مطبوعہ بریلی)

(۱۸) **غازی میاں کے بیاہ** کے بارے میں لکھتے ہیں:

**غازی میاں کا بیاہ کوئی چیز نہیں۔ محض، جاہلانہ رسم ہے۔**

**نہ ان کے نشان کی کوئی اصل۔**'' (ص ۹۸، **فتاویٰ رضویہ**، جلد دہم، مطبوعہ پیلی بھیت)

اِعتقادی وعملی بدعات ومنکرات اور غیر شرعی رسوم وعادات کے ردو انکار کے ساتھ، بے اصل روایات کی بھی، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے نشان دہی فرمائی ہے۔

جن سے اجتناب واحتراز اور اتّباعِ سنّت وشریعت وپیرویِ اسلافِ کرام کی تاکید فرمائی ہے۔

بدعات ومنکرات اور واہیات وخرافات کے ازالہ کی ہر ممکن کوشش فرمائی ہے۔

اسی کا نام، اصلاحِ معاشرہ ہے۔ اور اس میدانِ عمل میں امام احمد رضا کا نام، نہایت روشن وتابناک ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور اجرِ آخرت سے نوازے۔

آمِین۔ بِجَاہِ حَبِیبِہٖ سیدِالمُرسلین عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَ التَّسلیم۔

☆☆☆

# سفرِ آخرت

اپنی زندگی کے آخری ایام تک، امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے

**اِہتمامِ صوم وصلوٰۃ کا، یہ عالَم تھا کہ:**

ہرنماز کے لئے کسی نہ کسی طرح، مسجد، پہنچتے اور جماعت کے ساتھ، نماز پڑھتے۔

**ضعف ونقاہت کے باوجود، کھڑے ہوکر ہی، نماز پڑھتے۔**

کِبرسِنی اور کمزوری کی وجہ سے جب، روزے کی فرضیت، آپ کے لئے مشکوک ہونے لگی

تو، اسے یقینی بنانے، اور بیماری وضعیفی ونقاہت کی وجہ سے ساقط ہوجانے والی فرضیتِ روزہ کو

**بوجہِ اِستطاعتِ مالی، اپنے حق میں، متحقق اور لازم بنانے کے لئے**

کوہِ بھوالی (نینی تال) میں، رمضان شریف کے ایام گذارتے اور پورے روزے رکھتے۔

ایک اِستفتا (محرَّرہ ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) کا جواب دیتے ہوئے

امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ (جو، غالبًا، اُس وقت، کوہِ بھوالی، نینی تال میں، کچھ دنوں

سے مقیم تھے۔ جیسا کہ آئندہ سُطور سے ظاہر ہے) تحریر فرماتے ہیں:

..........نامی نامہ، بریلی سے ہوکر، یہاں آیا۔

فقیر، بارہ ربیعُ الاوَّل شریف کی مجلسِ مبارک پڑھ کر، شام سے سخت علیل ہوا کہ

ایسا مرض، کبھی، نہ ہوا تھا۔ میں نے، وصیَّت نامہ لکھوا دیا۔

بارے، بِحَمْدِہٖ تَعالیٰ، مَوْلیٰ عَزَّ وَ جَلَّ نے شفا بخشی۔ وَ لَہُ الْحَمْدُ۔

اسی دَوران میں آپ کا قصیدۂ حمیدۂ نعتیہ آیا تھا۔ مجھ میں دیکھنے کی قوت، کہاں تھی؟

**وہ، کاغذات میں، مل گیا اور مہینوں گُم رہا۔**

**مجھے، زیادہ ندامت، اِس کی تھی کہ، جناب نے تحریر فرمایا تھا کہ:**

**اس کا مُثنّیٰ، یہاں، نہیں۔**

**اب، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! مہینوں کے بعد، مل گیا۔**

زوالِ مرض کو، مہینوں گذرے۔ مگر، جو ضعفِ شدید، اُس سے پیدا ہوا تھا

اب تک، بدستور ہے۔

فرض و وِتر اور صبح کی سُنّتیں، بہ دِقّت، کھڑے ہو کر پڑھتا ہوں۔ باقی سُنّتیں، بیٹھ کر۔

**مسجد، میرے دروازے سے، دس بارہ قدم ہے۔**

**وہاں تک، چار آدمی، کُرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لاتے ہیں۔**

اور باقی اَمراض کہ، کئی برس سے کَالّلَازِم ہیں، بدستور ہیں۔ کبھی ترقی، کبھی تنزُّل۔

**وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حال وَ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنۡ حالِ اَھۡلِ النَّار۔**

(تمام تعریفیں، ہر حال میں، اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اور دوزخیوں کے حال سے مَیں، اللہ تعالیٰ کی پناہ، مانگتا ہوں۔ ت)

**حَاشَ لِلّٰہ، اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ، معاذَ اللّٰہ! یہ بطورِ شکایت نہیں۔**

بلکہ، صرف، معذرت کے لئے، اِظہارِ واقعیّت ہے۔

اُس کی وجہِ کریم کو، حَمدِ اَبدی ہے۔ بِعِزَّتِہٖ وَ جَلَالِہٖ، سر سے پاؤں تک ایک ایک رونگٹے پر، کروڑوں، بے شمار نعمتیں ہیں۔ لاکھوں بے حساب، عافیتیں ہیں۔

**وَلَہُ الۡحَمۡدُ حَمۡداً کثِیراً طَیِّباً مُبارکاً فِیہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرۡضیٰ مِلَاالۡاَرضِ وَ مِلَاَ ما شاءَ مِنۡ شئیءٍ بعد۔ وَالۡحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِین۔**

(اور حمد، اسی کے لئے ہے۔ ایسی حمد، جو، بہت زیادہ پاک، برکت والی ہے۔ جب، ہمارا رب چاہے۔ آسمان بھر، زمین بھر، اور ہر اُس شے بھر، جو، وہ، چاہے۔ اور تمام تعریفیں، اُس معبود کے لئے ہیں، جو، تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

ان حالات میں، شدتِ گرما سے گھبرا کر، رمضان شریف کرنے اور گرمیاں گذارنے

**۲۹ر شعبان سے، یہاں، پہاڑ پر آ گیا، طالبِ دعا ہوں۔**

یہ کمزوری، یہ قوتِ ضعف، یہ علالتیں، پھر، میری تنہائی، اور اس پر، اَعدَاء دیں۔ چاروں طرف سے نَرغہ۔

اُسی کی، پھر، اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہ تَعالیٰ عَلَیۡہِ وَسلَّم کی مدد ہے کہ:

**برابر، دَفعِ اَعدَاءِ دین و دشمنانِ اِسلام میں، وقت، صَرف ہوتا ہے۔**

تَقَبَّلَ الۡمَوۡلیٰ بِکَرَمِہٖ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ عَلیٰ نِعَمِہٖ۔ (مولیٰ تعالیٰ، اپنے کرم سے قبول فرمائے۔ اور اس کی نعمتوں پر، اُسی کے لئے، حمد ہے۔ ت) اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۵۱۳ و ص ۵۱۴۔ **فتاویٰ رضویہ**، مُترجَم۔ جلد پندرہ۔ مطبوعہ ہند و پاک)

آپ کے تلمیذِ رشید اور سوانح نگار، حضرت مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری، رضوی عظیم آبادی (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) لکھتے ہیں کہ:

**"رمضان ۱۳۳۹ھ میں، اعلیٰ حضرت قبلہ، بھوالی (نینی تال) میں تشریف رکھتے تھے۔**
**اِس وجہ سے کہ، فرائضِ اِلٰہیہ کی عظمت، اعلیٰ حضرت کا قلب، ایسا محسوس کرتا تھا**
**جو، اَولیاے کاملین کا، مخصوص حصہ ہے۔**
**گونا گوں اَمراض اور فَراوَاں ضعف سے، یہ طاقت، نہ رکھتے تھے کہ:**
**موسمِ گرما میں، روزہ، رکھ سکیں۔ اِس لئے آپ نے اپنے حق میں، یہ فتویٰ دیا تھا کہ:**
**"پہاڑ پر، سردی ہوتی ہے۔ وہاں، روزہ رکھ لینا، ممکن ہے۔**
**تو، روزہ رکھنے کے لئے وہاں جانا، اِستطاعت کی وجہ سے، فرض ہو گیا۔"**

اِسی فتویٰ کی بِنا پر، اعلیٰ حضرت، متعدّد سال سے آخرِ شعبان میں، کوہِ بھوالی (نینی تال) تشریف لے جاتے تھے۔ **اور رمضان کے روزے، پورے فرما کر**
**عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی شریف، تشریف لے آیا کرتے تھے۔**
**اور نمازِ عید الفِطر، بریلی شریف میں، اپنی مسجد میں، ادا فرمایا کرتے تھے............**
**وصال کے روز، ارشاد فرمایا:**
**پہلے جمعہ میں، کرسی پر جانا ہوا، آج، چار پائی پر، جمعہ ہوگا۔"**
**(وصال سے کچھ گھنٹہ پہلے) ارشاد فرمایا:**
**انسان، اَخیر وقت تک، تدبیر، نہیں چھوڑتا۔ اور، یہ نہیں سمجھتا کہ:**
**اب، تدبیر کا وقت نہیں۔" ..........**
**"اِس جگہ، یہ بات بھی، ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ:**

جب سے حضورِ والا کو، ضعف، لاحق ہوا، اَور چلنے سے معذوری ہوئی، کرسی پر نمازِ پنج گانہ پڑھنے کو، تشریف لاتے رہے۔ **اور تمام فرائض، با جماعت ہی، ادا فرماتے رہے۔**
**اِس مرتبہ، کوہِ بھوالی (نینی تال) سے واپسی پر، بے اِنتہا ضعف، لاحق ہوا**
تو، صرف جمعہ ہی، با جماعت، ادا فرمایا کیے۔ حتیٰ کہ "**جمعۃُ الوِصال**" کے قبل والا جمعہ بھی **با جماعت، مسجد میں، کرسی پر تشریف لے جا کر، ادا فرمایا۔**

**مکتوبِ وصایا**، جو، وصال شریف سے، دو گھنٹہ، پندرہ منٹ قبل، قلمبند کرائے اور آخر میں

درود شریف و دستخط وغیرہ، خود، دستِ اقدس سے تحریر فرمائے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔

(ص ۱۰۲۳ و ص ۱۰۲۴۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور)

۲۵ / صفر ۱۳۴۰ھ، بروزِ جمعہ، بارہ (۱۲) بج کر، اِکیس (۲۱) منٹ پر، یہ وصایا، قلمبند ہوئے۔ اور، بارہ (۱۲) بج کر، اَڑتیس (۳۸) منٹ پر، آپ کا وصال ہوا۔

**"نبیرۂ حضرت مولانا وصی احمد، محدّث سورتی**

**مولانا قاری احمد صاحب (پیلی بھیتی) تحریر فرماتے ہیں کہ:**

**وصال شریف کے بعد، جب، اعلیٰ حضرت کو غسل دینے کے لئے بستر سے اٹھایا گیا تو، سرہانے سے، ایک کاغذ، برآمد ہوا، جس پر، سورۂ دَہر کی، یہ آیتِ کریمہ لکھی ہوئی تھی:**

**يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ۔**

**نیچے، لکھا ہوا تھا کہ:**

**اگر، اِس آیت کو، واؤ سمیت پڑھا جائے تو، میرے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔ اور اگر، بغیر واؤ پڑھیں تو، حضرت مولانا شاہ وصی احمد، محدّث سورتی کے انتقال کی تاریخ، نکلتی ہے۔"**

**حضرت محدّث سورتی، عَلَيْهِ الرَّحْمَة کا انتقال، اعلیٰ حضرت کے وصال سے، چھ سال قبل ۱۳۳۴ھ میں، ہوا تھا۔"** (ص ۱۰۳۲۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کی نمازِ جنازہ کی اِمامت آپ کے خلفِ اکبر، حجۃ الاسلام، مولانا شاہ محمد حامد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) نے فرمائی۔

امام احمد رضا کے وصال کے بعد، ملک کے بے شمار مقامات پر، مجالسِ تعزیت وقرآن خوانی و اِیصالِ ثواب کا، مُحِبّین و مُخلصین و معتقدین و مُریدین و خُلفا و تلامذہ و عامّۂ مسلمین کی طرف سے اِہتمام و اِنعقاد ہوا، اور جَرائد و مجلّات نے آپ کے وصال کی نمایاں خبریں، شائع کیں۔

اخبار "دبدبۂ سکندری" رام پور میں، آپ کے وصال کی خبر، اِس طرح، شائع ہوئی:

"۲۵ / صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ / اکتوبر ۱۹۲۱ء، جمعہ کے روز، دو (۲) بج کر، اَڑتیس (۳۸) منٹ پر اسلام کے پیشوائے عظیم، مُقتدائے فُضَلائے عالَم، مأۃِ حاضرہ کے مجدِّد، مِلّتِ طاہرہ کے مؤیّد اعلیٰ حضرت، جلیلُ المَرتبت، مولانا مولوی مفتی قاری حاجی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب، قادری برکاتی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، ذِکرِ اِلٰہی کے ساتھ، عالَمِ بقا کی طرف، رِحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

مسلمانانِ عالَم کے قلوب، بے چین ہیں۔ بریلی میں گھر گھر، ماتم کدہ، بنا ہوا ہے۔
جا بہ جا سے، اَفاضِل واَماثِل، دینِ جمال کے دیوانے ہوکر، دوڑتے آئے۔
اور ۲۶ رصفر کی صبح کو، نَو (۹) بجے کے بعد، اِس امامِ اسلام کا جنازہ اُٹھا۔
آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ:
سِوَاے عیدگاہ (بریلی) کے، کسی اور مقام میں نمازِ جنازہ کا ادا کرنا، ممکن، نہ معلوم ہوا۔
**وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے، جہاں تک نظریں جا سکتی تھی انسانوں کے انبوہ ہی انبوہ، نظر آتے تھے۔**
ایک بجے، عیدگاہ (بریلی) پہنچے اور بعد نمازِ ظہر، حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ، دَامَتْ بَرَکَاتُھُم نے، بعد تلقینِ ترکیبِ نماز حسبِ ذیل وصیت نمازِ جنازہ، اور تکبیرِ سوم کے بعد، وہ، اَدْعِیَہ کہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے، اپنے فتاویٰ مبارکہ میں تحریر فرمائیں اور معمولۂ حضور اَقدس تھیں حسبِ وَصیت پڑھیں۔
مقتدیوں کو (بعد دُعاے معمول کے) آہستہ آہستہ آمین، آمین کہنے کی، ہدایت فرمادی تھی۔
**پھر، وہاں سے،، اسی شان وشوکت کے ساتھ، واپس ہوئے۔**
جنازہ کے سامنے، نعت خوانی اور درود شریف پڑھتے ہوئے محلّہ سوداگران (بریلی) لائے۔
**اور حضرت مولانا مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے مکان میں**
**اِس سِرِّ اِلٰہی اور وَدِیعتِ رَبَّانی نے، پردہ فرمایا۔**
قریبِ مغرب، دفن سے فراغ ہوا۔'' **دبدبۂ سکندری**، رام پور۔ شمارہ ۷ رنومبر ۱۹۲۱ء۔
(ص ۱۰۳۵ و ص ۱۰۳۶۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل**۔ مطبوعہ مکتبۂ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور)
تقریباً، اِسی طرح کی خبر، اخبار ''**ذوالقرنین**'' بدایوں، شمارہ ۷ رنومبر ۱۹۲۱ء میں بھی، شائع ہوئی۔
**علی گڑھ گزٹ** (علی گڑھ) نے آپ کے وصال کی خبر، دیتے ہوئے لکھا کہ:
**.........مرحوم، اپنے عہد کے بے مثال، فقیہ تھے۔ اِس کے ساتھ، آپ کو تفسیر، حدیث، معقول، ریاضی، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ، علومِ کثیرہ میں، یدِ طولیٰ، حاصل تھا۔**
**آپ کی تصانیف، سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔**
**جن میں سے، بعض نہایت ضخیم وجیم ہیں۔ کئی کئی جِلدوں میں ہیں۔**

آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی، بہت، کثیر ہے۔
جو، عراق، عرب، ترکستان، افغانستان وغیرہ تک میں، پھیلی ہوئی ہے۔
''اَلْبِیْرُوْنِی'' کی کتاب ''قانونِ مَسعودی'' (جو، ہیئتِ قدیم میں، ایک نایاب کتاب ہے) کے سمجھنے والے، اب، دنیا میں، ایک دو ہی ہیں، اور ان میں، آپ بھی تھے۔
آپ کا فتویٰ، ہمیشہ، بے لاگ اور سَیفِ قاطع ہوتا تھا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔
علی گڑھ گزٹ، علی گڑھ۔ شمارہ ۱۱/نومبر ۱۹۲۱ء۔ (ص ۱۰۶۳۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مطبوعہ لاہور)
عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ (۱۳۴۰ھ) شیخِ اعظم (۱۹۲۱ء) جنت مکانے، قبلۂ دیں، مولوی احمد رضا (۱۹۲۱ء) داخلِ جنّت ہوا، قُطبِ زماں (۱۳۴۰ھ) رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِ (۱۳۴۰ھ)
اور، اِس طرح کے بہت سے، ہجری وعیسوی مادّہ ہائے تاریخِ وصال
متعدد اَصحابِ علم وفضل نے نکالے اور مجلّات ورسائل میں، شائع کرائے۔
ابوحنیفۂ ہند، امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی (وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء) یوں تو، پچاس (۵۰) سے زیادہ علوم وفنون کے جامع اور حاویِ اُصول وفروع تھے
مگر، فقہ واِفتا کے باب میں، آپ کا مقام ومرتبہ، نہایت بلند اور رَشکِ اَماثِل واَقْرَان ہے۔
یہی وجہ ہے کہ، عرب وعجم کے بے شمار عُلما وفُقَہاے کرام، آپ کی بصیرت وتفقُّہ کا اِعتراف اور اس کی مدح وستائش، آپ کی حیات سے، اب تک، کرتے چلے آرہے ہیں۔
آپ کا علم وفضل، کمال وتبحُّر، بصیرت وتفقُّہ اور آپ کی عظیم وجلیل دینی وعلمی وفقہی خدمات اِس حقیقت کا، واضح اِظہار واِعلان کر رہی ہیں کہ:
یقیناً، آپ ایسے فقیہِ اسلام اور ابوحنیفۂ ہند ہیں، جن کی بصیرت وتفقُّہ نے مُتَّحِدہ ہندوستان میں، فقہِ حنفی کی بے نظیر وبے مثال خدمت، انجام دی ہے۔
فَجَزَاہُ اللّٰہُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِین اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

# جدید عُلماے عرب کا ہدیۂ تبریک و تحسین

امام احمد رضا، بریلوی کی شخصیت، اب بین الاقوامی سطح پر متعارف ہو چکی ہے۔
عُلما اور دانشوروں کا بہت بڑا طبقہ، آپ کے افکار و نظریات اور ہمہ جہت خدمات سے واقف ہو چکا ہے۔

عالَمِ عرب میں آپ کی کتب و رسائل کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ آپ کی متعدد اردو کتابیں عربی میں منتقل ہو کر شایع ہو چکی ہیں۔ بغدادِ مقدسہ اور قاہرہ میں خصوصیت کے ساتھ آپ کی گراں قدر دینی و علمی خدمات کو، موضوعِ بحث و تحقیق بنایا جا رہا ہے۔

متعدد عرب اساتذہ نے آپ کو منثور و منظوم خراجِ تحسین، پیش کیا ہے۔ اور لگ بھگ ایک درجن کتابیں، رضویات کے موضوع پر بغداد و قاہرہ میں لکھی اور شایع کی جا چکی ہیں۔

یورپ و امریکہ کے بھی کئی فُضَلا، رضویات کے موضوع پر ریسرچ کر چکے ہیں۔

ذیل میں چند اصحاب علم و فضل کے تأثرات اور کچھ حقائق و معلومات، ملاحظہ فرمائیں جن سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ:

امام احمد رضا کی آفاقی شخصیت، رفتہ رفتہ عالَمِ اسلام پر اثر انداز ہوتی جا رہی ہے اور آپ کی خدمات کے اعتراف و تحسین کا مبارک سلسلہ، شرق و غرب میں شروع ہو چکا ہے۔

**آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری**
**گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا**

بتاریخ ۲۵؍ تا ۲۸؍ شوال ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء دار العلوم ندوۃُ العلما لکھنؤ نے، بڑی دھوم دھام کے ساتھ اپنا پچاسی ۸۵ سالہ جشنِ تعلیمی منایا تھا۔

درجنوں کی تعداد میں مختلف بلاد و اَمصار کے غیر ملکی نمائندے، اس جشن میں شریک ہوئے تھے۔ ہندوستان کے بھی سیکڑوں عُلما و دانشور، شریکِ جشن تھے۔

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) کے اندر تعلیمی نمائش کا انتظام تھا۔
بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانۂ روزگار شخصیتوں کے نام
اور ان کی اعلیٰ وممتاز ترین تصنیفات، فن دار مندرج تھیں۔
عقائد وکلام کے نقشے میں "خَالِصُ الْاِعْتِقَاد"
اور فقہ کے طغرے میں "اَلنَّیِّرَۃُ الْوَضِیَّۃ" از امام احمد رضا، بریلوی کے بھی نام تھے۔
امام احمد رضا کا نام پڑھ کر کئی مشاہیر علما، چونک اُٹھے۔
جیسے، عہدِ ماضی کی کوئی بھولی بِسری یاد، دفعتہً، پردۂ ذہن پر اُبھر آئی ہو۔
اندازہ ہے کہ ان کے پیش رَو علما نے امام احمد رضا کے علم وفضل کا ذکر کر کے ان کے دلوں
میں احترام وعقیدت کا بیج بو دیا ہو، یا۔ خود ہی کہیں، ان کی نگاہ سے آپ کی کوئی تصنیف گذری ہو۔
کئی عُلما نے "اَیْنَ مجموعۃُ فَتَاوَاہ" کہہ کر، فتاویٰ رضویہ کی مانگ کی
لیکن، انھیں، بہ طریقِ اَحسن، کسی دوسری جانب، متوجہ کر دیا گیا۔
ساتھ میں ایسا کوئی آدمی نہ ہوتا، جو اُن کی مناسب، رہنمائی اور نشان دہی کر سکتا۔
ایک مشہور شامی عالم، شیخ عبدالفتاح ابوغُدّہ، پروفیسر کلیّۃُ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی
(ریاض، سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسیوں کتابوں کے مُصنف
اور ایک ممتاز ونمایاں دینی وعلمی مقام کے مالک ہیں۔ اس کا اندازہ آپ، یوں کر سکتے ہیں کہ:
جب ان کی تقریر کی باری آئی، تو ناظمِ اجلاس (مولانا محمد رابع حسنی ندوی، مؤلّفِ منثورات
وَالادب العربی وغیرہ) کی بجائے مشہور دیوبندی عالم ومناظر
مولانا محمد منظور، نعمانی، سنبھلی نے بڑے زوردار انداز میں حاضرین سے آپ کا تعارف کرایا۔
ان کی نگاہ، جب امام احمد رضا، بریلوی کی کتاب پر پڑی تو فوراً بول اٹھے
"اینَ مَجْمُوعۃُ فَتَاوِیٰ الشَّیْخ احمدرَضا اَلبَریلوی"
ان کے ساتھ، ایک تجربہ کار قسم کے "مولوی" تھے۔
موقع نازک سمجھ کر انھوں نے کہہ دیا کہ: فتاویٰ رضویہ، یہاں موجود نہیں۔
حُسنِ اتفاق سے ندوہ میں زیرِ تعلیم ایک سُنّی طالب علم بھی ان کے پیچھے تھے۔ ا
نھوں نے موقع، غنیمت جان کر بتلا ہی دیا کہ:
"انَّھَا تُوجَدُ فِی ھٰذِہِ الدَّار" فتاویٰ رضویہ، یہاں، کتب خانہ میں موجود ہے۔

یہ سُن کر، وہ مولوی صاحب آگ بگولہ ہوگئے اور انھیں، ڈانٹ پلا کر، وہاں سے رخصت کر دیا۔

کچھ دیر بعد، اسی طالب علم نے مجھے اطلاع دی کیوں کہ میں اس وقت لکھنؤ میں موجود تھا۔ میں نے فوراً تفصیلی ملاقات کی کوشش کی۔

اور ان کی قیام گاہ (روم نمبر ۱۴۰ کلارک اودھ ہوٹل، لکھنؤ) میں تقریباً دو بجے دن میں پہنچا۔ میرے ساتھ، وہ طالب علم بھی تھے۔ کانفرنس کا آخری دن تھا۔ تین بجے ان تمام نمائندوں کو بذریعہ ہوائی جہاز، دہلی پہنچنا تھا، جہاں، صدر جمہوریۂ ہند، جناب فخر الدین علی احمد کے یہاں دعوت کے ایک پروگرام میں، انھیں، شریک ہونا تھا۔

**شیخ عبدالفتاح ابوغُدَّہ**، کوچ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ما حضر سے ضیافت کی، جو عربوں کی قدیم روایت ہے۔

دَورانِ گفتگو، میں نے پوچھا کہ:

سَمِعْتُ اَنَّكَ تشتاقُ الیٰ مُطالعةِ مجموعة الْفَتاویٰ لِلشَّیخ الامام احمدرضا البریلوی "میں نے سنا ہے کہ آپ فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں؟

نام سنتے ہی شیخ کا چہرہ، دمک اُٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں انھوں نے کہا:

ہاں! کیا آپ کے پاس موجود ہے؟ میں نے کہا: اس وقت تو نہیں مل سکے گی مگر، اِنْ شَاءَ اللّٰہ بہت جلد، بذریعۂ ڈاک اِرسال کردوں گا۔

میرا دوسرا سوال تھا "کیف عرفت علمه و فضلهٗ"

آپ ان کے علم و فضل سے کیسے مُتعارف ہوئے؟

اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی۔

فرمایا: عطر، بہرحال، عطر ہی ہے۔ کتنا بھی اسے بند شیشی میں رکھا جائے، اس کی بھینی بھینی خوشبو اہلِ ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے۔"

اس کے بعد شیخ نے ہمیں بتایا کہ:

## اَلشَّیخ عبدالْفَتَّاح اَبُو غُدَّہ، پروفیسر کلیۃ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی

ریاض (سعودی عرب)

"میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی

ایک جلد، موجود تھی۔ میں نے جلدی جلدی میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا۔
عبارت کی روانی اور کتاب وسنت واقوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر، مَیں
حیران وششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے
قائم کرلی کہ، یہ شخص، کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔''

بہرحال! اس وقت میں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ اعظم گڑھ (یوپی انڈیا) کا عربی میں تعارفی کتابچہ، وحاشیہ المعتقد المنتقد (مطبوعہ استنبول)
اور الدولۃ المکیہ (از امام احمد رضا بریلوی) کے ایک ایک نسخے، پیش کیے
اور اطمینان دلایا کہ: بہت جلد، فتاویٰ رضویہ آپ تک پہونچ جائے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔



## الشَّیُخ یوسف السَّیِّد ھاشِم الرِّفَاعِی (اَلکویت)

شیخ احمد رضا نے علومِ شرعیہ، حاصل کرنے کے بعد تدریس وافتا وتصنیف واِرشاد واِصلاحِ احوالِ امت میں اپنی پوری عمر گذار دی۔ آپ کو سلسلۂ قادریہ کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کی بھی اجازت وخلافت، حاصل تھی۔

(ص ۱۵۔ مِنْ عَقَائِدِ اَھْلِ السُّنَّۃ۔ مطبوعہ لاہور وممبئی)

## الدُّکتور حُسین مُجیب الْمِصْرِی (القاھرہ، مصر)

امام احمد رضا، ایک راسخ الاعتقاد سنی عالمِ دین تھے
جن کا مذہب حنفی اور مشرب قادری تھا، جو، ان کی کتب ورسائل سے پورے طور پر نمایاں ہے۔
ان کے معاصر عُلمائے کرام نے ان کے معتقدات کا مطالعہ اور ان کا تحلیل وتجزیہ کر کے یہ لکھا اور ثابت کر دیا ہے کہ:
وہ پورے طور پر صحیح الفکر والاعتقاد تھے۔
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ پر، ان کا ایمان تھا کہ:
اللہ ایک ہے۔ اس کے سِوا، کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جن پر میرا ایمان ہے۔
میرا دین، اسلام ہے۔ اللہ کے سِوا، سارے معبود، باطل ہیں۔ غیر اللہ کی عبادت، شرک

ہے۔زندگی دینے والا ،صرف اللہ ہے اور موت دینے والا بھی ،اللہ ہی ہے۔

اللہ ایک ہے۔وہی ،رزق دینے والا اور وہی بارش برسانے والا ہے۔

اسلام ہی ،دینِ حق ہے۔اور اسلام کے علاوہ ،سارے اَدیان ،باطل ہیں۔

وہ ،کامل الایمان مومن تھے۔قرآن پر ،ان کا ایمان اور لُغتِ قرآن سے

انھیں سچی محبت و وابستگی تھی۔اور صراطِ مستقیم کے ہادی ،قرآن پر ،انھیں ،فخر تھا۔

وہ ،رسول اللہ ﷺ کے محبّ صادق تھے اور ان کے وسیلہ کے طالب بھی رہتے تھے۔

اس سے ان کا عقیدہ ،ان کی عبادت اور ان کا تقویٰ ،سب کچھ ،ظاہر ہے۔

وہ ،اہلِ بیتِ اَطہار و صحابۂ کرام و اَولیاے عِظام ،رِضوانُ اللّٰہِ عَلَیہِم اَجمَعِین سے بھی توسل کے قائل و عامل تھے۔

وَ تِلك غایۃُ الغایاتِ فِی تَقْویٰ اللّٰہِ وَ محبۃِ مُصطفاہُ ﷺ۔

انھوں نے دینِ حنیف پر ہونے والے حملوں کا دفاع کیا

اور علم سے نابلد مخالفین کے مکر و فریب کا پردہ ،فاش کیا۔انھوں نے ،اس طرح ،جادۂ مستقیم کو ان کے سامنے ،واضح کیا اور ان کے فریب کو ان کے سامنے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ ان کا بہت بڑا وصف ہے ،جس سے وہ ،متصف ہوئے

اور ان کے اس وصف کی شہرت عام بھی ہے۔"

(ص ۱۵۔مقدمہ صفوۃ المدیح۔ دارُالہِدایہ ،القاہرہ ،مصر ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)

# الشَّیخ مُصطَفیٰ مُحمَّد مَحمُود

(استاذُ الحَدیث بِکُلِّیَۃِ اصول الدین ،الاَزہر ،القَاہرۃ)

عَلَّامَۃُ الھند ،فرِیدُ عَصرِہٖ ،و وَحِیدُ دَہرِہٖ ،اَلعَالِمُ النَّحرِیر ،اَلفَقِیہُ الکَبیر ،صاحبُ الفضائِل الجَمّۃ ،وَ خاتِمَۃُ عُلماء الاُمَّۃ

مَولانا الاِمام اَحمدرضا الحَنفی کی کتاب

"محمد خاتِمُ النَّبِیین" (جَزَاءُ اللّٰہ عَدُوَّہٗ بِابَاءِہٖ خَتمَ النُّبوۃ)

اپنے موضوع پر ،نہایت جامع و مانع اور مشتاقانِ علم کے لئے نہایت مفید کتاب ہے۔

اس کا مفہوم و معنی سمجھنے میں قاری کو کسی طرح کی دِقّت پیش نہیں آتی

اور عبارت بھی، رواں دواں اور دل نشیں ہے۔

اہلِ زَیغ وضَلال کے شبہات واعتراضات کا، شیخ احمد رضا نے خوب، رد و اِبطال کیا ہے

اور حضرت علی، یا حضرت فاطمہ، یا حضرت حسن، یا حضرت حسین کی نبوت کے قائل

روافض کے شکوک و مزعوماتِ باطلہ کے پرخچے اڑا کر حق کو واضح کر دیا ہے۔

آیاتِ کریمہ واحادیثِ صحیحہ وآثار واخبار سے اپنے موقف کا اِثبات کیا ہے

اور سلفِ صالحین کے مسلک اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے امام المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی عظمتِ مقام ومنزلت کو، اُجاگر کیا ہے۔

اور یہ امام المرسلین، وخاتم النبیین ﷺ تو وہ ہیں، جن کا مرتبہ، خود، اللہ رب العزت نے اونچا کیا اور سارے عالَم میں ان کے ذکر کو رفعت بخشی ہے۔

(ص ۱۹۔۲۰۔ محمد خاتم النَبِیّین، طبع ثانی، کراچی، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء)

## الاُستاذ رَشید عبدالرَّحمٰن العُبَیدِی

(مدیرُ مرکزِ البُحوث وَالدِّراسَات الاسلامیه، بغداد، العراق)

متعدد ومتنوع علوم ومعارف وفنون میں امام احمد رضا بریلوی کی

تقریباً ایک ہزار کتب ورسائل کی تعداد سے پتہ چلتا ہے کہ:

امامِ بریلوی، عالم متبحر تھے اور ان کی ذات ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

عُلماے اسلام نے اپنے عہدِ عروج وتہذیب وتمدن میں، جن علوم وفنون میں درک ومہارت، حاصل کی تھی، انھیں امام احمد رضا بریلوی نے بھی سیکھا

اور ان میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ ان کے اسرار ورموز تک رسائی پائی اور ان کے اندر غواصی کی، جن کے بے شمار علمی فوائد ایسے ہیں، جو دوسرے عُلما سے، لوگوں کو مشکل ہی سے پاتے ہیں۔

قدیم عُلما میں علاّمہ جلال الدین سیوطی کی چار سو سے زیادہ کتابیں ہیں

ادھر امام بریلوی نے اپنی کتابوں کی کثرتِ تعداد سے، یہ ثابت کر دیا کہ:

امت مسلمہ کا فیضان، مسلسل جاری ہے اور مسلم عُلما ومفکرین کے تسلسل میں بھی کوئی فرق نہیں آئے گا۔

وہ، ماضی سے وابستہ رہ کر حال کو علوم و معارف وفنون کا سرمایہ بخشتے رہیں گے اور ان کے اندر اپنا مستقبل، روشن کرنے کی بھی صلاحیت و قدرت ہے۔ کیوں کہ وہ، اپنے عقیدوں اور اسلامی اصول واقدار کی محبت سے سرشار و مالا مال ہیں

جو، ان کے عمل اور عطا و فیضان کا سبب اور قوی محرّک ہے۔

(ص ۱۷/ مقدمۂ قصیدتان رائعتان۔ بغداد۔ الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱)

## الدُّکتور مُحمَّد مَجِیدُ السَّعِید

(استاذُ الجامعة الاسلامیة۔ بغداد، عراق)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین سال قبل مجھے ایک عظیم اسلامی شخصیت سے متعارف ہونے کا موقع، عنایت فرمایا

جو، اعتقادی و فقہی و علمی و ادبی تحقیق و مطالعہ کے باب میں نہایت بلند مقام پر فائز ہے۔

ایسی نادر شخصیت کہ جس کے اندر بے پناہ اور متنوع و ممتاز علمی استعداد و صلاحیت ولیاقت ہے جس کا ذہن، جس کی ذکاوت اور جس کی فکر، نہایت صائب و ثاقب اور بے نظیر ہے۔

**یہ شخصیت ہے، شیخ امام محمد احمد رضا بریلوی قندھاری برکاتی ہندی کی۔**

جو، ایسے علّامۂ فہّامہ ہیں کہ زمانہ، کم ہی ایسے لوگوں کے وجود سے سرفراز ہوتا ہے۔

یہ ایک ایسے جلتے ہوئے چراغ اور ایسی روشنی بکھیرتے ہوئے شعلہ اور شعاعِ پُرنور ہیں **جس کا اجالا، کم ہونے اور جس کی روشنی، بجھنے کا کبھی، نام نہیں لیتی۔**

شیخ احمد رضا کا تبحّرِ علمی، وُسعتِ مطالعہ اور مسلسل و صبر آزما دینی و علمی کدوکاوش کا نتیجہ ہے کہ **پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں انھیں، کامل مہارت، حاصل تھی۔**

(۱۰۔ مقدمۂ شاعِرٌ مِن الھند۔ تالیف الدُّکتور مجید السعید۔ بغداد ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء)

## الدُّکتور عِمَاد عبدُالسَّلام رَؤُف (بغداد۔ العراق)

شیخ احمد رضا کو بہت سے علوم و معارف، بِالخصوص، علومِ شرعیہ میں اس حد تک مہارت تھی کہ تحقیق و دِقّتِ نظر کے اِعتبار سے وہ، اکثر موضوعات میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے اور ان کی **تحقیقات و اِفادات کو، ایک مستقل فقہی مکتبۂ فکر کہا جا سکتا ہے۔**

جس کی ضرورت، ہر مسلمان کو ہے، چاہے وہ، جس رنگ ونسل کا ہو
اور جہاں، کہیں، جس ماحول وزمانہ سے اس کا تعلق ہو۔
ان کی کاوشوں کو، ان کے نام کی طرف منسوب کرتے ہوئے "اَلدِّرَاسَاتُ الرَّضَوِیَّہ"
(مطالعۂ رضویات) بھی کہا جانے لگا ہے۔
اور اس موضوعِ تحقیق ومطالعہ (رضویات) کو "اَلدِّرَاسَاتُ الْاِسْلَامِیَّة" کے ضمن میں
متعدد عرب جامعات، مثلاً: جامعہ ازہر مصر وغیرہ میں ایک مقام بھی حاصل ہو گیا ہے۔
**شیخ احمد رضا کو عربی زبان پر بھی قدرت تھی۔ نثر ونظم میں ایسی قدرت تھی کہ:**
انھوں نے کافی کتابیں، عربی زبان میں تصنیف کیں، جو عرب حلقوں میں بھی پھیل چکی ہیں۔
**اہلِ عرب میں، سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے**
شیخ احمد رضا کو عربوں سے بڑی محبت تھی۔
سرزمینِ عرب سے ہی پرچمِ اسلام، بلند ہوا اور شرق وغرب میں یہ پرچم لہرانے لگا۔
قرآن حکیم کی زبان بھی عربی ہے۔
**ان وجوہ واسباب نے ان کے دل میں عرب اور عربی، سب کی محبت، ڈال دی۔**
**ان کے فتاویٰ اور کتب ورسائل سے اہلِ عرب کے ساتھ، وابستگی**
**اور عربیت کا رنگ، ہر جگہ، نمایاں ہے۔**
ان کی تحریروں اور عبارتوں کے مطالعہ سے قاری کو ایسا لگتا ہے کہ:
وہ، خود، عربی ہیں، جو، اپنی قوم سے مخاطب ہیں۔ کوئی ہندوستانی، نہیں لگتا، جو سمندر پار سے
اپنے قاری سے مخاطب ہے۔
(ص ۲-۳۔ اَللَّآلِی الْمُنْتَشِرۃ۔ الْجُزءُ الْاَوَّل، تالیف عماد عبدالسّلام رَؤُف۔ بغداد ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

## الْاُسْتَاذ حازِم محمد احمد عبدُالرَّحیم الْمَحْفُوظ

(کُلِّیۃ اللُّغات و الترجمۃ، جامعہ ازہر، قاہرہ)
شیخ امام احمد رضا، حنفی، قادری، بریلوی صحیح معنیٰ میں فقیہِ امام ہیں۔
اور علمِ اصول دین وعلومِ شرعیہ کے عرفان وفیضان سے داعیِ حق وہدایت ہیں۔
آپ کی ایک ہزار کتابیں ہیں، جن میں سے اکثر فقہ وفتاویٰ پر مشتمل ہیں۔
آپ نے مسلمانانِ عالَم کو پوری استقامت کے ساتھ، صحیح ودرست دینی شاہراہ پر چلانے کا

فریضہ، انجام دیا۔ صحیح وغلط اور اَوَامرونَوَاھی اور محرَّمات ومکروہات کا
فرق وامتیاز اور ان کی اصل حیثیت، واضح کی۔

آپ، ایسے امامِ جلیل ہیں، جنھوں نے ہمیشہ، فتاویٰ اور اُمور شرعیہ کی خدمت، انجام دی۔
......اور دینی وعلمی مصلح کی حیثیت سے اپنی یہ ذمہ داری سمجھی کہ امت مسلمہ کی
مسلسل رہنمائی کرتے رہیں تاکہ وہ، تاریک رات کے مسافر کی طرح کسی گڈھے میں نہ گرسکے۔

(ص۳۴۔مقدمہ المَنظُومَة السَّلامية۔ تاليف الدكتور حازِم محفوظ۔ الطَبعَةُ الاُولی۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء)

---

امام احمد رضا کی زندگی سے آج تک، تسلسل وتواتر کے ساتھ
عُلماے عرب وعجم کا اعترافِ علم وفضل، کمالِ توجہ وعنایت اور بے پناہ جذبۂ عقیدت واحترام، یہ چیزیں، ہمیں، یقین دلاتی ہیں کہ:

امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی قُدِّس سِرُّہٗ (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)
اپنے وقت کے جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبت محدِّث، عدیم النظیر عالم، کثیر المطالعہ محقق بلند پایہ مصنف، ژرف نگاہ مفکر، دیدہ وَر رقائد، پُرسوز مصلح، صف شکن مجاہد، قادرُ الکلام شاعر شریعت وطریقت کے جامع، علومِ کتاب وسنت کے ناشر، تعلیمات و ہدایاتِ اسلامی کے داعی، پیغامِ عشقِ مصطفوی کے مُبلغ، اورتحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت کے علمبردار ہی نہیں، بلکہ بادۂ حُبِّ نبوی کے، ایسے سرشار ہیں کہ ان کے ہربنِ مُو سے یہ صدا آتی ہے۔

**جان ہے عشقِ مصطفیٰ اورفزوں کرے خدا　　جس کو ہو، درد کا مزہ، نازِ دوا اُٹھائے کیوں**

اور یہی وہ سرمایۂ عشقِ رسول اور خاک روبیِ درِرسول ہے جس نے اُن کے وجود کے فیضان کومخزنِ برکت وسعادت اوران کے قلب ونظر کی تجلیات کو، حریفِ مہر وماہ بنادیا ہے۔

رشکِ قمر ہوں، رنگِ رخِ آفتاب ہوں　　ذرّہ جو تیرا اے شہِ گردوں جناب ہوں
دل بستہ، بے قرار، جگر چاک، اشکبار　　غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں سحاب ہوں
قالب تہی کیے ہمہ آغوش ہے ہلال　　اے شہسوارِ طیبہ میں تیری رکاب ہوں
کیا کیا ہیں تجھ سے ناز، ترے قصر کو کہ مَیں　　کعبہ کی جان، عرشِ بریں کا جواب ہوں
حسرت میں خاک بوسیِ طیبہ کی اے رضا
ٹپکا جو چشم مہر سے، وہ خونِ ناب ہوں

# مختلف یونیورسٹیوں میں کی جانے والی تحقیقات

## ۲۰۰۵ءتک کی تفصیلات

| نمبر | نام اسکالر | عنوان | نگران | یونیورسٹی | تاریخ منظور |
|---|---|---|---|---|---|
| 1 | ڈاکٹرحسن رضا خاں مظفر پوری | فقیہِ اسلام | ڈاکٹر اطہر شیر | پٹنہ یونیورسٹی انڈیا | 1979ء |
| 2 | ڈاکٹر مسز اوشا سانیال | Devotional Islam and Politics in British India (Ahmad Raza Khan Barelvi and his Movement 1870-1920) | | کولمبیا یونیورسٹی نیویارک، امریکہ | 1990ء |
| 3 | ڈاکٹر سید جمیل الدین (جمیل راٹھوی) | اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور ان کی نعت گوئی | | ڈاکٹر، ہری سنگھ کورویشا یونیورسٹی ساگر ایم۔پی۔انڈیا | 27-3-1992 |
| 4 | ڈاکٹر محمد امام الدین (جوہر شفیع آبادی) | حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ نعت | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بہار یونیورسٹی مظفر پور، انڈیا | 31.12.1992 |
| 5 | ڈاکٹر طیب علی رضا انصاری | امام احمد رضا خاں...... حیات وکارنامے | ڈاکٹر قمر جہاں | ہندو یونیورسٹی بنارس، انڈیا | 1993ء |
| 6 | پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی | کنزالایمان اور دیگر معروف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ | پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد | جامعہ کراچی پاکستان | 6.11.1993 |
| 7 | پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی | امام احمد رضا بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی) | پروفیسر ڈاکٹر مددعلی قادری | سندھ یونیورسٹی جامشورد پاکستان | 1993ء |
| 8 | ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی | اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی | پروفیسر زیڈ۔ایچ۔وسیم | روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی انڈیا | 1994ء |

| نمبر | نام اسکالر | عنوان | نگراں | یونیورسٹی | تاریخ منظور |
|---|---|---|---|---|---|
| 9 | ڈاکٹر سراج احمد بستوی | مولانا احمد رضا، بریلوی کی نعتیہ شاعری | پروفیسر سید ابوالحسنات حقی | کانپور یونیورسٹی انڈیا | 10.3.1995 |
| 10 | مولانا ڈاکٹر امجد رضا قادری | امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں | پروفیسر ڈاکٹر طلحہ برق رضوی | ویر کنور یونیورسٹی آرہ، بہار، انڈیا | 8.12.1998 |
| 11 | پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں | مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات | پروفیسر ڈاکٹر ایس۔ایم سعید | سندھ یونیورسٹی جامشورو پاکستان | 1998ء |
| 12 | مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری | امام احمد رضا کا تصورِ عشق | ڈاکٹر جہاں آراء بیگم | میسور یونیورسٹی انڈیا | 2002ء |
| 13 | ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف سنبھلی | روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا امام احمد رضا خاں کا حصہ | ڈاکٹر محمد سیادت نقوی | روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی انڈیا | 26.8.2003 |
| 14 | ڈاکٹر غلام غوث قادری | امام احمد رضا کی انشا پردازی | پروفیسر منظر حسین | رانچی یونیورسٹی بہار، انڈیا | 11.3.2003 |
| 15 | مسز ڈاکٹر تنظیم الفردوس | مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ | ڈاکٹر فرمان فتح پوری | جامعہ کراچی پاکستان | 25.4.2004 |
| 16 | ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی | الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً مع تدوین دیوانہ العربی | ڈاکٹر ظہور احمد اظہر | پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان | 15.4.2004 |
| 17 | مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی | امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات | ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی | بی۔آر۔امبیڈکر بہار یونیورسٹی مظفر پور، انڈیا | 20.12.2004 |

**(مجلّہ معارف رضا، کراچی ۲۰۰۵ء)**

☆☆☆

# عُلما و مشائخِ سَوَادِ اعظم کا شخصیاتی تسلسل

**مدت کے بعد، ہوتے ہیں، پیدا، کہیں، وہ لوگ**
**مٹتے نہیں ہیں، دَہر میں، جن کے نشاں، کبھی**

**سَوَادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے اُن چند عُلمائے کرام و مشائخِ عِظام اور مختلف اَدوار و عُہود کی، اُن شہکار و فخرِ روزگار شخصیات کے اَسمائے گرامی**

جنہوں نے، اپنے پورے عہد و عصر کو اپنی دینی و علمی خدمات اور اپنی دعوتی و اِصلاحی مساعیِ جمیلہ سے متأثر و فیض یاب اور اپنے روحانی و عرفانی اَنوار و تجلّیات سے، روشن و منور کیا۔

**گیارہویں صدی ہجری:** - شیخ عبد الوہاب، متقی، بُرہان پوری (وصال ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء) شیخ یعقوب، صَرفی، کشمیری (وصال ذوالقعدہ ۱۰۰۳ھ/جون ۱۵۹۵ء) حاجی محمد، حنفی، کشمیری (وصال، صفر ۱۰۰۶ھ/۱۵۹۷ء) خواجہ محمد عبد الباقی، باقی بِاللہ، نقشبندی، دہلوی (وصال جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) میر کلاں، محدّث اکبر آبادی (وصال ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء) سید صِبغَۃُ اللہ، شطّاری بھڑوچی، گجراتی (وصال ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۷ء) میر سید عبد الواحد، بلگرامی (وصال رمضان ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) سید ابو الُمعالی، قادری، لاہوری (وصال ۱۰۲۴ھ) شیخ محمد بن فضل اللہ، بُرہان پوری (وصال رمضان ۱۰۲۹ھ) شیخ تاجُ الدّین، جھونسوی، الہٰ آبادی (وصال ذوالحجہ ۱۰۳۰ھ) شیخ احمد، فاروقی نقشبندی، سرہندی (وصال صفر ۱۰۳۴ھ/دسمبر ۱۶۲۴ء) خواجہ محمد طاہر، مجدّدی، لاہوری (وصال محرم ۱۰۴۰ھ) شیخ محمد طیب، بنارسی (وصال، شوال ۱۰۴۲ھ) شاہ ابو سعید، حنفی، گنگوہی (وصال ۱۰۴۹ھ) شیخ تاجُ الدین، نقشبندی، سنبھلی (وصال، جمادی الاولیٰ ۱۰۵۰ھ) شیخ عبد الحق، محدّث دہلوی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۰۵۲ھ/جون ۱۶۴۲ء) سید آدم بنّوری، نقشبندی، مجدّدی (وصال شوال ۱۰۵۲ھ) میر سید عبد الجلیل، بلگرامی، مارہروی (وصال صفر ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء) مولانا حیدر تپلو بن خواجہ فیروز، کشمیری (وصال ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء) شاہ محبُّ اللہ، الہ آبادی (وصال، رجب ۱۰۵۸ھ/جولائی ۱۶۴۸ء) میر سید ابو العُلا، چشتی، اکبر آبادی (وصال صفر ۱۰۶۱ھ) مولانا محمد افضل عثمانی، جون پوری (وصال ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء) میر سید طیب، بِلگرامی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۵ء) علّامہ عبد الحکیم، سیالکوٹی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) میر سید محمد، ترمذی

قادری، کالپی (وصال شعبان ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۱ء) خواجہ محمد سعید، مجدّدی، سرہندی (وصال ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء) شیخ نورُالحق، محدّث دہلوی (وصال، شوال ۱۰۷۳ھ/مئی ۱۶۶۳ء) خواجہ محمد معصوم، مجدّدی سرہندی (وصال ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۹ء) شیخ پیر محمد، چشتی، لکھنوی (وصال ۱۰۸۰ھ/۱۶۷۰ء) دیوان جی محمد رشید، عثمانی، جون پوری (وصال، رمضان ۱۰۸۳ھ/دسمبر ۱۶۷۲ء) میر سید احمد، ترمذی، قادری کالپی (وصال صفر ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۳ء) خواجہ معینُ الدّین، نقشبندی، کشمیری (وصال محرمُ الحرام ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء) شاہ ابوالقاسم، اکبر آبادی (وصال، رمضان ۱۰۸۹ھ) شاہ عبد الرحمٰن، چشتی اَوَدھی، مؤلّف ''مِرأۃُ الاَسرار'' (وصال ۱۰۹۴ھ) سید شاہ علم اللہ، حَسَنی، نقشبندی، مجدّدی (وصال ۱۰۹۶ھ) بابا داؤد، حنفی، مِشکوٰتی، کشمیری (وصال ۱۰۹۷ھ/ ۱۶۸۵ء) میر سید اُوَیس بِلگرامی (وصال، رجب ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۶ء) شاہ پیر محمد، سَلَونی، اَوَدھی (وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء) خواجہ سیف الدین، مجدّدی، سرہندی (وصال ۱۰۹۶ھ)

مفتی محمد شفیع، عثمانی، بدایونی (وصال، شوال ۱۱۰۰ھ/اگست ۱۶۸۹ء)

**بارہویں صدی ہجری**:- سید آلِ حَسَن، رسول نُما، دہلوی (وصال ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۲ء) مُلّا قطبُ الدّین، شہید، سہالوی (شہادت، رجب ۱۱۰۳ھ/مارچ ۱۶۹۲ء) میر سید ضیاءُ اللہ، بِلگرامی (وصال، شعبان ۱۱۰۴ھ) قاضی حبیبُ اللہ، جون پوری (وصال ۱۱۰۵ھ) سید شاہ عبد الصّمد، خدانُما قادری، احمد آبادی، گجراتی (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۰۹ھ/۱۶۹۷ء) شاہ جمالُ اللہ، قادری، رام پوری (وصال ۱۱۰۹ھ/۱۶۹۷ء) سید فضلُ اللہ، قادری، کالپی (وصال ذوالقعدہ ۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء) شیخ محمد ارشد، عثمانی، رشیدی، جون پوری (وصال ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء) میر سید محمد مبارک، محدّث بِلگرامی (وصال، ربیعُ الآخر ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء) قاضی مُحبُّ اللہ، بہاری (وصال ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۸ء) شیخ جان محمد، لاہوری (وصال ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۹ء) سید قطبُ الدّین، شمس آبادی (وصال ۱۱۲۱ھ/ ۱۷۱۰ء) شیخ محمد افضل، الٰہ آبادی (وصال، ذوالحجہ ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء) شیخ غلام نقشبند، لکھنوی (وصال رجب ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء) شیخ احمد بن ابوسعید، معروف بہ، مُلّا جیون، امیٹھی (وصال، ذوالقعدہ ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء) شاہ عبد الرحیم، محدّث دہلوی (وصال، صفر ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء) شیخ محمد مُراد، مجدّدی کشمیری (وصال، رجب ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء) مولانا حافظ اَمانُ اللہ، بنارسی (وصال ۱۱۳۳ھ/ ۱۷۲۱ء) خواجہ سید نور محمد، بدایونی نقش بندی، مجدّدی (وصال، ذوالقعدہ ۱۱۳۵ھ/اگست ۱۷۲۳ء) سید شاہ عبد الرزّاق، قادری، بانْسوِی (وصال، شوال ۱۱۳۶ھ/جون ۱۷۲۴ء) علّامہ سید عبد الجلیل

نامؔی، بلگرامی (وصال ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۶ء۔ ولد میر سید احمد، بلگرامی) شاہ کلیم اللہ، چشتی، جہان آبادی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۱۴۰ھ/نومبر ۱۷۲۷ء) مولانا شاہ محمد عطیف، عثمانی، بدایونی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۱۴۰ھ/نومبر ۱۷۲۷ء) مولانا علی اصغر، چشتی، قنوجی (وصال ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۸ء) مولانا خواجہ نظامُ الدّین چشتی، دہلوی، اَورنگ آبادی (وصال ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) سید شاہ برکتُ اللہ، قادری، مارہروی (وصال عاشورۂ محرمُ الحرام ۱۱۴۲ھ/اگست ۱۷۲۹ء) میر سید عظمتُ اللہ، بےخبؔر، بلگرامی (وصال، ذوالقعدہ ۱۱۴۲ھ/۱۷۳۰ء) شاہ خوبُ اللہ، الہٰ آبادی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء) سید محمد، قادری بلگرامی (وصال ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء) مولانا محمد افضل، سیالکوٹی (وصال ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء) خواجہ محمد زبیر مجدّدی، سرہندی (وصال، ذوالقعدہ ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء) میر سید طفیل محمد، اترولوی، بلگرامی (وصال ذوالحجہ ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء) مولانا نورُ الدّین، احمد آبادی، گجراتی (وصال ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء) حاجی صفتُ اللہ محدّث خیرآبادی (وصال، ذوالقعدہ ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء) مولانا شاہ محمد سعید، عثمانی، چشتی بدایونی (وصال ذوالقعدہ ۱۱۵۷ھ/دسمبر ۱۷۴۴ء) مُلّا نظامُ الدّین محمد، قادری، رزّاقی، سہالوی، فرنگی محلی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) مولانا اَسدُ اللہ، الہ آبادی (وصال، ذوالقعدہ ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء) سید شاہ آلِ محمد، قادری برکاتی، مارہروی (وصال، رمضان ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۱ء) میر سید اسمٰعیل بلگرامی، مَسوُلوِی (وصال، ذوالحجہ ۱۱۶۴/۱۷۵۱ء) شاہ محمد وارث، رسول نُما، بنارسی (وصال ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء) مُلّا احمد عبدالحق، قادری، رزّاقی، فرنگی محلی لکھنوی (وصال، ذوالحجہ ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) مُلّا، کمالُ الدین، فتح پوری، سہالوی (وصال محرمُ الحرام ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء) شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی (ولادت ۴/شوال ۱۱۱۴ھ/۲۱/فروری ۱۷۰۳ء۔ وصال، ۲۹/محرمُ الحرام ۱۱۷۶ھ/۲۰/اگست ۱۷۶۲ء) شاہ ابوالغَوث، فاروقی، بھیروی، جون پوری۔ معروف بہ، گرم دیوان شاہ (وصال جمادیٰ الآخرہ ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء) مولانا رستم علی، چشتی، قنوجی (وصال ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۵ء) مولانا غلام یحییٰ، بہاری، نقشبندی (وصال، ذوالقعدہ ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۷ء) مفتی درویش محمد، عثمانی، بدایونی (وصال محرمُ الحرام ۱۱۸۳ھ/مئی ۱۷۶۹ء) مخدوم شاہ منعم پاک، عظیم آبادی (وصال، رجب ۱۱۸۵ھ) شاہ محمد عاشق، پھلتی (وصال ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) خواجہ محمد امین، ولی اللّٰھی، کشمیری (وصال ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) شاہ مُجیبُ اللہ قادری، پُھلواری (وصال ۱۱۹۱ھ) سید شاہ ابوسعید، حَسَنی، مجدّدی (وصال ۱۱۹۳ھ) مرزا مظہر جانِ جاناں، نقشبندی، مجدّدی، دہلوی (وصال عاشورۂ محرم ۱۱۹۵ھ/جنوری ۱۷۸۱ء) علاّمہ محمد علی عثمانی، بدایونی (وصال، ربیعُ الآخر ۱۱۹۷ھ/مارچ ۱۷۸۳ء) سید شاہ حمزہ، عینؔی، مارہروی (وصال

محرمُ الحرام ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء) مُلّا محمد اَعلم، سندیلوی (وصال ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء) شاہ منورعلی بغدادی، الہ آبادی (وصال ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) شاہ فخر الدّین، چشتی، دہلوی (وصال جمادیٰ الآخرہ ۱۱۹۹ھ/ مئی ۱۷۸۵ء) میر سید غلام علی، آزاد، بلگرامی (وصال، ذوالقعدہ ۱۲۰۰ھ/ستمبر ۱۷۸۵ء)

**تیرہویں صدی ہجری (نصفِ اول):-** سید محمد مرتضیٰ، بلگرامی، زَبیدی (وصال شعبان ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۱ء) خواجہ نور محمد، مہاروی، چشتی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۰۵ھ/جولائی ۱۷۹۲ء) مُلّا عبدالکریم، معروف بہ، مُلّا اَخوند، قادری، رام پوری (وصال ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) مولانا خیرُ الدّین سورتی (وصال رجب ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۳ء) میاں راج شاہ، قادری، میوات (وصال رمضان ۱۲۰۶ھ/ ۱۷۹۳ء) سید عبداللہ، قادری، بغدادی، رام پوری (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۳ء) مولانا مفتی عبدالغنی، عثمانی، بدایونی (وصال رمضان ۱۲۰۹ھ/اپریل ۱۷۹۵ء) مولانا شاہ محمدی بیدار، فریدی فاروقی، بدایونی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۱۰ھ/ جولائی ۱۷۹۶ء۔ مدفون، درآگرہ) سید اسلم، رفیقی، کشمیری (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۱۲ھ) سید غلام رسول، معروف بہ، دادا میاں، کانپوری (وصال ۱۲۱۲ھ) مولانا سید حَسَن شاہ، مجدّدی، رام پوری (وصال، صفر ۱۲۱۳ھ) مولانا عبد الواجد، کرمانی، خیر آبادی (وصال ۱۲۱۸ھ/ ۱۸۰۳ء) مولانا نعیمُ اللہ، مجدّدی، بہرائچی (وصال ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) مولانا رفیعُ الدّین، مرادآبادی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۴ء) مولانا مفتی قوامُ الدّین، کشمیری (وصال، ذوالحجہ ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۵ء) شاہ محمد کاظم، علوی، کاکوروی (وصال، ربیعُ الآخر ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) مولانا عبدالباسط، قنوجی (وصال ربیعُ الآخر ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۹ء) سید شاہ محمد افضل، قادری، الہ آبادی (وصال ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء) علّامہ محمد مُبین، فرنگی محلی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) علّامہ عبدالعلی محمد، قادری، رَزّاقی، فرنگی محلی لکھنوی (وصال، رجب ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) قاضی ثناءُاللہ، مجدّدی، پانی پتی (وصال، رجب ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء) فیض بخش، درگاہی، نقشبندی، رام پوری (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء) مولانا سلامُ اللہ محدّث رام پوری (وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء) شاہ عبدالقادر، محدّث دہلوی (وصال رجب ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء) مولانا عبدالحمید، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۳۳ھ/ مارچ ۱۸۱۸ء) شاہ رفیعُ الدین، محدّث دہلوی (وصال، شوال ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) قاضی مصطفیٰ علی، گوپاموِی (وصال ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء) سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی (ولادت، رمضان ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء۔ وصال، ربیعُ الاوّل ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) مفتی محمد عوض عثمانی، بدایونی ثُمَّ بریلوی (متوفی ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) مولانا شاہ اَنوارُ الحق، قادری، رَزّاقی، فرنگی محلی

لکھنوی (وصال، شعبان ۱۲۳۶ھ/مئی ۱۸۲۱ء) سید شاہ محمد اَجمل، الہ آبادی (وصال، ذو الحجہ ۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۱ء) مولانا شاہ نورُ الحق، قادری، رَزّاقی، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء) شاہ عبد العزیز، محدِّث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۶ء۔ وصال، شوال ۱۲۳۹ھ/ جون ۱۸۲۴ء) شاہ غلام علی، مجدِّ دی، دہلوی (وصال، صفر ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) مولانا رشیدُ الدِّین خاں، دہلوی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۸ء) علّامہ فضلِ امام، خیر آبادی (وصال ذو القعدہ ۱۲۴۴ھ/ مئی ۱۸۲۹ء) صوفی، سید عبد الرحمٰن، لکھنوی (وصال، ذو القعدہ ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۳۰ء) سید خیرات علی، قادری، کالپی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۲۴۷ھ) مولانا شاہ نعمتُ اللہ ولی، قادری، مجیبی پُھلواروِی (وصال ۱۲۴۷ھ) شاہ رَؤف احمد، مجدِّ دی، رام پوری ثُمَّ بھوپالی (وصال ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء) شاہ ابوسعید، مجدِّ دی رام پوری (وصال، شوال ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء)

**تیرھوی صدی ہجری (نصفِ آخر):۔** شاہ محمد آفاق، مجدِّ دی، دہلوی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۵۱ھ/ ۱۸۳۵ء) شاہ محمد غوث، قادری برکاتی، بدایونی (وصال شعبان ۱۲۵۵ھ) مفتی ظہورُ اللہ فرنگی محلی، لکھنوی (وصال ۱۲۵۶ھ/ ۴۱۔۱۸۴۰ء) شیخ محمد عابد سندھی، مدنی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۲۵۷ھ/ مارچ ۱۸۴۱ء۔ مدفون جنتُ البقیع، مدینہ منوّرہ) مولانا کرمُ اللہ، مجدِّ دی، دہلوی (وصال ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء) شاہ محمد موسیٰ، دہلوی (وصال، رجب ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء) مولانا سید اصغر علی شاہ خیر آبادی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء) شاہ محمد اِسحاق، دہلوی (وصال رجب ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء) مولانا بزرگ علی، مارہروی (وصال، شوال ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء) مولانا شاہ عینُ الحق عبد المجید، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۶۳ھ/ جنوری ۱۸۴۷ء) مولانا محمد فاخر، زائر، الہ آبادی (وصال ذو الحجہ ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۹ء) مولانا محمد شجاعُ الدِّین، حیدر آبادی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء) مولانا ابوالحسن فَرْد پُھلواری (وصال ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء) شیخ طیب رفیقی، کشمیری (وصال، شوال ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء) حافظ محمد علی، چشتی، خیر آبادی (وصال ذو الحجہ ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء) خواجہ محمد سلیمان، چشتی، تونسوِی (وصال صفر ۱۲۶۷ھ/ دسمبر ۱۸۵۰ء) مولانا جان محمد، لاہوری (وصال، عاشورۂ مُحرمُ الحرام ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء) مفتی شرفُ الدِّین، رام پوری (وصال، شعبان ۱۲۶۸ھ/ مئی ۱۸۵۲ء) شیخ جلالُ الدِّین متولّی صدیقی، بدایونی (وصال ۱۲۶۹ھ/ ۵۳۔۱۸۵۲ء) مولانا ولی اللہ، فرنگی محلی لکھنوی (وصال صفر ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) قاضی ابوعلی محمد اِرتضا، صَفوی، گوپامِوی (وصال، شعبان ۱۲۷۰ھ/ مئی ۱۸۵۴ء) مولانا محیُّ الدین، عثمانی، بدایونی

(وصال ،ذوالقعدہ ۱۲۷۰ھ/اگست ۱۸۵۴ء) مولانا غلام محیُّ الدین، قصوری، لاہوری (وصال ذوالقعدہ ۱۲۷۰ھ/اگست ۱۸۵۴ء) شاہ مخصوصُ اللہ، دہلوی (وصال ذوالحجہ ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء) مولانا امیرُ الدِّین علی، شہید، اَمیٹھوی (شہادت، صفر ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء) مولانا احمد علی، عباسی، چِرَیّا کوٹی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء) مولانا منوَّرُ الدین، دہلوی (وصال محرمُ الحرام ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء) مولانا احمد حَسَن، عثمانی، صدرُ الصُّدور، بریلی (وصال، شعبان ۱۲۷۳ھ/ اپریل ۱۸۵۷ء۔ فرزندِ مفتی ابو الحسن، عثمانی، بدایونی) مولانا غلام محیُّ الدین، بگوی، پنجابی (وصال ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء) مولانا سید کفایت علی، کافیؔ، مرادآبادی (شہادت ۱۲۷۴ھ/مئی ۱۸۵۸ء) مولانا احمدُ اللہ شاہ مدراسی (شہادت، ذوالحجہ ۱۲۷۴ھ/ جون ۱۸۵۸ء) مولانا وَہاجُ الدِّین، مرادآبادی (شہادت ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء) مولانا فیض احمد، عثمانی، بدایونی (وصال، تقریباً ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) شاہ تُراب علی بن محمد کاظم، علوی، کاکوروِی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۸ء) مولانا جمالُ الدین، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، ربیعُ الآخر ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) مولانا ثناءُالدِّین، عثمانی، بدایونی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۷۷ھ/جولائی ۱۸۶۰ء) شاہ احمد سعید، مجدِّدی، دہلوی (وصال، ربیعُ الاوَّل ۱۲۷۷ھ/ستمبر ۱۸۶۰ء) مولانا حافظ محمد سعید، عثمانی، بدایونی (وصال، ربیعُ الآخر ۱۲۷۷ھ/اکتوبر ۱۸۶۰ء) علاَّمہ فضلِ حق، خیرآبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء۔ وصال ۱۲/صفر ۱۲۷۸ھ/۲۰/ اگست ۱۸۶۱ء) مفتی عنایت احمد، کاکورَوِی (وصال، شوال ۱۲۷۹ھ/اپریل ۱۸۶۳ء) قاضی صِبغۃُ اللہ مدراسی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء) مولانا صبیحُ الدین، عباسی، بدایونی (وصال ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۴ء) مولانا شاہ تُراب علی بن شجاعت علی لکھنوی (وصال، صفر ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء) مولانا شاہ سلامتُ اللہ، صدیقی، قادری برکاتی، کشفیؔ، بدایونی ثمَّ کان پوری (وصال، رجب ۱۲۸۱ھ/دسمبر ۱۸۶۴ء) مفتی رضا علی، بریلوی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) مفتی صدرُ الدِّین آزردہؔ، دہلوی (ولادت ۱۲۰۴ھ/۱۷۸۸ء۔ وصال، ربیعُ الاوَّل ۱۲۸۵ھ/جولائی ۱۸۶۸ء) مولانا عبدالحلیم بن مولانا امینُ اللہ، فرنگی محلی، لکھنوی (وصال شعبان ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء) مفتی محمد یوسف فرنگی محلی (وصال، ذوالقعدہ ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء) شاہ خادم صفی محمدی، صفی پوری، اَوَدھی (وصال رجب ۱۲۸۷ھ/اکتوبر ۱۸۷۱ء) مولانا سید آلِ حَسَن، موہانی (وصال ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۱ء) شاہ عبدالرشید، مجدِّدی، دہلوی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۱ء۔ مکہ مکرَّمہ) مولانا شاہ احمد حَسَن مرادآبادی (وصال، صفر ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء) علاَّمہ فضلِ رسول، عثمانی، قادری برکاتی، بدایونی

(ولادت ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء۔ وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۲۸۹ھ/ستمبر ۱۸۷۲ء) قاضی عبد السلام، عباسی بدایونی (وصال، رجب ۱۲۸۹ھ/ستمبر ۱۸۷۲ء) مولانا ڈاکٹر وزیر علی خاں، بہاری، اکبرآبادی ابوالعُلائی، منعمی (وصال ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۳ء۔ مکہ مکرّمہ) مفتی مظہر کریم، دریابادی (وصال ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۳ء) مولانا، نواب، قطبُ الدّین خاں، دہلوی (وصال ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۳ء) مولانا کریم اللہ قادری برکاتی، محدّث دہلوی (وصال، شوال ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۵ء) مولانا محمد زماں خاں، شاہجہاں پوری ثمّ حیدرآبادی (شہادت، ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء) مفتی سعدُ اللہ، مرادآبادی (وصال، رمضان ۱۲۹۴ھ/ستمبر ۱۸۷۷ء) مولانا شاہ آلِ احمد، پُھلواروی (وصال، رمضان ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء۔ مدفون جنتُ البقیع، مدینہ منوّرہ) شاہ عبدالعزیز اَخوند، دہلوی (وصال، عاشورۂ محرمُ الحرام ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) شاہ عبدالغنی، مجدّدی، دہلوی (وصال، محرمُ الحرام ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) مولانا حافظ ولیُّ اللہ لاہوری (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء) سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی مارہروی (وصال، ۱۸/ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/ دسمبر ۱۸۷۹ء) مولانا احمد علی، محدّث سہارن پوری (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی (وصال، ذوالقعدہ ۱۲۹۷ھ/دسمبر ۱۸۸۰ء) مفتی سلطان حَسَن، عثمانی، بدایونی ثمّ بریلوی (وصال ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء) مولانا حیدرعلی، فیض آبادی (وصال ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء) خواجہ شمسُ الدّین، چشتی، سیالوی (وصال صفر ۱۳۰۰ھ/ جنوری ۱۸۸۳ء) مفتی اَسدُ اللہ، الہ آبادی (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۰۰ھ/اپریل ۱۸۸۳ء) مولانا محمد عبدالشکور، مچھلی شہری (وصال ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء)

چودھویں صدی ہجری (نصفِ اول):۔ مولانا نوراحمد، عثمانی، بدایونی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۴ء) خواجہ شاہ قیامُ الدّین اَصدق، چشتی (وصال رمضان ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۴ء) مولانا علی بخش، قادری، بدایونی (وصال، رجب ۱۳۰۲ھ/مئی ۱۸۸۵ء) مولانا شاہ مخلصُ الرحمٰن، چاٹگامی (وصال ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء) مولانا محمد عبدالسُّبحان، الہ آبادی (وصال یکم محرم ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء) مولانا فخرُ الدّین، الہٰ آبادی (وصال، ربیعُ الآخر ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء) مولانا عبدالعلی خاں، ریاضی داں رام پوری (وصال ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء) ابوالحسنات، مولانا محمد عبدالحیٔ، فرنگی محلی، لکھنوی (ولادت ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۷ء۔ وصال، ربیعُ الاوّل ۱۳۰۴ھ/ دسمبر ۱۸۸۶ء) مولانا فیضُ الحسن، سہارن پوری (وصال ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء) مولانا سید عبد اللہ، بلگرامی (وصال، رمضان ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء) میاں راج شاہ، قادری، سوندھ، میوات (وصال، رمضان ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء) مولانا شاہ عبدالرَّزاق

فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، صفر ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) مفتی غلام سرور، ہاشمی، لاہوری (وصال، ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ/اگست ۱۸۹۰ء) مولانا رحمتُ اللہ، عثمانی، کیرانوی (وصال، رمضان ۱۳۰۸ھ/مئی ۱۸۹۱ء) مفتی ارشاد حسین، مجدّ دی، رام پوری (وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۳۱۱ھ/دسمبر ۱۸۹۳ء) مولانا شاہ اِمداد حسین، مجدّ دی، رام پوری (وصال، صفر ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) مولانا رضا علی، مجدّ دی، بنارسی (وصال شعبان ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء) مولانا شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی (وصال، ربیعُ الاول ۱۳۱۳ھ/ستمبر ۱۸۹۵ء) مولانا شاہ عبدالحق، کان پوری (وصال ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء) مولانا سکندر علی، خالص پوری لکھنوی، مجدّ دی (وصال ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) قاری عبدالرّحمٰن، پانی پتی (وصال ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) خواجہ محمد عثمان، نقشبندی، مجدّ دی (وصال، شعبان ۱۳۱۴ھ/جون ۱۸۹۷ء) خواجہ، سائیں توکُّل شاہ اَنبالوِی (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مولانا غلام دستگیر، قصوری، لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مولانا عُبید اللہ، مکی، بدایونی (وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء) مولانا عبدالحق، خیرآبادی (وصال، شوال ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء) حاجی اِمدادُ اللہ، مہاجرِ مکی (وصال ۱۲/جمادیٰ الآخرہ ۱۳۱۷ھ/۱۸/اکتوبر ۱۸۹۹ء) قاضی شمسُ الاسلام، عباسی، بدایونی (وصال، ذوالقعدہ ۱۳۱۷ھ/مارچ ۱۹۰۰ء) مولانا محمد نعیم فرنگی محلی، لکھنوی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۳۱۸ھ/اگست ۱۹۰۰ء) مولانا اَسدُ الحق، خیرآبادی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۳۱۸ھ/اگست ۱۹۰۰ء) مولانا عبدالسمیع بیدِلؔ، رام پوری، سہارن پوری (وصال ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) مولانا عبدالقیوم، عثمانی، بدایونی (شہادت، رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) خواجہ غلام فرید، فاروقی، چشتی پنجابی (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) مولانا عبدالقادر، عثمانی، بدایونی (ولادت، رجب ۱۲۵۳ھ/اکتوبر ۱۸۳۷ء۔ وصال، جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ/ستمبر ۱۹۰۱ء) مولانا محمد حَسَن، فیضی، جہلمی (وصال، رجب ۱۳۱۹ھ/اکتوبر ۱۹۰۱ء) مولانا عنایت رسول، عباسی، چِریّا کوٹی (وصال ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) مولانا حافظ سید محمد اسلم، چشتی، خیرآبادی (وصال ذوالقعدہ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) مولانا ہدایت علی فاروقی، بریلوی (وصال ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مولانا احمد حَسَن، کان پوری (وصال، صفر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مولانا محمد کامل، ولید پوری (وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مولانا وکیل احمد سکندر پوری ثُمَّ حیدرآبادی (وصال ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مولانا صوفی محمد حسین، چشتی، الہٰ آبادی (وصال رجب ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) مولانا حکیم، سِراجُ الحق، عثمانی، بدایونی (وصال، ذوالقعدہ ۱۳۲۲ھ/فروری ۱۹۰۵ء) مولانا سید عبدالفتاح، حَسَنی حُسینی، قادری، معروف بہ، سید اَشرف علی، گلشن آبادی (وصال، صفر ۱۳۲۳ھ/اپریل ۱۹۰۵ء) خواجہ سید عبدالصَّمد، مودودی، چشتی، سَہسوانی (وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۳۲۳ھ/

۱۹۰۵ء) مولانا مفتی حَسَن بخش، خیر آبادی (وصال، جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مولانا نذیر احمد خاں، مجدِّدی، رام پوری ثُمَّ احمد آبادی (وصال ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری مارہروی (ولادت، شوال ۱۲۵۵ھ/دسمبر ۱۸۳۹ء۔ وصال، رجب ۱۳۲۴ھ/اگست ۱۹۰۶ء) شاہ جی، محمد شیر میاں، پیلی بھیتی (وصال، ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مولانا رحمٰن علی، نارِوی، الہ آبادی مؤلِّف ''تذکرۂ علماے ہند'' (وصال ۱۳۲۵ھ/دسمبر ۱۹۰۷ء) مولانا شاہ محمد عادِل، کان پوری (وصال، ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) سید شاہ محمد صادِق، قادری برکاتی، مارہروی (وصال، شوال ۱۳۲۶ھ/نومبر ۱۹۰۸ء) سید غلام حیدر علی شاہ، جلال پوری (وصال، جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ/جولائی ۱۹۰۸ء) مولانا خیرُ الدِّین، دہلوی (وصال، رجب ۱۳۲۶ھ/اگست ۱۹۰۸ء) مولانا ہدایتُ اللہ رام پوری ثُمَّ جون پوری (وصال، یکم رمضان ۱۳۲۶ھ/ستمبر ۱۹۰۸ء) مولانا حَسَن رضا، بریلوی (وصال، رمضان ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مولانا قاضی عبدالوحید، فردوسی، عظیم آبادی (وصال ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) مولانا غلام قادر، ہاشمی، بھیروی، لاہوری (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۳۲۷ھ/اپریل ۱۹۰۹ء) مولانا عبدالعلی، آسی، مدراسی لکھنوی (وصال ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) مولانا محمد فاروق، چِریّا کوٹی (وصال، شوال ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) مولانا احمد رضا، قادری، وکیل بدایونی (وصال ذوالحجہ ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۱۰ء) مولانا عبدالقادر بن فضلُ اللہ، حیدرآبادی (وصال، ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) مولانا سید محمد عمر حیدرآبادی (وصال، صفر ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء) مولانا حکیم حبیب علی، کاکورِوی (وصال ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء) شیخُ الدَّلائل، مولانا محمد عبدالحق، الہ آبادی (وصال، شوال ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء) مولانا شاہ عبدالمقتدِر، عثمانی، بدایونی (وصال، محرمُ الحرام ۱۳۳۴ھ/دسمبر ۱۹۱۵ء) مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی پیلی بھیتی (وصال جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ/اپریل ۱۹۱۶ء) مولانا ہدایت رسول، برکاتی، لکھنوِی (وصال، رمضان ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) مفتی لطفُ اللہ، علی گڑھی (وصال، ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ/اکتوبر ۱۹۱۶ء) مولانا فقیر محمد، جہلمی، مؤلِّف ''حدائقُ الحنفیہ'' (وصال، ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ/اکتوبر ۱۹۱۶ء) مولانا عبدالحق، حقّانی، دہلوی (وصال، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء) مولانا فتح محمد، اِچھروی لاہوری (وصال، شوال ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء) مولانا شاہ عبدالعلیم، رشیدی، آسی، سکندر پوری، غازی پوری (وصال، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ/فروری ۱۹۱۷ء) مولانا سلطانُ الدِّین، جے پوری (وصال، صفر ۱۳۳۶ھ/دسمبر ۱۹۱۷ء) مولانا اَنوارُ اللہ، فاروقی، حیدرآبادی (وصال، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ/ مارچ ۱۹۱۸ء) مولانا محمد عمر سراجُ الحق، دہلوی (وصال ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) مولانا شاہ اعظم حسین

خیرآبادی، مدنی (وصال ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء) مولانا قادر بخش، سَہسرامی (وصال، رجب ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء) مولانا سلامتُ اللہ، مجدّدی، رام پوری (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۸ھ/فروری ۱۹۲۰ء) مولانا عبدالحیٔ، چاٹگامی (وصال، ذوالحجہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) مولانا عبدالاوّل، جون پوری (وصال شوال ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء) مولانا حافظ بخش، آنْولَوِی ثُمَّ بدایونی (وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء) امام احمد رضا قادری برکاتی، بریلوی (وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء) مولانا عبدالغفار شاہ، کشمیری لاہوری (وصال جمادیٰ الآخرہ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) شاہ عبداللّطِیف، ستّھنی، سلطان پوری (وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) مولانا مُحب احمد، قادری، بدایونی (وصال، ربیعُ الآخر ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء) شاہ ابوالخیر، مجدّدی، دہلوی (وصال، جمادیٰ الآخرہ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء) مولانا ظہورُالحسین، فاروقی، مجدّدی رام پوری (وصال جمادیٰ الآخرہ ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء) مولانا شاہ عُبیدُ اللہ، پنجابی، کان پوری (وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء) مولانا رحیم بخش، آروِی (وصال، شعبان ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء) مولانا سید شاہ عینُ القُضاۃ نقشبندی، لکھنوی (وصال، رجب ۱۳۴۳ھ/ جنوری ۱۹۲۵ء) مولانا سید عبدالعزیز انبیٹھوی، سہارن پوری (وصال، رمضان ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء) مولانا محمد قیامُ الدّین عبدالباری، فرنگی محلی (وصال رجب ۱۳۴۴ھ/ جنوری ۱۹۲۶ء) مولانا حافظ سید احمد علی، بٹالوی (وصال ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء) مولانا عنایتُ اللہ، مجدّدی، رام پوری (وصال ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء) قاضی غلام شَبَّر صدیقی، قادری برکاتی، بدایونی (وصال ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) سید شاہ ابوالقاسم، اسمٰعیل حَسَن، عُرف شاہ جی میاں قادری برکاتی، مارہروی (وصال، صفر ۱۳۴۷ھ/ اگست ۱۹۲۸ء) میاں شیر محمد، مجدّدی شرق پوری (وصال، ربیعُ الاوّل ۱۳۴۷ھ/ اگست ۱۹۲۸ء) مولانا حکیم سید برکات احمد، ٹونکی (وصال ربیعُ الاوّل ۱۳۴۷ھ/ اگست ۱۹۲۸ء) مولانا فیضُ الحسن، جہلمی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۴۷ھ/ نومبر ۱۹۲۸ء) مولانا سید احمد اشرف، کچھوچھوی (وصال ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء) مولانا عبدالغفار، رام پوری (وصال ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) مولانا نُور احمد پسروری، امرتسری، مجدّدی (وصال، شوال ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی (وصال ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء) مولانا محمد عُمر الدّین، قادری، ہزاروی (وصال، رمضان ۱۳۴۹ھ/ جنوری ۱۹۳۱ء) مولانا عبدالکافی، الہ آبادی (وصال، شعبان ۱۳۵۰ھ/ دسمبر ۱۹۳۱ء) مولانا عبدالماجد عثمانی، قادری، بدایونی (وصال شعبان ۱۳۵۰ھ/ دسمبر ۱۹۳۱ء) مولانا نثار احمد کان پوری (وصال ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء)۔

# مشائخِ مارہرہ مطہَّرہ اور عُلماے بدایوں و بریلی

**زیدی ساداتِ مارہرہ مطہَّرہ** (موجودہ ضلع ایٹہ، صوبہ اتر پردیش، انڈیا)

**اور ساداتِ مَسَوْلی شریف** (اَوَدھ۔ موجودہ ضلع بارہ بنکی۔ یوپی) کے **مورثِ اعلیٰ**

حضرت سید محمد، ملقّب، بہ "اَلدَّعْوَۃُ الصُّغْریٰ" معروف بہ، **سید محمد صُغریٰ، بِلگرامی** (بِلگرام، اَوَدھ۔ موجودہ، ضلع ہردوئی۔ اتر پردیش) ہیں۔

آپ کی نسبتِ بیعت و اِرادت، قُطبُ الاقطاب، حضرت **خواجہ قطبُ الدِّین بختیار کاکی چشتی، دہلوی** سے ہے۔ اور اِجازت وخلافت بھی، آپ ہی سے، حاصل ہے۔

**سلطان، شمسُ الدین اُلتمش** (تختِ نشینی ۶۰۷ھ۔ وصال شعبان ۶۳۳ھ) کے عہد میں حضرت سید محمد صُغریٰ نے ۶۱۴ھ میں، بِلگرام (سابق نام: سری نگر) فتح کر کے، وہیں، اِقامت فرمائی۔

جس کی تاریخ "**خداداد**" سے، برآمد ہوتی ہے۔

حضرت **سید محمد صُغریٰ، بِلگرامی** (وصال شعبان ۶۴۵ھ۔ در بِلگرام شریف)

**صاحبِ حال وقال بھی تھے، اور صاحبِ سَیف وسناں بھی تھے۔**

آپ ہی کی ذُرِّیَّتِ طاہرہ میں، قُطبِ فَلکِ ولایت، مرکزِ دائرۂ ہدایت، حضرت میر **سید عبدالواحِد، بِلگرامی** (وصال رمضان ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) مؤلِّفِ "**سَبعِ سَنَابِل**" ہیں۔

آپ کی نسبتِ بیعت و اِرادت، حضرت مخدوم شاہ صفی الدِّین عبد الصَّمَد، سائی پوری معروف بہ، مخدوم شاہ صفی، صفی پور شریف (وصال محرم ۹۴۳ھ۔ صفی پور۔ اَودھ۔ موجودہ ضلع اُنّاوَ۔ اتر پردیش)

خلیفۂ حضرت مخدوم، سعدُ الدِّین، خیرآبادی (وصال ۹۲۲ھ۔ خیرآباد۔ اَوَدھ۔ موجودہ ضلع سیتاپور۔ اتر پردیش) خلیفۂ اَرشد، حضرت شاہ محمد، مینا لکھنوی (وصال ۸۸۴ھ) سے اور اجازت و خلافت، حضرت مخدوم، شیخ حسین (سکندرآبادی۔ وصال ۹۷۸ھ) خلیفۂ شیخ صفیُ الدِّین عبدالصَّمَد، عُرف، مخدوم شاہ صفی (وصال محرم ۹۴۳ھ) سے ہے۔

حضرت سید غلام علی، آزاد بِلگرامی (ولادت صفر، ۱۱۱۶ھ بِلگرام۔ وصال ذوالقعدہ ۱۲۰۰ھ خلدآباد، دَکن) نے، حضرت میر سید عبدالواحِد، بِلگرامی (وصال رمضان ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء۔ بِلگرام)

کی مشہورِ اَنام ومقبولِ خاص وعام کتابِ مُستطاب ''سَبعِ سَنابِل شریف'' کی مقبولیت کا ایک ایمان افروز واقعہ، تحریر کیا ہے کہ:

رمضانُ المبارک ۱۱۳۵ھ میں، حضرت **شاہ کلیمُ اللہ، چشتی، جہان آبادی** کی مَیں نے، جہان آباد (دہلی) میں، زیارت کی۔ گفتگو کے دَوران، میر عبدالواحِد کا ذکر، نکل آیا۔

شاہ کلیمُ اللہ، جہان آبادی نے دیر تک، آپ کے فضائل ومناقب، بیان کیے اور اپنا، یہ واقعہ سنایا کہ:

مدینہ طیبہ میں، ایک بار، بسترِ خواب پر لیٹا ہوا بحالتِ ہوش وحواس، دیکھتا ہوں کہ:

میں، اور **سید صِبغَۃُ اللہ بروجی** (بھڑوجی، گجراتی) ایک ساتھ، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس مجلسِ مبارک میں، صحابۂ کرام اور اَولیاے عِظام، آپ کے گرد، جمع ہیں۔

انھیں حاضرین میں سے، ایک صاحب کے ساتھ، حضورِ اَکرم **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم** کمالِ اِلتفات سے مسکراتے ہوئے شیریں لب ولہجے میں، کچھ، ارشاد فرما رہے ہیں۔

اِختتامِ مجلس کے بعد، میں نے، **سید صِبغَۃُ اللہ** سے پوچھا کہ:

یہ کون صاحب ہیں، جن پر حضورِ اَکرم **صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم** کی، یہ خصوصی توجہ اور کرم فرمائی ہے؟

**سید صِبغَۃُ اللہ بروجی** (بھڑوچی، گجراتی) نے فرمایا:

**یہ، میر سید عبدالواحِد، بلگرامی ہیں۔**

**اور اِس اِعزاز واِکرام کا سبب، یہ ہے کہ:**

آپ کی تالیفِ مُنیف، **سَبعِ سَنابِل** '' بارگاہِ رسالت میں، شرفِ قبول سے سرفراز ہو چکی ہے۔'' (ملخصاً۔ ازمَآثِرُ الکِرام۔ مؤلَّفہ سید غلام علی، آزاد بلگرامی)

**حضرت میر سید عبدالواحِد، بلگرامی کے فرزندِ جلیل ہیں:**

حضرت میر **سید عبدالجلیل، بلگرامی**، مارہروی (ولادت ۲۰ / رجب ۹۷۲ھ / ۱۵۶۵ء۔ بِلگرام۔ وصال ۸ / صفر ۱۰۵۷ھ / ۱۶۴۷ء۔ مارہرہ مطہَّرہ)

میر سید عبدالجلیل، حالتِ جَذب میں، سالہا سال تک، جنگل وبیابان میں گھومتے پھرتے ۱۰۱۷ھ میں، مارہرہ پہنچے کہ، **غیب سے آپ کو، یہاں کی ولایت، عطا ہوئی تھی۔**

حضرت میر سید عبدالجلیل، بلگرامی (وصال صفر ۱۰۵۷ھ / ۱۶۴۷ء۔ مارہرہ مطہَّرہ) کے

**فرزند وخلفُ الصِّدق**

حضرت **سید شاہ اُوَیس، بلگرامی** (وصال ۲۰ / رجب ۱۰۹۷ھ / ۱۶۸۶ء۔ مدفون بلگرام) ہیں۔

حضرت سید شاہ اُویس، بِلگرامی کی ذُرِّیَّتِ طاہرہ، سرزمینِ مارہرہ میں، مستقل طور سے قیام پذیر ہوئی اور جلیلُ القَدر اَولیا و اَقطاب کے وجودِ مَسعود سے، یہ مقدس سرزمین، شرف یاب ہوئی۔

**اور پھر، یہ مارہرہ مطہَّرہ، سارے خطّۂ ہند میں، فیض بار، مُشک بار ہوا۔**

تاجُ العلما، سید شاہ اولادِ رسول، محمد میاں، مارہروی (وصال ۱۳۷۵ھ)

حضرت سید اُوَیس بِلگرامی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کے تذکرہ میں، تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت، اپنے وقت میں، مَرجعِ اَنام تھے۔ خُدَّام و مُتوسِّلین کا دائرہ، بہت وسیع تھا۔

مارہرہ اور اس کے اَطراف و جوانب کے بہت سے عَمائِد و شُرَ فا، عوام و خواص حضرت کے زُمرَ ۂ متوسِّلین میں، شامل اور ایک عالَم، سِلکِ غلامی و بیعت میں، داخل تھا۔''

اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۵۲۳۔ اَصَحُّ التَّوَارِیخ، حصہ دوم۔

مؤلّفہ تاجُ العلما، سید محمد میاں، مارہروی۔ برکاتی پبلشرز۔ کراچی۔ فروری ۱۹۸۸ء)

اِسی شجرۂ طُوبیٰ کی ایک شاخِ ثمر بار، صاحبُ البرکات، حضرت **سید شاہ برکتُ اللہ، قادری** (بن سید اُویس بن سید عبد الجلیل بن سید میر عبد الواحِد، بِلگرامی) کی شکل میں، نمودار ہوئی۔

جس کے سایۂ رحمت و برکت میں ''**قادری برکاتی کارواں**'' متحدہ ہندوستان کے طُول وعَرض کو، اپنی برکت و نعمت سے نہال و مالا مال کرتا ہُوا، ہر خطۂ ہند و پاک میں **اب تک، اپنی ''سُنِّیت و حنفیت و قادریت'' کا، پرچم لہراتا چلا آرہا ہے۔**

مولانا طفیل احمد، متولی صدیقی، قادری، برکاتی، نوری، بدایونی (متوفی ۱۹۴۴ء) لکھتے ہیں:

''**مَآثِرُ الکِرَام تارِیخِ بِلگرام**'' میں، درج ہے کہ:

حضرت صاحبُ البرکات قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، اپنے والدِ بزرگوار سے، تمام علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کی اور شرفِ بیعت بھی والدِ بزرگوار سے حاصل کیا اور مثالِ خلافت پائی۔

حضرت کے والدِ ماجد نے، آپ کو، تمام سَلاسِلِ خاندانی میں، بیعت لینے کی اجازت، عطا فرمائی تھی۔

اس کے بعد، **صاحبُ البرکات قُدِّسَ سِرُّہٗ** نے، حضرت **سید مُزَّمِّل بن سید عبد النَّبی بن سید طیب بن سید عبد الواحِد بلگرامی قُدِّسَ سِرُّہٗ** سے بھی، مثالِ خلافت، حاصل کی۔

اس کے بعد، کچھ تعلیمِ روحانی، **سید غلام مصطفیٰ فیروز**، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے پائی اور بعدہٗ، حضرت سید العَارِفین، **میر شاہ لطفُ اللہ، عُرف شاہ لَدَّھا صاحب**، احمدی، قادری **بِلگرامی قُدِّسَ سِرُّہٗ** سے، خاندانِ قادریہ کی خلافت، حاصل کی۔

اور، اِن بزرگوں کی، سالہا سال، خدمت کر کے، تمام مقاماتِ سلوک کو، طے کیا۔

لیکن، اِس قدر فیوض و برکاتِ دینی و دنیاوی، حاصل کرنے پر بھی، آپ کی سَیری، نہ ہوئی اور دارُ الوِلایۃ، کالپی میں پہنچ کر، مخدوم زادۂ عالی جناب، حضرت سید شاہ **فضلُ اللہ** صاحب بن **حضرت سید احمد صاحب، قادری، کالپوی** کی قدم بوسی، حاصل کی اوران کی خدمت میں، اِلتماس کیا کہ:

حضور بھی، تبرکاً، مثالِ خلافت اور اِجازت، بیعتِ سلاسلِ خَمسہ کی، مرحمت فرما دیں۔"

اُس وقت، حضرت مخدوم زادہ (سید شاہ فضلُ اللہ، قادری) صاحب نے کمالِ مہربانی وشفقت اور عنایت کے ساتھ، مثالِ خلافت، سلاسِلِ خَمسہ کی، عطا فرمائی۔

"**آئینِ احمدی**" میں، لکھا ہے کہ:

**جس وقت، حضرت پیر برکات صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ، کالپی شریف پہنچے حضرت مخدوم زادہ، سیدنا شاہ فضلُ اللہ صاحب، قادری قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، اُٹھ کر معانقہ کیا۔**

**اور اپنے کلیجے سے لپٹا کر، تین مرتبہ فرمایا: دریا، بہ دریا پیوست۔**

**حضرت کے اِس کلمے نے، جس قدر مقامات، حضرت صاحبُ البرکات قُدِّسَ سِرُّہٗ کو طے کرا دیے، اس کی نسبت، حضرت صاحبُ البرکات کا، خود، مقولہ ہے کہ:**

**"مَیں، اس کا بیان، نہیں کر سکتا۔"**

**پھر، حضرت مخدوم زادۂ والا تبار (حضرت سید شاہ فضلُ اللہ، کالپوی) نے حضرت پیر برکات صاحب کو، بڑے اِعزاز و اِکرام کے ساتھ، رخصت کیا۔**

**حضرت مخدوم زادہ، سید شاہ فضلُ اللہ صاحب، بیٹے، حضرت سید احمد کے اور حضرت سید محمد، کالپوی کے پوتے ہیں۔**

**مزار، ہر سہ حضرات کے، کالپی شریف میں ہیں۔ جو، ضلع جالون کا ایک حصہ ہے۔"**

(ص ۳۲ و ص ۳۳۔ "برکاتِ مارہرہ" مؤلَّفہ: مولانا طفیل احمد، متولی، صدیقی، بدایونی۔ طبعِ جدید تاجُ الفحُول اکیڈمی، بدایوں۔ ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول مطبع نولکشور، لکھنؤ۔ ۱۹۱۳ء)

حضرت صاحبُ البرکات، مارہروی (ولادت ۱۰۷۰ھ/ ۶۰۔ ۱۶۵۹ء۔ بِلگرام۔ وصال عاشورۂ محرمُ الحرام ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء۔ مارہرہ مطہَّرہ) نے

**بِلگرام شریف میں، تمام مقاماتِ سلوک طے کیے۔ اور ۱۱۱۱ھ/ ۱۷۰۰ء میں مارہرہ شریف، تشریف لا کر**

جدِّ بزرگوار، حضرت سید شاہ عبد الجلیل، بلگرامی کی درگاہ میں، مقیم ہوئے۔

**''ایک دن، حضرت صاحبُ البرکات قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، چشمِ سر سے، زیارت حضور، رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم اور حضرت غوثِ پاک قُدِّسَ سِرُّہٗ کی، کی۔**

**انھوں نے، وہ جگہ، دکھلائی، جہاں، اب، درگاہِ برکاتیہ، موجود ہے اور ارشاد فرمایا کہ:**

**''تم، اِس جگہ، مستقل سکونت، اختیار کرو۔''** (ص ۳۵۔ ''برکاتِ مارہرہ'')

''رفتہ رفتہ، حضرت (صاحبُ البرکات) نے، اپنے اہل وعیال کو بھی............ بلگرام سے بلا لیا۔ حضرت کو، وہاں، مقیم دیکھ کر اور حضرت کے جِوار کو، موجبِ برکت، خیال کر کے پھر، دوسرے عقیدت مندوں نے بھی، اس جگہ مکان بنانا اور سکونت، اِختیار کرنا، شروع کی۔

۱۱۱۸ھ/۰۷۔۱۷۰۶ء میں، حضرت کی خانقاہ کے اِردگرد، ایک خاصی بستی، نظر آنے لگی۔''

(ص ۳۶۔ ''برکاتِ مارہرہ''۔ مطبوعہ تاج الفُحُول اکیڈمی، بدایوں۔ ۲۰۱۳ء)

**''فَصُّ الْکَلِمَات''، میں، درج ہے کہ:**

**ایک رات، حضرت صاحبُ البرکات قُدِّسَ سِرُّہٗ کو**
**چشمِ سر سے حضور غوثِ پاک کی زیارت، نصیب ہوئی۔**
**اُس وقت، حضور محبوبِ سبحانی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے**
**حضرت پیر برکات صاحب کو بشارت دی کہ:**
**''تم، پُشتہا پُشت کے لئے، مارہرہ کے قُطب کیے گئے۔''**
**''جلد، اپنے کسی مُرید کو، کلیر شریف، روانہ کرو۔**
**تاکہ تم کو، اس ولایت اور قطبیت کی سند مع خلعتِ سرفرازی کے، دی جائے۔'' الخ**

(ص ۳۶۔ ''برکاتِ مارہرہ''۔ مطبوعہ، تاج الفحول اکیڈمی۔ بدایوں)

''اِس واقعہ کے بعد، حضرت پیر برکات صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے، شاہ محمد وَاصل، یا شاہ محمد رہبر، یا دونوں حضرات کو، بایمائے حضرت غوث پاک، کلیر شریف کو، روانہ کیا اور ہدایت کر دی کہ:

**''اگر، اِس سفر میں، تم کو، کوئی صاحب، تحفہ دیں تو، لیتے آنا۔''**

**غرض کہ، وہ صاحب، جو، مامور کیے گئے تھے، کلیر شریف کو، روانہ ہوئے۔**

**اَثنائے راہ، واپسی میں، ایک بزرگ درویش، ایک کھیت میں، نمودار ہوئے اور ان سے مُلاقی ہو کر، دریافت کیا کہ:**

''کیا،تم، پیر برکات، مارہروی کے مُرید ہو؟ اور مارہرہ جاتے ہو؟''

انھوں نے کہا: ہاں!

تب، اُن درویش صاحب نے، سات دانے، جن میں، بعض عَقِیق کے، بعض شیشے کے بعض لکڑی کے تھے۔ اور ایک دستار، گزی کی، ان کو، عطا فرمائی اور فرمایا:

اپنے پیر کو، ہمارا سلام پہنچا کر، یہ تحائف، ان کی خدمت میں، پیش کر دینا اور کہہ دینا:

''برکات، مارہرہ والا، یہی پیام، یہی رسالہ۔''

یہ فرما کر، غائب ہو گئے۔

جب، وہ دونوں حضرات، مارہرہ پہنچے اور یہ پیام اور وہ تحائف، حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں،، پیش کیے۔ آپ نے، اس نعمت کے ملنے پر، بے حد خوشی فرمائی اور فرمایا کہ:

جن بزرگ کی معرفت، حضرت غوثِ پاک قُدِّسَ سِرُّہٗ نے یہ تحائف، مجھ کو، عطا فرمائے، وہ، حضرت بوعلی شاہ قلندر تھے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ: یہ سات (۷) دانے، جو، عنایت ہوئے ہیں یہ رَمْز ہے، اِس کا کہ:

میری اولاد میں، سات (۷) پُشت تک، بڑے بڑے صاحبِ نسبت اور صاحبِ تصرُّف اور صاحبِ باطن، پیدا ہوں گے۔''

سو، بِفَضْلِہٖ تعالیٰ، حضرت کے فرمانے کے بموجب ہوا۔ اور آئندہ ہوگا۔'' الخ۔

(ص ۳۶ و ص ۳۷۔ ''برکاتِ مارہرہ'' مؤلَّفہ: مولانا طفیل احمد، متولی صدیقی، بدایونی۔ طبعِ جدید تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول مطبع نولکشور، لکھنؤ۔ ۱۹۱۳ء)

صاحبُ البرکات، حضرت سید شاہ برکتُ اللّٰہ، قادری، مارہروی (وصال عاشورۂ محرمُ الحرام ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء۔ مارہرہ مطہَّرہ) کے فرزند و خَلَفُ الصِّدق، حضرت سید شاہ آلِ محمد، قادری برکاتی مارہروی (ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء۔ بلگرام۔ وصال ۱۵/رمضان ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۱ء۔ مارہرہ مطہَّرہ)

اور، سید شاہ آلِ محمد، مارہروی کے فرزند و خَلَفُ الصَّدق، حضرت سید شاہ حمزہ، عینؔی، مارہروی (ولادت ۱۴/ربیعُ الآخر ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء۔ مارہرہ مطہَّرہ۔ وصال ۱۴/محرمُ الحرام ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء۔ مارہرہ مطہَّرہ) ہیں۔

شمسُ العَارِفین، ابوالفَضْل، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری برکاتی، مارہروی (ولادت

۱۸؍رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ؍۱۷۴۷ء۔ مارہرہ مطہَّرہ۔وصال ۱۷؍ربیعُ الاوّل ۱۲۳۵ھ؍جنوری ۱۸۲۰ء۔مارہرہ مطہَّرہ) حضرت سید شاہ حمزہ، عینؔی، مارہروی کے فرزند وخَلفُ الصِّدق ہیں۔

شمسِ مارہرہ، **حضرت اچھے میاں، مارہروی** اور آپ کے برادرزادہ، خاتمُ الاکابِر، **سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی** (وصال ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ؍دسمبر ۱۸۷۹ء)، فرزندِ حضرت **سید شاہ آلِ برکات، سُتھرے میاں**، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ۱۲۵۱ھ؍۱۸۳۶ء)

اور خاتمُ الاکابِر مارہروی کے اِبنُ الابن (پوتے) نورُالعارفین، **سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری مارہروی** (وصال رجب ۱۳۲۴ھ۔مارہرہ) فرزندِ **حضرت سید شاہ ظہور حَسَن، مارہروی** (وصال ۲۶؍جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۶۶ھ۔کاٹھیاواڑ، گجرات۔فرزندِ اکبر، حضرت خاتمُ الاکابِر مارہروی) کے دَور میں

**سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ، کو، عُلما و فُضلا اور خواص عوام کے درمیان**

**بے پناہ عزت ومقبولیت وشہرت کے ساتھ، اسے کافی، فروغ، حاصل ہوا۔**

**مُدَّتِ مدید سے سرزمینِ شمالی ہند کے دو خوش نصیب شہر، بدایوں اور بریلی**

**سلسلۂ عالیہ، قادریہ برکاتیہ، مارہرہ کے ''وکیلِ قادریت'' کی حیثیت سے**

**ملک وبیرونِ ملک نہایت وسیع پیمانے پر، قادری برکاتی فیضان، تقسیم کررہے ہیں۔**

**اور سَوادِاعظم اہلِ سنّت وجماعت کو، اِس سلسلۃُ الذَّھَب سے وابستہ ومنسلک کرکے**

**دارَین کی سعادت وفلاح سے، اُنھیں، بَہرہ وَر اور فائزُالمَرام، فرمارہے ہیں۔**

**متحدہ ہندوستان کے عظیم وقدیم، قادری مرکزِ روحانیت، خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہَّرہ (ضلع ایٹہ، اترپردیش) سے، شہرِ بدایوں کا رشتہ، صدیوں، پُرانا ہے۔**

**خانوادۂ عثمانیہ، بدایوں کے عظیمُ المرتبت عالم**

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی، عثمانی، بدایونی (وصال، رمضان ۱۲۰۹ھ؍اپریل ۱۷۹۵ء)

فرزندِ جلیل، حضرت مفتی درویش محمد، عثمانی، بدایونی (وصال، محرمُ الحرام ۱۱۸۳ھ؍مئی ۱۷۶۹ء)

ایک عارف بِاللہ، حضرت مولانا سید محمد سعید، جعفری، بدایونی (وصال، جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۶۲ھ؍اپریل ۱۷۵۰ء) **سے نسبتِ بیعت وارادت رکھتے تھے۔**

**اور ان سے روحانی فیوض وبرکات، حاصل کیا کرتے تھے۔**

مفتی عبدالغنی، عثمانی، بدایونی کے تذکرہ میں مولانا محمد یعقوب حسین، ضیاءُالقادری، بدایونی (متولد، رجب ۱۳۰۰ھ؍جون ۱۸۸۳ء۔ بدایوں۔متوفی، جمادیٰ الآخرہ ۱۳۹۰ھ؍اگست ۱۹۷۰ء۔

کراچی) لکھتے ہیں:

''غرض، آپ کی باطنی نسبت، نہایت زبردست تھی۔ حضرت اچھے میاں صاحب، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو، اپنے پیر کے وصال کے بعد، اپنا مقتدا سمجھتے تھے۔ اور اکثر، حاضرِ خدمت ہوا کرتے تھے۔''

(ص ۵۵۔ **اَکْمَلُ التَّارِیخ**، حصہ اول۔ طبعِ جدید، رمضان ۱۴۳۴ھ/جولائی ۲۰۱۳ء۔ تاج الفحول اکیڈمی بدایوں۔ طبعِ اول، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ/مارچ ۱۹۱۶ء۔ بدایوں)

''شمسِ مارہرہ، ابوالفضل، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ربیع الاوّل ۱۲۳۵ھ/جنوری ۱۸۲۰ء) کے تعارُف (در ''مدائحِ حضورِ نور''۔ ۱۳۳۳ھ۔ معروف، بہ ''تذکرۂ نوری'') میں

مولانا غلام شبَّر، صدیقی، قادری، برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء) لکھتے ہیں:

**''عام مخلوق پر نظرِ مہربانی و کرم تھی۔ لیکن، خُدّام و مُریدین**
**پھر، ان میں خُدَّام سُکنائے بدایوں پر، نوازشِ خاص تھی۔**
**ارشاد فرماتے: بدایوں، ہماری جاگیر ہے۔ یہ حضورِ غوثیت سے ہم کو، عطا ہوا ہے۔''**
**خُدَّام میں بھی، سُکنائے بدایوں، ایک اِمتیازی شان رکھتے تھے۔**
**خُلَفا میں بھی، سرخیلِ جماعت، حضراتِ بدایوں تھے۔''**

(ص ۸۹۔ ''تذکرۂ نوری''۔ مؤلّفہ: مولانا غلام شبَّر، صدیقی، بدایونی۔ طبعِ جدید، رجب ۱۴۳۴ھ/مئی ۲۰۱۳ء۔ از تاج الفُحول اکیڈمی، بدایوں۔ تالیفِ کتاب، در ۳۴۔ ۱۳۳۳ھ۔ طبعِ اول، امیرُ الاقبال پریس، بدایوں)

شمسِ مارہرہ، **حضرت اچھے میاں، قادری، برکاتی، مارہروی** کے مشہور خُلفائے بدایوں میں مندرجہ ذیل حضرات کے نام، نمایاں ہیں:

مولانا شاہ عبدالحمید، عثمانی، بدایونی، مولانا شاہ عینُ الحق، عبدالمجید، عثمانی، بدایونی، مولانا شاہ ریاضُ الدّین، سَہسوانی، بدایونی، مولانا فخر الدّین، عثمانی، بدایونی، مولانا ذِکرُ اللہ شاہ، فرشوری، بدایونی مولانا غلام جیلانی، عثمانی، بدایونی، مولانا ابوالحسن، عثمانی، بدایونی ثُمَّ بریلوی، مولانا حبیبُ اللہ، عباسی بدایونی، مولانا محمد بہاءُ الحق، عباسی، بدایونی، شاہ غلام غوث، بدایونی، میاں حبیبُ اللہ شاہ، بدایونی مولانا محمد نظامُ الدّین، عباسی، بدایونی، مولانا شاہ سلامتُ اللہ، صدیقی، کشفی، بدایونی، مولانا محمد افضل، صدیقی، بدایونی، مولانا محمد اعظم، سَہسوانی، بدایونی، میاں جی عبدالملک، انصاری، بدایونی

قاضی ظہیرُ الدّین ،صدیقی ،بدایونی، مولانا عبد العلی ،فرشوری ، بدایونی،میاں جی شہابُ الدّین ککرالوی، بدایونی،مولانا عبادتُ اللہ،صدیقی ، بدایونی،شیخ بارک اللہ،صدیقی ، بدایونی،مولانا منشی ذوالفقار الدّین ، بدایونی، شیخ مُبارزُ الدّین ، بدایونی، قاضی محمد عبدُ السلام ،عباسی ، بدایونی، قاضی امام بخش،صدیقی ، بدایونی،میاں عبداللہ،صحرائی ، بدایونی،مولانا نصیرالدّین،عثمانی، بدایونی۔وغیرھُم

**رِضوَانُ اللہِ تعَالیٰ عَلَیہِم اَجمَعِین۔**

(انتخاب۔ازص ۹۷ تاص ۹۹۔''**تذکرۂ نوری**''۔مؤلّفہ: غلام شبّر،صدیقی،قادری، برکاتی، بدایونی۔ طبعِ جدید۔رجب۱۴۳۴ھ/مئی ۲۰۱۳ء۔تاجُ الفحول اکیڈمی۔بدایوں)

خلیفۂ سوم،**حضرت عثمان غنی**، **رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنہُ** کی ذُرِّیّتِ طاہرہ کے ایک فردِ فرید حضرت **قاضی، دَانیال قطرِی** نے سلطان، **شمسُ الدّین اَلتمش** (تخت نشینی ۶۰۷ ھ۔وصال شعبان ۶۳۳ ھ) کی دعوت و اِلتماس پر، **بدایوں کے قاضی کا منصب، سنبھالا۔**

حضرت **قاضی، دانیال قطری** کی نسبتِ بیعت و اِرادات

حضرت خواجہ **عثمان ہَر ونی**،مُر شدِ حضرت **خواجہ معینُ الدّین، چشتی، اجمیری رَضِیَ اللہُ تعَالیٰ عَنہُم اَجمَعِین** سے تھی۔

**خانوادۂ عثمانیہ، قادریہ، بدایوں** کا نسبی رشتہ و تعلق،حضرت **دانیال قطری** سے ہی ہے۔

سرمَستِ بادۂ توحید، حضرت مولانا عبدالحمید، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (ولادت جمادیٰ الاولیٰ ۱۱۵۲ھ/اگست ۱۷۳۹ء۔ وصال دوشنبہ،۱۷/جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۳۳ھ/ مارچ ۱۸۱۸ء) (مُریدوخلیفۂ شمسِ مارہرہ، حضرت اچھے میاں، مارہروی) کے **فرزندِ اکبروخلفُ الصّدق**

حضرت مولانا شاہ عینُ الحق عبدالمجید، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (ولادت، رمضان ۱۱۷۷ھ/اپریل ۱۷۶۴ء۔وصال ۱۷/محرمُ الحرام ۱۲۶۳ھ/جنوری ۱۸۴۷ء)

**حضرت شمسِ مارہرہ کے سب سے چہیتے خلیفہ تھے۔**

**شمسِ مارہرہ، حضرت اچھے میاں، ماہروی کی آپ پر خصوصی توجہ اور نگاہِ کرم تھی۔**

مولانا ضیاءُ القادری، بدایونی، بحوالہ'' آثارِاحمدی'' مؤلّفہ عنایت حسین، زبیری، لکھتے ہیں:

**''وملازمِ آستانِ قُدسی گشت۔ جناب عالی، باوَے نظروعنایتِ خاص وایشاں رابہ آں جناب، نسبتِ مخصوص، بَل اَقویٰ بود۔**

چنانچہ، اکثر، جنابِ عالی، می فرمود کہ:

مولوی عبدالمجید، بمقامِ هَلْ مِنْ مَزِید است ۔ وہمچواُوتابعِ صادق و یارِ موافق نیست ۔

و بہ مفاوَضاتِ شریفہ، سرنامہٗ نامَش ''اَفضلُ العَبِیْدُ مولوی عبدالمجید''، قلمی فرمود ۔

ترجمہ: شمسِ مارہرہ کے آستانۂ قُدسی میں، حاضریِ دَوامی، حاصل کی ۔

شمسِ مارہرہ کی آپ پر، خاص نظر اور خاص عنایت تھی ۔

اور، یہ بھی نسبتِ مخصوص، بلکہ، نسبتِ قوی، رکھتے تھے ۔

چنانچہ، شمسِ مارہرہ، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

مولوی عبدالمجید، مقامِ '' هَلْ مِنْ مَزِید '' پر، ہیں ۔

اور ان جیسا، کوئی دوسرا، خادمِ صادق اور یارِ موافق، نہیں ۔

حضور شمسِ مارہرہ، اپنے مکتوبات میں '' اَفضَلُ العَبِید مولوی عبدُالمَجید ''

لکھ کر، آپ کو، مخاطَب فرماتے تھے ۔''

(ص ۹۸ و ص ۹۹ ۔ اَکملُ التاریخ، حصہ اول ۔ مؤلّفہ: مولانا ضیاءُالقادری، بدایونی ۔ طبعِ جدید تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں ۔ رمضان ۱۴۳۴ھ/ جولائی ۲۰۱۳ء ۔ طبعِ اول، جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۴ھ/ مارچ ۱۹۱۶ء)

'' آپ کا ظاہری و باطنی کیف و سرور، دیکھ دیکھ کر

حضورِ اَقدس، حضرت اچھے میاں ارشاد فرماتے کہ:

'' درویش، باید کہ ظاہرش، چوں ابی حنیفہ باشد و باطنش، چوں منصور ۔

واِیں معنی، بجز مولوی عبدالمجید، دردیگرے، نہ دیدہ اَم ۔

ترجمہ: درویش کو چاہیے کہ، اُس کا ظاہر، امام ابوحنیفہ کی طرح ہو اور باطن میں منصور کی طرح ۔

اور، یہ بات، میں نے سِوَاے مولوی عبدالمجید کے، کسی دوسرے میں، نہیں دیکھی ۔''

(ص ۹۹ ۔ اَکملُ التاریخ، حصہ اول ۔ مؤلّفہ مولانا ضیاءُالقادری، بدایونی)

'' اکثر مریدانِ بااِختصاص اور خُلَفاے خاص کے درمیان، ارشاد فرماتے کہ:

'' اگر، روزِ قیامت، خداوندِ کریم کی جناب سے، سوال کیا گیا کہ:

ہماری بارگاہ کے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟

تو، مولوی عبدالمجید کو پیش کردوں گا ۔''

(ص ۹۹۔ **اَکملُ التاریخ**، حصہ اول۔ مؤلّفہ مولانا ضیاءُ القادری، بدایونی۔ طبعِ جدید رمضان ۱۴۳۴ھ/ جولائی ۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول، جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۴ھ/ مارچ ۱۹۱۶ء)

خاتمُ الاکابِر، حضرت سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال، ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/ دسمبر ۱۸۷۹ء) نے، **اپنے دونوں صاحب زادگان**

حضرت سید شاہ ظہورِ حَسَن، مارہروی (وصال ۲۶/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۲۲۶ھ/ اپریل ۱۸۵۰ء۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات)

اور حضرت سید شاہ ظہور حسین، مارہروی (وصال ۱۷/ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ/ ستمبر ۱۸۹۵ء) کو

**حضرت شاہ عینُ الحق عبدالمجید، عثمانی، بدایونی سے اجازت و خلافت دِلائی تھی۔**

چنانچہ، مولانا غلام شبّر، صدیقی، قادری، برکاتی، بدایونی لکھتے ہیں:

''آپ کے خَلَفِ اکبر، حضرت **سید شاہ ظہور حَسَن**، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے جب، سلوک، ختم فرمالیا، آپ نے حکم دیا کہ:

**تمھارے گھر کی بڑی دولت، مولانا عبدالمجید صاحب، بدایونی (رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ) کے پاس ہے۔ جاؤ! اُن سے اپنا حصہ لاؤ۔''**

**اور، بدایوں کو، روانہ فرمایا۔''**

(ص ۱۰۸۔ ''**تذکرۂ نوری**''۔ مطبوعہ تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء)

''چھوٹے صاحب زادے، حضرت **سید ظہور حسین، چھٹُّو میاں**، رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے تھے کہ:

''ایک روز، مَیں، حضور والدِ ماجد (خاتم الاکابر مارہروی) کی خِدمت میں، حاضر ہوں۔ **ارشاد فرمایا کہ:**

**''ہمارا دل چاہتا تھا کہ:**

**تم کو، بھائی عبدالمجید صاحب سے بھی، اجازت لکھادیتے۔**

**وہ، اِس گھر کے، بڑے خزینہ دار ہیں۔''**

(ص ۱۰۹۔ **تذکرۂ نوری**۔ مطبوعہ بدایوں۔ طبعِ جدید ۱۴۳۴ھ۔ طبعِ اول ۱۳۳۴ھ)

**خانوادۂ عثمانیہ، قادریہ، بدایوں کے شہرۂ آفاق اور جلیلُ القدر عالم**

سَیفُ اللہِ الْمَسلُول، علاّمہ فضلِ رسول، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (ولادت۔ ماہِ صفر ۱۲۱۳ھ۔ وصال ربیع الاول ۱۲۸۹ھ/مئی ۱۸۷۲ء) ہیں۔

جن کے بارے میں، مولانا محمد رضیُّ الدّین، بسمؔل صدیقی، بدایونی (متوفی ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) لکھتے ہیں:

مِنْ جُملہ، آپ کی تصنیفات کے، ''اَلْمُعْتَقَدُ الْمُنْتَقَد'' بزبانِ عربی، علمِ کلام میں، اور کتابُ الصَّلوٰۃ، بزبانِ عربی، علمِ فقہ میں، اور ملخَّص شرحِ امام نووی، بزبانِ عربی، علمِ حدیث میں اور شرحِ فُصُوصُ الحِکَم، بزبانِ عربی، علمِ تصوف میں

اور حاشیۂ میرزاہد رسالہ اور حاشیۂ میرزاہد مُلّا جلال، وغیرہ، بے نظیر ہیں۔

**بِالخُصوص، رَدِّ وہابیہ میں جس قدر بلیغ کوشش**

**بہ حکمِ حضراتِ اَولیاے کرام، آپ نے فرمائی، وہ، مخفی نہیں ہے۔**

**چنانچہ، جب، آپ، بمقام دہلی، روضۂ حضرت خواجۂ خواجگان، خواجہ قطبُ الدّین بختیار کاکی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ میں، مزارِ مبارک پر، مُراقِب تھے، عینِ مُراقبہ میں، آپ نے دیکھا کہ:**

**حضور جناب خواجہ صاحب، رونق افروز ہیں اور دونوں دستِ مبارک پر**

**اِس قدر کتب کا اَنبار ہے کہ، آسمان کی طرف، حدِّ نظر تک، کتاب پر کتاب، نظر آتی ہے۔**

**آپ نے، عرض کیا کہ:**

**اِس قدر تکلیف، حضور نے کس لئے گوارا فرمائی ہے؟**

**ارشادِ مبارک ہوا کہ:**

**تم، یہ بار، اپنے ذِمّہ لے کر، شیاطین وہابیہ کا، قلع قمع کرو۔''**

**بہ مجرَّد، اِس ارشاد کے، آپ نے مُراقبے سے سر اٹھایا اور تعمیلِ ارشادِ والاضروری خیال فرما کر اُسی ہفتے میں، کتابِ مُستطاب ''بَوَارِقِ محمدیہ'' تالیف فرمائی۔**

اِس کے علاوہ کتاب، اِحْقَاقُ الْحَق وَ اِبْطَالُ الْبَاطِل، تَصْحِیحُ الْمَسَائِل وتَلْخِیصُ الْحَق، وغیرہ کتب ورسائل، اردو، فارسی اور عربی میں، بہ کثرت، مشہور ومعروف ہیں۔

(ص ۲۷۵ وص ۲۷۶۔ ''**تذکرۂ الواصلین**'' مؤلّفہ: محمد رضیُّ الدّین، بسمؔل، بدایونی۔ طبعِ جدید، تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ محرم ۱۴۳۷ھ/اکتوبر ۲۰۱۵ء)

حضرت سَیفُ اللہِ المَسلُول، علاّمہ فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی

اپنے والدِ ماجد، حضرت مولانا شاہ عینُ الحق عبد المجید، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (وصال محرمُ الحرام ۱۲۶۳ھ/جنوری ۱۸۴۷ء) کے مُرید وخلیفہ ہیں۔

اور محبِّ رسول، تاجُ الفُحول، مولانا شاہ عبد القادر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (ولادت ۱۷/رجب ۱۲۵۳ھ/اکتوبر ۱۸۳۷ء۔ وصال جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۱۹ھ/ستمبر ۱۹۰۱ء)

**اپنے والد ماجد، حضرت سَیفُ اللہِ المَسلُول، بدایونی کے مُرید وخلیفہ ہیں۔**

**عام طور سے، ایسا ہوتا کہ:**

شہزادِگانِ مارہرہ مطہَّرہ، خانوادۂ عثمانیہ، بدایوں کے مدرسہ قادریہ میں تعلیم، حاصل کر کے **علومِ ظاہری سے آراستہ ہوا کرتے تھے۔**

اور خانوادۂ عثمانیہ، بدایوں کے افراد، عموماً، مشائخِ مارہرہ مطہَّرہ کے دست گرفتہ ہوکر **سعادتِ باطنی سے، سرفراز ہوا کرتے تھے۔**

حضرت خاتمُ الاکابر، مارہروی نے، ابتدائی اور متوسِّط تعلیم، حضرت مولانا شاہ عینُ الحق عبد المجید، عثمانی، بدایونی (وصال محرمُ الحرام ۱۲۶۳ھ/جنوری ۱۸۴۷ء)

اور حضرت مولانا شاہ سلامتُ اللہ، عثمانی، قادری، صدیقی، کشفی، بدایونی (وصال ۳/رجب ۱۲۸۱ھ/دسمبر ۱۸۶۴ء)

**خُلَفائے حضرت اچھے میاں، مارہروی سے، حاصل کی تھی۔**

**تاجُ الفحول، مولانا عبد القادر، عثمانی، قادری، بدایونی پر**

**خاتمُ الاکابر، حضرت سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی کی خاص نگاہِ کرم تھی۔**

آپ نے ایک بار، اپنے اِبنُ الِابن (پوتے) نورُ العارِفین، سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری مارہری (وصال رجب ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) سے ارشاد فرمایا:

**''برخوردار، مولوی عبد القادر، نبیرۂ مولانا عبد المجید، رَحْمَۃُ اللہ عَلَیہِمَا کا علم، تازہ ہے اور حاضر ہے۔ وہ، ہمارا، خاص گھر ہے۔ اور ہم کو، برخوردار موصوف کی دیانت وتقویٰ پر، پورا اِطمینان ہے۔ تم، مسائلِ کلام وفقہ میں، ان سے مشورہ کرلیا کرو۔''**

(ص ۱۰۹۔ تذکرۂ نوری۔ مطبوعہ تاجُ الفُحول اکیڈمی، بدایوں۔ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء)

نورُ العارِفین، حضرت نوری میاں، مارہری ارشاد فرماتے ہیں:

’’ہمارے دَور میں، سُنّیت کی شناخت، محبتِ مولانا عبدالقادر (بدایونی) رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہِ ہے۔‘‘

(ص ۲۱۳۔ تذکرۂ نوری۔ مؤلّفہ: غلام شبّر صدیقی، بدایونی۔ طبعِ جدید۔ رجب ۱۴۳۴ھ/ مئی ۲۰۱۳ء)

محبِّ رسول، تاجُ الفُحول، حضرت مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی ہی کی وہ عظیم اور بابرکت ذاتِ گرامی ہے، جس نے، خانوادۂ رضویہ، بریلی کو خاتم الاکابر، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی کی بارگاہ تک پہنچایا۔

اور خانوادۂ عثمانیہ، بدایوں کی طرح، خانوادۂ رضویہ، بریلی بھی سلسلۃُ الذّھب، سلسلۂ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ سے، منسلک و مربوط ہوگیا۔

چنانچہ، امام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی، ارشاد فرماتے ہیں:

’’میں، روتا ہوا، دوپہر کو، سوگیا۔ دیکھا کہ:

حضرت جدِّ اَمجد (حضرت مولانا مفتی رضا علی، بریلوی) رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ تشریف لائے اور ایک صندوقچی عطا فرمائی۔ اور فرمایا:

عنقریب، آنے والا ہے وہ شخص، جو، تمہارے دردِ دل کی دوا کرے گا۔‘‘

دوسرے، یا تیسرے روز، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب، رَحمَۃُ اللہ عَلَیہِ بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ، مارہرہ تشریف لے گئے۔

وہاں جاکر، شرفِ بیعت، حاصل کیا۔‘‘

(ص ۶۳۔ اَلمَلفوظ، حصہ سوم۔ رضا اکیڈمی، بمبئی)

جس کے بعد، مارہرہ شریف کے دربارِ قادریت کے، یہ دونوں خانوادے سب سے زیادہ مستند و مقرَّب، قادری نمائندے اور سلسلۂ قادریہ برکاتیہ کی وکالتِ بافیض کے، قادری وکیل بن گئے۔

’’حضرت سید شاہ اسمٰعیل حَسَن صاحب، مارہروی فرماتے ہیں کہ:

مولانا بدایونی (حضرت مولانا تاجُ الفُحول، بدایونی عَلَیہِ الرَّحمَہ) کے ہمراہ مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب، مارہرہ شریف، حاضر ہوئے تھے۔

...........فقیر کے والد ماجد، حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب اور حضرت سید شاہ ابوالحسین

احمد، نوری میاں صاحب، قُدِّسَ سِرُّھُمَا بھی، ان دِنوں، مارہرہ ہی میں، تشریف فرما تھے۔

**اسی دن، ظہر کے وقت، مولانا بدایونی**

مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا غلام قادر بیگ صاحب کو، **ہمراہ لے کر، حضرت خاتمُ الاکابر، سید شاہ آلِ رسول صاحب، قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمتِ اَقدس میں، حاضر ہوئے۔**

**فقیر کے والد ماجد، حضرت سید شاہ محمد صادق اور میاں صاحب (حضرت نوری میاں) بھی، ہمراہ گئے۔**

حضرت خاتمُ الاکابر نے مولانا نقی علی خاں صاحب، پھر، مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر، مرزا غلام قادر بیگ صاحب کو، داخلِ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ، کالپویہ، فرمایا۔

اور، اسی جلسہ میں حضرت نے اجازت وخلافتِ جملہ سلاسل واسناد وتبرکاتِ خاندانِ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو، مشرَّف فرمایا۔"

(ص ۱۲۲ و ص ۱۲۳۔ "**حیاتِ اعلیٰ حضرت**"، حصہ اول۔ مؤلّفہ: مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری، رضوی عظیم آبادی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

اِس نعمت و برکت کے حصول کا ذکر کرتے ہوئے اپنے قصیدہ، "**چراغِ اُنس**" (۱۳۱۵ھ) میں، امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ، ارشاد فرماتے ہیں:

تیری نعمت کا شکر کیا کیجیے؟ — تجھ سے کیا کیا ملا؟ محبِّ رسول
اور تو اور "شیخ" تجھ سے ملا — اِس سے بڑھ کر ہے کیا؟ محبِّ رسول
شیخ بھی کون؟ "حضرت آلِ رسول" — خاتمُ الاولیا، محبِّ رسول
اُس کے دَر تک، رسائی، تجھ سے ملی — تو ہُوا، رہنما، محبِّ رسول
مجھ پہ واجب ہے، تیرا شکرِ نِعَم — مجھ پہ واجب، دُعا، محبِّ رسول
تجھ پہ "فضلِ رسول" کا سایہ — مجھ پہ سایہ ترا، محبِّ رسول

**"بے حجابانہ دیدارِ جمال" کے ایک ایمان افروز واقعہ کے بارے میں**

مولانا سید محمد حسین سید پوری اپنی تاریخی کتاب "مَظهرُ العُلماءِ وَ تَراجمُ الکُمَلاء" (تصنیف ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء۔ نسخہ قلمی، مخزونہ کتب خانہ قادریہ، بدایوں) میں لکھتے ہیں:

**منزلِ قُرب میں، اس درجہ اِتّصال اور ذوقِ وصال ہے کہ:**

اس رویتِ بے حجابی کا تذکرہ، حضرت مولانا الحاج، احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے قصیدہ ''**چراغِ اُنس**'' (۱۳۱۵ھ) میں، اِس طرح، گوہر فشاں ہیں:

میں بھی دیکھوں، جو تونے دیکھا ہے
روزِ سَعیِ صَفا، محبِّ رسول
صَفا مَروہ پہ تونے جو دیکھا
وہ مجھے بھی دِکھا، محبِّ رسول
ہاں! یہ سچ ہے کہ یاں، وہ آنکھ، کہاں؟
آنکھ، پہلے دِلا، محبِّ رسول

ص ۱۴۵۔ مَظهرُ العُلماءِ وَ تَراجمُ الکُملاء (تصنیف ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء
مؤلّفہ مولانا سید محمد حسین،، سید پوری۔ نسخۂ قلمی۔ مخزونہ کتب خانہ قادریہ، بدایوں
(بحوالہ ص ۱۴۱۔ **تذکرۂ خانوادۂ قادریہ**۔ مرتّبہ: عبدالعلیم، قادری، مجیدی۔
طبعِ اول شوال ۱۴۳۳ھ/ دسمبر ۲۰۱۲۔ تاجُ الفحول اکیڈمی۔ بدایوں)

مولانا محمد یعقوب حسین، ضیاء القادری، بدایونی (وصال ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔ کراچی)
تذکرۂ محبِّ رسول، تاجُ الفحول، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر، قادری، برکاتی، بدایونی میں لکھتے ہیں:

''فقر و غنا کی شان، تصوف و عرفان کا رنگ، اگر چہ، صِبغَۃُ اللہ کی چوکھی رنگت میں آپ کو رنگ چکا تھا، منزلِ قُرب میں اِس درجہ اِتّصال اور ذوقِ وصال، آپ کو حاصل تھا کہ:

نظروں سے حجابات اُٹھا کر، بے پردہ جلوہ گری کا خُمار، آنکھوں میں ہر لحظہ، کیف انگیز تھا۔

اِس رویتِ بے حجابی کا تذکرہ، مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنے قصیدہ ''**چراغِ اُنس**'' کے ایک شعر میں کیا ہے۔ چنانچہ، وہ، فرماتے ہیں:

میں بھی دیکھوں جو تونے دیکھا ہے — روزِ سَعیِ صَفا، محبِّ رسول
صَفا مَروہ پہ تونے جو دیکھا — وہ، مجھے بھی دِکھا، محبِّ رسول
ہاں! یہ سچ ہے کہ یاں، وہ آنکھ کہاں — آنکھ پہلے دِلا ،محبِّ رسول

**باوجود اِس فروغِ منزلت اور اَوجِ اِتصال کے، کیا مجال ہے کہ:**

**اپنے فضل وکمال کا کچھ تذکرہ بھی، زبان تک آجاتا۔**
**یہ تو بڑی بات تھی، ایسی باتوں کا سننا بھی، ناگوارِ خاطر تھا۔**
چنانچہ، یہی قصیدہ ''چراغِ اُنس'' جب فاضلِ بریلوی نے نیازمندانہ حسنِ عقیدت کے ساتھ، لکھ کر، خدمتِ اَقدس میں پیش کیا۔
**آپ نے بکمالِ تواضع وانکسار، اپنی زندگی میں اس کی اشاعت کی**
**حضرت فاضل بریلوی کو، ممانعت فرمائی۔**
اگرچہ، مولوی قاضی عبدالوحید، مرحوم نے کسی صورت سے یہ قصیدہ، حاصل کر کے ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ میں شائع کر کے اپنی کمالِ عقیدت کا
(جو حضرت تاجُ الفحول کے ساتھ، قاضی صاحب مرحوم کو تھی) **ثبوت دے دیا۔''**
(ص ۳۳۴ و ص ۳۳۵۔ اکملُ التاریخ، حصہ دوم۔ مؤلّفہ: مولانا ضیاء القادری، بدایونی۔ مطبوعہ تاجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ رمضان ۱۴۳۴ھ/جولائی ۲۰۱۳ء۔ طبعِ اول جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۴ھ/مارچ ۱۹۱۶ء۔ بدایوں)
حضرت سید شاہ، ابوالقاسم، اسمٰعیل حَسَن، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ۱۳۴۷ھ) نے نورُ العارِفین، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری میاں کی ایک نصیحت وہدایت کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار، ارشاد فرمایا کہ:
**.........مجھ سے فرمایا کہ: بیٹا! اِس وقت، دین داری کی علامت، یہ ہے کہ:**
**جو شخص، مولانا عبدالقادر صاحب، بدایونی**
**اور مولانا احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) سے محبت رکھے، اُسے، دین دار جانو۔**
**اور جو شخص، ان دونوں سے بغض وعداوت رکھے، اُسے، سمجھ لو کہ:**
**بدمذہب ہے۔ یا۔ کسی بدمذہب کے پھیر میں، پھنسا ہوا ہے۔**
**اور جس مسئلہ میں، ان دونوں کا اتفاق ہو، اُسے، جانو کہ:**
**یہ مسئلہ، بہت ہی، محقَّق ہے۔**
**اور جس مسئلہ سے، ان دونوں کا اختلاف ہو، اُسے، جان لو کہ:**
**یہ غیر محقَّق اور غلط ہے۔''**

اور فرماتے تھے کہ: بیٹا!
ہمارا تو، اب، یہی دستورُ العمل ہے (اور فقیر کا بھی، یہی دستورُ العمل رہا) کہ:
جو مسئلہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا، اس پر فوراً، دل، مطمئن ہو گیا۔
اور ان کی تحقیق اور غور و فکر کے کثیر در کثیر واقعات و مشاہدات نے، یہ حالت کر دی تھی کہ:
جو مسئلہ، دریافت کرتا، اُس کی نسبت، لکھ دیتا کہ:
مسئلہ کا حکم، لکھ دیجیے، دلیل کی ضرورت نہیں۔''

(ص ۱۰۴۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت''، مکمل۔ مطبوعہ، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

اور امام احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:
''چودہویں صدی ہجری کے علما میں، باعتبارِ حمایتِ دین و نُصرتِ سنّت
نیز، باعتبارِ تفقُّہ، حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر، بدایونی صاحب
رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کا پایہ، اکثر معاصرین سے اَرفع تھا۔''

(ص ۳۶۶۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، مطبوعہ، سنّی دارالاشاعت، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ)

حضرت مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:
''اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سُنَّت، جس طرح، اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار تھے
اُسی طرح، رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی بھی، زندہ تصویر تھے۔
علمائے اہلِ سنّت کی عزت و قدر، ایسی کرتے تھے کہ، باید و شاید۔
خصوصاً، حضرت تاجُ الفُحول، محبِّ رسول، مولانا شاہ عبد القادر صاحب، بدایونی
قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز کی، بہت ہی عزت کرتے تھے۔''

(ص ۱۴۷۔ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت''، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

اپنے منظوم قصیدہ ''چراغِ اُنس'' (۱۳۱۵ھ) میں، امام احمد رضا، بریلوی فرماتے ہیں کہ:

آج، قائم ہے دینِ حق کی بِنا — دَم قدم سے ترے، محبِّ رسول
ٹھیک ''مِعیارِ سُنِّیت'' ہے آج — تیری حُبّ و وَلا، محبِّ رسول
سُنِّیت سے پھرا، ہُدیٰ سے پھرا — اب جو تجھ سے پھرا، محبِّ رسول
مصطفیٰ کا ہُوا، خدا کا ہُوا — اب جو تیرا ہُوا، محبِّ رسول

رِفض و تفضیل و نجدیت کا گلا　　　تیرے ہاتھوں کٹا، محبِّ رسول

ایک اِستفتا کے جواب میں، امام احمد رضا بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:

**’’ہندوستان میں، میرے زمانۂ ہوش میں، دو، بندۂ خدا تھے**

**جن پر، اصول وفروعِ عقائد وفقہ، سب میں، اِعتمادِ کُلّی کی اجازت تھی۔**

**اوّل: حضرت خاتم المُحققین، سیدُ نا الوَالِد قُدِّسَ سِرُّہٗ المَاجِد۔**

حَاشَ لِلّٰہ! نہ، اس لئے کہ، وہ، میرے والد، ووَالی، ولیِ نعمت تھے۔ بلکہ، اِس لئے کہ:

اَلْحَقُّ وَ الْحَق اَقولُ. اَلصَّدقُ وَ اللہُ یُحِبُّ الصِّد ق..............

**دوم: وَالاحضرت، تاجُ الفُحُول، محبِّ رسول، مولانا مولوی عبدالقادر صاحب**

قادری، بدایونی، قُدِّسَ سِرُّہٗ الشَّریف۔

**پچیس (۲۵) برس، فقیر کو، اِس جناب سے بھی، صحبت رہی۔**

**ان کی سی، وُسعتِ نظر وقوتِ حفظ وتحقیقِ اَنیق، ان کے بعد کسی میں، نظر نہ آئی۔**

**ان دونوں آفتاب وماہتاب کے غروب کے بعد**

**ہندوستان میں، کوئی، ایسا نظر نہیں آتا، جس کی نسبت، عرض کروں کہ:**

**آنکھیں، بند کر کے، اس کے فتویٰ پر، عمل ہو۔‘‘ الخ۔**

(ص ۱۳۰ وص ۱۳۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

ان دونوں حضرات کی محبت ویگانگت اور اِخلاص ووِدَاد کے بارے میں

حضرت سید شاہ ابوالقاسم، اسمٰعیل حَسَن، عُرف شاہ جی میاں، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ۱۳۴۷ھ) کا بیان ہے کہ:

........’’ مولانا عبدالقادر صاحب (بدایونی) اور مولانا احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) میں، جو اِخلاص ومحبت واتحاد ووِدَاد کے تعلقات تھے، دیکھنے ہی سے، تعلق رکھتے تھے۔

مختصر، یہ کہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) کو، مولانا عبدالقادر صاحب (بدایونی) اپنے عزیز ترین بھائی سے، کسی طرح، کم نہیں سمجھتے تھے۔ اپنا قوتِ بازو، خیال کرتے تھے۔

اور مولانا احمد رضا خاں صاحب (بریلوی) بھی، ان کو، اپنا بزرگ بھائی، جانتے۔

**ان کے اِعزاز واِکرام میں، مافوق العادۃ، کوئی دقیقہ، فروگذاشت، نہ کرتے۔**

**حتّٰی کہ، ان کے سامنے، حقہ نہ پیتے، پان نہ کھاتے۔"**

(ص ۲۱۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئ)

ایک موقع پر، امام احمد رضا، بریلوی نے

مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی سے ارشاد فرمایا:

............"حضرت تاج الفُحول، محبُّ الرَّسول، مولانا عبدالقادر صاحب (بدایونی) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی، یہی شان تھی کہ:

**جب، یہاں (بریلی) فروکش ہوتے، عجیب رونق اور چہل پہل ہوجاتی۔**

**درو دیوار، روشن ہوجاتے، اَنوار و برکات کی، بارش ہوتی۔**

**اور جب، واپس، تشریف لے جاتے، باوجودے کہ:**

**صرف، وہی ایک جاتے، گھر کے سب لوگ، محلّہ والے، سب کے سب، رہتے۔**

**لیکن، عجیب اُداسی اور ویرانی، چھا جاتی۔"**

(ص ۲۱۷ و ص ۲۱۸۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئ)

شرفِ مِلَّت، حضرت سید محمد اشرف، قادری، برکاتی، مارہروی، تحریر فرماتے ہیں:

"امامِ اہلِ سُنَّت، فاضلِ بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیز کو، بیعت و خلافت حضرت خاتمُ الاکابر، قُدِّسَ سِرُّہٗ سے تھی۔ آپ، خانوادۂ برکاتیہ کے بڑے چہیتے خُلَفا میں سے ہیں۔

**بیعت و خلافت کے بعد، خاتمُ الاکابر نے، آپ کے تعلق سے فرمایا:**

**کل، قیامت کے روز، رب تبارک و تعالیٰ پوچھے گا کہ:**

**آلِ رسول! دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو، مولوی احمد رضا کو، پیش کردوں گا۔"**

**........اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کو جتنی محبت، اپنے پیر و مُرشد (حضرت خاتمُ الاکابر مارہروی) سے تھی، اُتنی ہی عقیدت و محبت**

**اپنے پیرزادہ، سرکارِ نور (حضرت سید ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی) قُدِّسَ سِرُّہٗ سے تھی۔**

**اعلیٰ حضرت، حضور میاں صاحب (سرکار نوری میاں، مارہروی) کی تعظیم و عقیدت مثلِ پیر، فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے، دو قصیدے، حضرت میاں صاحب کی شان میں لکھے ہیں۔**

**سرکارِ نور بھی، اعلیٰ حضرت سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے۔**

اور، یہ اسی محبت کا حصہ تھا، جو، حضرت میاں (سرکار نوری میاں، مارہروی) صاحب **قُدِّسَ سِرُّہٗ** نے، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کو:

**''چشم و چراغِ خاندانِ برکات'' کا عظیمُ الشّان لقب، عطا فرمایا۔**

اور اِس سلسلے میں، سرکار میاں صاحب نے، امامِ اہلِ سنّت کو، کرم نامہ، اِرسال فرمایا۔

فقیرِ برکاتی، اس کی نقل، پیش کرتا ہے:

''**چشم و چراغِ خاندانِ برکاتیہ**، مارہرہ مطہّرہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب، **دَامَ عُمرُهُم وَ عِلمُهُم**۔ از ابوالحُسین۔ بعد دُعاے فقیر و مقبولیتِ محرّرہ اَلقاب سطرِ بالا۔

واضح ہو کہ، یہ خطاب، حضرت میاں صاحب، رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے، مجھ کو دیا تھا۔

باوجودے کہ، مَیں، اِس لائق، نہ تھا، تحریر فرمایا کرتے تھے۔

چوں کہ، اب مَیں، بظاہر اَسباب، اَنواع اَنواع اَمراض میں، ایسا مبتلا ہوں کہ مِصداق، اِس مصرع کا، ہو گیا ہوں: **اگر، ماند شبے ماند، شبِ دیگر، نمی ماند۔**

**اور مولانا عبدالقادر (بدایونی) صاحب، رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ بھی، اُٹھ گئے۔**

**اور جگہ، خالی کر گئے، تو، اب، سِوائے آپ کے**

**حامیِ کار، اِس خاندانِ عالی شان کا خُلفا میں، کوئی، نہ رہا۔**

**لِہٰذا، میں نے، یہ خطاب آپ کو، بایماے غیبی پہنچا دیا۔ بطوع و رغبت، آپ کو قبول کرنا ہوگا۔**

**اور میں نے، بطیبِ خاطر، بلا جبر و اِکراہ، بہ رَغبتِ قلب، یہ آپ کو ہبہ کیا اور بخش دیا۔**

**یہی خط، اس کی سند میں، باضابطہ ہے۔ فقط۔ ابوالحسین۔ از مارہرہ۔**

**اِس خطاب کے ساتھ، حضرت میاں صاحب، قُدِّسَ سِرُّہٗ نے**

**امامِ اہلِ سنّت کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا۔**

**آپ کو، خلافت و اِجازت، حضرت میاں صاحب نے**

**باقاعدہ سلوک کی تکمیل کے بعد، عطا فرمائی۔''**

(ص ۵۸ تا ۶۰۔ ''**داستانِ نور**'' از سید محمد اشرف، قادری برکاتی، مارہروی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

مندرجہ بالا مکتوبِ نوری، حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل (مطبوعہ لاہور ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) میں بھی، نقل کیا گیا ہے۔ اور اس میں، دستخط کے ساتھ، تاریخ، ۲۲ محرم ۱۳۲۰ھ، درج ہے۔

مولانا محمد ظفر الدین احمد، قادری، رضوی، عظیم آبادی، تحریر فرماتے ہیں کہ:

**''حضرت اَقدس، سیدنا، شاہ ابوالحسین احمد، نوری میاں صاحب قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کو جو خصوصیت، اعلیٰ حضرت قبلہ سے تھی محتاجِ بیان نہیں۔**

**ہمیشہ، جُملہ مسائل وعقائد میں، اعلیٰ حضرت، مُدَّظِلُّہٗ الْعَالِی اور حضرت تاجُ الْفُحول محبُّ الرَّسول، مولانا، شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی، قُدِّسَ سِرُّہٗ سے، مشورہ فرماتے۔**

**اور جو مَدائح، فرماتے، ہر بار یابِ صحبت پر، واضح ہیں۔**

**ایک صحیفۂ شریفہ میں، اعلیٰ حضرت، مُدَّظِلُّہٗ الْعَالِی کو تحریر فرمایا:**

**''مولوی صاحب! خدا کی قسم!**

**مَیں، حضرت شاہ صاحب، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو، اپنے سے بہتر جانتا ہوں۔''**

**اکثر، دعا فرمایا کرتے تھے:**

**اِلٰہی! میری عمر میں سے، اعلیٰ حضرت کو، عمر، عطا فرما۔''**

**۱۳۲۳ھ میں، جب، اعلیٰ حضرت قبلہ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، حرمین طیبین، حاضر ہوئے اکثر، دعا فرمایا کرتے:**

**اِلٰہی! مجھے موت، نہ آئے، جب تک، مولانا احمد رضا خاں صاحب کو، بِالْخَیر، واپس آیا، دیکھ، نہ لوں۔''**

(ص ۱۰۰۶۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔ لاہور)

''۱۳۱۵ھ میں، اردو میں، دو قصیدے، تحریر فرمائے۔

ایک، تاجُ الفحول، محبُّ الرَّسول، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب، بدایونی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی مدح میں۔ جس کا، تاریخی نام ''چراغِ اُنس'' ۱۳۱۵ھ۔ رکھا۔ اس کا مطلع، یہ ہے:

**اے اِمامُ الْھُدیٰ، محبِّ رسول**
**دین کے مُقتدیٰ، محبِّ رسول**

دوسرا قصیدہ، حضرت سیدنا، سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری میاں صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کی مدح وثنا میں ہے۔ اس کا تاریخی نام ''مَشْرِقِستانِ قُدس'' ۱۳۱۵ھ۔ رکھا۔ اس کا مطلع، یہ ہے:

**ماہِ سیما ہے، احمدِ نوری**
**مہر جلوہ ہے، احمدِ نوری**

اور مقطع، یہ ہے:

**کیوں رضاؔ! تم، ملول ہوتے ہو؟**

**ہاں! تمھارا ہے، احمدِ نوری**

اِس قصیدے کو، اِستماع فرما کر، حضرت ممدوح نے، اعلیٰ حضرت، **قُدِّسَتْ اَسْرَارُهُمَا** کو، **ایک نہایت ہی نفیس، معطَّر و معنبر عمامہ، عطا فرمایا۔**

**اور اپنے دستِ اَقدس سے، اعلیٰ حضرت کے سر پر، باندھا۔**

حاضرینِ جلسہ سے، حضرت مولانا **محمد عبد المقتدر مُطیع الرَّسول** صاحب، قادری برکاتی عثمانی، بدایونی نے، **فِی الْبَدِیه**، اِس **عَطِیَّہ بَہِیَّہ** کی تاریخ، ۱۳۱۵ھ **"تاجُ الْفَخر"** سے، نکالی۔

اس قصیدۂ مبارکہ میں بھی، نہایت خوبی، یہ ہے کہ:

حضرت ممدوح کی تعریف میں، پورا شجرہ، نظم فرمایا ہے۔" الخ۔

(ص ۲۳۷۔ **"حیاتِ اعلیٰ حضرت"**، مکمل۔ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

اِس قصیدۂ مبارک کے آخری اشعار، یہ ہیں:

**رہے حَمزہ کا میکدہ، جس کی**

**مَدح کا ماتا ہے، احمدِ نوری**

**آلِ احمد، ہیں، مصطفیٰ کے چاند**

**ماہ پارہ ہے، احمدِ نوری**

**خُسروِ اولیا، ہیں آلِ رسول**

**شاہزادہ ہے، احمدِ نوری**

ابوحنیفۂ ہند، حَسَّانُ الھند، امام احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، **قُدِّسَ سِرُّہٗ** کا **"قصیدۂ نور"** سب سے پہلے، **عُرسِ قادری، بدایوں میں**

۵/جمادیٰ الآخرہ ۱۳۱۷ھ کو پڑھا گیا اور بے پناہ مقبول ہوا۔ قصیدۂ نور کا مطلع ہے:

**صبح طیبہ میں ہوئی، بٹتا ہے باڑا نور کا**

**صدقہ لینے نور کا، آیا ہے تارا نور کا**

اور مقطع، یہ ہے:

**اے رضاؔ! یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے**

## ہوگئی میری غزل ،بڑھ کر قصیدہ نور کا

حضرت تاجُ الفحول ، بدایونی کے مُرید اور مشہور نعت گو شاعر ،مولانا محمد یعقوب حسین **ضیاءالقادری، بدایونی** (وصال جمادیٰ الآخرہ ۱۳۹۰ھ/اگست ۱۹۷۰ء۔کراچی ) نے

اِس **عرسِ قادری، بدایوں ۱۳۱۷**ھ کی ، یہ روداد،اپنی ایک کتاب **''چراغِ صبحِ جمال''** میں،محفوظ کردی ہے۔

اِس **مجلسِ برکاتِ قادریہ** (بدایوں ) کی روح پرور رُوداد

**مولانا ضیاءُالقادری، بدایونی اِس طرح تحریر فرماتے ہیں:**

''۵/ جمادیٰ الثانیہ، ۱۳۱۷ھ ہے۔ خوش گوار گرمی کا موسم ہے۔ آستانۂ عالیہ قادریہ (بدایوں) میں،مولانا ہادی علی لکھنوی،عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃ کا، بیانِ شہادت، ہو چکا ہے۔

**مَسندِ عُلما ومشائخ پر، اَکابر وعُظَما، رونق افروز ہیں۔**

**ایک دَر میں، گاؤ تکیہ سے پُشت لگائے ،صدرِ خانوادۂ قادریہ، مسند نشینِ آستانۂ برکاتیہ نورِ مجسَّم ،فیضِ ہمہ تَن ،فرزندِ محبوبِ ذوالمِنَن ،قُطبِ زَمَن**

**حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد،نوری ،رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ،جلوہ فرما، ہیں۔**

صحنِ درگاہِ مُعلّٰی میں،ہم شبیہ غوثُ الثقلَین ،سیدنا ومولانا ،حضرت شاہ علی حسین ،اشرفی میاں وحضرت مولانا، شیخُ المشائخ ،سیدنا شاہ تجمل حسین، جُمَّن میاں، شاہجہاں پوری، وحضرت سید شاہ فخرِ عالَم قادری، وحضرت نوشہ میاں، قادری، چشتی، سنبھلی وحضرت سجادہ نشین، آستانۂ قادریہ رزّاقیہ، بانسہ شریف (اَودھ) وحضرت سجادہ نشین آستانۂ عالیہ ،کالپی شریف وحضرت مولانا حافظ سید شاہ عبدالصَّمَد مودودی، چشتی، حافظِ بخاری، سَہسوانی

وحضرت مولانا، مجدِّد دِمأۃِ حاضرہ، شاہ احمد رضا خاں، فاضلِ بریلوی وحضرت مولانا شاہ وصی احمد ،محدِّث سورتی ومولانا ہادی علی خاں، سیتا پوری ومولانا ہدایت رسول، لکھنوی۔ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ اَجۡمَعِین۔

**نیز، مارہرہ، بریلی، بدایوں، پیلی بھیت وغیرہ کے، اَکابر عُلما واُدَبا وشُعَرا، موجود ہیں۔**

**دس بجے دن کے بعد، قصیدۂ نور، شروع ہوا تھا۔**

**صحنِ درگاہ، تمام مقدس نورانی بزرگوں سے، بھرا ہوا تھا۔**

آفتاب کی شعاعیں، سُرخ شامیانے سے، چھَن چھَن کر نعتِ خوانوں کے لَب و دِہن اورحاضرین کے رُخ ہائے روشن کو، چومنے میں مصروف تھیں۔

شامیانے سے، نور، چھَن رہا تھا۔ درودیوار سے، نورنور کا نغمہ، بلند ہو رہا تھا۔

عُلما ومشائخ، اُدَبا وشُعَرا اور حاضرینِ محفل، کیف وسرور کے عالَم میں سُبْحٰنَ اللہ وَ صَلِّ عَلیٰ کے مؤدِّبانہ تحسین وآفرین میں، مشغول تھے۔

ایک ایک شعر، چار چار، پانچ پانچ بار، پڑھوا جا رہا تھا۔ ہر شخص پر، وَجد، طاری تھا۔

یہ معلوم ہو رہا تھا کہ، اَنوارِ الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔

حافظ حبیب صاحب نے، پورا قصیدہ، صاحبِ عرس کے حضور اور مصنِّفِ قصیدہ کی موجودگی میں پڑھا۔ اور ایک بجے کے قریب، ختم، کیا۔

جس وقت، حافظ (حبیب) صاحب نے، مقطع پڑھا:

اے رضاؔ! یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل، بڑھ کر قصیدہ نور کا

حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد، نوری قُدِّسَ سِرُّہٗ نے (جو گردن جھکائے، مُراقِب نظر آرہے تھے) گردنِ مبارک، بلند فرمائی۔ دستِ دعا، اُٹھائے۔

**حضرت فاضلِ بریلوی، والہانہ انداز سے اُٹھے۔ زبان سے چیخ نکلی۔**
**اور حضرت میاں صاحب قبلہ کے، زَانُوے اَقدس پر، سر، رکھ دیا۔"**

(ماہنامہ "جامِ نور" نئی دہلی۔ شمارہ جولائی ۲۰۱۳ء۔ وَمجلّہ "بدایوں" کراچی۔ شمارہ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

امام احمد رضا، بریلوی، قُدِّسَ سِرُّہٗ کو "مجدِّدِ مِأۃِ حاضرہ"

حضرت مولانا وصی احمد، محدِّث سورتی، پیلی بھیتی (وصال ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) نے اپنے ایک مکتوب، بنام امام احمد رضا (محرَّرہ ۱۳۱۴ھ) میں لکھا تھا۔

**مگر، اس سے، خواص وعوام، واقف، نہ ہو سکے تھے۔**

ایک مطبوعہ، مجموعۂ مُراسلات، بنام "**مکتوباتِ عُلما وکلامِ اہلِ صَفا**" (۱۳۱۴ھ) مرتَّبہ حافظ سید محمد عبدالکریم، قادری میں، مذکورہ مکتوب، موجود ہے۔

اِس مجموعہ میں وہ مکتوبات، شامل ہیں، جو، مشاہیرِ عُلما ومشائخ نے، ندوہ کے ابتدائی دَور میں

امام احمد رضا کے، اور بعض دیگر حضرات کے نام، تحریر کیے ہیں۔

اور ندوہ کے خلاف، آپ کے موقف کی تائید وحمایت کی ہے۔

ان میں سے، چند منتخب خطوط، **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، مطبوعہ لاہور میں بھی

بہ طورِ نمونہ، شریکِ اِشاعت کیے گئے ہیں۔

آپ کے نام، لکھے گئے ایک مکتوب کا آغاز، اِس طرح ہے:

''حامیِ سنّت، قامعِ بدعت، **مجدِّدُ دہرِنا، مجدِّدُ عصرِنا**، حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب، **عَمَّ فُیُوضُھُم**۔'' اِلیٰ آخرِہٖ۔ وصی احمد۔ از پیلی بھیت۔

(ص ۵۶۷۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، مطبوعہ لاہور)

ایک دوسرے مکتوب کا آغاز، اِس طرح ہے:

''حامیِ سنّت واسلام، ہادیِ خواص وعوام، **اَعْلَمُ الْعُلَمَاء، اَفْھَمُ الْفُضَلَاء**، فقیہِ بے مثیل محدِّثِ بے عدیل، **مجدِّدِ دینِ متین**، ناصرِ سُنّت، قامعِ بدعت، حضرت مولانا و ہادِینا، مولوی احمد رضا صاحب! **اَعَزَّ اللّٰہُ الْاِسْلَامَ وَ اَھْلَهٗ بِنُصْرَتِهٖ وَ اَعْلیٰ کَلِمَتَهٗ بِسَعْیِهٖ وَ حِمَایَتِهٖ**۔ اِلیٰ آخرِہٖ۔ ۴؍ صفر ۱۳۱۴ھ۔ وصی احمد۔ از پیلی بھیت۔ (ص ۵۶۸۔ **حیاتِ اعلیٰ حضرت**، مطبوعہ لاہور)

**فتاویٰ رضویہ**، جلد نہم کی ورق گردانی کے دَوران

۱۳۱۷ھ کے ایک اِستفتا پر نظر پڑی جس کا آغاز، اِس طرح ہے:

**اَفْضَلُ الْفُضَلا، وَ اَکْمَلُ الْکُمَلَاء، آیَۃٌ مِنْ آیَاتِ اللّٰہ، بَرکَۃٌ مِنْ بَرکَاتِ اللّٰہ مجدِّدِ دین**، نائبِ سید المُرسلین، **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّم**۔

حضرت مولانا صاحب بریلوی، **مُعَظَّمُنَا وَ مُکَرَّمُنَا اَدَامَهُ اللّٰہُ الْمَنَّانُ عَلیٰ رُؤُسِ اَھْلِ الْاِیْمَانِ مِنَ الْاِنْسِ وَ الْجَانِ بِطُوْلِ حَیاتِهٖ**۔'' اِلیٰ آخرِہٖ۔

(ص ۱۶۹۔ کتابُ الْحَظْرِ وَ الْاِبَاحَۃ۔ **فتاویٰ رضویہ**، جلد نہم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی)

یہ اِستفتا، مرسلہ مولوی محمد اَسرارُ الحق، دہلوی۔ ۷؍ رجب ۱۳۱۷ھ۔

از محلّہ مغل وَاڑہ۔ بڑودہ، گجرات ہے۔

**۱۳۱۸ھ؍ ۱۹۰۰ء میں، حضرت تاجُ الفحول، بدایونی کے خَلفِ اکبر، حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر، عثمانی، بدایونی (وصال محرمُ الحرام ۱۳۳۴ھ؍ دسمبر ۱۹۱۵ء) نے**

**اِصلاحِ ندوہ کانفرنس، پٹنہ، میں، ملک کے اَکابر ومشاہیر عُلما ومشائخِ اہلِ سنّت کی موجوگی**

**میں، کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے، امام احمد رضا کو ''مجدّدِ مِائَۃِ حاضرہ'' کہا۔**

**جس کے بعد، اسے شہرتِ عام اور تائیدِ خواص و عوام، حاصل ہوئی۔**

**اور پھر، عام طور سے آپ کو، تحریراً، تقریراً ''مجدّدِ مِائَۃِ حاضرہ'' کہا اور لکھا جانے لگا۔**

تاجُ العُلما، حضرت مولانا **سید اولادِ رسول، محمد میاں، قادری برکاتی، مارہروی**

(وصال ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء) نے، مدرسہ قادریہ، بدایوں میں

حضرت **مولانا عبد المقتدر، عثمانی، بدایونی** سے خصوصی طور پر تعلیم، حاصل کی تھی۔

حضرت تاجُ العُلما، مارہروی، اپنے رَوابط و تعلقات اور مشاہدات و تجربات اور اپنے مطالعہ و تحقیق کی روشنی میں، **امام احمد رضا** سے بے حد متأثر تھے۔ چنانچہ، آپ، تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اور فقیر کو، اگرچہ، حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے **تلمُّذِ رَسمی، حاصل نہیں۔**

**مگر، فقیر، ان کو، اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر، اپنا استاذ جانتا اور مانتا ہے۔**

**''ان کی تقریرات و تحریرات سے فقیر کو، بہت کثیر، فوائدِ دینی و عِلمی، حاصل ہوئے۔**

**اور چوں کہ، تقریر و تحریر میں، ان کا طریقہ، بے لَوث**

**اور مؤاخذاتِ صوری و معنوی شرعی و عُرفی سے مُنزَّہ، و مُبرَّا، ثابت ہوا**

**لِہٰذا، فقیر بھی، تا بہ وُسعت**

**ان کے طریقہ کا اِتّباع کرنا، پسند کرتا ہے۔''**

(ص ۶۶۔ ''**تاریخ خاندانِ برکات**''، مؤلّفہ تاجُ العُلما، سید محمد میاں، مارہروی۔ مطبوعہ مارہرہ مطہّرہ و لکھنؤ و کراچی)

اپنے ایک منظوم خراجِ تحسین میں، حضرت تاجُ العُلما، مارہروی، فرماتے ہیں:

شمعِ بزمِ اَولیا، احمد رضا — نورِ چشمِ اَتقیا، احمد رضا
دینِ احمد کا مجدِّد، بالیقیں — سچا عبدُ المصطفیٰ، احمد رضا
صدرِ بزمِ عالمانِ دینِ حق — کاملوں کا پیشوا، احمد رضا
غرقِ بحرِ شرع، از سرتا بہ پا — حُبِّ احمد میں فنا، احمد رضا
تیری اُلفت، میرے مُرشد نے مجھے — دی ہے گھٹّی میں پِلا، احمد رضا
مجھ پہ بے حد تھا، ترا لُطف و کرم — ہے بھی اور ہو بھی سَدا، احمد رضا

لاکھ ،حاسد، کچھ بکیں، لیکن فقیؔر
تیرا تیرا ہے، ترا،احمد رضا

مشائخِ مارہرہ مطہّرہ وعُلمائے بدایوں وبریلی کے دینی وعلمی وروحانی تعلقات ورَوابط کے موضوع پر، اگر کوئی جواں ہمت، صاحبِ علم وقلم، تحقیق کرے تو، ایک ضخیم کتاب، تیار ہوسکتی ہے۔

اوراس کے ذریعہ، عُلما ومشائخِ سَوَادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ محفوظ ہوجائے، جو، اہلِ سنّت کی نسلِ نَو کے لئے رہنما اور خضرِ راہ کا کام کرتا رہے گا۔

خدا کرے، یہ توفیق، جلد ہی، کسی جواں بخت، سعید وصالح عالمِ دین کو، حاصل ہو جائے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَ هُوَ الْمُسْتَعان وَ عَلَیهِ التُّکلان ۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلٰی خَیرِ خَلْقِهٖ سیِّدِنَا وَ مَولانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصحابِهٖ وَ عُلَماءِ مِلَّتِهٖ اَجْمَعِیْن۔

''**مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول**'' (طبعِ اول، رضا اکیڈمی، بمبئی ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء) میں، میری، ایک طویل تقدیم ہے۔

اس ''**تقدیم**'' کے اِختتامیہ سے بہتر کوئی ''**اِختتامیہ**'' اِس وقت سمجھ میں نہیں آرہا ہے اِس لئے اس کی نقل، یہاں، نذرِ قارئین کرکے، اسی پر، اِکتفا کررہا ہوں:

**''سَوَادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت کے اِجتماعی مفاد کا، تقاضا ہے کہ:**

**سنّی مدارس ومراکز اور خانقاہوں کے درمیان، اِرتباطِ باہمی ہو۔**

**فکری وَحدت، انھیں، ہر لمحہ، عملی یگانگت کی دعوت، دے رہی ہے۔**

**بِالخصوص، بدایوں اور بریلی کا ماضی، انھیں، اِصلاحِ حال کی دعوت، دے رہا ہے۔**

مارہرہ مطہّرہ، جس طرح، پوری منصوبہ بندی کے ساتھ، اِس وقت، مِلّت و جماعت کی اِجتماعی خدمت کے لئے کوشاں ہے، اس کا، ہر جگہ استقبال ہی نہیں، بلکہ، اسی کی رَوِش، ہر جگہ اپنانی چاہیے۔ اور دیگر مقامات ومراکزِ اہلِ سنّت و جماعت کی طرف سے بھی

**جہاں تک ممکن ہو، اِس سَمت میں، پیش قدمی کی جانی چاہیے۔**

**روحانی فیضان کے ساتھ، مارہرہ مطہّرہ کی عَملی جدوجہد دیکھ کر**

**اہلِ سُنَّت وجماعت کے ہر بُنِ مُو سے پیہم، یہ صدا، آرہی ہے کہ:**

**عِلم کا، اِس آستانے پر، سَدَا، پہرہ، رہے**

**صورتِ خورشید، تاباں! میرا مارہرہ، رہے**

جذبۂ عشقِ رسول اور نسبتِ قادریت، بدایوں اور بریلی کے درمیان، قدرِ مشترک ہے
اِس نعمت پر، بدایوں اور بریلی کو، ناز کرنا چاہیے کہ اس متاعِ بے بہا کے سامنے، دنیا کی ہر چیز، ہیچ ہے۔
انھیں، اِسی اَصل سے وابستہ رہ کر، اپنے مرکزِ عقیدت، مارہرہ مطہرہ کے زیرِ سایہ
**اجمیرِ مقدس وَ بغدادِ مُعلّٰی کی نورانی فضاؤں سے ہوتے ہوئے**
**اُس حجازِ مقدس کے تصوُّر میں اپنے وجود کو، سرشار، رکھنا چاہیے**
**جس پر، کونَین کی دولتیں، نثار، اور دارَین کی عظمتیں، قربان ہیں۔**
**جس کی روحانی فضاؤں میں، ہر درد کا علاج اور ہر غم کا مداوا ہے۔**
اور جس کی نسیمِ سحر سے ہر سعید و صالح انسانی وجود، طیّب و طاہر و مطہّر اور معطّر و معنبر ہو جاتا ہے۔
**بدایوں اور بریلی کے درمیان، مکمل وَحدتِ فکر و موقف و مسلک و مذہب کے باوجود**
**وَحدتِ عمل اور اِرتباطِ باہمی کا فُقدان، اور ایک دوسرے سے بے نیازی**
**سَوَادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے لئے، باعثِ تشویش و اِضطراب**
**اور جماعتی مفادات و مصالح کے لئے سخت مُضر اور نقصان دِہ ہے۔**
**اِس لئے انھیں، خوش گوار تعلقاتِ باہمی کے، اُس نقطۂ اِتحاد کی طرف**
**پیش قدمی کرنی، ضروری ہے، جس کا روح پرور منظر**
**محبِّ رسول، تاج الفحول، حضرت مولانا عبدالقادر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی۔**
**اور، فقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سنّت، مولانا احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی۔**
**عَلَیۡہِمَا الرَّحۡمَۃُ وَالرِّضۡوَان کے دَور میں، چشمِ فلک نے، بارہا دیکھا ہے۔**
**اور، یہ آفتاب و ماہتاب، اُفُقِ ہند کے دینی و روحانی اور علمی ماحول کو، روشن و منور کر رہے تھے۔**
**مَے خانۂ بدایوں و بریلی سے، اہلِ سنّت و جماعت کی پیاس، بُجھ رہی تھی۔**
**اور ان کی روح، سَیراب، ہو رہی تھی۔**
**گویا، اہلِ سنّت کی تشنہ لبی، ہر چہار جانب سے، آج، پکار رہی ہے کہ:**

شرابِ کہن، پھر پلا ساقیا — وہی جام، گردش میں لا ساقیا
ہَری، شاخِ مِلّت، ترے نَم سے ہے — نفَس، اِس بدن میں، ترے دَم سے ہے
تڑپنے، پھڑکنے کی توفیق دے — دلِ مرتضیٰ، سوزِ صِدّیق دے

**خدا کرے، وہ دن، آئے اور جلد تر آئے**

**جب، ساداتِ مارہرہ مطہّرہ کی سرپرستی میں، عُلماے بدایوں اور بریلی**
وَحدتِ فکر وعمل کے ساتھ، **مذہبِ سَوادِاعظم اہلِ سُنّت و جماعت** کے فروغ واِستحکام کی
**مُہم میں، دوش بدوش، بیٹھے اور شانہ بشانہ، چلتے ہوئے**
**اپنے مرکزِ عشق وعرفان، مدینۂ اَمینہ کی طرف، محوِ پرواز ہوں۔**
اور، بیک زبان وقلم، یہ جاں نوازوروح پروراور ایمان افروز، نعرۂ مَستانہ، بلند کریں کہ:

کروں، تیرے نام پہ جاں فِدا، نہ بَس ایک جاں، دو جہاں فِدا
دو جہاں سے بھی، نہیں، جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں، نہیں

قلب ونگاہ، مشتاق ہیں اور جسم وجان، منتظر ہیں، اس ایمان افروز اور روح پرور منظر کے۔
میرا وِجدان، کہہ رہا ہے اور یقین واِذعان، اس کی تصدیق کررہا ہے کہ:
مستقبل قریب میں، ایسا ہوگا، اور ضرور ہوگا۔ **اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تبارکَ وَ تعالیٰ۔**

آملیں گے، جب، کبھی بھی، سینہ چاکانِ چمن
اِس چمن کی ہر کلی، درد آشنا، ہو جائے گی

(ص ۲۷ وص ۳۷۔ ''**تقدیم**''، بقلم یٰسٓ اختر مصباحی، مشمولہ ''**مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول**''
طبعِ اول ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء۔ مطبوعہ ہندوپاک)

# فرعی اختلاف کی نوعیت وحیثیت

فرعی فقہی اِختلافات، عُلماے اہلِ سنّت و جماعت کے درمیان، صدیوں سے ہوتے چلے آرہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

یہ اختلافات، اگر، اِخلاصِ نیت کے ساتھ، محض علمی وتحقیقی بنیاد پر ہوں

تو باعثِ رحمت، ورنہ، باعثِ ہزار زحمت، ثابت ہوں گے۔

قارئینِ کرام کو، اچھی طرح، معلوم ہے کہ:

آج سے، سو سال پیشتر، خطبۂ جمعہ سے پہلے، دی جانے والی اذان، خارجِ مسجد ہو یا داخلِ مسجد؟ اِس مسئلے پر، اکابر عُلماے اہلِ سنّت کے درمیان، ایک مدت تک

بحث ومباحثہ کا سلسلہ، جاری رہا۔

جس کے کچھ، ناخوشگوار اثرات ونتائج بھی سامنے آئے۔

ساٹھ (۶۰) ستّر (۷۰) سال پہلے، نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال اوراس کی اِقتدا میں نماز کے جواز وعدمِ جواز کا مسئلہ بھی، عُلماے اہلِ سنّت کے درمیان، زیرِ بحث رہا۔

اور ابھی چند سال پیشتر (مئی ۲۰۱۳ء سے) چلتی ٹرین میں فرض و واجب اور ملحق بواجب نمازں کے اعادہ وعدمِ اعادہ کے درمیان بھی، عُلماے اہلِ سنّت کے درمیان، اختلاف ہوا۔

**اس طرح کے بعض دیگر مسائل بھی، زیرِ بحث آتے رہے۔**

**فرعی مسائل میں اِختلاف** کے سلسلے میں حضرت مولانا سید شاہ ابو القاسم محمد اسمٰعیل حَسَن عُرف شاہ جی میاں، قادری، برکاتی، مارہروی (وصال ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء)

اپنے ایک مکتوب، بنام حضرت مولانا عبد القدیر، عثمانی، قادری، برکاتی، بدایونی (متوفی ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء) کے اندر

اپنے استاذِ گرامی، تاجُ الفُحول، محبِّ رسول، حضرت مولانا عبد القادر، عثمانی، بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

**”.........یہ خلاف، اپنی اپنی سمجھ کے موافق، ایک دینی فرعی مسئلہ میں ہے۔**

**خدانخواستہ، کسی طرح، رشتۂ محبت اور مَراسِمِ قدیم میں**

اپنی جانب سے کوئی کمی، واقع نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ آپ صاحبان کو، اختیار ہے۔

**مسائلِ فرعیہ میں، میرے اَکابر سے اور آپ کے بزرگوں سے بھی**

**بعض بعض میں اختلاف رہا ہے۔ مثلاً: لَعْنِ یزید۔**

میرے بزرگ، مجوِّز تھے۔ اور حضرت استاذی (تاجُ الفُحول، بدایونی) **قُدِّسَ سِرُّہٗ** منع، فرماتے تھے۔

**کُفرِ اَبی طالب** میں، میرے بزرگ، ساکت مثل شیخ (عبد الحق) محدِّث دہلوی تھے اور حضرت استاذی (تاجُ الفُحول) **قُدِّسَ سِرُّہٗ**، کافر جانتے تھے۔

**عَیْنِیَّتِ ذات وصفاتِ باری تَعالیٰ وَ تَقَدَّس** میں بھی، کچھ لفظی اختلاف تھا۔

اور **بعض مسائلِ فرعیہ**، اور بھی ہیں، جن کی تفصیل، تطویل ہے۔'' الخ۔

فقیر اسمٰعیل حَسَن، قادری، آلِ احمدی، برکاتی۔

از خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ۔ ۱۲/ صفر ۱۳۳۴ھ۔ دوشنبہ

(ص ۱۲ و ص ۱۳۔ **مفاوضاتِ طیبہ**۔ مرتَّبہ تاجُ العُلما، سید شاہ اولادِ رسول، محمد میاں، قادری برکاتی، مارہروی۔ دارُ الاشاعت برکاتی، خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ مطہَّرہ)

**مسئلۂ اذانِ ثانی** کے موضوع پر، حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حَسَن، قادری، برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء) اپنے ایک طویل مکتوب (محرَّرہ ۲۴/ ذوالحجہ ۱۳۳۴ھ) بنام سردار نواز جنگ بہادر، نواب سید سردار علی (ریاستِ حیدر آباد، دَکن) میں

**اِس طرح، تنبیہ وہدایت فرماتے ہیں:**

''......مگر، اِس وقت، آپ کی اس تحریر سے، البتّہ، رنج ہوا کہ:

آپ نے بلا سمجھے، اور بلا عمیق نظر ڈالے، ایک رائے، خلاف، قائم کرلی۔

یہ تو، آپ، خوب جانتے ہیں کہ:

جو نسبت آپ کو، مولانا شاہ عبد المقتدر (بدایونی) صاحب، رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِ سے دو پشت سے ہے، وہی نسبت، جناب مولانا (عبد المقتدر) رحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو

(سید) محمد میاں سَلَّمَہٗ سے، پانچ پشت سے ہے۔ اور اِنْ شَاءَ اللہ، رہے گی۔

**آپ نے، مسائلِ فِقہیہ فَرعیہ میں جو اختلاف ہوتا ہے**

**اوس سے، کوئی ذاتی مخالفت اور پرانے تعلقات کو، سوہانِ روح ہونا، کیسے مان لیا؟**

**اگر، آپ کا، یہ مُستخرجہ نتیجہ، مان لیا جائے**

**تو، صحابۂ کرام سے لے کر آج تک، کوئی آپس میں ایک دوسرے کو**

**سوہانِ روح پہنچانے اور ذاتی مخالف ہونے سے، نہیں بچتا۔**

امامِ اعظم ابو حنیفہ، رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ، اور اون کے تلامذۂ کرام، رِضوَانُ اللہِ تَعَالیٰ عَلَیھِم اَجمَعِین سے، **سیکڑوں مسائلِ فرعیہ میں، اِختلافِ رائے ہے۔**

**کیا، وہ حضرات، آپس میں، خدانخواستہ، ایک دوسرے کے ذاتی مخالف اور عدو تھے؟**

**اور سب سے بڑھ کر، یہ دیکھیے کہ:**

میرے اور آپ کے آقائے معظّم، دستگیرِ اعظم، حضرت غَوثُ الثَّقَلَین، رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ سے، ہزاروں، حضور کے غلامِ جاں نثار، اور مَیں، اور مولانا صاحب، اور ہمارے اَجدَاد قُدِّسَت اَسرَارُھُمَا، **مسائلِ فقہیہ میں، دوسرے مذہب کے پابند اور مقلّد ہیں۔**

**ہمارے حضور، رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ، حنبلی تھے۔ اور ہم سب، حضور کے جاں نثار خُدّام، حنفی ہیں۔**

**یہاں تک کہ، آپ تو خود، حضور، رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ کی اولاد ہیں۔ اور حنفی ہیں۔**

**تو، کیا آپ کو، ذاتی مخالفت ہے؟ اور حضرت کو، سوہانِ روح، پہنچاتے ہیں؟**

**ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔**

**.........''اگر، یہی مخالفت، ذاتی مخالفت ہے**

**تو،** اول، سَیفُ اللہِ المَسلُول، حضرت مولانا فضلِ رسول (بدایونی) صاحب، **قُدِّسَ سِرُّہٗ**

اور تاجُ الفُحول، مولانا مولوی عبد القادر (بدایونی) صاحب، **قُدِّسَ سِرُّہٗ**

**باپ، بیٹوں، استاد، شاگرد، پیر، مُرید میں، بدرجۂ اَولیٰ ہے۔**

حضرت مولانا مولوی فضلِ رسول صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ، یزید پلید پر لعنت کرتے تھے

اور ہمارے حضرت استاد (تاجُ الفُحول، بدایونی) ساکتین میں تھے۔ لَعن، نہیں کرتے تھے۔

حالاں کہ، حضرت استاذی (تاجُ الفُحول، بدایونی) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے

بارہا، مجھ سے ارشاد فرمایا کہ:

حضرت والد ماجد (سَیفُ اللہِ المَسلُول، بدایونی) مجھ کو

اس مسئلہ کے بارے میں، اکثر اِرشاد فرماتے تھے۔

مگر، میرے ذہن میں، نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ، حضرت کو، تیزی آجاتی تھی۔

اس سے بڑھ کر، اور یہ ہے کہ:

میرے حضرات، قُدِّسَتْ اَسْرَارُ ھُمْ بھی، مجوِّزِینِ لَعْن (یزید) تھے۔

تو، اگر، یہ ذاتی مخالفت تھی تو، حضرت استاذی قُدِّسَ سِرُّہٗ، ہرگز گوارا، نہ فرماتے۔

کفرِ ابی طالب میں، مولوی احمد رضا خاں صاحب، بریلوی کا ایک رسالہ ہے۔

اور اس میں کفر، ثابت کیا ہے۔

حضرت استاذی (تاجُ الفُحول، بدایونی) نے اوس کی تصدیق، فرمائی ہے۔

میرے بزرگ، قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ، اس مسئلہ میں، ساکِت تھے۔

جیسے، شیخ (عبدالحق) محدِّث، دہلوی، ساکِت ہیں۔

اگر، یہ ذاتی مخالفت ہے

تو، میرے سب بزرگوں سے ذاتی مخالفت، قائم ہوتی ہے۔

جو، کسی طرح سے قابلِ قبول نہیں ہے۔

اِس مسئلۂ کفرِ ابوطالب کا، جب میں نے، اوَّل اوَّل رسالہ دیکھا۔

مَیں، اتفاق سے اوس وقت، بدایوں تھا۔

میں، وہ رسالہ لیے ہوئے حضرت استاذی (تاجُ الفُحول، بدایونی) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ:

آپ نے بھی، اِس کی تصدیق فرمائی ہے؟

فرمایا کہ: میری رائے میں، راجح قول، یہ ہی ہے۔ اگر چہ، اہلِ بیت، ایمان کی طرف گئے ہیں۔

میں نے، عرض کیا کہ:

جب، اہلِ بیت، ایسا فرما گئے ہیں تو، پھر، یہ راجح، کیوں ہے؟

فرمایا کہ: اہلِ بیت سے مراد، ساداتِ زیدیہ ہیں۔" (۱) اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۷۔ ص ۱۸۔ **مفاوضاتِ طیبہ** ۔ مرتَّبہ تاجُ العُلما، مارہروی۔ دارُ الاشاعت برکاتی۔ خانقاہِ برکاتیہ۔ مارہرہ مطہَّرہ)...............(۱) جو فرقۂ روافض ہے۔ محمد میاں)

حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں، قادری، برکاتی دَامَتْ بَرکَاتُہُمُ الْعَالِیہ
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، نوریہ، مارہرہ مطہّرہ، تحریر فرماتے ہیں:

**"یہ ہمارا، بڑا، اَلمیہ ہے کہ:**

ہم، سَوادِ اعظم ہو کر بھی، فکری اور نظریاتی طور پر، کہیں کہیں، بہت جُدا، نظر آتے ہیں۔
مسلک ایک، مشرب ایک، عقیدہ ایک، مرکزِ عقیدت ایک۔لیکن، پھر بھی، اِتنی دوریاں؟
نفس کا ایسا غلبہ کہ، ایک لمحہ بھی، ایک دوسرے کو، برداشت کرنے کے لئے، ہم، تیار نہیں ہیں۔
پچھلے چند سالوں سے جو تحریری اور تقریری جنگیں، ہماری صفوں میں جاری ہیں وہ، اِس جماعت کے فروغ کے لئے، کہیں بھی، صحت مند علامتیں نہیں ہیں۔

**افسوس کہ، اِن تمام اختلافات کی وجوہات بھی، ایسی ہیں**
**جو، ہمیشہ، مذہب میں صحت مند، تصور کی گئی ہیں۔اور وہ بھی**
**فقہی و فروعی معاملات و اِختلافات، جو، ہمیشہ سے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گے۔**
**تحقیقات، جاری رہیں گی تو، نئی چیزیں، ضرور نکل کر آئیں گی۔**

مسائلِ شرعیہ میں، صحت مند اِختلافات، مذہب اور مسلک کو تشفی پہنچانے کے لئے ہوتے ہیں، نہ کہ، اس کے ماننے والوں کے دلوں میں، دوریاں بڑھانے کے لئے۔
تاریخ، گواہ ہے کہ، مجتہدین اور اکابر فقہا میں، بہت سے مسائل میں، اختلافات تھے۔
یہاں تک کہ، استاذ اور شاگرد بھی ایک ہی مسئلہ میں، الگ الگ موقف رکھا کرتے تھے۔

**لیکن، کہیں بھی، ایسی نظیر نہیں ملتی کہ:**

خدانخواستہ، ہمارے اکابر نے، ایک دوسرے کی اِہانت کی ہو، یا۔شرعی حکم، کی نوبت آئی ہو۔
حضراتِ مشائخِ مارہرہ سے، حضرت تاجُ الفُحول، بدایونی اور اعلیٰ حضرت، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہُمَا کی عقیدت مندانہ اور نیاز مندانہ وابستگی سے، سبھی، واقف ہیں۔

**ان حضرات کا موقف، لَعْنِ یزید اور ایمانِ ابوطالب کے حوالے سے، جُدا تھا۔**
**تو، کیا، معاذَاللہ! یہ حضرات، اپنے پیرخانے کے مشائخ کے "باغی" تھے؟**
**یا۔انھوں نے، اس بات کو، بانگِ دہل، ظاہر کرتے ہوئے**
**اپنے مشائخِ کرام پر، انگشت نمائی کی؟ کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔**

ایسے ہی، میرے پیر و مُرشد، حضرت مفتیِ اعظمِ ہند کا موقف
مسلم لیگ کے حوالے سے مجدّدِ برکاتیت اور، ان کے اَخلاف کے موافق، نہ تھا۔
تو، کیا، مفتیِ اعظم، ان کے چہیتے، اور وہ، مفتیِ اعظم کے مرکزِ عقیدت، نہ رہے؟
عُلمائے بدایوں کا، بعض فروعی مسائل میں موقِف
اپنے پیرزادوں سے جُداگانہ تھا۔ لیکن، کبھی، ایسا نہیں ہوا کہ:
صاحب زادگان کی کوئی دل شکنی، اس جانب سے ہوئی ہو۔
بلکہ، ہمیشہ، نیازمندی میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔
ہم پر، اکابر کی پیروی، لازم ہے کہ:
ان کے نقشِ قدم پر چل کر، ایک دفعہ، پھر، جماعت سازی کا، کام کریں۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! تمام خانقاہیں، اور پیرانِ عِظام، اپنا ایک وسیع حلقۂ اِرادت رکھتے ہیں۔
کسی کو کسی سے، کوئی دنیاوی حاجت، درکار نہیں ہے۔
پھر، کون سی چیز ہے، جو، اِضطراب کا باعث ہے؟
آج، پوری مِلّتِ اِسلامیہ اور جماعتِ اہلِ سنّت، جن مسائل سے دوچار ہے
وہ، کوئی مخفی امر نہیں۔ ہم سب، اپنے اپنے حلقۂ اِرادت کے افراد کی ذہن سازی کریں۔
ان میں، مثبت سوچ، پیدا کریں۔
ان کو، دوسرے عُلما اور مشائخ کی تعظیم و توقیر کی رغبت دلائیں۔
اس سے مشائخ بھی، ایک دوسرے کے قریب ہوں گے، اور متوسلین بھی۔
اور اس کا، مثبت اثر، یہ ہوگا کہ:
سَوَادِ اعظم، متحد ہوگا۔ ہماری آواز، مضبوط ہوگی۔
حکومت کے ایوانوں میں، ہمارا وزن بڑھے گا۔
اور جب بھی، مِلّت کے مسائل پر کوئی بات کی جائے گی
تو، ہماری حصہ داری اور ہمارے موقف کو، کلیدی حیثیت، حاصل ہوگی۔
خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ مطہّرہ، تمام عُلمائے کرام اور مشائخِ عِظام سے، یہ اپیل کرتی ہے کہ:
ہم سب، ایک ایسا موقع نکالیں کہ:
سر جوڑ کر، بیٹھ جائیں اور جو بھی فروعی، ہلکے پھلکے اختلافات، یا۔ نظریاتی اُلجھنیں ہیں

ان کو، رَفع کریں۔ ہم، اِس کام میں، پہل کرنے کو، کل بھی، تیار تھے اور آج بھی۔

**اللہ تعالیٰ، اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے طفیل**

**ہم سب کو، اِس بُحران سے، خود کو، نکالنے کی توفیق، عطا فرمائے۔ آمین۔**

(ص ۱۸ تا ص ۲۰۔ از سید نجیب حیدر، برکاتی نوری، مارہروی۔ سالنامہ "اہلِ سُنَّت کی آواز" جلد ۲۱۔ محرمُ الحُرام ۱۴۳۶ھ/نومبر ۲۰۱۴ء۔ خانقاہِ قادریہ، برکاتیہ، بڑی سرکار۔ مارہرہ شریف، ضلع ایٹہ۔ اتر پردیش۔ انڈیا)

○○○

"فروعی اِختلافات، دو قسم کے ہیں:

**ایک تو، وہ، جن میں تمام اہلِ سُنَّت کا، مُتَّفقہ مَوقِف ہے۔**

اور، دوسرے، وہ، جن میں، خود، اہلِ سنَّت کے اکابر عُلما کے درمیان، دو موقف پائے جاتے ہیں۔

**ایسے فروعی مسائل، جن میں اہلِ سنَّت کا اتفاق ہے، اُن میں، تصلُّب ہونا چاہیے۔**

**اور وقتِ ضرورت، ایسے مسائل میں، شِدَّت بھی برتی جاسکتی ہے۔**

**لیکن! حکمت و مصلحت، ہر جگہ، پیشِ نظر رہنا چاہیے۔**

**نہ ہر جگہ، شِدَّت کے مظاہرے کو، درست، قرار دیا جاسکتا ہے۔**

**اور نہ ہی ایسی نرمی، درست ہے، جو مسلک کے لئے نقصان دہ، ثابت ہو۔**

ہاں! البتَّہ، ایسے فروعی مسائل، جن میں ہمارا اِختلاف، غیر اہلِ سُنَّت سے تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ، خود اکابرِ اہلِ سنَّت میں بھی، ان مسائل میں دو رائے پائی جاتی ہے۔

**تو، ایسے مسائل میں ضرورت سے، زیادہ شِدَّت کا مظاہرہ کرنا**

**خود، اہلِ سنَّت کے حق میں مُضِر ہے۔**

اِس قسم کے فروعی مسائل کی بنیاد پر، سُنِّیُّوں ہی کو، سُنِّیَّت سے خارج داخل کرنا غیر صحت مند طرزِ فکر اور شرعی اصول وقوانین سے، غفلت و جہالت پر مبنی، اِقدام ہے۔

**اِس قسم کی شِدَّت، انھیں لوگوں کو مبارک ہو**

جنھیں، اہلِ سنَّت کے اتحاد و اتفاق سے زیادہ، **اپنے منصب واِقتدار کا تحفُّظ، عزیز ہے۔"**

(ص ۲۱۰۔ "**دین میں اِفراط وتفریط**"۔ مؤلّفہ: مولانا محمد اشتیاق القادری، رضوی، بریلوی مطبوعہ: خواجہ بُک ڈپو۔ اردو مارکیٹ۔ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔ ۲۰۱۵ء)

# اہلِ سنّت کی شیرازہ بندی کا، مُتَّفِقَہ لائحۂ عمل

## ہماری نظر میں

درجِ ذیل، تاریخی دَستاویز، حضرت مولانا محمد احمد، اعظمی، مصباحی و حضرت مفتی محمد نظام الدین، رضوی، مصباحی اور، راقمِ سطور، یٰسٓ اختر مصباحی کی طرف سے

''**فکرو تدبیر کانفرنس**'' **مارہرہ مطہّرہ** میں، پیش ہوئی۔

جو، ماہنامہ ''کنزُ الایمان''، دہلی اور ماہنامہ ''جامِ نور'' دہلی میں بھی، شائع ہو چکی ہے۔

یٰسٓ اختر مصباحی

○○○

**بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم**

**حَامِداً وَّ مُصَلِّیاً وَّ مُسَلِّما**

**خانقاہِ عالیہ قادریہ، برکاتیہ**، مارہرہ مطہّرہ کی جانب سے حسبِ دستورِ سابق، اِس سال بھی **عرسِ قاسمی برکاتی** میں، یکم ذو الحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹؍ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ''**فکر و تدبیر کانفرنس**'' کا اِنعقاد ہو رہا ہے۔ جس کا موضوع ہے ''**اہلِ سنّت و جماعت کی شیرازہ بندی**''۔

اس اہم موضوع کا اِنتخاب، بجائے خود، ایک مبارک و مسعود اِقدام ہے اور اس کے لئے سَعی و تدبیر، نہایت مستحسن و خوش آئند ہے۔ جو، خانقاہِ عالیہ کی دیرینہ روایات کے عین مطابق ہے۔

اِس تحریک و مُہم کو، جادۂ اِعتدال و صراطِ مستقیم پر قائم رکھنا اور اسے اپنے مقصدِ خیر میں کامیابی عطا فرمانا، اللہ ربُّ العِزَّت کے دستِ قدرت میں ہے۔ **اَلسَّعۡیُ مِنَّا وَالۡاِتۡمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔**

اُسی سے، سعادت و حُسنِ توفیق کی دعا ہے۔ اور وہی، حقیقی مُعین و مُستعان ہے۔

**حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡل ،نِعۡمَ الۡمَوۡلیٰ وَ نِعۡمَ النَّصِیۡر۔**

اِس فکر و تدبیر کانفرنس میں، اختلافات کا ذکر کرنا، کچھ مناسب اور مفید نہیں معلوم ہوتا

**اِس لئے بہتر اور افضل، یہی سمجھ میں آتا ہے کہ:**

**اختلافات کا ذکر کیے بغیر، مثبت و مفید انداز میں**

ایسی تدابیر و اِقدامات پر غور وخوض کیا جائے ،جن سے مستقبل قریب میں، ممکن حد تک اہل سُنَّت و جماعت کی شیرازہ بندی ہو سکے اور اس تحریک و مُہم کی توقع کے مطابق بہتر سے بہتر نتائج و ثمرات ، برآمد ہوسکیں۔

خَیرِ اُمَّت اہلِ ایمان کا سَوَادِ اعظم'' اہل سنَّت و جماعت'' کے نام سے موسوم ہے اور بِحَمْدِہٖ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ ،ہم ،اہل سنَّت و جماعت ہیں۔

اِس لئے مذہب و مسلکِ اہلِ سنَّت کا مفاد،ہمیں، ہر حال میں عزیز ہونا چاہیے۔

اور اپنی ہر فکر اور ہر اِقدام و عمل کو، اپنے اسی مذہب و مسلک کے دائرے میں، محدود رکھ کر اپنی سرگرمی، جاری رکھنی چاہیے۔

یہی، ہماری زندگی کا مطلوب و مقصود ہونا چاہیے کہ:

اسی میں، ہماری دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کا راز، مُضمر ہے۔

سَوَادِ اعظم اہلِ سنَّت و جماعت کا وجود، تسلسل کے ساتھ، ساری دنیا میں، کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اور قیامت تک، اسی تسلسل کے ساتھ، جاری اور باقی رہے گا۔اِنْ شَاءَ اللّٰہ تَعالیٰ۔

سَوَادِ اعظم ہونے کی حیثیت سے، ہماری مذہبی و مِلّی ذِمَّہ داری ہے کہ ہم، اہلِ سنَّت کے ہر شعبۂ حیات میں، ان کی مکمل ہدایت و رہنمائی کریں۔ اور دینی و دنیوی اُمور و مسائل میں، اِس طرح کی کوئی غفلت، ہرگز، نہ برتیں جس کے نتیجے میں دوسروں کی طرف، آنکھ اٹھا کر، انھیں دیکھنے اور کسی طرح کی ان سے کوئی مدد، حاصل کرنے کا انھیں، خیال اور مجبوری، پیش آئے۔

اِس فریضہ کی انجام دِہی کے لئے وسیع علم و آگہی ،طویل تجربہ ،عمیق مشاہدہ اور اجتماعی و جماعتی شعور و فکر کے ساتھ، اِحساسِ ذِمَّہ داری کی شدید ضرورت ہے۔

جس سے، ہمارے عُلمائے کرام کا، ہر دَور اور ہر عہد میں متَّصِف ہونا، ان کا، فرضِ مَنصبی ہے۔

باہمی اختلافات، کم کر کے۔ بلکہ، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ توفیق دے، تو، ختم کر کے اِتحادِ اہلِ سنَّت کا ماحول پیدا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اُمور کو، ہر حال میں ملحوظِ خاطر، رکھا جائے:

(۱) عُلمائے اہلِ سنَّت کے درمیان، نَو پید مسائل میں، جو فروعی اختلافات ہوئے

انھیں، اُچھال کر، کسی گروہ بندی، اور اِیذا رسانی سے، سخت پرہیز کیا جائے۔
(۲) ''اِختلاف'' اور ''مخالفت'' کے درجات، الگ ہیں۔
کسی ''فرعی اختلاف'' کو ''مخالفت'' کی شکل میں، ہرگز، تبدیل، نہ کیا جائے۔
(۳) اِختلاف، اگر، قابلِ مؤاخذہ ہے
تو، جس درجہ کا اِختلاف ہے، اُسی درجہ کا، مُؤاخذہ اور اس کا حکم ہوگا۔
اگر، مؤاخذہ وحکم، اپنی حد سے، تجاوُز کر جائے
تو، یہ عمل، خود، قابلِ مؤاخذہ ہو جائے گا۔
اور، جو، سزا، جُرم سے، زیادہ ہو، اُسے، ظلم اور ناانصافی کہا جائے گا۔
جس سے بچنا، ضروری ہے۔
(۴) علمی اِختلاف کو، اہلِ علم کے درمیان ہی، محدود رکھا جائے۔
اور عوامی حلقوں میں اسے، نہ بیان کیا جائے۔
(۵) اپنوں کے ساتھ، اِظہارِ اِختلاف کا، وہ لب ولہجہ، ہرگز نہیں ہونا چاہیے
جو، غیروں کے ساتھ، رَوَا، رکھا جاتا ہے۔
(۶) عُلما و مشائخِ کرام، ایک دوسرے کی عظمت اور حیثیتِ عُرفی کا، خصوصی لحاظ، رکھیں۔
اور، اپنی نجی مجلسوں میں بھی، کسی کا ذکر، اِس طرح، ہرگز نہ کریں کہ:
شُرکائے مجلس، کسی عالمِ دین وشیخِ طریقت سے، بدگمانی میں، مبتلا ہوں۔
(۷) تحریر وتقریر کے اسلوب وطرزِ بیان میں، متانت واِحتیاط پر توجہ، مرکوز رکھیں۔
اور عالمانہ وَقار کے خلاف، کوئی بات، نہ ہونے دیں۔
(۸) مذہبی ومِلّی وقومی ومُلکی مسائل پر مسلسل، نظر رکھنے اور بوقتِ ضرورت
میٹنگ کر کے تبادلۂ خیال کرنے، نیز اخباری بیان، جاری کرنے
اور دیگر مناسب اِقدام کرتے رہنے کی جماعتی ذہن سازی کی جائے۔
(۹) اہم مسائل میں، رہنما خطوط، طے کرتے رہنے کے لئے
''مجلسِ فکر'' (تھنک ٹینک) کی تشکیل کی جائے۔
(۱۰) ''مجلسِ عمل'' (گورننگ باڈی) کے نام سے

**باشعور اور سرگرم اَرکان پر مشتمل ایک مجلس کی تشکیل کی جائے۔**

جو، مجلسِ فکر کے طَے کردہ اُمور و تجاویز کو، عملی شکل، دیتے رہنے کی خدمت، انجام دے۔

یہ ضروری ہے کہ، مجلسِ عمل، نمائندہ و تجربہ کار علُماے کرام اور ذِمہ دار افراد پر، مشتمل ہو۔

**(۱۱) بااثر علُما و مشائخ و فُقہاے اہلِ سنَّت پر مشتمل**

ایک "**مجلسِ اکابر**" بھی قائم کی جائے **جو، درج بالا، دونوں مجالس کی، سرپرستی کرے۔**

**ہاں! فی الحال، اِس مجلس کا قیام، دشوار ہے کہ**

**اختلاف، اسی پایہ و مرتبہ کے علُما و مشائخ کے مابَین ہے۔**

درخواست و تجویز و دستخط کنِندگان۔

محمد احمد اعظمی مصباحی　　　محمد نظام الدین رضوی　　　یٰسٓ اختر مصباحی

○○○

# اِتحادِ اُمّت کا قرآنی پیغام

ایک ہوجائیں تو بَن سکتے ہیں خورشیدِ مُبیں
ورنہ اِن بِکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے

اِتحادِ اُمَّتِ اسلامی، وہ عظیم وجلیل فریضۂ اہلِ ایمان واسلام ہے جس کی ترغیب وتاکید، قرآن وحدیث میں وارِد ہے اور عہدِ صحابہ وتابعینِ کرام میں اس کی ایمان افروز مثالوں کے انوار وتجلّیات، جابجا بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں ''اِعتِصَامُ بِحَبلِ اللّٰہ'' کا حکیمانہ ارشاد اِس اتحادِ اُمّتِ اسلامی کی وہ اَساس اور بنیاد ہے جس کے اوپر قیامِ قیامت تک اتحادِ اُمَّتِ اسلامی کی پُرشکوہ عمارت، اُستوار اور تعمیر کی جاتی رہے گی اور اس کے فوائد وثمرات سے اہلِ ایمان واسلام، ہر عہد وعصر میں مستفید وفیض یاب اور سیراب ہوتے رہیں گے:

وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعاً وَّلاتفرَّقُوا واذکُرُ وانِعمَتَ اللّٰہِ عَلَیکُم اِذ کُنتُم اَعدَآءً فَاَلَّفَ بَینَ قُلُوبِکُم فَاَصبَحتُم بِرَحمَتِہٖ اِخوَاناً۔

(سورۂ آلِ عمران۔آیت ۱۰۳)

ترجمہ:۔اور سب مل کر اللہ کی رَسّی، مضبوط تھام لو۔اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔اور اپنے اوپر ہونے والے احسان وانعامِ الٰہی کو یاد رکھو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اللہ نے تمہارے قلوب میں ایک دوسرے کی اُلفت، ڈال دی۔اور اس کی رحمت سے تم سب، بھائی بھائی ہوگئے۔''

حَبلُ اللّٰہ (اللہ کی رَسّی) سے مفسّرینِ قرآنِ حکیم نے قرآنِ حکیم اور اسلام واہلِ اسلام، دونوں، مراد لیا ہے۔کسی مفسّر نے پہلی اور کسی نے دوسری تفسیر، اختیار کی ہے اور یہ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔اسی طرح اس کی بعض دیگر تفاسیر بھی ہیں۔

قرآن، اسلام، سُنّتِ نبوی، جماعتِ اہلِ اسلام میں سے جو تفسیر بھی مراد لی جائے، نتیجہ

اور مآل و منتہا کے لحاظ سے درحقیقت، سب ایک ہی ہیں۔

اختلافِ مذموم کے نقصان و ضرر سے آگاہ کرتے ہوئے قرآنِ حکیم ارشاد فرماتا ہے:

وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ (سورۂ اَنفال۔ آیت ۴۶)

ترجمہ:۔ اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بُزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہَوا، جاتی رہے گی۔"

اِتحادِ اُمَّت کا دائمی اصول بتاتے ہوئے پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا، كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔ رَوَاهُ فِي الْمُؤَطَّا۔ (اَلْفَصلُ الثالث۔ بابُ الْاِعتصام بِالكتابِ والسُّنَّة۔ مِشكوٰةُ الْمَصابِيح۔ مطبوعہ دارِاَرقم۔ بیروت، لبنان)

ترجمہ:۔ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور سُنَّتِ رسول، دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ جب تک انھیں مضبوط، تھامے رہوگے، ہرگز راہ نہ بھٹکوگے۔"

اختلاف اور اسبابِ اختلاف سے بچتے رہنے کی ہدایت دیتے ہوئے مزید ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِنَّهٗ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرٰى اِخْتِلافاً كَثِيراً، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّين۔ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ الخ (اَلْفصلُ الثانی۔ بابُ الاعتصام، مِشكوٰةُ الْمَصابيح)

ترجمہ:۔ میرے بعد تم میں جو زندہ رہے گا وہ بڑے اختلاف دیکھے گا۔ اس لئے تم پر لازم ہے کہ میری سُنَّت اور میرے ہدایت یافتہ خُلفاے راشدین کی سُنَّت کو اختیار کرو اور انھیں مضبوط، تھامے رہو۔"

اتحاد کی بقا و سلامتی کے لئے اُمَّت کے سَوادِ اعظم کی رفاقت و تائید، ضروری ہے جس کا حکم دیتے ہوئے پیغمبرِ اسلام صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعظَمَ۔ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّار۔ رَوَاهُ ابْنُ ماجه۔ (حوالۂ مذکورہ)

ترجمہ:۔ سَوادِ اعظم کی پیروی و اتباع کرو۔ کیوں کہ جو الگ ہوا وہ اکیلے ہی جہنم میں گیا۔"

جماعتِ مسلمین کے ساتھ رہنے اور اس کے مطابق چلنے کی تاکید، مندرجہ ذیل احادیث میں بھی ہے:

وَیَدُاللّٰہِ عَلٰی الْجَماعۃ، وَمَنْ شَذَّشُذَّ فِی النَّار۔

رَواہُ التِّرمِذی۔ (حوالۂ مذکورہ)

ترجمہ:۔ اوراللہ کی نصرت وتائید، جماعت کے ساتھ ہے۔ اورجوالگ ہواوہ جہنم میں اکیلا گیا۔''

اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ، یَأخُذُالشَّاذَّۃَ وَالْقاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ۔ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعاب وعَلَیکُم بِالْجَماعۃِ والْعامَّۃِ۔

رَواہُ احمد (اَلْفصلُ الثالث۔ بابُ الاعتصام۔ مِشکوٰۃ الْمَصابیح)

ترجمہ:۔ بے شک! شیطان، بکری کے بھیڑیا کی طرح انسان کا بھیڑیا ہے۔ جو (ریوڑ سے) الگ رہنے والی، دور رہنے والی اور کنارے رہنے والی بکری کو اپنا شکار بنالیتا ہے۔ الگ ہوکر گھاٹیوں میں ہرگز نہ جاؤ۔

جماعت وعامۂ مسلمین کے ساتھ رہنا، لازم سمجھو۔''

مَنْ فَارَقَ الْجَماعَۃَ شِبْراً فَقَدْخَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلام مِنْ عُنُقِہٖ۔

رَواہ احمدوابوداؤد۔ (اَلْفصلُ الثالث۔ بابُ الاعتصام بِالکتابِ وَالسُّنَّۃ۔ مِشکوٰۃ الْمَصابیح۔ مطبوعہ دارِارَقم۔ بیروت، لبنان)

ترجمہ:۔ جوشخص، جماعت سے بالشت بھرالگ ہوا، اس نے قلادۂ اسلام اپنی گردن سے نکال پھینکا۔''

اصل اتحادِ امت یہی ہے کہ جمہوراہلِ اسلام کے صراطِ مستقیم پہ گامزن رہ کراپنی زندگی گذاری جائے۔ یہی اہلِ اسلام، وہ سعادت مند مسلمان ہیں جوارشادِ نبوی کے مطابق ''سوادِ اعظم'' ہیں۔

جن کو، دوسری صدی ہجری کے آغاز میں سیدُ التَّابِعین، حضرت حَسَن بصری (وصال ۱۱۰ھ۔ ۷۲۸ء) کے دَورمیں ''اہلِ سُنَّت وجماعت'' کہا گیا اور جماعتِ مسلمین، اِسی مبارک نام ''اہلِ سُنَّت وجماعت'' سے شرق وغرب میں آج بھی معروف ومشہور ہے۔ جن میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مقلِّدین مذاہبِ اربعہ، نیز قادری، چشتی، نقش بندی، سہروردی، شاذلی، رفاعی

وغیرہ سلاسلِ صحیحہ مُتَّصِلہ سے منسلک مسلمان، اور دیگر صحیحُ العقیدہ، عامّۂ مسلمین، شامل ہیں۔

مقدس جماعتِ مسلمین وسَوادِ اعظم کے معتقدات ومسلّمات سے اِنحراف اوراس سے فکری ونظریاتی طور سے کسی بھی طرح الگ اور دور ہونا، باعثِ ہلاکت وبربادی اوراس کے مفادات ومصالح کوکسی بھی طرح مجروح کرنا، سببِ نقصان وخُسرانِ عظیم ہے۔

اہلِ اسلام کے لئے کسی دوسرے فرقہ، طبقہ، جماعت یا فرد سے کوئی مذہبی اشتراک یا موالات ہرحال میں ناجائز ہے۔ اوراس کی کبھی کسی بھی طرح کوئی گنجائش، شرعی نقطۂ نظر سے ہرگز نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔

اتحادِ اُمّت کے اُصول وحُدود سے واقف رہنا، ہرمسلمان کے لئے ضروری ہے۔

کُفّار ومُبتدِعین وفُجّار وفاسقین، ہرایک سے مؤدّت وموالات، ناجائز وحرام ہے۔ جس کی تفصیل، کتبِ فقہ میں مسطور ومذکور ہے۔

''جوتعلق، مذکورہ باتوں سے خالی ہو، یعنی نہ وہ حقیقت میں محبت کی بِنا پر ہو، نہ اس کی علامت ودلیل، نہ اس سے اسلام یا مسلمانوں کو ضَرر ونقصان، متصوّر، نہ کُفّار کا فائدہ ونفع مقصود۔ **اوراس میں مسلمانوں کی کوئی حاجت وضرورت یا مقصدِ صحیح ہوتو جائز ہے۔ اوروہ موالاتِ محرَّمہ میں داخل نہیں۔''**

(ص ۲۷۵۔ فتاویٰ صدرُالافاضل، مطبوعہ بمبئی۔ ۲۰۰۷ء)

تفسیرِ احمدی میں ہے: **اِنَّ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ،یَعُمُّ الْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْکافِرَ۔ والْقُعودُمَعَ کُلِّھِم مُمْتَنِعٌ۔** (تفسیرِ احمدی۔ ص ۳۰۸)

(ترجمہ) ''قومِ ظالم'' مُبتدِع اور کافر وفاسق، سب کو عام ہے۔ اوران سب کے ساتھ بیٹھنا، ممنوع ہے۔''

جب کہ مُبتدِع وفاسق وفاجر کے ساتھ بھی موالات، ممنوع ہے تو کافر کے ساتھ ممنوع ہونے میں کیا تامُّل؟'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۹۴۔ فتاویٰ صدرُالافاضل، مطبوعہ بمبئی۔ ۲۰۰۷ء)

اِس سلسلے میں ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کا ایک اصولی ہدایت نامہ، قارئینِ کرام، ملاحظہ فرمائیں:

''روابط وتعلقات کے بارے میں شرعی وفقہی ضابطہ ہے کہ:

(الف) کسی کافر و بد مذہب اور فاسق و فاجر سے دوستانہ میل جول، ناجائز ہے۔

(ب) انفرادی یا اجتماعی ضرورت و حاجت و مصلحت کے تحت، مودّت و موالات کے بغیر، ملاقات و گفتگو اور اسی طرح کا کوئی عمل، مشروط و محدود دائرے میں مباح اور جائز ہے۔

(ج) مشترکہ اُمور و معاملات کے حل کے سلسلے میں کسی مخلوط اجلاس، کانفرنس، مٹنگ میں اُن علما کی شرکت، حسبِ ضرورت و حاجت و مصلحت، جائز ہے جو مستند و معتمد ہونے کے ساتھ بیدار مغز، معاملہ فہم، مؤثر و مقتدر اور اپنے موقف و مسلک کی اِظہار و اِثبات کی مطلوبہ صلاحیت کے حامل اور اہلِ سُنَّت و جماعت کی باوقار نمائندگی کے اہل ہوں۔

یہ اصول و ضوابط، مسلّماتِ مذہب اہلِ سُنَّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار، محض جہالت و کج فکری اور کج رَوِی ہے۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔''

(ص ۶۸۔ ''عرفانِ مذہب و مسلک'' مؤلّفہ یٰسٓ اختر مصباحی۔ مطبوعہ دارُالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ طبعِ جدید مع اضافۂ مفید۔ مارچ ۲۰۱۴ء)

کسی بھی اندیشہ و خطرہ اور اختلاف و انتشار کی صورت میں عافیت و نجات کی راہ صرف ایک ہے کہ مستند و معتمد عُلمائے اہلِ سُنَّت کی ہدایت کی روشنی میں اتحادِ اُمَّت سے متعلق کوئی اِقدام و عمل کیا جائے اور جماعتِ مسلمین اور سَوادِ اعظم کا دامن، مضبوطی سے تھامے رکھا جائے۔ یہی واضح و محکم ارشادِ نبوی ہے جس کی پابندی، ہر حال میں ضروری ہے۔ ارشادِ مبارک ہے:

**اِنَّ اُمَّتِی لاتَجتَمِعُ عَلٰی ضَلالَۃٍ فَاِذارَأیتُم اِختلافاً کثیراً فَعَلَیکُم بِالسَّوَادِ الاَعظم۔** (سُنَنِ ابنِ ماجہ)

ترجمہ: ''میری امت، کسی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ جب تم زیادہ اختلاف دیکھو تو سَوادِ اعظم کے ساتھ رہنا، ضروری سمجھو۔''

اِن ہدایات کے ساتھ قرآنِ حکیم نے اہلِ ایمان و اسلام کی ایک خاص اور نہایت اہم صفت بیان فرمائی کہ وہ ''رُحَمَآءُ بَینَھُم'' آپس میں رحم دل ہیں۔

رحم دلی کا لازمی تقاضہ ہے کہ اہلِ ایمان و اسلام، ایک دوسرے کی خبر گیری کرتے ہوئے ایک دوسرے کے دُکھ درد میں ہمیشہ شریک رہیں۔

جسم کے کسی ایک حصے کو کسی طرح کی تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم اس سے متأثر ہوتا اور اس کا درد، محسوس کرتا ہے۔

**یہ انسانی زندگی کا عام تجربہ ہے۔**

اہلِ ایمان واسلام اپنی محبت ورحم دلی میں جسمِ واحد کی طرح ہیں۔
ارشادِ نبوی سے بھی یہی ثابت ہے۔ نیز اُمَّتِ محمدیہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے لئے باعثِ تائید وتقویت ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:
مومن، دوسرے مومن کے لئے (سیسہ پلائی ہوئی) مضبوط عمارت کی طرح ہے۔
جس کا ہر حصہ، دوسرے حصے میں پیوست ہو کر اسے طاقت پہنچاتا ہے۔''
اِن خصائصِ مومن اور صفاتِ امتِ محمدیہ کا فطری تقاضا ہے کہ:
وہ، ایک دوسرے کے حالات ومعاملات سے باخبر رہیں
اور ان میں سے جسے، جہاں، جس طرح کی کوئی ضرورت پیش آئے، حَتَّی الْمَقدور اس کی تکمیل کا سامان کریں اور اس کی اِمداد واِعانت کے ساتھ اسے آرام وراحت پہنچانے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں۔
امت کی یہ غم خواری وغم گساری، آپس کے اتحاد واتفاق کو قائم رکھنے کا
وہ عملی نسخہ اور طریقہ ہے جو نہایت مفید وکارآمد اور تیر بہ ہدف ہے۔
پیغمبرِ اسلام، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اُمور ومعاملاتِ مسلمین سے دل چسپی اور اِہتمام کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

**مَنْ اَصْبَحَ وَلَمْ یَھْتَمّ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَیْسَ مِنْھُم۔**

(ص ۸۴۔ جلدِ ثامن۔ اِتْحَافُ السَّادَۃِ الْمُتَّقِیْنَ لِلزَّبِیدِی۔ مطبوعہ بیروت، لبنان)
ترجمہ:۔ جو شخص، اِس حال میں صبح کرے کہ اُمورِ مسلمین سے اس کی
کوئی دل چسپی اور اہتمام، نہ ہو، وہ، اُن (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے۔''

**اِس حدیث میں تاکید بھی ہے اور تہدید بھی ہے۔**
**جو مسلمانوں کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے۔**

امتِ مسلمہ کی دینی ضروریات بھی ہیں اور دنیاوی ضروریات بھی ہیں
جن میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور دونوں طرح کی ضروریات، نَوع بہ نَوع ہیں۔
جو اس کی زندگی کا لازمہ ہیں۔
سَوادِ اعظم ہونے کا صحیح مصداق ہونے کا شرف واِعزاز، ہمیں اُسی وقت، حاصل ہوگا

اور اتحادِ اُمَّتِ اسلامی کے تقاضوں کی صحیح معنیٰ میں ہم اسی وقت تکمیل کر سکتے ہیں جب اُمَّتِ مسلمہ کے مطالباتِ دینی کے ساتھ، اس کی حیاتِ اجتماعی کے ہر پہلو اور ہر گوشے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر موڑ پر ہم ضروری اِقدام کرتے رہیں۔

مسلمانوں کے اُمور ومعاملات اوران کے مسائل سے واقف رہنے، ان کی مشکلات کا درد وکرب محسوس کرنے کے ساتھ عملی تعاون کرنے کا جذبۂ بے تاب ہی درحقیقت ایک مومن کی شان ہے، جس سے اسے کبھی اور کسی حال میں غافل نہیں رہنا چاہیے۔

اپنے ساتھ، دوسرے مسلمانوں کی دنیا وآخرت کی بھلائی چاہنا اور اس کے لئے کوشاں رہنا اتحادِ اُمَّتِ اسلامی کے لئے اِکسیرِ اعظم ہے۔

یہی وہ حقیقت اور فلسفۂ حیات ہے، جسے مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں سمجھایا گیا ہے اور اس کے اندر خیر وصلاح وفلاح کی طلب کرتے رہنے کی ہدایت دی گئی ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار۔

(سورۂ بقرہ۔آیت ۲۰۱)

ترجمہ:۔**اے ہمارے رب! دنیا وآخرت میں ہمیں، بھلائی، عطا فرما اور عذابِ جہنم سے ہماری حفاظت فرما۔"**

# تعمیر کی جانب، صفتِ سَیلِ رواں، چل

**ہر دَور کی تاریخ میں** کچھ ایسی پُر کشش اور باوقار شخصیتیں، ضرور جنم لیتی ہیں
جن کا بے داغ کردار، بے مثال عزم واستقلال اور ان کی عدیم النظیر جرأت وہمت
اپنے پورے عہد کے لئے نمونۂ عمل بن جایا کرتی ہے اور ان کے انقلاب انگیز کارناموں کے
لافانی نقوش، آنے والی نسل کے لئے سنگِ میل اور مینارۂ نور، ثابت ہوتے ہیں۔
زمانہ اور اس کی آب وہوا سے خود، متأثر نہیں ہوتے، بلکہ وہ، زمانہ پر، اثر انداز ہوتے ہیں۔
اور اپنے علم وہنر و فکر وفن کی وسیع دنیا میں ایک ایسے جہانِ نَو کی تعمیر کرتے ہیں کہ:
آبادی وکوہسار، دشت وجبل اور رزم وبزم، جس جگہ اور جس طرف، کان لگایئے
بس، انہیں کی داستانِ عظمت کی گونج سنائی دیتی ہے اور اُنھیں کا ذکر، حدیثِ محفل بن جاتا ہے۔
اُن کی فکر اور ان کے موقف کا نمایاں تشخص، نیز، اُن کی عظیم خدمات کا گہرا نقش
ہر ایک کے دل ودماغ پر، بتدریج، مُرتسم ہونے لگتا ہے۔
جس کے بعد، انسانوں کا اَنبوہِ کثیر، ان کے گرد، اِکٹھا ہو جاتا ہے۔
اور پھر، ان کی تائید واختلاف اور حمایت ومخالفت کا ایک سیلاب بھی امنڈ پڑتا ہے۔
ایک طرف، اُن کے حق میں جاں نثاری وفداکاری کی اعلیٰ روایتیں، قائم ہونے لگتی ہیں
تو دوسری طرف، اُن کے خلاف، محاذ آرائی اور جنگ وجدال کا طوفان بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔
حاسِدین ومخالفین کا طبقہ، اُن کے ہر فضل وکمال کو نقص وعیب کی نظر سے دیکھتا ہے۔

**کیوں کہ کُلُّ ذِیْ نِعْمَۃٍ مَحْسُوْد۔ اور بقول شیخ سعدی شیرازی:**

**ہنر، بچشمِ عداوت، بزرگ تر عیبے ست۔**

کچھ یہی سانحہ، عصرِ حاضر کے اُس عبقری انسان کے ساتھ بھی، پیش آیا
جسے اَربابِ فکر ونظر نے تحقیق اور ریسرچ کی کسوٹی پر، پرکھنے کے بعد:
**''ایشیا کا ایک فراموش شدہ جینیس (عبقری)''** قرار دیا۔
حقیقت پر، پردہ ڈالنے کی روایت کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔

عاقبت نااندیش اصحابِ قلم نے ، نہ جانے کتنے عظیم اور گراں قدر افراد کو قعرِ گمنامی میں ڈال دیا۔
نفسانیت اور اپنی عصبیت کا کفن پہنانے کے بعد
ان کے علم و فضل کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر کے انھیں ایک قصہ پارینہ بنادیا۔
بہت سے مستحقین کو خود ساختہ اَوراقِ تاریخ میں ان کے اصل مقامِ بلند سے کھینچ کر نیچے اُتار دیا گیا اور کم علموں کے سر پر عظمت و رفعت کا تاجِ خسروی رکھ کر، انہیں بڑے کرّ و فر کے ساتھ، پیش کیا جانے لگا۔ جیسے، ان کی سلطانی مسلّم، ان کا حکم نافذ، ان کا فیض، عالم گیر
اور ہر کہہ ومہ، انہیں کا مطیع و منقاد اور انہیں کی عقیدت و محبت کا، اسیر و بندۂ بے دام ہے۔
علم و حکمت کا، انہیں، اِس طرح، شناور و واداشناس اور امین و رازداں بتایا جانے لگا
جیسے، دنیا میں ان کا ہم رتبہ اور، کوئی ثانی بھی نہ پیدا ہوگا۔
اور شرق و غرب نے ان کے علمی رُعب و جلال کے آگے، تسلیم و رضا کی گردنیں، خم کردی ہیں۔

**حالات کی اِس ستم ظریفی کا ذکر، کس سے کیا جائے کہ:**
**وہ جو، نازشِ لوح و قلم، امینِ علم و حکمت اور فخرِ اَسلاف و اَخلاف تھا۔**
**جس نے زندگی کا لمحہ لمحہ، خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر دیا۔**
**جس کے قلم کی سیاہی بھی، عشقِ مصطفیٰ عَلَیْهِ التَّحِیَّةُ وَالثَّناء کے**
**شعلۂ سوزاں میں تپ کر کندن نہیں، بلکہ بزمِ عُشّاق کی شمعِ فروزاں بن گئی۔**
**جس کی لازوال خدمات، دین و مِلّت کی آبرو اور جس کا نام، زینتِ تاریخ ہے۔**

اُس کا، سرے سے، کوئی ذکر ہی، نہیں کیا گیا
اور ضمیر نے کہیں جھنجھوڑا بھی تو مصلحت نے قلم، تھام لیا
اور دیانت و انصاف کے خون سے جبینِ تاریخ، عَرق عَرق اور اس کا سینہ، لالہ زار ہوگیا۔
مُنکرین و حاسِدین نے ، یہ سلوک اُس عبقری شخصیت کے ساتھ کیا
جسے دنیا ، آج ، فقیہِ اسلام ، امامِ اہلِ سُنّت ، مولانا الشاہ محمد احمد رضا ، حنفی ، قادری برکاتی بریلوی ( متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء ) کے نام سے اچھی طرح جانتی پہچانتی ہے۔
کسی مقام پر، ذکر بھی کیا گیا تو اُس کی حیثیت گھٹا کر، اس کے صحیح مقام سے فروتر ثابت کرنے کا، ناخوشگوار فریضہ، انجام دیا گیا۔ اِس انداز سے کہ بس:

’’وہ، ایک عالم تھے، پڑھتے پڑھاتے اور کچھ نہ کچھ لکھتے بھی رہتے تھے۔ ذہین وطبّاع بھی تھے، نزاعی مسائل کی طرف ان کی ساری توجہ، مرکوز رہتی، ان کے عقیدت مندوں کی ایک اچھی خاصی جماعت بھی پیدا ہوگئی، جو تعریف وتوصیف میں، بڑے مبالغہ سے کام لیتی ہے۔

ان کی ذات سے قوم ووطن کو کوئی قابلِ ذکر فائدہ نہ پہنچا

ہاں! باہمی نفاق اور اختلاف وانتشار کے جذبات، ضرور پیدا ہوئے

جو پروان چڑھتے چڑھتے، اب پوری مِلّت کے لئے

ایک روح فرسا، ناسور کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔‘‘

**اور ساتھ ہی، جب اپنے ’’مولانا‘‘ کی بات آئی**

تو یہی پژمردہ وافسردہ قلم، پھڑک اٹھا۔ اپنی تحریکوں، تنظیموں، مدرسوں اور اداروں کا ذکر چھڑا

**تو پھر، اس کی رَوانی وبرق رفتاری کا کیا پوچھنا؟**

معمولی سے معمولی کام اور دوسروں کی خدمات کو بھی، اِس چابک دستی سے اپنی جانب منسوب کیا گیا کہ پڑھنے اور سننے والوں کے دل، خواہ مخواہ، ان سے متأثر ومرعوب ہی نہیں بلکہ ان کے گرویدہ وعقیدت کیش ہو جائیں۔

**ان کا یہ وطیرہ، کسی ایک شعبہ کے ساتھ، خاص اور اُسی کے اندر، محدود نہیں رہا**

**بلکہ دینی، علمی، اصلاحی، سیاسی، ہر محاذ پر یہی کھیل کھیلا گیا**

اور بازی گروں نے طرح طرح کی شعبدہ بازیوں سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر

**ہمارے گردوں شکار اَسلافِ کرام کی توانا ہڈیوں پر**

**اپنی جھوٹی عظمت وشہرت کا، رنگارنگ تاج محل، تعمیر کرنا چاہا۔**

**لیکن، انہیں کون سمجھائے کہ شاخِ نازک پر، جو آشیانے بنائے جاتے ہیں**

بادِ صَرصَر کا ایک ہی جھونکا، اُن کے تنکوں کو، تارِ عنکبوت کی طرح، فضا میں بکھیر دیتا ہے۔

**کمزور بنیادوں پر تعمیر ہونے والے محلات کے وجود کو، زلزلہ کا ایک ہی جھٹکا**

**صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیتا ہے۔ اور شاید، انہیں، معلوم نہیں کہ:**

**یہ تو ہے دَورِ شکست وریخت، اے نازک مزاج**

**زد پہ شاید تیرے شیشے کا مکاں بھی آئے گا**

قائدِ جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) علّامہ فضلِ حق خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۰ء) کے
**نام اور ان کے بلند مقام سے آج، کون پڑھا لکھا انسان، واقف نہیں؟**

ان کی قائدانہ سرگرمیوں کے نتیجے میں پورا ہندوستان، انگریزوں کے خلاف، اٹھ کھڑا ہوا۔
شاہجہانی جامع مسجد، دہلی میں ان کی ولولہ انگیز تقریر اور ۱۸۵۷ء میں جہادِ آزادیِ ہند کے لئے ان کا تاریخی فتویٰ، جس پر مشاہیر عُلماے ہند کے دستخط اور ان کی تائیدات تھیں، ان دونوں نے ہم وطنوں میں آزادی کی جو حرارت و تپش پیدا کی، وہ، تاریخِ ہند کی ایک نا قابلِ چیلنج حقیقت ہے۔

اسی قیادت اور فتویٰ کا، سریعُ الاثر نتیجہ ہے کہ:

برصغیر ہندوستان کا چپہ چپہ اور وطن کا ذرّہ ذرّہ، انگریزوں کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اور ایک عرصہ تک، ہندوستانیوں کے سینے میں آتش فشاں، پروان چڑھتا رہا، جس نے ۱۹۴۲ء میں "ہندوستان چھوڑو" کا ایک ایسا فلک شگاف نعرہ بلند کیا کہ زمین کا سینہ، دہل گیا۔
اور فضاے بسیط میں، **ہر طرف چنگاریاں اور انگارے، دہک اٹھے**
**جن میں قصرِ فرنگیت جل کر خاکستر ہو گیا۔**

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اَبناے وطن میں سرفروشی کی تمنائیں، انھیں کی آتش نوائی سے پیدا ہوئیں، جس نے ایوانِ حکومت میں ایسی آگ لگائی
اور قصرِ فرنگیت میں ایسا شگاف ڈالا کہ پارلیمنٹ ہاؤس کی بساطِ سیاست ہی اُلٹ گئی۔
**اور پھر، سارے ہندوستانیوں نے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کہ:**
برطانوی سامراج کا آفتابِ اقبال، ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا سے
اِس طرح سمٹا اور غروب ہوا کہ **اُفقِ عالم پر شاید ہی، کبھی، دوبارہ، طلوع ہو سکے۔**
کتنی لازوال اور تاریخ ساز خدمت انجام دی، علّامہ فضلِ حق خیرآبادی نے۔ لیکن:
"**بُرا ہو تاریخ کا**، اس نے اپنے حافظہ سے ایسی ایسی جاں باز، حق گو
اور جامعِ کمالات شخصیتوں کو، دودھ کی مکھی کی طرح، نکال پھینکا
جنہوں نے اپنے دَور میں وقت کے تیز و تند طوفانوں سے بے خوف وخطر ٹکر لی اور پیٹھ نہیں دکھائی۔

علّامہ فضل حق خیرآبادی رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ، تاریخ کے اُن جواں مرد اور نڈر مجاہدوں میں سے تھے، جن کی ہمت و جرأت اور حق گوئی و بے باکی نے، دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔

مگر، تاریخ کے صفحات میں، ان کو شایانِ شان تو کیا، معمولی جگہ بھی نہیں مل پائی''

(**ہفت روزہ خُدامِ دین، لاہور، ۲۳ / نومبر ۱۹۶۲ء۔ مضمون ''مولانا فضلِ حق، خیرآبادی''**
بقلم مستقیم حسن حامدی، فاضلِ دارُالعلوم دیو بند)

**اور سنیے، کہنے والے کیا کہہ رہے ہیں؟**

''اِس میں شک نہیں کہ، مولانا فضلِ حق کے سیرت نگاروں نے مَن گڑھت، جھوٹی اور، بے سرو پا حکایتیں، بیان کر کے مولانا کے نیک کردار کو، خواہ مخواہ، سُبک کرنے کی کوشش کی ہے۔''

(ص ۱۰۱۔ ''**غالب نام آورم**''۔ سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۰ء۔ از نادؔم، سیتا پوری)

**یہ سب کیوں اور کس تعصُّب کے سبب ہوا؟**

**اور کس کی طرف سے یہ سَعیِ نامشکور انجام دی گئی؟**

**نادؔم سیتا پوری ہی کے قلم سے، یہ حقیقت بھی، ملاحظہ فرمائیں:**

''انگریز اور ان کے ہَوا خواہ تو، مولانا (فضلِ حق خیرآبادی) سے اِس لئے ناراض تھے کہ انقلابِ ۱۸۵۷ء میں، کسی نہ کسی نہج (نہیں! بلکہ قائدانہ حیثیت سے) سے، ان کا نام آ گیا۔

لیکن، خود، مسلمانوں کا ایک ''**پروپگنڈسٹ گروپ**'' مولانا سے اِس لئے بیزار تھا کہ:

وہ، ان کے مذہبی نظریات کے خلاف (شاہ اسماعیل دہلوی وغیرہ سے) عالمانہ مجاہدہ کر چکے تھے۔

یہ باوقار علمی مباحثے، کوئی ذاتی اور عامیانہ جنگ نہیں تھی، جس کا سہارا لے کر
مولانا خیرآبادی کے خلاف، مستقل محاذ، قائم کر دیا جاتا، لیکن، ہوا کچھ ایسا ہی۔'' (**غالب نام آورم**)

روشن خیالی کے داعیِ اعظم، مولانا ابوالحسن علی ندوی (متوفی دسمبر ۱۹۹۹ء) ناظمِ دارُالعلوم ندوۃ العلما لکھنو کے والد، حکیم عبدالحیٔ، رائے بریلوی (متوفی ۱۹۲۳ء) نے
مشاہیر عُلماے ہند کے حالات پر مشتمل، عربی زبان میں آٹھ جلدوں میں ایک ضخیم تاریخی کتاب، ترتیب دی ہے جس کی آٹھویں جلد، خود، اول الذکر کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

نُزھَۃُ الْخَواطِر کے نام سے، اِس وقت اسے کافی رواج اور شہرت، حاصل ہے۔

اس میں آپ، علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی وعلاّمہ فضلِ رسول، بدایونی ومولانا ارشاد حسین مجدّدی، رام پوری وامام احمد رضا، قادری، برکاتی، بریلوی وحضرت ومولانا وصی احمد، محدِّث سورتی رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن، **اور دوسرے عُلماے اہلِ سُنّت کا ذکر پڑھیں**

**تو، ان کے متعصِّبانہ ذہن کی ساری گرہیں، کھلتی نظر آئیں گی۔**
**اور آپ کی خوش فہمی کے سارے تار و پود، بکھر جائیں گے۔**

وہ کون سی ''**مہذَّب گالی**'' ہے، جس کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

جسے پڑھ کر آپ، حیران رہ جائیں گے۔ **غیر مہذَّب لب ولہجہ کی بھی اتنی فراوانی ہے کہ سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی کا بھی، خون کھولنے لگے۔**

ایک سنّی عالم، مولانا **شرف الدین، رام پوری** کے بارے میں، ان کا قلم لکھتا ہے:

کَانَ شَرّاً فِی الدِّین ۔مطلب، یہ ہے کہ ان کا نام، شرف الدین، درست نہیں بلکہ وہ، شرفی الدین، یعنی، دین میں شر و فساد پھیلانے والا تھا۔

اسی طرح، حضرت مولانا عبدالقادر، بدایونی بن علاّمہ فضلِ رسول، بدایونی عَلَیْھِمَا الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان کا ذکر کرتے ہوئے حکیم عبدالحیٔ، رائے بریلوی نے لکھا ہے:

**کَانَ عَلٰی قَدَمِ وَالِدِہٖ..........فِی الْمُبَادَرَۃِ اِلٰی تَکْفِیْرِ الْمُسْلِمِیْن وَتَبْدِیْعِھِم وَتَفْسِیْقِھِم**۔(ص ۲۸۶۔جلد ۸۔ نُزْھَۃُ الْخَوَاطِر)

**یعنی، مولانا عبدالقادر بھی، مولانا فضلِ رسول کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کو بہت جلد، کافر و بد دین اور فاسق بنادیا کرتے تھے۔''**

ایک مجلسِ مذاکرہ، منعقدہ ۶ر فروری ۱۹۷۸ء کراچی میں، عالی جناب، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی نے اپنی تقریر کے درمیان فرمایا کہ:

''جب میں، عُلمائے اہلِ سُنَّت کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا، تو میں نے محسوس کیا کہ:

**جو کچھ، تحریکِ جہاد کے بارے میں اب تک لکھا گیا ہے، وہ سب، یک طرفہ ہے۔**

اِس موقع پر میں نے پروفیسر شاہ فریدالحق سے رجوع کیا اور ان کے ذریعہ کچھ مواد، حاصل کیا۔''

(۳۱ر مارچ ۱۹۷۸ء ماہنامہ **فیضان**۔فیصل آباد، پاکستان)

عُلمائے اہلِ سُنَّت کی دینی و علمی خدمات اور علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی کی علمی وسیاسی سرگرمیوں اور کارناموں کو، جس طرح، محض مسلکی اختلاف کی بنیاد پر، پسِ پشت ڈال دیا گیا ٹھیک اُسی طرح، امامِ اہلِ سُنَّت، مولانا احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کی دینی و علمی وفقہی خدمات کو بھی، گروہی عصبیت کا شکار بنا کر، دنیا کے سامنے، ایک گھناؤنی تصویر اور جہل آمیز شخصیت

کی شکل میں پیش کرنے کی، شب و روز کوشش کی گئی۔

حالاں کہ بقول سید اوصاف علی، ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، نئی دہلی

**"اِس کی سب سے بڑی وجہ، غالباً اُن کی راسخ الاعتقادی ہے**
**جس کے آگے، کسی مخالف کے افکار کا چراغ، نہ جل سکا۔"**

(**امام احمد رضا نمبر**۔ ماہنامہ، المیزان بمبئی۔ ۱۹۷۶ء)

غالباً نہیں! بلکہ یقیناً، یہی سبب ہے، جو، روزِ روشن کی طرح، واضح و عیاں ہے۔

روزنامہ، **نوائے وقت**، لاہور لکھتا ہے:

"مولانا محمد احمد رضا خان عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔

وہ، علم و فضل کا ماہتاب تھے، جس کی روشنی، قریب و بعید کو منور کرتی رہی۔

وہ، علم و عرفان کا ایک سمندر تھے، جس سے متلاشیانِ حق، سیراب ہوتے رہے۔

ان کے فیوض کا دائرہ، برصغیر تک محدود نہیں تھا۔ عرب و عجم کے عظیم عُلما و فُضَلا نے ان کے علمی کمال اور عارفانہ شعور کی کھلے دل سے شہادت دی ہے۔

**فاضلِ بریلوی کی عظمت کا اندازہ، اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ:**
**وہ، بیشتر علومِ مروّجہ میں بِالعموم اور دینی علوم و معارف میں بِالخصوص**
**کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔**
**انہوں نے اُس تحریک کے دَور میں قلمی جہاد کیا**
**جو، بدعت گریزی کے نام پر شروع کی گئی**
**لیکن، ناپسندیدہ بیباکی اور اس سے بھی آگے، گستاخانہ طرزِ عمل کی مظہر بن گئی۔**
**علم کے نام پر، جہالت کے فروغ اور اکابرِ اسلام کی تحقیر کے خلاف**
**فاضلِ بریلوی کا، رَدِّ عمل ایک فطری بات تھی۔**

مخالفین، اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ کے علم و فضل کا مقابلہ تو کر نہیں کرسکتے تھے۔ انہوں نے تسکینِ اَنا کی خاطر، اعلیٰ حضرت کے خلاف، طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلا دیں جنہیں، موصوف، خود، ناپسند فرماتے تھے اور جن کی انہوں نے اپنی تحریر و تقریر میں مخالفت کی تھی۔

انہیں، قبر پرست، حلوہ خور، اور حضور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو

اللہ تعالیٰ کے برابر درجہ دینے والا، **اور نہ جانے کیا کیا، مشہور کردیا گیا"**

(بقلم مسعود جاوید عثمانی، روزنامہ **نوائے وقت**، لاہور۔ ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۶ء)

**کتنا غلط، یہ حرف بھی، مشہور ہوگیا.............**

حضرت امام احمد رضا، بریلوی کے خلاف، ابنُ الوقت اور مصلحت کوش حضرات کے **"متعصّب و منفی ذہن" یا "زرخرید قلم" اور ان کی مُعانِدانہ رَوِش نے** اب تک، کردارکشی کی جو مُہم جاری کررکھی ہے، اسے حضرت مرزا مظہرجانِ جاناں، نقش بندی مُجدِّدی، دہلوی کی زبان میں اس کے سِوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ:

**بہ لَوحِ تربتِ مَنْ یافتند از غَیب تحریرے**
**کہ ایں مقتول را، جُز بے گناہی، نیست تقصیرے**

سیاسی محاذ پر، عُلمائے اہلِ سُنَّت ہی نے جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) کی روح پھونکی تھی۔

علاّمہ فضلِ امام، صدرُ الصُّدور دہلی، مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی، مفتی عنایت احمد، کاکوروی منصف صدر کول و بریلی، علاّمہ فضلِ رسول، بدایونی سررشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہسوان، مفتی عنایت اللہ، گوپامئوی، قاضیِ دہلی و سرکاری وکیل الہ آباد، مفتی لطف اللہ، دفتر سہسوان، مفتی لطف اللہ علی گڑھی، سررشتہ دار امین بریلی، قاضی فیض اللہ، کشمیری وغیرھُم ہی کے ہاتھوں میں **مسلمانوں کی باگ ڈور تھی۔**

منشی رسول بخش، کاکوروی، مولانا امام بخش صہبائی دہلوی، مولانا غلام امام شہید مفتی عبدالوہاب، گوپامئوی۔ مولانا فیض احمد، عثمانی، بدایونی، مولانا وہاج الدین، مرادآبادی سید تراب علی، سجادہ نشین تکیہ شریف، کاکوری اور مولانا رحمت اللہ، کیرانوی وغیرھُم کی **زرِّیں خدمات، ہمارے لئے آج بھی، سرمایۂ افتخار ہیں۔**

سید احمدُ اللہ شاہ، جنرل بخت خاں، جنرل عظیم اللہ خاں وغیرھُم کی حربی صلاحیتوں کا اعتراف، خود انگریزوں کو بھی تھا اور ان کے تصور ہی سے، ان کے ماتھے پر پسینہ آجاتا۔

عاشقِ رسول، مجاہدِ اعظم، مولانا سید کفایت علی، کافیؔ مرادآبادی، آزادیِ وطن کی راہ میں ۳۰/اپریل ۱۸۵۸ء کو گرفتار ہوئے اور مرادآباد جیل سے متصل، انہیں، برسرِ عام، پھانسی دی گئی۔

**تختۂ دار کی طرف جاتے وقت، آپ کی زبان، یوں، نغمہ سرا تھی:**

کوئی گل باقی رہے گا ، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حَسَن رہ جائے گا
ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دَم کا چہچہا
بلبلیں اُڑجائیں گی ، سونا چمن رہ جائے گا
اطلس وکم خواب کی پوشاک پرنازاں نہ ہو
اِس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
جوپڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر ،درود
آگ سے محفوظ ،اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

**اِن تاریخی حقائق کوآخر، کب تک جھٹلایا جاتا رہے گا؟**

اِنْ شَاءَ اللّٰه، اِن مظلوموں کا لہو، خود پکاراُٹھے گا اور خونِ شہیداں کی سرخی، رنگ لاکر رہے گی۔

آکے گِرا تھا ایک پرندہ لہو میں تر
تصویر اپنی چھوڑ گیا ہے چٹان پر

ہماری خانقاہیں، اگرچہ، آج، تطہیرِ قلوب اور تزکیۂ نفوس کا وہ فریضہ، انجام نہیں دے پارہی ہیں، جو کبھی، ان کا طُرّہ ٔامتیاز تھا۔ وہ سوزِ دروں اور وارفتگیِ شوق، اگرچہ، باقی نہیں، جو دلوں کو گرما کر روحوں کو مُرغِ بسمل بنا دیا کرتی تھی، تاہم، اب بھی، کچھ نہ کچھ ایسے پاکیزہ نفس انسانوں کا وجود باقی ہے، **جو آہِ صبح گاہی کی لذتوں سے آشنا اور شاد کام ہو رہے ہیں۔**

کچھ نقائص کے باوجود، ہماری دینی درسگاہیں، اِس دَورِ انحطاط میں بھی اپنی دینی روایات واقدار کو سینے سے لگائے ہوئے قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُول کی ایمان افروز صدائیں، بلند کررہی ہیں۔

**اور دانش وبینش کی بیش قیمت اور انمول دولت سے سرفراز ہوکر**
**قوم کے ہزاروں نونہال، علم وآگہی کے خزانے لٹارہے ہیں۔**

ان کے لاہوتی نغموں میں، اب بھی، یہ جَذب وکَشِش ہے کہ:
سوئے ہوئے انسان جاگ اٹھیں اور بے روح وجود میں، زندگی کا سا نشاط آجائے۔

ہماری تقریر وخطابت کی گھن گرج تو، دَورِ حاضر کی ایک مسلَّمہ حقیقت ہے۔

اور کچھ غفلتوں ،کوتاہیوں کے باوجود اخلاص وایثار کے ساتھ، ہونے والے بہت سے جلسہ ہائے میلاد وسیرت، اب ہماری مذہبی بیداری اور مِلّی جوش وخروش کی واضح علامت بن چکے ہیں۔

اِلحاد ولادینی اور کفر وطُغیان کے خوفناک طوفانوں کا مقابلہ اور ان کے سَدِّ باب کے لئے اِنہیں خانقاہوں، درس گاہوں اور اسٹیجوں سے عُلمائے حق نے اپنی آوازیں بلند کیں اور گردشِ دَوراں کا سینہ، چیر کر ہمارا کاروانِ فکر وخیال آگے کی طرف بڑھتا ہی رہا۔

**ہر دَور جانتا رہا میرا وقارِ غم**

**ہر عہد میں مقابلِ طوفاں رہے ہیں ہم**

لیکن، افسوس! اِمتدادِ زمانہ نے اِن میدانوں میں بہت کچھ اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور بے شمار بشری کمزوریاں، رنگ لاکر رہیں، جن سے انکار کی گنجائش نہیں اور نہ کوئی فائدہ۔

پھر بھی، اتنی بات، ضرور ہے کہ اِخلاص وللّٰہیت کا جوہر، اِس وقت بھی کوئی عنقا، نہیں ہے۔

**غیروں کی ستم رانیوں کی بات ہی کیا؟**

**جب ہم، خود اپنی تاریخ، مرتَّب نہ کریں؟**

اپنے اسلافِ کرام کی یاد سے غافل رہیں تو اغیار، تاریخ گری کر کے، سب کچھ اپنا ہی ڈالیں گے اور اپنے حریف ومقابل عُلما کو، بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ، نہ چھوڑیں گے۔

**اِس لئے اپنوں سے کہنا، یہ ہے کہ:**

ہمارے موجودہ شعبہ ہائے عمل، اگرچہ، بڑے ہی ٹھوس، مستحکم اور مؤثر ہیں۔ان کی نافعیت بھی، ہر ایک کو تسلیم اور بعض حیثیتوں سے دن بہ دن ان کی اِفادیت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔

**لیکن، اور دوسرے مفید اور نفع بخش وسائل وذرائع بھی تو ہیں**

**جو ہماری نگاہِ التفات کی آس لگائے، کب سے کھڑے ہیں؟**

**ان سے اتنی بے اِعتنائی کیوں؟ اور آخر، اِس اِستغنا کا، سرچشمہ کیا ہے؟**

**علم وحکمت کی کمی؟ فکر وتدبُّر کا فقدان؟ مستقبل سے لاپروائی وبے حسی؟**

**عزیمت واستقلال اور جرأت واستقامت سے گریز؟ نظم وضبط اور تنظیم وتعمیر سے ناآشنائی؟**

آخر، یہی اسباب تو ہوسکتے ہیں، جو جماعتی زندگی کی راہ میں حائل ہوکر، نہ صرف یہ کہ ہماری

پیش قدمیوں کا راستہ، رو کے کھڑے ہیں، بلکہ ہر موڑ پر، ہمیں دبنے اور پیچھے ہٹنے پر، مجبور کر رہے ہیں؟

**یا۔ ایسا تو نہیں کہ، ہمارے پاس، بہترین صلاحیتیں، ضرور ہیں**

اور ایسی عظیم و جلیل ہیں، جن کے بل بوتے پر ہم، بڑے سے بڑا کارنامہ، انجام دے کر قوم و مِلّت کا سر، فخر سے اونچا کر سکتے ہیں۔ لیکن، ان سب کے باوجود، ہمارا بھرا پُرا دامن

**"ایثار و اخلاص" کے گوہرِ نایاب سے خالی ہو چکا ہے؟ یا خالی ہوتا جا رہا ہے؟**

**اِس لئے ہمارے قدم، خود غرضی اور نفسانیت کی راہ پر، تیزی سے لپک رہے ہیں؟**

اور ہمارا ہر عمل، حظِّ نفس اور خود غرضانہ مفاد و منفعت کی قربان گاہ پر، بھینٹ چڑھتا جا رہا ہے؟

**خدا نہ خواستہ، اگر، یہی صورتِ حال ہے**

**تو، ہر غیور و حسّاس مردِ مومن کے قلبِ مجروح کی بس، یہی فریاد ہو سکتی ہے کہ:**

**وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا**

**کارواں کے دل سے اِحساسِ زیاں جاتا رہا**

**میں، بڑے ادب اور دردمندی و دل سوزی کے ساتھ**

اپنی جماعت کے اربابِ فکر و دانش کی بارگاہ میں، دو اُمور کی نشان دِہی کرنا چاہوں گا

**جو، ایک زندہ و فعّال قوم و جماعت کی آبرومندانہ زندگی کے لئے**

**اِس دَور کی سب سے بڑی اہم حقیقتیں ہیں:**

## لوح و قلم کی فرماں روائی

(۱) تقریر و خطابت کے ذریعہ، پہلے، بڑی، دینی خدمتیں اور عظیم الشان کارنامے، انجام دیے جاتے تھے اور وسائلِ نشر و اشاعت کے فُقدان، یا کمی کے پیشِ نظر، اِس کے علاوہ، کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

**علم و فن کے کسی گوشے پر، اپنی کوئی تحقیق، یا پسندیدہ موضوع پر ایک کتاب لکھ دینا**

**پہلے، اتنا مشکل نہ تھا، جتنا، اسے مطبوعہ شکل میں، دنیا کے سامنے پیش کرنا۔**

**ہمیں، اپنی اِس غفلت شعاری کو تسلیم کرنا ہوگا کہ:**

**یہ میدانِ عمل، آج کے اِس ترقی یافتہ دَور میں بھی**

ہماری توجہ سے اِس طرح "محفوظ" ہے کہ مخصوص جماعتی حیثیت سے دیکھا جائے

تو تقریباً نصف صدی پہلے تک کی، مطبوعہ قلمی کاوشیں، بلحاظِ تعداد، بہت کم اور بے حد مختصر ہیں۔

دنیا بھر کے دینی وعلمی موضوعات وعناوین اور نئے نئے مسائل، تشنۂ تحقیق و تنقیح ہیں

**جن کی کی طرف، اب بھی کوئی خاص توجہ، نہیں ہے۔**

**تعجب تو، یہ ہے کہ اکثر حضرات کو، اپنی اِن، کمیوں اور کوتاہیوں کا**

پوری طرح، احساس بھی ہے کہ ہماری جماعت، تحریر وتصنیف کے میدان سے خاصی دور، جا پڑی ہے۔ پھر بھی، ایسا لگتا ہے کہ ہر کوئی: **ہاتھ پر ہاتھ دَھرے، منتظرِ فردا ہے۔**

**کرسیِ خطابت پر، صرف دھواں دھار تقریریں کرنے والے مقرروں، واعظوں**

**اور موجودہ رہنمایانِ قوم کو، اب بھی ہوش میں آجانا چاہیے کہ:**

**وہ، اپنے اِس طرزِ عمل سے گویا، دنیا کو اچھی طرح، باور کرار ہے ہیں کہ:**

حالاتِ زمانہ کے معقول تقاضوں کی ہمیں، کوئی خبر ہے اور نہ ہم، ان کی کوئی پروا کرتے ہیں۔"

مدارسِ اسلامیہ، جو ہماری دینی وعلمی واجتماعی زندگی کے، اِس دَور میں سب سے بڑے مرکز کی حیثیت، اختیار کر چکے ہیں، اُن کے اساتذہ وطلبہ کے کاندھوں پر سب سے زیادہ ذمہ داری آپڑی ہے کہ وہ، **پوری منصوبہ بندی کے ساتھ**

**حالات کا رُخ بدلنے کی کوشش کریں اور اپنی محنت وصلاحیت سے**

**ایک ہمہ جہت صالح وصحت مند قلمی وفکری انقلاب برپا کریں۔**

اور، اِس عظیم خدمت کے لئے مندرجہ ذیل خطوط وتدابیر کو عملی شکل دینے کی کوشش کریں:

**جَمْعِیةُ الطَّلبہ** کی طرف سے انعامی مقابلے، منعقد کیے جائیں۔

کامیاب طلبہ کے لئے خصوصی انعامات اور سالانہ میگزین کا انتظام کیا جائے۔

مرکزی مدارس، سال دو سال کے وقفہ کے بعد کسی منتخب موضوع، یا شخصیت پر تحریری مجلسِ مذاکرہ اور انعامی مقابلہ کا انعقاد کریں۔ اور ان کی رپورٹیں، شائع کرتے رہیں۔

اِن مقالات ومضامین اور کتابوں کی طباعت واشاعت کا مناسب انتظام کیا جائے۔

ہر مدرسے میں ایک ایسی لائبریری قائم کی جائے، جس کے اندر، طلبہ کے ذوق ورجحان اور ان کے معیار کے مطابق، صحت مند لٹریچر کا انتظام ہو۔

**اَلْمَجْمَعُ الْاِسْلَامی** مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی کی تشکیل، اِنہیں مقاصد کے تحت کی گئی ہے۔

اور اس کے مخلص بانیان: مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی، مولانا

عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا بدرالقادری مصباحی اور راقمِ سطور، یٰسٓ اختر مصباحی کے سینوں میں یہی جذبات، پنہاں تھے۔

اگر، ہندوپاک کے دیگر علمی مراکز میں بھی، اِسی طرح کے چند تصنیفی و تحقیقی ادارے عالَمِ وجود میں آجائیں، تواِنْ شَاءَ اللّٰہ ، نوکِ قلم سے ایک عہد آفریں انقلاب برپا ہوجائے اور بہت جلد، تلافیِ مافات کی مناسب صورتیں پیدا ہوجائیں۔

## جماعتی تنظیم وشیرازہ بندی

(۲) جوقومیں اور جماعتیں، دنیا میں شُترِ بے مہار کی طرح

اپنے حال سے بے خبر اور مستقبل سے بے پرواہوکر آگے قدم بڑھاتی ہیں

اُن کے بیشتر افراد، عموماً، خودغرض ہوا کرتے ہیں

اور کسی وقتی فائدہ کے پیشِ نظر وہ اپنی جدوجہد کا رُخ موڑتے رہتے ہیں۔

اُن کی اکثر مساعی کا مُنتہا ''نفعِ عاجل'' اور اُن کا مرکزی مقصود ''شہرت وخودنمائی'' اور جزوی فائدہ کے گرد، چکر لگاتا رہتا ہے۔

چھوٹے چھوٹے اور معمولی کاموں میں اُن کی صلاحیتیں، صَرف ہوجاتی ہیں۔

اور پوری جماعت، ٹکڑیوں اور ریوڑوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔

عوام کا تو پوچھنا ہی کیا؟ خواص کے دل ودماغ بھی جماعتی مفادات سے ناآشنا ہوجاتے ہیں اور اُن کی ذاتی ہَوس، کسی ایسے عمل کی طرف اُن کی رہنمائی نہیں کرتی

جس میں پوری قوم وجماعت کی عزت وافتخار کا سامان ہو۔

دور کیوں جایئے! خود، ہماری جماعت، جس تنظیمی اَبتری اور زبوں حالی کا شکار ہے

وہ، اپنوں کے لئے باعثِ غیرت اور ایک کھُلا ہوا درسِ عبرت ہے۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کی ہندوستان میں کوئی ایسی مرکزی تنظیم نہیں

جس کے پرچم کے نیچے، اِکٹھا ہوکر اجتماعی مفادات کی ممکن تدبیر

یا۔ پیش آنے والے مذہبی وملّی اور ملکی مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا جاسکے۔

اور طے شدہ خطوط پر کسی عملی پروگرام کی جانب، پیش قدمی کی جاسکے۔

یہ عبرت کی جا ہے، تماشا ہے۔

**نوشتۂ دیوار پڑھ کر، ہمیں، اب بھی سنبھل جانا چاہیے۔**

اور غفلت و سستی کا لبادہ اتار کر، اخلاص و دیانت اور ایثار و قربانی کے جذبۂ فراواں کے ساتھ، میدانِ عمل میں کفن بر دوش ہو کر اپنی تنظیمی صلاحیتیں، بروئے کار لانا

**وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔**

**جس کے بغیر، نہ تو ہم، منظّم ہو سکتے ہیں اور نہ زندگی کے مختلف میدانوں میں**

**دوسری اقوام اور جماعتوں کی تیز رفتاری کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔**

**اُن پر سبقت لے جانا اور غلبہ، حاصل کر لینا، تو دور کی بات ہے۔**

**ہماری کوئی متحدہ آواز، نہ ہونے کے سبب ہی، ہماری حریف جماعتیں**

**حکومت کے ذمہ داروں کو، اِس خوش فہمی میں مبتلا کیے ہوئے ہیں کہ:**

**مسلمانوں کے ہم ہی، واحد نمائندہ ہیں۔**

**عالَمِ عرب کو بھی بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ:**

**بس! جو کچھ ہیں، ہم ہیں۔ دوسرے مکاتبِ فکر کا، نہ تو کوئی وزن ہے**

**اور نہ ہی ان کا کوئی علمی و فکری مقام ہے۔**

**ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ، ہماری ہی کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔**

**جب، ہم خود، میدان سے دور، یا۔ اُسے چھوڑ کر، راہِ فرار، اختیار کرتے رہیں گے**

**تو، مدِّ مقابل، لامحالہ، اُس پر قبضہ کر لے گا۔**

وقت کا شدید مطالبہ ہے کہ اب متعدد غیر منظّم سنّی حلقے اپنے مسائل، حل کرنے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے خلوصِ دل سے کوئی ایسی تدبیر کریں کہ:

**یہ سارے ندی نالے، مل کر ایک بے کراں سمندر میں تبدیل ہو جائیں۔**

**یا۔ کم از کم ایک دیانت دارانہ وفاقی جماعت، تشکیل دے کر**

**ایک مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا عمارت کی بِنا ڈال کر**

**اپنے خونِ جگر کا نقشِ جمیل اُس کے در و دیوار میں جذب و ثبت کریں۔**

**اور اس کے فروغ و بقا کی راہ میں اپنی تمام تر کوشش، صَرف کر دیں۔**

جس روز، ایسا نقشہ سامنے آ گیا تو پھر ’’يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَة‘‘ کے بموجب

قدرت کی نوازشات اوراس کی عنایات کا دروازہ، اِس طرح کھل کائے گا کہ اَطرافِ ملک ہی نہیں
بلکہ اُس کی موجِ رحمت سے، نہ جانے کتنے ملک اور کتنی قومیں، نہال اور شادکام ہوجائیں گی۔

**وسائل وذرائع سے بھرپور آج کے اِس دَور میں، یہ کام، نہ تو مستبعد ہے اور نہ محال۔**

**ہاں! مشکل اور دشوار، ضرور ہے۔ اور ایسا کچھ کرنے میں**

**جتنی محنت وریاضت وایثاروقربانی اور جاں کاہی وجگر کاوی کی ضرورت ہے**

**وہ، ہرکس وناکس کے بس کی بات بھی نہیں۔ تاہم، اتنا ضرورعرض ہے کہ:**

**دستِ قدرت سے بناتو بھی کوئی قصرِ عظیم**
**چشمِ حیرت سے کسی محل، کی تعمیر نہ دیکھ**

کاش! ہمارے کچھ مخلص عُلمائے اہلِ سُنَّت، اب بھی اِس خودرُو کارواں کی زمامِ قیادت
اپنے ہاتھوں میں تھام لیں، تو، سَوادِ اعظم کا نقشہ ہی بدل جائے۔

ہرشعبۂ حیات میں ایک خوش گوار انقلاب آجائے۔ فضل وکمال کی نئی بساط بچھ جائے۔
پژمردہ چہرے کِھل اٹھیں۔ مستقبل سے مایوس نگاہوں میں چمک، پیدا ہوجائے۔
جمہورِاُمَّتِ مسلمہ کی زندگی میں کچھ عجیب سی رونق اور پہلی سی بہار آجائے۔
اپنے اسلافِ کرام کے ذکر سے محفلیں، گونج اٹھیں۔
اوران کی کتابِ زندگی کا ورق ورق، ہماری تاریخ کی زینت اور ملک ومِلَّت کا وقار بن جائے۔

**دینی وعلمی وروحانی تقاضا ہے اور تاریخ وتہذیب وتمدنِ اسلامی کا یہ مطالبہ ہے کہ:**

**سیرت وتصوف کو اپنا خصوصی موضوعِ تحریر وتقریر بنایا جائے۔**

**حیاتِ نبوی کے دعوتی واخلاقی گوشوں کو اجاگر کیا جائے۔**

**پیغام نبوی کو، داعیانہ وعارفانہ اسلوب میں عام کیا جائے کہ:**

اس سے بہتر کوئی پیغامِ فکروعمل اوراس سے جاذب وپُرکشش کوئی نمونۂ عمل نہیں ہوسکتا۔
جس میں حیاتِ انسانی کے ہر دَور کے لئے مکمل ہدایت ورہنمائی کا سامان، موجود ہے۔
صحابہ وتابعین وائمۂ مجتہدینِ کرام کی مقدس تعلیمات وارشادات کے علمی وعملی نمونے
پیش کیے جائیں۔ ان کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے
خود اپنے لئے اور عامَّۂ مسلمین کے لئے روشنی، حاصل کی جائے۔

متحدہ ہندوستان کے اکابر صوفیہ و مشائخِ طریقت کے ایسے دعوتی و اخلاقی و روحانی پہلو

**اُجاگر کیے جائیں، جو لاکھوں انسانوں کے قلوب، مائل کر کے**

**ان کے لئے باعثِ فرحت وطمانیت اور سببِ نجات وہدایت بن جایا کرتے تھے۔**

اکابر عُلماے اسلام، مثلاً: امامُ المحدِّثین، شاہ عبدالحق، محدِّث دہلوی وحضرت شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی وحضرت شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی و بحرالعلوم،، علاّمہ عبدالعلی، فرنگی محلی وغیرھُم کی عالمانہ خدمات کو، منظرِ عام پر لایا جائے۔

**یہ کام، ہمیں کرنا چاہیے۔ بلکہ یہی کام کرنا، ہماری آج کی لازمی ضرورت ہے۔**

**اوراس سے پہلو تہی کرنا، ہماری بہت بڑی غفلت ہے**

**جو ہمارے لئے سخت خسارہ اور نقصان وندامت کی بڑی وجہ ہے۔**

**آپ، غور فرمائیں کہ گذشتہ ایک، ڈیڑھ صدی میں متحدہ ہندوستان کے**

**یہ مشاہیر عُلماے کرام اور بڑے بڑے فُضَلاے اہلِ سُنَّت گذر گئے**

**لیکن، ہم نے اُن میں سے کتنوں کے کارنامے، مرتَّب کیے؟**

**اور موجودہ نسل، اُن سے کس حد تک واقف ہے؟**

**کیا، ہمارے پاس، اِس کا کوئی معقول جواب ہے؟**

اپنے وقت کی یہ عظیم شخصیتیں: حضرت مولانا خیرالدین دہلوی وحضرت مفتی صدرُالدین آزردہ دہلوی وحضرت سید آلِ رسول، برکاتی، مارہروی

حضرت مولانا حیدر علی، فیض آبادی۔ حضرت مفتی ارشاد حسین، مجدِّدی، رام پوری حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر، عثمانی بدایونی حضرت مولانا احمد حسن، کانپوری۔ حضرت مفتی لطف اللہ، علی گڑھی۔ حضرت حکیم سید برکات احمد ٹونکی۔ حضرت سید شاہ علی حسین، اشرفی، کچھوچھوی۔ حضرت مولانا عبدالمقتدر، عثمانی، بدایونی حضرت مولانا عبدالعلیم آسی، غازی پوری۔ حضرت مولانا عبدالحیٔ، فرنگی محلی لکھنوی۔ حضرت مولانا عبدالکافی، الہ آبادی۔ حضرت شاہ اعظم حسین، خیرآبادی، مدنی۔ حضرت شاہ عبدالصَّمد، چشتی سَہسوانی۔ حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، لکھنوی۔ حضرت مولانا غلام قادر، بھیروی، پنجابی حضرت مولانا غلام دستگیر، قصوری۔ حضرت مولانا ہدایت رسول، برکاتی لکھنوی۔ حضرت مولانا شاہ

محمد فاخر، الٰہ آبادی۔ حضرت شاہ عبدالرزاق، فرنگی محلی ۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ بن عمر دہلوی۔

حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں، جونپوری۔ حضرت مولانا عبدالقیوم شہید، بدایونی۔ حضرت مولانا انوارُاللہ، حیدرآبادی ۔ حضرت مولانا سید جماعت علی شاہ، محدِّث علی پوری۔ حضرت مولانا عبدالماجد، عثمانی ، بدایونی۔ حضرت مولانا عبداللہ ، ٹونکی ۔ حضرت مولانا عبدالباقی ، فرنگی محلی لکھنوی ۔ حضرت مولانا صوفی محمد حسین ، الٰہ آبادی۔ حضرت مولانا عبدالقدیر، عثمانی ، بدایونی۔ حضرت شاہ سلامت اللہ ، رام پوری۔ حضرت مولانا عُبید اللہ ، کانپوری۔ حضرت مولانا حسن رضا بریلوی۔ حضرت مولانا حامد رضا ، بریلوی۔ حضرت مولانا سید احمد اشرف ، کچھوچھوی ۔ حضرت مولانا امجد علی ، اعظمی ، رضوی ۔ حضرت مولانا نعیم الدین ، مرادآبادی ۔ حضرت مولانا سید محمد محدِّث ، کچھوچھوی ۔ حضرت مولانا احمد مختار صدیقی ، میرٹھی ۔ حضرت مولانا ظفرالدین ، رضوی عظیم آبادی ۔ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ ، اَلوَرِی ، لاہوری ۔ حضرت مولانا وصی احمد محدِّث سورتی ، ثم پیلی بھیتی ۔ حضرت مولانا عبدالاحد ، قادری ، پیلی بھیتی ۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی ، میرٹھی ۔ حضرت مولانا رحیم بخش ، آروی ۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف ، بہاری علی گڑھی ۔ حضرت مولانا عبدالسلام ، جبل پوری ۔ حضرت مولانا سید محمد احمد قادری ، لاہوری ۔

وَغیرھُم رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیھِم اَجمعین۔

**ملک وملّت کے اِن عظیم محسنوں کی طرف، اگر بھرپور توجہ کی گئی ہوتی**
**تو ہندوپاک کے علاوہ، یورپ وامریکہ کی دانش گاہوں میں بھی**
**ان کے علم وفضل اور بصیرت وژرف نگاہی کے ترانے گائے جاتے۔**
**اوران کی دینی وروحانی شوکت واِقتدار کے پرچم لہرا اُٹھتے۔**
**اِن حالات وحقائق کے تحت، ہم، اِختصار کے ساتھ**
**صرف یہی آخری بات، کہنا چاہیں گے کہ اب، بلا پس وپیش:**

تعمیر کی جانب، صفتِ سَیلِ رواں ، چل
وادی یہ ہماری ہے، وہ گلشن بھی ہمارا

# شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی! ستونِ اسلام

امامِ اہلِ سُنَّت، مولانا الشَّاہ محمد احمد رضا، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی، تحریر فرماتے ہیں کہ:
شیخ و مُرشدِ طریقت، خاتم الاکابر، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری برکاتی، مارہروی سے آپ کے شیخ و مُرشدِ طریقت، شمسُ العارفین، ابوالفضل، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں قادری، برکاتی، مارہروی نے ارشاد فرمایا:

**''شاہ عبدالعزیز! عِمَادُ الْاِسْلَام (ستونِ اسلام) ہیں۔''**

اور حضرت مولانا احمد رضا، حنفی، قادری برکاتی، بریلوی سے آپ کے مُربی و آقا نورُ العارفین، سید شاہ، ابوالحسین احمد، نوری، مارہروی نے بیان فرمایا کہ:
اُن (نورُ العارفین، مارہروی) سے، ایک شخص نے، اپنی، یہ سماعی روایت بیان کی کہ:
حضرت سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارہروی کا اِرشادِ مبارک ہے:

**شاہ عبدالعزیز کا ظاہر، میرے باطن کے مُساوِی اور اُن کا باطن، میرے ظاہر کے مُساوِی ہے۔ تمہارے لئے، ان کا، یہ فضل و شرف، کافی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔''**

**سَمِعتُ حَضْرَۃَ شَیْخِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ یَقُوْلُ:**

**سَمِعْتُ حَضْرَۃَ شَیْخِنَا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ یَقُوْلُ:**

**شَاہ عَبْدُالْعَزِیْز، عِمَادُ الْاِسْلَامِ۔''**

**وَحَدَّثَنَا الْمَوْلیٰ اَبُوالْحُسَیْن السَّیِّدُ اَحْمَدُ النُّوْرِی مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی عَمَّنْ حَدَّثَہٗ عَنِ الْمَوْلیٰ الْعَظِیمِ سَیِّدِنَا آلِ اَحْمَد، اچھے میاں الْمَارَھْرَوِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ، اَنَّہٗ قَال:**

**ظَاہِرُ الشَّاہ عَبْدِالْعَزِیْزِ، یُسَاوِی بَاطِنِی۔ وَبَاطِنُہٗ یَعْدِلُ بِظَاہِرِی۔ فَنَاہِیْکَ بِہٖ فَضْلاً وَشَرَفاً۔'' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔**

(حاشیہ ص ۱۷۵۔ **مَطْلَعُ الْقَمَرَیْنِ فِی اِبَانَۃِ سَبْقَۃِ الْعُمَرَیْن** ۔ مؤلّفہ امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی۔ مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی۔ صالح نگر، بریلی شریف۔ اتر پردیش۔ انڈیا۔ ۲۰۱۲ء)

# سَوادِ اعظم کے مختلف طبقات ومَسالک

’’یہ حقیقت، واضح رہے کہ:

عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کی پیروی واِتّباع ، لازم ہے۔

اورفرعی اعتقادیات کا جہاں تک سوال ہے تو، اِن میں اَشاعِرہ وماتُرِیدیہ کا اختلاف، واضح ہے۔

اِسی طرح فِقہی مذاہبِ اربعہ ہیں، جن کے درمیان، ہزاروں اَحکام ومسائل

اورخوداُن کے اصولِ فقہ میں بھی بہت سے اختلافات ہیں۔

یہ سب، اِس اُمّت کے لئے باعثِ خیروبرکت ورحمت ہیں۔

کیوں کہ سُنّتِ نبوی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلام کے ہرپہلوپر،ان کے ذریعہ،عمل ہوجاتا ہے۔

اِن اختلافات کے باوجود، اَشاعِرہ وماتُرِیدیہ اوراَحناف وشَوافع ومالِکیہ وحنابِلہ

چوں کہ عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں متحدومتفق ہیں اِس لئے یہ سب کے سب

’’سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت‘‘ میں شامل اوراہلِ سُنّت کے ہی مختلف طبقات ومسالک ہیں۔

عالَمِ اسلام کے ہرخطے کے مسلمانانِ اہلِ سُنّت وجماعت، اِعتقادی طورسے

اَشعَرِی، یا۔ ماتُرِیدی اورفقہِ اسلامی میں ائمۂ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلّد ہیں۔

چنانچہ، اَحناف، عُموماً، ماتُرِیدی اورشَوافِع، اَشعَرِی ہوتے ہیں۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت ہی ہمیشہ حق وہدایت پراورکثیرُ التَّعداد رہے ہیں۔

لیکن، بِالفَرض، کبھی، قلیلُ التَّعداد ہوجائیں، تب بھی اہلِ حق وہدایت یہی رہیں گے۔

مذہب ومسلکِ حق ’’مذہب ومسلک سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت‘‘ ہی ہے۔

اورعالَمِ اسلام کے جُملہ عُلما وفُقہا ومُجتہدین واَولیا وصُلَحاے کاملین، مثل ائمۂ اربعہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ وامام محمد بن ادریس شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل ودیگرائمۂ مجتہدین

اوراکابرصوفیہ ومشائخِ کرام، مثل ائمۂ سلاسِلِ طریقت، غوثِ اعظم، سیدنا الشیخ عبدالقادر

جیلانی، بغدادی وسلطانُ الھند ،خواجہ معین الدین، چشتی ،اجمیری وخواجہ بہاء الدین نقشبند وحضرت شیخ شہاب الدین، سہروردی وسیدنا الشیخ احمد کبیر، رفاعی وسیدنا الشیخ ابوالحسن، شاذلی ودیگر مشائخِ طریقت، رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِم اَجْمَعِین

اِسی شاہراہِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت پہ، تاحیات گامزن رہ کر دُنیوی واُخروی فلاح وسعادت سے ہم کنار اور شادکام ہوئے۔

متحدہ ہندوستان کے وہ مشاہیرِ اسلام جو، تجدید واِحیاے دین کے منصبِ عظیم پہ فائز ہوئے۔ مثلاً: امامُ المحدِّثین، شیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) ومجدِّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد، فاروقی سرہندی (وصال ۱۰۳۴ھ) وسیدنا میر عبدالواحد، بلگرامی، مؤلِّفِ ''سَبع سَنابل'' (وصال ۱۰۱۷ھ) وابوالمظفَّر، محی الدین اورنگ زیب عالم گیر (وصال ۱۱۱۸ھ) وسراجُ الھند، شاہ عبدالعزیز، محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) وفقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سُنّت، مولانا الشّاہ احمدرضا حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ) قَدَّسَ اللّٰہُ اَسرارَھُم بھی

تاحیات، اِسی مذہبِ اہلِ سُنّت وجماعت کے داعی ومبلّغ اوراسی شاہراہِ سَوادِ اعظم پہ خود بھی قائم ودائم رہے اور مسلمانانِ اہلِ سُنّت کو بھی اسی پہ گامزن رہنے کی تلقین وہدایت کرتے ہوئے اِس دنیا سے رخصت ہوکر اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں سُرخ رُو اور شادکام ہوئے۔ فَرَحِمَھُمُ اللّٰہُ اَجْمَعِین۔

مندرجہ ذیل، نمائندہ اَکابرواسلاف وصوفیہ ومشائخ وعُلما وفُضلاے کرام، ہمارے لئے بہترین نمونہ اور اُسْوَہ وقُدْوَہ ہیں۔ یہی، ہمارے ہادی ورہنما اور ہمارے پیشوا ہیں

جو، ہندوپاک کے مختلف علاقوں میں آرام فرما ہیں۔ اوران کے فیوض وبرکات کی نہریں، آج بھی رَواں ہیں، جن سے مسلمانانِ ہندوپاک اپنی مذہبی وروحانی پیاس بجھاتے اورسیرابی حاصل کرتے رہتے ہیں:

رہنماے کامِلاں، سیدعلی ہجویری، داتا گنج بخش لاہوری وحضرت بہاءالدین زکریا، سہروردی ملتانی وعطاے رسول، خواجہ معین الدین، چشتی، اجمیری وخواجہ قطب الدین بختیار کاکی، دہلوی وسیدفریدالدین مسعود گنج شکر ومحبوبِ الٰہی، نظام الدین اولیا، دہلوی ومخدومِ جہاں، شیخ شرفُ الدین یحییٰ منیری وامیر کبیر، سیدعلی، ہمدانی، کشمیری ومخدوم سید جہاں گیراشرف، سمنانی، کچھوچھوی

ومخدومِ اَوَدھ، شاہ محمد، مینا، چشتی، لکھنوی وشیخ عبدالحق، محدِّث دہلوی وصاحبُ البرکات، سید شاہ برکت اللہ قادری، مارہروی و بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی، فرنگی محلی، لکھنوی ومولانا شاہ انوارُالحق فرنگی محلی، لکھنوی و شمسِ مارہرہ، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، مارہروی وشاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی ومولانا شاہ احمد سعید، مجدّدی، دہلوی ومولانا رشیدالدین خاں، دہلوی ومولانا شاہ محمد مخصوص اللہ، دہلوی ومولانا فضلِ حق، خیرآبادی ومولانا فضلِ رسول، عثمانی، بدایونی وخاتمُ الأکابر سید شاہ آلِ رسول، احمدی، مارہروی ومولانا حیدر علی، فیض آبادی وغیرھُم ۔ **رِضوَانُ اللّٰہِ علَیہِم اَجْمَعِین** ۔'' (ص ۱۷ تا ص ۱۹ ۔ عرفانِ مذہب ومسلک ۔ طبعِ اخیر، مارچ ۲۰۱۴ء ۔ مطبوعہ دارُالقلم، دہلی ومکتبہ دارُالاسلام، لاہور)

''فرعی اعتقادی اختلاف کے باوجود، ہر صحیحُ العقیدہ اَشعَرِی وماتُرِیدی
اور فرعی فقہی اختلاف کے باوجود، ہر صحیح العقیدہ سُنّی حنفی، ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا ماننے والا
بلکہ، ہر صحیح العقیدہ شافعی، یا مالکی، یا حنبلی ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' سے وابستہ سمجھا جائے گا۔
اِسی طرح، ہر صحیح العقیدہ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، رفاعی، شاذلی
اور کسی بھی صحیح سلسلۂ طریقت سے وابستہ، یا عام سنّی مسلمان ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا ماننے والا ہی سمجھا جائے گا۔

خواہ، وہ اِس اصطلاح کا استعمال کرے، یا نہ کرے اور اِس سے واقف ہو، یا نہ ہو۔

مذکورہ حقیقت کو، مندرجہ ذیل، واضح وصریح فتویٰ کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے:

''شافعی، ہمارے بھائی، سُنّی مسلمان ہیں۔ ہم میں اُن میں کچھ فرعی اختلافات ہیں۔ ہم، امامِ اعظم کے مقلّد ہیں۔ وہ، امامِ اعظم کے شاگرد کے شاگرد، حضرت امام شافعی کے مقلّد ہیں۔

وہ دونوں، اہلِ حق وہدایت ہیں۔ دونوں، باہم، اصولاً متحد ہیں۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۱۲ ۔ **فتاویٰ مصطفویہ** ۔ از مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا، نوری، بریلوی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی۔ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

''اِسی فتویٰ میں ہے کہ سنّی حنفی مسجد میں **آمِین بِالْجَھر** اور **رَفعِ یَدَین**، شوافع کریں تو اُن کی ممانعت نہ کی جائے۔

واضح رہے کہ عام طور پر، اَحناف، اِعتقاداً ''ماتُرِیدی''

اورشوافع ، اِعتقاداً ''اَشعَرِی'' ہوتے ہیں۔

تصوف سے وابستہ بعض حضرات ، سَماع مع مزامیر کے قائل ، بلکہ اس پر عامل ہوتے ہیں۔ بعض حضرات ، پیر کے لئے سجدۂ تعظیمی کے جواز کے قائل اوراس پر عامل ہوتے ہیں۔

یہ دونوں اُمور ، ہمارے یہاں ، شرعاً ، ناجائز وحرام ہیں۔

مگر، حکمِ فسق (حکمِ ضلالت وکفر تو بے حد سنگین معاملہ ہے ) کسی مسلمان پر عائد کرنا ، اتنا اہم معاملہ ہے کہ حضور مفتیِ اعظمِ ہند ، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا ، نوری ، بریلوی ( وصال محرمُ الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء ) قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''قوالی مع مزامیر ، ہمارے یہاں ، ضرور ، حرام وناجائز وگناہ ہے۔اور سجدۂ تعظیمی بھی ، ایسا ہی۔

اِن دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے۔اگر چہ ، وہ ، لائقِ اِلتفات نہیں۔

مگر ، اِس نے اُن مبتلاؤں کو حکمِ فسق سے بچادیا ہے

جو ، ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مُرتکب ہوتے ہیں۔

اگر چہ ، شرعاً ، ان پر دوہرا اِلزام ہے۔ایک اِرتکابِ حرام کا۔ دوسرا اُسے جائز سمجھنے خلافِ قولِ جمہور چلنے کا۔وَاللّٰہُ تَعالیٰ اَعلم۔''

(ص ۴۵۶۔فتاویٰ مصطفویہ۔رضا اکیڈمی ، بمبئی۔۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء )

سراجُ الفُقہا ، مولانا مفتی نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی ، تحریر فرماتے ہیں کہ:

''واضح ہو کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کوئی نیا مسلک نہیں ، بلکہ وہی مسلکِ اہلِ سُنَّت ہے جو ، ہمیشہ سے تمام مسلمانوں کا مسلک رہا ہے اور چاروں مذاہب کے امام بھی ، باہم ، بہت کچھ فقہی فروعی اختلافات رکھنے کے باوجود ، ہمیشہ اسی مسلک کے حامی وعامل مانے گئے۔

اب ، اِس مقام پر مجدِّ دِ اعظم ، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کا درج ذیل ارشاد ( در فتاویٰ رضویہ ۔جلد ۷۔ص ۴۸۱ تا ص ۴۸۲۔ مطبوعہ سُنّی دارُالاشاعت ، مبارک پور )

ٹھنڈے دل سے بغور پڑھیے:

''اِتبّاعِ سَوادِ اعظم'' کا حکم اور ''مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار'' ( جو جماعت سے الگ ہُوا ، وہ ، جہنم میں گیا ) کی وعید ، صرف ، دربارۂ عقائد ہے ، مسائلِ فرعیہ فقہیہ کو ، اس سے کچھ علاقہ نہیں۔

صحابۂ کرام سے ائمہ اربعہ تک ( رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُم اَجمَعِین )

کوئی مجتہد، ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال، خلافِ جمہور نہ ہوں۔

سیدنا ابوذر، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا مطلقاً ''جمعِ زر'' (مال جمع کرنے) کو حرام ٹھہرانا۔

ابوموسیٰ اشعری، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا ''نوم'' (سونے) کو، حدث (ناقضِ وضو) نہ جاننا۔

عبداللہ بن عباس، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا، مسئلۂ رِبا۔

امامِ اعظم، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا، مسئلۂ مدَّتِ رضاع۔

امام شافعی، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا، مسئلۂ مَترُوکُ التَّسمِیۃ عَمَداً۔

امام مالک، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا، مسئلۂ طہارتِ سورِ کلب و تعبُّدِ غسلاتِ سبع۔

امام احمد، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا، مسئلۂ نقضِ وضو بِلَحمِ جزور۔

وَغیر ذٰلک مسائلِ کثیرہ کو جو اِس وعید کا مورِد جانے

وہ خود ''شُذَّفِی النَّار '' (جہنم میں جانے) کا مستحق، بلکہ اِجماعِ اُمَّت کا مخالف

اور ''نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتۡ مَصِیۡراً۔'' (ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے) کا مستوجب (حقدار) ہوگا۔''

فتاویٰ رضویہ (جلدِ ہفتم۔ص ۴۸۱ و ۴۸۲۔مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور) کی اِس عبارت سے چند باتیں، بہت کُھل کر سامنے آگئیں:

الف: ''اِتِّباعِ سَوادِ اعظم'' کا تعلق، صرف عقائد سے ہے، فقہی، فرعی مسائل سے نہیں (اور واضح ہو کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت''، ''مسلکِ سَوادِ اعظم'' سے ہی، عبارت ہے)

ب: صحابۂ کرام سے لے کر ائمۂ اربعہ تک کوئی مجتہد، ایسا نہیں

جس کا کوئی قول، جمہور کے خلاف نہ ہو۔ پھر بھی، وہ حضرات، سَوادِ اعظم سے ہیں۔

مثلاً: امامِ شافعی رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کا مذہب ہے کہ:

کوئی شخص، جان بوجھ کر، جانور ذبح کرتے وقت'' بِسۡمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اکبر'' نہ پڑھے تو بھی وہ جانور، حلال ہے۔

جب کہ اُن کے سِوا، دوسرے ائمہ وفُقہا، اُسے مُردار و حرام کہتے ہیں۔

مگر، اِس قولِ شاذ کے باوجود بِالِاتفاق وہ، سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت سے ہیں۔

ج: جو شخص، ایسے اقوال پر'' جماعت'' سے اِنحراف، یا ''شُذَّفِی النَّار''

واِستحقاقِ جہنم کا حکم لگائے، وہ خود، اِجماعِ اُمّت کا مخالف اور جہنّمی ہے۔

قرآنِ پاک میں اُس کے لئے فرمایا گیا: وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ۔ ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے۔''

واضح ہو کہ: دیوبندی، وہابی، قادیانی، نیچری، صلحِ کلّی اور چکڑالوی جماعت کے

عُلما نے اہلِ سُنّت و جماعت سے اصولِ عقائد میں اختلاف کیا ہے

اِس لئے وہ سَوادِ اعظم سے مُنحرِف اور شُذَّ فِی النَّار کے مصداق، قرار پائے

اور در حقیقت یہی لوگ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے مخالف ہیں۔

مگر، جو لوگ عقائد میں اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَة کے ساتھ ہیں، مگر، فروع میں کہیں بھی

اُن کی رائے الگ ہوگئی ہے۔ جیسے حضرت سیدی اشرفی میاں، کچھوچھوی، رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کا

قوالی کو جائز ماننا، تو وہ، ہرگز، سَوادِ اعظم یا مسلکِ اعلیٰ حضرت سے باہر نہیں۔

بلکہ وہ تو، اپنے دَور میں سَوادِ اعظم کے سچے عَلَم بردار و ناشر و مبلّغ تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے ساتھ، اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَة کے تعلقات، بہت اچھے رہے۔''

(ص ۵۰ تا ص ۵۳۔ عرفانِ مذہب و مسلک۔ طبعِ اخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

''اَلْحَمْدُ لِلّٰه! ہم ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت'' ہیں

اور قرآن و حدیث میں صراحۃً، مومن و مسلم کے ہمارے مَنصوص ناموں کے علاوہ

حدیثِ نبوی عَلٰی صَاحِبِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام سے ماخوذ و مُستنبط، یہ نام:

''سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت'' صدیوں سے ہمارے اسلاف و اکابرِ اسلام

اپنی تحریر و بیان کے ذریعہ، استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔

جو مسلمان، اِعتقاداً ماتُریدی، یا اَشعری ہیں۔ فقہی مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلِّد

حنفی، یا شافعی، یا مالکی، یا حنبلی ہیں۔

اور کسی صحیح سلسلۂ طریقت سے وابستہ قادری، یا چشتی، یا نقشبندی، یا سہروردی، یا رِفاعی یا، شاذلی

وغیرہ ہیں۔ وہ سب، سَوادِ اعظم میں داخل اور اُس کے مختلف طبقات و مسالک میں شامل ہیں۔

اِسی طرح، وہ عامّۂ مسلمین جو کسی سلسلۂ طریقت سے وابستہ نہیں، مگر، صحیحُ الاعتقاد ہیں

وہ بھی سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کا حصہ اور اُس کے نہایت قابلِ قدر اَفراد ہیں۔

یہ مبارک و مسعود اِصطلاحی نام ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت''

ہم سے ہر لمحہ، اِس بات کا متقاضی ہے اور ہمیں، ہمارا یہ فریضہ، یاد دلا رہا ہے کہ:
سُنَّتِ نبوی و جماعتِ مبارکہ ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت'' سے
ہر لحظہ و ہر آن، پورے طور سے وابستہ رہ کر، ہم اپنی زندگی گذاریں
اور دوسروں کو بھی ہمیشہ اسی کی پیروی اور اِتّباع کی دعوت دیتے رہیں کہ:
اِسی میں اور اسی کے ساتھ، اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وہ رضا و خوشنودی ہے، جو فلاحِ دارَین اور سعادتِ کونَین سے ہمیں، مالا مال اور سرفراز کر دے گی۔

اِس جماعتِ مبارکہ ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت'' سے مُنحرِف و متصادم
جتنے بھی فِرَق و اَحزاب، اور جو بھی عقائد و اَفکارِ باطلہ، اِس دنیا کے کسی گوشے میں موجود ہیں
اُن سے دور و نفور رہنے میں ہی، ہماری کامیابی اور بھلائی ہے۔
ہماری مسلسل اور ہمہ وقتی ذِمَّہ داری، یہ بھی ہے کہ:
مسلم معاشرے کو فِرَقِ باطلہ کی ہر سازش و کوشش سے محفوظ رکھ کر
ہر پیدا شدہ فتنہ کو ناکام و نامُراد بنانے کے ساتھ، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی ہمہ جہت رہنمائی اور ہدایت و قیادت کا بھی فریضہ، انجام دیتے رہیں
تا کہ ہمارے افراد اپنے مذہب و مسلک سے منسلک و مطمئن و مُستقیم رہنے کے ساتھ کسی دوسرے خیمے کا کبھی رُخ ہی نہ کر سکیں۔
''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت'' اگر چہ، ہر دَور میں کثیرُ التَّعداد رہے ہیں
لیکن، سَوادِ اعظم ہونے کا اصل پیمانہ، کثرت و قِلَّتِ تعداد نہیں، بلکہ اِتّباعِ حق و ہدایت ہے۔
اور اہلِ حق و ہدایت ہی، ہمیشہ سَوادِ اعظم رہیں گے۔ خواہ، وہ، کسی دَور میں قلیلُ التَّعداد کیوں، نہ ہو جائیں۔

**سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے کسی باہمی فرعی اختلاف کے موقع پر**
**یہ کہنا، غلط اور بالکل غلط ہوگا کہ:**
**اگر، چند افراد بھی حق پر ہوں تو، وہی سَوادِ اعظم ہیں۔''**
ہاں! اہلِ باطل کے بِالمقابل یہ کہنا، صحیح اور بالکل صحیح ہوگا۔

کیوں کہ جواہلِ باطل کسی دَور میں بھی اہلِ سُنَّت کے عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ کے مخالف ہیں وہ سَوادِ اعظم میں داخل ہی نہیں ہیں۔اور جو اہلِ سُنَّت واہلِ حق ،جُملہ عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں متفق ومتحِد ہیں وہ،سَوادِ اعظم میں داخل ہیں۔

اورکسی اَمرِ فرعی میں ان کا کوئی اختلاف،اُن میں سے کسی کو بھی سَوادِ اعظم سے خارج کرنے کا باعث ہو ہی نہیں ہوسکتا ہے۔ **فَافْھَمْ وَتَدَبَّرْ۔**

اہلِ سُنَّت وجماعت کے جُملہ طبقات ومسالک ''سَوادِ اعظم'' میں شامل ہیں۔اوراہلِ سُنَّت وجماعت ہی سَوادِ اعظم ہیں۔

چنانچہ امامُ المُحَدِّثین،شیخ عبدالحق،محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

**وَبِالجُملہ سَوادِ اعظم،دردینِ اسلام،مذہبِ اہلِ سُنَّت وجماعت است۔''**

(ص ۱۵۲۔اَشِعَّۃُ اللَّمعات۔بابُ الِاعْتِصَام)

ترجمہ:۔**دینِ اسلام میں،مذہب اہلِ سُنَّت وجماعت ہی،سَوادِ اعظم ہے۔''**

**سَیْفُ اللّٰہِ الْمَسْلُوْلُ**،علاَّمہ فضلِ رسول،عثمانی،بدایونی ارشاد فرماتے ہیں:

''اوروہ سَوادِ اعظم ،عقائد میں اَشْعَرِیْ، مَاتُرِیْدِیْ اورفقہ میں حنفی،شافعی ،مالکی،حنبلی ہیں۔جو،اِن کے سِوا ہے وہ،جماعت سے خارج اورسَوادِ اعظم کا تارِک اوردین کا مارِق ہے۔''

ص ۱۰۔**سَیْفُ الْجَبَّارْ**۔مولَّفہ علاَّمہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی۔مطبوعہ بدایوں۔

(ص ۷ تاص ۹۔عرفانِ مذہب ومسلک۔طبعِ اخیر،مارچ ۲۰۱۴ء)

# تحریکِ فضل حق شناسی واَسلاف شناسی

معزز قارئین، ماضی قریب کی چار سالہ جماعتی سرگرمیوں سے واقف ہیں کہ:

(۱)۲۰۱۱ء میں پورے ملک کے اندر ''فضلِ حق شناسی'' کی تحریک، بڑی سرگرمی اور کامیابی کے ساتھ چلائی گئی۔ اور متعدد مقامات پر سمینار و کانفرنس کے انعقاد کے ساتھ متعدد کتب ورسائل کے ذریعہ امامُ الحکمۃ والکلام، مولانا فضلِ حق خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کیا گیا۔ خصوصیت کے ساتھ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں آپ کے اور متعدد دیگر عُلمائے اہلِ سُنّت کے بے مثال کارناموں کو نمایاں کیا گیا جس سے مذہبی حلقے نیز سیاسی وصحافتی حلقے بھی متأثر ہوئے اور اِس تحریک کو ہر طرف سے تائید وحمایت حاصل ہوئی اور باشعور خواص وعوام نے اِسے تحسین وآفرین کی نظر سے دیکھا۔

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کی کدوکاوش سے تیار شدہ ایک ضخیم ''علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی نمبر'' منتظرِ طباعت واشاعت ہے۔

(۲) اَسلاف شناسی کی تحریک بھی کامیابی سے ہم کنار ہوئی اور پہلے مرحلے میں یہ دو بڑے پروگرام ہوئے:

(الف) ''امامِ اعظم ابوحنیفہ سمینار و کانفرنس''، گوونڈی، بمبئی۔ مؤرخہ ۲۱/تا۲۳/دسمبر ۲۰۱۲ء۔

اِس سمینار و کانفرنس کا اِنتظام واِنصرام، خانقاہِ قادریہ ایوبیہ۔ پِپرا کنک ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اترپردیش کی طرف سے ہوا۔ اساتذۂ اشرفیہ مبارک پور کی نگرانی میں اس کا ضخیم مجموعۂ مضامین ومقالات بنام ''انوارِ امامِ اعظم'' شائع ہوکر مقبول ہو چکا ہے۔

(ب) امامِ اعظم ابوحنیفہ سمینار و کانفرنس۔ قیصر باغ لکھنؤ۔ مورخہ ۲۴/مارچ ۲۰۱۳ء۔

اِس سمینار و کانفرنس کا انتظام واِنصرام، دارُالعلوم حنفیہ رضویہ، رِنگ روڈ لکھنؤ کی طرف سے ہوا۔ جس کے کنوینر، مولانا محمد اقبال قادری اور قاری محمد احمد بقائی تھے۔

اساتذۂ اشرفیہ، مبارک پور کی نگرانی میں اِس سمینار و کانفرنس کے مضامین و مقالات اور دیگر تفصیلات، زیر ترتیب ہیں۔

رضویات کے سلسلے میں حال اور مستقبل قریب کی سرگرمیوں سے متعلق ''عرفانِ مذہب ومسلک''، طبعِ اخیر مارچ ۲۰۱۴ء کی مندرجہ ذیل تحریر، حاضرِ خدمت ہے:

''اپنے سلیمُ الطبع قارئین کو اِس تحریر کے ذریعہ راقمِ سطور یہ خوش خبری دینا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ اِنْ شَاءَ اللّٰہ تعَالیٰ ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء میں عظیم الشان پیمانے پر ایک علمی وفقہی سمینار وکانفرنس (امام احمد رضا سمینار و کانفرنس، بمبئی) کا اِنعقاد سرزمینِ بمبئی میں ہونے والا ہے جو نہایت عظمت واہمیت وافادیت کا حامل ہوگا اور اِس سمینار و کانفرنس کے ذریعہ ابوحنیفۂ ہند، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ (وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء) کی دینی وفقہی وعلمی خدمات کا مختلف جہتوں سے اِحاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔

ملک کے معروف عُلما وارباب فکر وقلم اِس ''امام احمد رضا سمینار و کانفرنس'' میں شرکت فرمائیں گے۔ حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، صدرُ المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ اِفتا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی ہدایت ونگرانی میں اِس سمینار و کانفرنس کا اِنعقاد ہوگا۔

اِن حضرات کے معاوِن کی حیثیت سے راقِم سطور بھی شریکِ سمینار و کانفرنس رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تبارَکَ وَتعالیٰ۔

اِس سمینار و کانفرنس کا منصوبہ ''امام اعظم ابوحنیفہ سمینار و کانفرنس''، بمبئی، منعقدہ دسمبر ۲۰۱۲ء کے معاً بعد ہی بنایا گیا تھا اور ایک پوسٹر کے ذریعہ اِس ''امام احمد رضا سمینار و کانفرنس''، بمبئی کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔

مقامِ مسرت ہے کہ فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے صدسالہ جشن کی تیاری شروع ہوگئی ہے۔ صدسالہ جشنِ یومِ رضا (از ۱۳۴۰ھ تا ۱۴۴۰ھ) کے سلسلے میں رضا اکیڈمی بمبئی اور امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف کے زیرِ اِہتمام واِنصرام چند عُلماے کرام، منصوبہ کے مطابق تحقیقی وتحریری کام پہ مامور بھی ہو چکے ہیں۔

اِس جشنِ صدسالہ کی پہلی مِٹنگ، کلیر شریف میں زیرِ سرپرستی، امینِ مِلّت، حضرت

پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف ہوئی۔ جس کی رپورٹ، محمد عارف رضوی، رضا اکیڈمی ممبئی کی طرف سے ہفت روزہ مسلم ٹائمز، بمبئی میں اِس طرح شائع ہوئی:

’’ دیارِ حضرت سیدنا علاء الدین صابر کلیری (کلیر شریف) میں واقع ’’ دارُ العلوم قادریہ صابریہ برکاتِ رضا ‘‘ میں ایک اہم مِٹنگ ہوئی جس کا بنیادی مقصد، دس گیارہ سال بعد مجدّدِ اعظم، امام احمد رضا کے جشنِ صد سالہ کے موقع پر آپ کی گراں قدر حیات وخدمات کو عصری اسلوب میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کا خاکہ تیار کرنا ہے تاکہ بلیغ اور حکیمانہ اسلوب اپنا کر دانشور طبقے میں امام احمد رضا کا جامع تعارف کرایا جائے اور آپ کی کتابوں کو عربی، انگریزی اور بعض دوسری معروف زبانوں میں منتقل کر کے انھیں ایشیا و یورپ کے اہلِ علم واَربابِ فکرو دانش تک پہنچایا جائے۔

مِٹنگ کی سرپرستی، امینِ مِلّت، حضرت سید محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی مارہروی، سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ، مارہرہ شریف اور صدارت، رئیس التحریر، علّامہ یٰسٓ اختر مصباحی، بانی وصدر دارُ القلم دہلی نے فرمائی۔

علّامہ یٰسٓ اختر مصباحی نے فرمایا کہ:

رضویات پر گراں قدر کام کرنے والے پروفیسر محمد مسعود احمد مجدّدی مظہری دہلوی (متوفی ۲۱ / ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ / ۲۸ / اپریل ۲۰۰۸ء۔ کراچی۔ پاکستان) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ جن کا آج عرسِ چہلم بھی ہے، انھوں نے کوئی پندرہ بیس سال قبل، امام احمد رضا کی حیات وخدمات کا خاکہ تیار کیا تھا۔ اِس خاکہ میں کچھ حذف واضافہ کر کے اس کے مطابق رضویات کے ماہر اصحابِ علم وقلم سے ایسی تفصیلی ومحقّقانہ سوانح، مُرتّب کرائی جائے جس کو رضویات کے حوالے سے ’’ انسائیکلوپیڈیا ‘‘ کہا جاسکے۔

مِٹنگ میں یہ بھی طے ہوا کہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی کتابوں اور آپ پر لکھی جانے والی کتابوں پر گہری نظر رکھنے والے حضرات کو مدعو کر کے مرکزی جگہ پر ایک سمینار بھی منعقد کیا جائے۔

حضرت امینِ مِلّت، گلِ گلزارِ قادریت، مُدَّ ظِلُّہُ الْعَالِی نے اس تحریک کا خیر مقدم کرتے ہوئے بڑے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے۔ اور اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی حیات وخدمات

کامختصر مگر جامع تعارف پیش کرتے ہوئے آپ کے جشنِ صد سالہ کی تیاری سے متعلق منعقدہ اِس مِٹنگ کو مستحسن اِقدام قرار دیا۔اور رضویات کے حوالے سے پروفیسر محمد مسعود احمد عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے کارناموں کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

ساتھ ہی یہ بھی یقین دِہانی کرائی کہ امام احمد رضا کی حیات وخدمات پر مشتمل کتابیں تیار کرنے میں ہماراہر ممکن تعاون رہے گا۔مگر یہ کام مل جل کر کرنے کا ہے،تنہا نہیں ہوسکتا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس تعلق سے سمینار یا بڑے پیمانے کی مِٹنگ ، امام احمد رضا کے شہر، بریلی شریف میں ہوتو زیادہ بہتر ہے۔

حضرت مولانا آلِ مصطفیٰ مصباحی اور رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی وسکریٹری جنرل،الحاج، محمد سعید نوری نے امید ظاہر کی کہ اِس تعلق سے جامع منصوبہ بندی اور ٹھوس لائحۂ عمل جلد ہی تیار کرلیا جائے گا۔تاکہ بعد میں قِلّتِ وقت کا شکوہ نہ ہو۔

مِٹنگ میں ماہرِ رضویات، پروفیسر محمد مسعود احمد مجدِّدی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے عرسِ چہلم کی مناسبت سے اُن کی روح کو ایصالِ ثواب بھی کیا گیا۔اور اُن کے لئے دعاے مغفرت کی گئی۔

متعدد عُلماے کرام نے مِٹنگ میں شرکت کی۔ اخیر میں حضرت امینِ مِلّت ،سید محمد امین میاں صاحب مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی کے دعائیہ کلمات پر مِٹنگ کا اختتام ہوا۔‘‘

(ہفت روزہ مسلم ٹائمز، بمبئی۔شمارہ ۱۶ تا ۲۲ جون ۲۰۰۸ء)

اِس سلسلے کی دوسری مِٹنگ مؤرخہ ۱۰ ارفروری ۲۰۱۰ء کو استاذِ گرامی ، بحرالعلوم، مفتی عبدالمنان اعظمی کی سرپرستی اور برادرِ مکرّم ،مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صدرُالمدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی صدارت میں امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف میں ہوئی۔ تیسری مِٹنگ بھی امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر ، بریلی شریف میں مؤرخہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ/مارچ ۲۰۱۳ء کو ہوئی۔ اور چوتھی مِٹنگ المجمع الاسلامی ،مبارک پور میں مؤرخہ ۱۲/اپریل ۲۰۱۳ء کو برادرِ مکرّم ،مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی کی صدارت میں ہوئی۔‘‘

(ص ۲۰۰ تا ص ۲۰۳۔عرفانِ مذہب ومسلک۔طبعِ اخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

’’اصحابِ علم وفضل واَربابِ فکرودانش ،بِالخصوص نوجوان عُلما جو قوم ومِلّت کا قیمتی سرمایہ اور اس کا روشن مستقبل ہیں ، وہ مندرجہ ذیل ہدایات پر اپنی خصوصی توجہ مبذول کریں تو بڑی حد تک اُن مقاصد واَہداف کو حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے جن سے اِغماض واِعراض کر کے کوئی بھی

قوم وجماعت، سُرخ رواور کامیاب نہیں ہوسکتی۔

"اپنے فرائض اور ذِمَّہ داریوں کوصحیح طور پر سمجھنے اوران سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں اپنے اکابرواسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا اوران کی دینی وعلمی زندگی کے ہر پہلو سے ہمیں رہنمائی حاصل کرنی ہوگی۔

اپنے اکابرواسلافِ کرام کو جاننا، ان کی خدمات سے واقف رہنا، ان کے ارشادات وتعلیمات پرعمل کرنا اور دوسروں کے سامنے ان کا تعارف کرانا، یہ ہمارا مذہبی، ملّی اور قومی فریضہ ہے۔

جس طرح کوئی سعید وصالح اولاد، کوئی نیک بخت لڑکا، اپنے آبا واَجدَاد کا ذکر کرتا ہے، اُن کی تعریف کرتا ہے۔ اور ذِکر وتعریف سن کر قلبی مسرت حاصل کرتا ہے، اُسی طرح بلکہ اُس سے بھی زیادہ، اپنے اکابرواسلاف کا، اور جتنی بھی نمایاں اور ممتاز اسلامی شخصیات ہیں، اُن سب کا حسبِ ضرورت واہمیت واِفادیت، ذِکر وبیان ہمیں کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ نئی نسل بھی اُن سے واقف ہو۔ اور یہ وراثت، نسل درنسل آگے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔"

(ص ۲۰۵۔ عرفانِ مذہب ومسلک۔ طبعِ اخیر، مارچ ۲۰۱۴ء)

# دو سو سالہ جشنِ عزیزی ولی اللّٰھی

اُستَاذُ الْمُحَدِّثِین ،سِرَاجُ الْھِند ،شاہ عبدالعزیز،مُحدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) خلفِ اکبر، اِمامُ الْھِند ،شاہ ولی اللہ،مُحدِّث دہلوی (وصال ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کے ،دوسوسالہ،یادگاری سال (۱۴۳۹ھ) کی آمد کے موقع پر

آپ کی دینی وعلمی اورتدریسی وتصنیفی خدماتِ جلیلہ کو، قلمی ولِسانی خِراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے ملک و بیرونِ ملک کے مختلف مقامات پر

**یادگاری اِجتماعات وتقریبات کے اِنعقاد کی تاریخ سازتحریک۔**

سِرَاجُ الْھِند ،شاہ عبد الْعَزیز، مُحدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ)

متحدہ ہندوستان کے اندر،علمِ حدیثِ نبوی کے درس وتدریس وتشریح وتالیف اورتبلیغ واِشاعت کامقدس فریضہ انجام دینے والے اکابرومشاہیر مُحدِّثینِ کرام اوراپنے جدِّ امجد ،شاہ عبدالرَّحیم ،مُحدِّث دہلوی وَ والدِ مُکرَّم ،شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی کا سلسلۂ درسِ حدیث وخدمتِ حدیثِ نبوی، قائم رکھنےاوراسے اَوجِ کمال تک پہنچانے کے اِعتراف و اِنعام میں، عُلماے کرام و مشائخِ عِظام ،آپ کو ’’اُستَاذُ الْمُحَدِّثِین ‘‘اور’’سِرَاجُ الْھِند ‘‘کے معزَّ زومحترم ومکرَّم لقب سے،یادکرتے ہیں۔

سِرَاجُ الْھِند،شاہ عبدالعزیز،مُحدِّث دہلوی اورخلیفۂ اعظم،شاہ محمدعاشق،پھلتی (شاہ ولی اللہ کے مَحرمِ اَسراروخلیفۂ اعظم )متوارث ہدایات وتعلیمات ورِوایاتِ ولی اللّٰھی **اورتصوف وطریقت کےسلاسلِ ولی اللّٰھی کی تعلیم وتبلیغ وترویج میں**

اپنے اَسلاف واَکابر کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے میں،تاحیات،دوش بدوش،رہے۔

**درس گاہِ عزیزی، ولی اللّٰھی** (دہلی) سے اِستفادہ واِکتسابِ فیض کرنے والی **ممتازترین اسلامی شخصیات میں:**

شاہ رفیعُ الدِّین، دہلوی وشاہ عبد القَادر، دہلوی اور شاہ محمد اسحٰق ، دہلوی جیسے،جلیلُ القَدر مُحدِّثین۔

شاہ غلام علی،نقشبندی مُجدِّدی،دہلوی وشاہ احمدسعید،مُجدِّدی،دہلوی وسیدشاہ آلِ رسول

احمدی، قادری، برکاتی، مارہروی و شاہ فضلِ رحمٰن، گنج مرادآبادی و شاہ رَؤف احمد، مُجدّدی رام پوری ثمَّ بھوپالی، جیسے، عظیمُ المرتَبت مشائخِ تصوُّف وطریقت۔

مولانا رشیدُ الدِّین خاں، دہلوی و مولانا حیدرعلی، فیض آبادی، جیسے متکلِّمین و مُناظِرین۔

مفتی صدرُ الدین آزردہ، دہلوی و علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی، جیسے اساتذۂ علوم وفنون۔

نیز، اِس طرح کے، دیگر تلامذۂ عزیزی، ولی اللّٰھی (دہلی) رَشکِ اَماثل واَقران ہیں۔

**ایک قابل ذکر پہلو، یہ بھی ہے کہ:**

خاتمُ الاکابر، سید شاہ آلِ رسول، احمدی، قادری، برکاتی، مارہروی و مولانا شاہ سلامتُ اللہ قادری، برکاتی، کَشفی، بدایونی اور مولانا شیخ کریمُ اللہ، قادری، برکاتی، مُحدَّث دہلوی۔

یہ تینوں حضرات، شمسِ مارہرہ، سید شاہ آلِ احمد، اچھے میاں، قادری، برکاتی، مارہروی کے خُلفاے کرام اور سراجُ الھند، شاہ عبدالعزیز، مُحدِّث دہلوی کے تلامذۂ عِظام ہیں۔

**سِراجُ الھِند**، شاہ عبدالعزیز، مُحدِّث دہلوی جیسی عظیم وجلیل شخصیت اور دیگر اَکابر واَسلافِ کرام کو، یاد رکھنا، اور ان کی خِدماتِ جلیلہ کو، خراجِ تحسین پیش کرتے رہنا صرف، تقاضاے اِحسان شناسی و قدر دانی نہیں، بلکہ مختلف حیثیتوں سے خود، مسلمانوں کے لئے باعثِ برکت وذریعۂ سعادت وسببِ رحمت اور ذَخیرۂ آخرت ہے۔

**مُخلِصانہ درخواست**: عُلما و مشائخِ کرام واساتذۂ مدارسِ دینیہ ومُورِّخین ومصنِّفین اور جُملہ اَربابِ علم ودانش سے، مخلصانہ درخواست ہے کہ:

"۱۴۳۹ھ" کو، سِراجُ الھِند، **شاہ عبدالعزیز، مُحدِّث دہلوی** (وصال ۱۲۳۹ھ) کا، **دوسوسالہ، یادگاری سال، قرار، دے کر، شایانِ شان طریقہ سے**

اپنے صوبوں، اپنے شہروں، اور اَضلاع وقصبات میں "دوسوسالہ جشنِ عزیزی، ولی اللّٰھی" کی تقریبات واِجتماعات، منعقد کرتے ہوئے اپنی بیداری واِحسان شناسی کا ثبوت دیں۔

اور اپنے بیانات وتحریرات ومضامین کے ذریعہ، دینی وعلمی خدماتِ عزیزی، ولی اللّٰھی اور خدماتِ اَکابر واَسلافِ کرام کو، زیادہ سے زیادہ، عام کر کے، اَجروثوابِ دارَین، حاصل کریں۔

عرض گذار: **یٰس اختر مصباحی**، بانی وصدر دارُ القلم، ذاکرنگر، نئی دہلی۔ ۲۵

# پیغامِ عمل

**سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے مُعتقدات اور اَفکار و نظریات کو، اکابر و اسلافِ کرام نے**
ہر دَور میں عِلمی و فکری سَطح پر، منظّم و مربوط انداز میں پیش کرتے رہنے کی جو عظیمُ الشّان خدمات انجام دی ہیں، اُنھیں ہی اپنا نمونۂ فکر و عمل بنا کر، آج کے عُلمائے اہلِ سُنَّت کو بھی، قلمی و لسانی طور سے **اور جائز ذرائعِ اِبلاغ کا استعمال کر کے، اپنا مذہبی و علمی فریضہ، انجام دینا چاہیے۔**

سطحی تحریروں اور ہیجان انگیز تقریروں سے اِجتناب و احتراز کرتے ہوئے بہتر اور مفید و مہذّب طرز و اسلوب میں، مذہبِ اہلِ سُنَّت کی تائید و تقویت اور فِرَقِ باطلہ کی تردید و اِبطال کی طرف، خصوصی توجہ، دی جانی چاہیے۔

**قوم و مِلَّت کا سرمایہ اور اپنی صلاحیت و لیاقت کا غیر ضروری اِستعمال، نہ صرف، یہ کہ:**
اہلِ سُنَّت کی داخلی کمزوری کا سبب بن سکتا ہے، بلکہ مخالفین اور اہلِ باطل کو، ہماری صفوں میں داخل ہونے کی راہیں بھی، ہموار کر کے، چند در چند مسائل اور مشکلات و مصائب سے، ہمیں، دوچار کر سکتا ہے۔

**جس سے ہمیں، ہر لمحہ، چوکنّا اور بیدار و ہوشیار، رہنے کی شدید ضرورت ہے۔**

**ذخیرۂ کتاب و سُنَّت کے مطالعہ اور اس سے اِستفادہ کے ساتھ**
اسلامیات کے ہر پہلو پر کام کرتے رہنے کا، ہمارے سامنے، ایک وسیع و عریض میدان، موجود ہے۔

**علومِ اسلامیہ کے بہت سے شعبے، ہمارے مطالعہ و تحقیق کے منتظر ہیں۔**

**اَسلافِ کرام کے روشن کارنامے، اپنی جانب، ہمارا دامنِ دل، کھینچ رہے ہیں۔**

**برِصغیر ہند و پاک کے تناظر میں بھی، بہت سے کام، ہماری چشمِ توجہ کے، منتظر ہیں۔**

**خیر آبادیات و رضویات** کے بہت سے گوشے، ابھی، تشنۂ تحقیق ہیں۔

**مسلم معاشرے کی اِصلاح و ہدایت اور معاشرتی مفاسد کا اِزالہ، وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔**

**نئی نسل کی ذہن سازی، اس کی تعلیم و تربیت کا اِہتمام، اس کے دل و دماغ میں تعلیماتِ اسلام کو، راسخ کر کے اسے کسی فکری اِنحراف سے محفوظ رکھنے کی کوشش**

**اور اس طرح کی بہت سی چیزیں، ہم سب سے بہت کچھ مطالبہ اور تقاضا کر رہی ہیں۔**

اِن نیک کاموں کی طرف، توجہ دینا اور ان میں خاطر خواہ کردار، ادا کرنا، ہماری مذہبی و قومی و مِلّی ذِمّہ داری ہے۔

ایسے امور میں اپنی صلاحیت اور اپنی کوشش، صَرف کر کے جذبۂ خیر کے ساتھ، ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں، اپنی توانائی، خرچ کرنی چاہیے۔ اسی میں، ہمارا مفاد، مضمر ہے۔ اور یہی حکمِ قرآنِ حکیم بھی ہے:

**فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۴۸۔ سورۂ مائدہ۔ آیت ۴۸)

**"اچھے اور نیک کاموں میں، ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرو۔"**

(ص ۲۰۷۔ **عرفانِ مذہب و مسلک**۔ مطبوعہ دارُ القلم، دہلی۔ مارچ ۲۰۱۴ء و مطبوعہ دارُ الاسلام، لاہور)